مکتبہ اسلامیہ
بھوانہ بازار فیصل آباد
35-17

خطباتِ بہاولپوریؒ

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

مکتبہ اسلامیہ
بھوانہ بازار فیصل آباد

17-35

خطباتِ بہاولپوری

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری

نام کتاب ـــــــــــــــ خطبات بہاول پوری

جلد ـــــــــــــــ دوم

طبع اول ـــــــــــــــ اکتوبر 1997ء

طبع دوم ـــــــــــــــ اکتوبر 1999ء

کمپوزنگ ـــــــــــــــ مکتبہ اسلامیہ کمپیوٹرز

اشاعت فنڈ ـــــــــــــــ 70روپے

ناشر ـــــــــــــــ عبدالغفار (فیصل آباد)

ملنے کے پتے

- مسجد اقصیٰ اہل حدیث 'چوک ون یونٹ 'بہاول پور
- مکتبہ اسلامیہ بھوانہ بازار فیصل آباد فون: 631204
- مکتبہ نور حرم 60/ر نعمان سنٹر گلشن اقبال نمبر 5 کراچی نمبر 47 فون: 4965124
- اتفاق ٹیکسٹائل کارپوریشن حاجی آباد فیصل آباد فون: 781493



اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ
ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (النحل : ١٢٥)

ترجمہ

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو اللہ کی وحی اور بہترین
نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے
گفتگو کیجیے۔ یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی
بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے

فہرست مضامین

خطبات بہاولپوری

خطبہ نمبر	عنوان	صفحہ

عرض ناشر

حق گوئی خواہ رحمۃ للعالمین کی زبان سے ہی کیوں نہ ہو پھر بھی ہوس و ہوا کے بندوں کو تلخ ہی محسوس ہوتی ہے۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر نرم' رؤف اور کریم النفس کون ہو سکتا ہے؟۔۔۔ کوئی نہیں۔۔۔ بے شک کوئی نہیں۔۔۔ جو دوسروں کے غم میں فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ۔۔۔ کی حد کو پہنچ چکا ہو' جو عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کی صفت سے متصف ہو چکا ہو۔۔۔ ایسا کوئی نہیں۔۔۔ کوئی نہیں۔۔۔ پھر بھی جب آپ ﷺ نے فاران کی چوٹی پر چڑھ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت "لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ" لوگوں کے سامنے پیش کی تو اپنے بیگانے ہو گئے' دوست دشمن بن گئے' یار اغیار ہو گئے۔۔۔ صادق اور امین کے القابات سے ملقب کرنے والوں کی زبانیں گالیاں دینے لگیں' برا کہنے لگیں۔۔۔ اسی پر بس نہ کی بلکہ دکھ دیے' مصائب کے پہاڑ توڑے' خدا کی وسیع زمین کو ان ناسمجھوں نے اپنے شفیقِ مکرمؐ پر تنگ کر کے رکھ دیا۔

یہ معاملہ ہر اس شخص سے روا رکھا جاتا ہے جو حق کہتا ہے' حق پسند ہے اور حق کو سربلند دیکھنا چاہتا ہے۔۔۔ محترم پروفیسر حافظ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔۔۔ موصوف حق گوئی میں اپنوں کو خاطر میں لاتے تھے اور نہ ہی بیگانوں کے ظلم سے گھبرا چپ سادھ لیتے تھے۔۔۔ وہ حق کہتے تھے اور کھلے بندوں کہتے تھے۔ بس یہ خیال رکھتے تھے کہ جو کہو' سیدھے لفظوں میں کہو' صاف صاف کہو' تصنع اور بناوٹ کے انداز میں نہ کہو۔ لفظی شوکت اور فقروں کا حسن ان کے ہاں چنداں اہم نہ تھا۔ وہ تو بس اپنے دل کی بات دوسروں کے دل میں اتارنے کی کوشش کرتے خواہ انھیں کتنے ہی سادہ الفاظ کیوں نہ استعمال کرنے پڑتے۔

ہاں۔۔ ہاں۔۔! جو بات کرتے نہایت ہی معقول اور با دلائل کرتے اور عام عام مثالوں سے تبیین کا حق ادا کر دیتے۔ ایک بات اگر سمجھانے پر آتے تو سمجھا کر ہی دم لیتے۔

قارئین کرام! اس سے پہلے بھی ہم "خطبات بہاول پوری" کی تین جلدیں

اور "رسائل بہاول پوری" آپ کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں لیکن خطبات کی جو جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں ہم نے عربی عبارتوں پر اعراب کے ساتھ ساتھ ان کی صحت کا بھی بطور خاص خیال رکھا ہے۔ پھر بھی اگر آپ اس میں کوئی کمی محسوس کریں' یا مزید بہتری کی کوئی صورت ہو تو ضرور آگاہ فرمائیں۔ ادارہ آپ کے مفید اور مخلص مشوروں کو سامنے رکھ کر آئندہ ایڈیشن میں اصلاح اور بہتری کی کوشش کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت مخلص اور قناعت پسند آدمی تھے۔ ساری زندگی دین حنیف کی خدمت میں صرف کی مگر نہ تو کبھی خطبہ جمعہ کا مشاہرہ وصول کیا اور نہ ہی تقریر و تحریر سے نام اور دام کمانے کی کوشش کی۔ انھیں جو تنخواہ کالج سے ملتی تھی بس اسی پر گزارا کرتے تھے۔ ان کے اسی جذبہ صادقہ کے پیشِ نظر ہم "رسائل بہاولپوری" اور "خطبات بہاول پوری" کی قیمت صرف لاگت ہی رکھتے ہیں تاکہ دین اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت ہو سکے۔

دعا کا طالب

عبدالغفار

فیصل آباد

خطبہ نمبر 17

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَ بِأَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [66:التحریم:8]

انسان کتنی بھی احتیاط کرے پھر بھی خطا کار ہے۔ اس سے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں، غلطیاں کرتا رہتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے توبہ رکھی ہے۔ توبہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ کیونکہ اس توبہ کے ساتھ ہی اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت کی صفت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ اگر یہ انسان گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ ایسی مخلوق کو پیدا

کرتا جو گناہ کرتی' پھر توبہ کرتی۔ اللہ کو توبہ بہت پسند ہے۔(رواہ مسلم ' مشکوۃ کتاب الدعوات ' باب الاستغفار و التوبۃ عن ابی ھریرۃؓ)اس لیے

اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے:﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ﴾ اللہ کو توبہ کرنے والے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں' بڑے پیارے لگتے ہیں۔ تو اللہ نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ اے ایمان والو! توبہ کرو۔۔۔ لیکن توبہ ہو مذاق نہ ہو' خالص توبہ ہو۔ جس کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے گناہ پر' اپنی اس غلطی پر نادم ہو۔ آئندہ کے لیے عزم کرے کہ میں یہ گناہ نہیں کروں گا' پھر خدا کو خوش کرنے کا عزم کرے کہ میں اچھے اچھے کام کروں گا۔ جس سے اللہ کی ناراضی دور ہو جائے اور اللہ مجھ سے راضی ہو جائے' مجھ سے خوش ہو جائے۔ یہ خالص توبہ ہے اور زبان سے توبہ توبہ کرتے رہنا' نہ گناہ چھوڑنا' نہ گناہ کا تصور ترک کرنا' بس ویسے ہی زبان پر "توبہ" ہے۔ جیسے بسوں میں دیکھا ہے کہ جہاں ڈرائیور بیٹھتا ہے وہاں اوپر لکھا ہوتا ہے کہ "میری توبہ"۔ اب یہ توبہ نہیں ہے کہ جی! ڈرائیور توبہ کیے جا رہا ہے' بس بھاگی جا رہی ہے' ڈرائیور توبہ کرتا جا رہا ہے۔ ارادہ ہی نہیں ہے۔ توبہ کس چیز کی؟

آدمی پہلے اپنے گناہ کا تصور کرے کہ مجھ سے یہ گناہ ہوا ہے۔ پھر اس کو یاد کر کے پچھتائے' روئے' اللہ سے معافی مانگے۔ پھر آئندہ بچنے کی کوشش کرے کہ میں آئندہ نہیں کروں گا۔ پھر نیکی کرنے کی کوشش کرے۔ پھر تو توبہ ہوتی ہے۔ ویسے ہی زبان سے توبہ توبہ کرتے رہنا اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

بخاری شریف میں یہ مشہور واقعہ ہے' آپ لوگوں نے بہت دفعہ سنا ہوگا کہ ایک آدمی جو بہت بڑا خونی تھا' جو بہت بڑا مجرم تھا۔ اس نے ایک کم سو آدمی کو خون میں نہلا دیا اور پھر کسی "نیم ملاں خطرہ ایمان" کے پاس گیا' کسی کچے مولوی کے پاس چلا گیا۔ اور جا کر اسے کہنے لگا کہ میں نے اتنے خون کر لیے ہیں۔ میری معافی کی بھی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟ مولوی نے کہا کہ معافی کیسے؟ نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو جائے تو حج کیا ہو'؟ تیری کوئی توبہ

نہیں۔اس کا دل مزید سخت ہو گیا۔اس نے کہا کہ جب بالکل ناامیدی والی بات ہے تو' تو بھی کیوں زندہ رہے ؟اس کو بھی صاف کر دیا۔پورا سو کر دیا۔چونکہ اس کو ٹھوکر لگ چکی تھی' زخمی ہو چکا تھا-اس کو پھر احساس ہوا کہ شاید اللہ معاف کر ہی دے۔میں کسی اور عالم کے پاس جا کر مسئلہ پوچھوں تو شاید کوئی حل نکل آئے۔تو وہ کسی اچھے عالم کے پاس گیا۔اس نے کہا:اے اللہ کے بندے!"اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے' تو اگر توبہ کر لے تو اللہ تجھے بھی معاف کر دے گا" قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾اے وہ لوگو!جنھوں نے گناہ کیے ہیں' ظلم اور زیادتیاں کی ہیں' اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے' ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾اللہ سب گناہ بخش دے گا۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ ﴿وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ﴾ اپنے رب کی طرف رخ کرو' یہ نہیں کہ گناہ کرتے رہو' گناہوں میں بالکل ڈوبے رہو اور پھر کہو:"توبہ!"___اللہ سب گناہ خواہ کفر ہو شرک ہو' قتل ہو' کوئی بھی ہو اسے معاف کر دے گا' بخش دے گا۔تم اخلاص سے' دل سے توبہ کرو۔اس عالم نے کہا کہ تو توبہ کر۔بہتر یہ ہے کہ فلاں جگہ چلا جا' وہاں بڑے اچھے اور نیک لوگ رہتے ہیں۔تجھے نیک لوگوں کی صحبت میسر آئے گی۔اور یہ بڑی غنیمت ہے۔میرے بھائیو!اچھے لوگوں کی صحبت میں رہنا اچھے آدمیوں سے دوستی لگانا' نیک آدمیوں سے جن کے دل میں خدا کا خوف ہو' دنیاداری نہ ہو کہ ہر وقت سکیمیں بنائیں کہ فلاں جگہ پلاٹ لیں' یہ کام کریں' ادھر سے پیسہ کمائیں' بالکل یہ ہے کہ اللہ کی یاد دلانے والے ہوں۔نیک آدمی کی تعریف یہ ہے کہ اس کی مجلس میں بیٹھو تو اللہ یاد آئے۔نیک آدمی کی نشانی یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھو تو انسان کا دل دنیا سے سمٹتا جائے' دنیا سے اٹھتا جائے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو۔یہ نیک آدمی کی خصلت ہے۔تو نیک آدمی کی صحبت میں رہنے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس کی

مثال ایسے دی ہے جیسے کسی عطر والے کے پاس بیٹھنا۔ جب تک بیٹھیں رہیں گے خوشبو آتی رہے گی۔ آپ کا پیسہ بھی خرچ نہ ہوگا اور خوشبو بھی آتی رہے گی۔ (بخاری و مسلم ' ریاض الصالحین باب زیارۃ اھل الخیر و مجالستھم) تو نیک آدمی کی صحبت میں رہنے سے آدمی کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ تو اس نے یہ مشورہ دیا کہ یہ سوسائٹی چھوڑ دے' یہ ماحول چھوڑ دے' یہ گندہ ماحول جس میں رہ کر تو نے اپنی زندگی برباد کی ہے اور تو نے سو خون کر دیا۔۔۔ اس ماحول کو چھوڑ کر تو فلاں جگہ چلا جا۔ وہاں اللہ کے نیک بندے رہتے ہیں' ان کی مجلس میں جا کر رہ' تیری حالت بہتر ہو جائے گی۔ آئندہ کے لیے تو اچھے کام کرے گا۔ چنانچہ وہ چل پڑا۔ اتفاق کی بات کہ راستے میں مر گیا۔ درد شروع ہوا جس سے وہ بے چارہ نہ بچ سکا۔ لیکن چونکہ اس کے دل میں تڑپ تھی کہ میں وہاں پہنچ جاؤں' دل میں خیال تھا کہ شاید سنبھل جاؤں۔ چلتا رہا' گھسٹتا رہا' آخر ایک پوائنٹ (Point) پر پہنچ کر اس کی جان نکل گئی۔ ظاہر بات ہے کہ اس کی زندگی انتہائی گندی تھی گناہوں سے بھری ہوئی تھی۔ اور یہ تو زندگی کے چند لمحے تھے جس میں اسے احساس ہوا اور اس نے توبہ کا ارادہ کیا۔ جنت اور دوزخ دونوں طرف کے فرشتے آ گئے۔ جنت کے فرشتے' جو نیک لوگوں کی روحوں کو لے جاتے ہیں' چاہتے تھے کہ ہم اس کی روح لے جائیں اور دوزخ کے فرشتے' جو دوزخیوں کی روحوں کو لے جاتے ہیں' چاہتے تھے کہ اس کی روح کو ہم لے جائیں' کیونکہ ساری عمر اس نے ایسی ہی گزاری ہے۔ اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ زمین کی پیمائش کر لو۔ اگر اس نے زیادہ فاصلہ طے کر لیا اور جہاں جانا تھا وہ فاصلہ تھوڑا ہے اور جو طے کر لیا ہے وہ زیادہ ہے تو اسے جنت کے فرشتے لے جائیں۔ اور اگر یہ تھوڑا ہے' دوسرا زیادہ ہے تو دوزخ کے فرشتے لے جائیں۔ اللہ کے علم میں تو تھا ہی۔ چنانچہ جب زمین ماپی گئی جو فاصلہ اس نے گھسٹ کر طے کیا تھا' لیٹ کر طے کیا تھا وہ بڑھ گیا۔ اس کی بخشش کی صورت ہو گئی۔ اس کو جنتی فرشتے' جو جنتی روحوں کو لے کر جاتے ہیں' لے گئے۔ (صحیح بخاری ' کتاب الانبیاء' باب ما ذکر من بنی اسرائیل عن ابی سعید الخدریؓ) تو توبہ جو ہے وہ ایسی

چیز ہے کہ انسان اگر توبہ کر لے تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن جو ہے وہ اخلاص کے ساتھ ہونی چاہیے۔ اور پھر سوسائٹی کو بدل لے۔ یہ گناہ اکثر گندی سوسائٹی سے ہوتے ہیں۔ آپ اپنے دوستوں کو دیکھیں جس قسم کے آپ کے دوست ہوں گے ویسا ہی آپ کا ذہن بنے گا' ویسا ہی آپ کا رجحان ہو گا۔ اچھے لوگ ہوں گے تو آپ اچھے کام کریں گے' برے لوگ ہوں گے تو آپ کا رجحان بری طرف ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے بری صحبت کی مثال بھٹی والے کے ساتھی دی ہے' جو لوہا گرم کرتا ہے اور اگر تم اس کے پاس بیٹھو تو کیا ہو گا؟ تم پر چنگاریاں پڑیں گی۔ آگ کے چھوٹے چھوٹے کوئلے تم پر پڑیں گے اور کچھ نہیں تو دھواں ضرور آئے گا۔ جلتے رہو گے۔ جتنی دیر تم بیٹھو گے' کوئی نہ کوئی تمھیں تکلیف ہی رہے گی۔ (بخاری و مسلم' رياض الصالحين' باب زيارة اهل الخير و مجالستهم) کپڑے جل جانے کا خطرہ ہے۔ ویسے کسی چنگاری کے پڑ جانے سے جل جانے کا خطرہ بھی ہے۔ بدبو آتی رہے گی۔ تکلیف میں رہو گے۔ یہ بری صحبت کا اثر ہے۔ انسان جتنی دیر بری صحبت میں رہے گا اتنی دیر گالی گلوچ سنے گا' گندی باتیں سنے گا' ہو سکتا ہے کہ وہ اسے اپنی کسی پلاننگ میں شریک کر لیں۔ اپنا کوئی منصوبہ تیار کر رہے ہوں' کوئی سازش کر رہے ہوں' اس کو بھی شریک کر لیں اور یہ گناہ میں مبتلا ہو جائے۔

اس لیے آدمی کو چاہیے کہ اگر وہ نیک ہونا چاہتا ہے تو اپنے ماحول کو بدلے۔ آج کل ماحول ہی خراب ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ ہم بھی بگڑتے جا رہے ہیں اور ہماری اولادیں بھی بگڑتی جا رہی ہیں۔ اگر ماحول اچھا ہو' سوسائٹی اچھی ہو' تو پھر یہ حالت نہ ہو۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی سوسائٹی کو تبدیل کرے اگر وہ چاہتا ہے کہ میں بچ جاؤں۔ ہاں اگر پرواہ ہی نہیں ہے تو پھر اس کی مرضی ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنا علاج کرنا چاہتا ہے' تو پھر یہ بہتر ہے کہ آدمی اپنی سوسائٹی کو بدلے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہے' اپنے اللہ کی طرف رجوع کرے۔

اللہ نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَ تُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

[24:النور:31]

توبہ کرو اے مومنو! سب کے سب کوشش کرو توبہ کرنے کی تاکہ تم پاس ہو جاؤ۔ تمھاری نجات ہو جائے۔ یہ توبہ کے ساتھ ہے۔ دیکھو نا۔۔۔! گناہ تو ہوتے ہیں' اس بات سے تو آپ انکار نہیں کر سکتے۔ گناہوں سے تو کوئی بچ نہیں سکتا۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "میں سو دفعہ استغفار کرتا ہوں" (رواہ مسلم' مشکوۃ کتاب الدعوات' باب الاستغفار والتوبۃ) نبی ﷺ گناہ تو نہیں کرتے تھے' لیکن گناہوں کی گرد پڑتی ہے نا۔۔۔ رنگ کتنا بھی گورا ہے جب آدمی باہر چلا جائے گا تو مٹی پڑے گی۔ وہ بات تو نہیں رہے گی جو چہرہ دھو کر حسن آتا۔ توبہ کرنا گویا اپنے چہرے کو دھو لینا ہے۔ توبہ کرنا اپنے آپ کو گناہوں سے دھو لینا ہے۔ جب گناہ ہوتے ہی رہتے ہیں تو پھر آپ سوچیں کہ جب آپ اللہ کے پاس جائیں گے اور جا کر کہیں گے کہ یااللہ! معاف کر دے۔ وہ معافی کا وقت نہیں ہوگا۔ آپ کہیں اور اللہ معاف کر دے۔ یہ یہاں ہے' یہ دنیا میں ہے۔ یہاں آپ کہیں کہ یااللہ! معاف کر دے تو اللہ معاف کر دے گا۔ وہاں کوئی کمائی کا وقت تو نہیں ہوگا۔ دعا کر کے کچھ حاصل کرنا یہ قصد ہے۔ اور قصد یہاں ہے' وہاں نہیں ہے' وہاں تو اجر ہی اجر ہے' انعام ہی انعام ہے' نیکی اور بدی کا بدلہ ہی بدلہ

ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آدمی اب کہے کہ یااللہ! مجھے معاف کر دے۔ آپ تیس سال کے ہیں' اپنے ماضی کو یاد کریں' اپنے گناہوں کو یاد کریں' تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کریں۔ کیونکہ کسی کے سامنے آپ اقرار کریں تو شرم آتی ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے کہ اگر میں یہ بات مان لوں' میں اس کا اقرار کر لوں تو لوگ کیا کہیں گے؟ آدمی شرم کے مارے اس کا اعتراف نہیں کرتا۔ لیکن اللہ سے شرم کیسی؟ اللہ تو جانتا ہے کہ آپ نے کیا کیا ہے۔ تو جب آپ اکیلے ہوں تو اپنے گناہوں کو یاد کریں' روئیں۔۔۔ اور یہ جو آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں یوں سمجھ لو کہ گویا پانی ہے جو دھو رہا ہے۔ خدا کے ڈر سے آنکھوں

سے آنسو نکلنا یہ دل کی جو سیاہی ہوتی ہے اس کو دھو ڈالتا ہے۔ دل جو ہے اس سے صاف ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا: ﴿ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [24:النور: 31] اے مومنو! سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم پاس ہو جاؤ۔ کامیاب ہو جاؤ۔ تمھاری نجات ہو جائے۔ توبہ کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ توبہ کے معنی ہیں رخ کرنا' منہ کرنا' پھیر دینا۔۔۔ دیکھو! توبہ بندہ بھی کرتا ہے' توبہ اللہ بھی کرتا ہے۔ اللہ کا نام ہے۔۔۔ التواب۔۔۔ بڑا ہی توبہ کرنے والا۔ ہم نام عبدالتواب رکھتے ہیں' تواب کا بندہ۔۔۔ تواب اللہ کا نام ہے اور اس کے معنی کیا ہیں؟ تائب اسم فاعل ہے' تواب مبالغہ کا وزن ہے۔۔۔ بڑی ہی توبہ کرنے والا۔ اب اللہ کی توبہ کیا ہے؟ یہ کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو خدا ناراض ہوتا ہے' جب بندہ توبہ کرتا ہے تو خدا پھر آتا ہے' خدا اس پر مہربان ہو جاتا ہے۔ تو اللہ توبہ کیا کرتا ہے؟۔۔۔ بندے پر اپنے غضب کو ہٹا کر ادھر رحمت کر دیتا ہے۔ یہ خدا کی توبہ ہے۔ اور بندے کی توبہ کیا ہے؟ وہ گناہ سے ہٹ کر نیکی کی طرف لگ جاتا ہے۔ یہ بندے کی توبہ ہے۔ اب اللہ تواب ہے اور بندے کو رحمتیں دیتا ہے کہ اے بندے! تو میری طرف رخ کر تو سہی ﴿ تُوبُوا إِلَى اللَّهِ ﴾ تو میری طرف منہ تو کر۔ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو گویا اللہ کی طرف پیٹھ کر لیتا ہے۔ جیسے روٹھ جاتا ہے' منہ پھیر لیتا ہے۔ ادھر منہ نہیں کرتا' جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اسے اللہ یاد نہیں ہوتا۔ گویا اللہ کی طرف اس نے پیٹھ کر لی ہے اور دوسری طرف اس نے منہ کر لیا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ توبہ کر۔ منہ میری طرف کر اور جب بندہ اللہ کی طرف منہ کرتا ہے تو پھر اسے شرم آتی ہے' پھر وہ روتا ہے اور حقیقت میں یہی توبہ ہے۔ اس لیے توبہ کی طرف رجحان کرو۔ یہ جمعہ ہے ہی اس لیے کہ دین سیکھیں۔ دین کو سمجھیں' اپنی صفائی اور دھلائی کریں۔ ہماری آخرت ٹھیک ہو جائے۔ ہم دنیا سے جائیں تو ہماری نجات کی کوئی صورت بن جائے۔ تو اس لیے میں نے یہ عرض کیا ہے۔ لہٰذا توبہ کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ کوئی بندہ کتنا بھی اچھے سے اچھے ماحول میں ہو' نیک سے نیک ہو' آخر انسان ہے' گناہ کر ہی بیٹھتا ہے۔ لیکن پھر اس کا علاج کیا ہے؟ یہ

کہ فوراً توبہ کرے۔ گناہ کو یاد کر کے اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اس سے سمجھو کہ آدمی صاف ہو جاتا ہے۔ گناہ کی آلائش دور ہو جاتی ہے۔ گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ دیکھیے گناہ کیا ہوتا ہے؟۔۔۔ کسی کا حق مارنا یہ گناہ ہے گناہ کب ہوتا ہے اور کیسے ہوتا ہے؟ جب آپ کسی کا حق ماریں تو یہ گناہ ہے۔ یہ حق اس کو تھا آپ نے اس کے حق کو سلب کر لیا۔ تو آپ نے گناہ کیا۔ اگر وہ حق اللہ کا تھا اور آپ نے اس کو پورا نہیں کیا۔۔۔ اللہ کا حکم ماننا اس کا حق ہے۔ آپ نے اس کا حکم نہیں مانا آپ نے گناہ کیا۔ نماز پڑھنا اللہ کا حق ہے۔ آپ نے نماز نہیں پڑھی' آپ نے اللہ کا حق مار لیا۔ اب حقوق اللہ کی توبہ کیا ہے؟۔۔۔ معافی۔۔۔ استغفار۔۔۔ اللہ کے آگے رونا۔۔۔ اور آئندہ کے لیے خدا سے دوستی لگانا۔۔۔ آدمی کہے کہ میں اب تیرا دوست ہو گیا ہوں' میں یہ کام بالکل نہیں کروں گا۔ اور اگر بندے کے حقوق اس نے مارے ہیں' حقوق العباد کا معاملہ ہے تو پھر اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی اسکے حق کو ادا کرے' اگر وہ کر سکتا ہو اور اگر وہ نہیں کر سکتا تو پھر اللہ اس کی معافی کی صورت پیدا کر دے گا بشرطیکہ وہ چاہتا ہو۔ اور اگر احساس ہی نہ ہو' بندے کے حق پورے کرنے کا' کسی کا حق مار لیا۔۔۔ اب اس کی توبہ کیا ہے؟ اس کو حق دے دے۔ ادھر اللہ سے معافی مانگے کہ اللہ میں نے تیری نافرمانی کی' ادھر بندے کا حق ادا کر دے۔ معافی کی صورت ہو جائے گی۔ اور اگر بندے کے حق ادا نہیں کیے' اور اللہ سے کہے کہ یا اللہ! میری توبہ' یا اللہ! میری توبہ' تو خدا کہتا ہے کہ "میری توبہ کیا" ؟ اس کا حق دے۔ وہ تو مجھ سے مانگے گا جب میری عدالت لگے گی۔ میرے دربار میں آئے گا تو مجھ سے کہے گا' یا اللہ! تو نے انصاف کا وعدہ کیا ہے۔ میرے ساتھ انصاف کر۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے' میرا حق مارا ہے' مجھے میرا حق دلا۔۔۔ اس کا حق اس کو دے' پھر معافی کی صورت ہو گی ورنہ کیسے؟ دیکھیے! جب بندہ گناہ کرتا ہے' اس کے رخ دو ہوتے ہیں۔۔۔ ایک تو وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔۔۔ آپ نے کسی کے پیسے چرا لیے تو ایک طرف تو آپ نے اللہ کی نافرمانی کی۔۔۔ خدا نے کہا کہ چوری نہ کرو۔۔۔ و ﴿لَا يَسْرِقْنَ﴾ [60:الممتحنة:12] چوری نہ کرو۔ دوسرا آپ نے اس کا مال لے

لہذا آپ نے اس بندے کا حق مارا ہے۔ تو معافی کب ہوتی ہے؟ جب دونوں پہلو صاف ہو جائیں' اللہ سے توبہ کی جائے' کہ اللہ اپنا حق معاف کر دے اور بندے سے معافی مانگے یا اس کا حق ادا کیا جائے کہ وہ راضی ہو جائے۔ تب جا کر معافی کی صورت ہوتی ہے۔ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی اس کی تلافی کر ہی نہیں سکتا۔ مثلاً کسی کی لڑکی سے زنا کر لیا' اگر اس کا خاوند موجود ہے تو ظاہر ہے آپ نے اس کے خاوند کا حق مارا ہے۔۔۔۔ وہ چیز اس کی تھی' مال اس کا تھا' آپ نے خیانت کی ہے۔ اب یہ بہت مشکل ہے' آپ کسی خاوند سے جا کر معافی مانگیں کہ میں نے تیری بیوی سے زنا کیا ہے' تو معاف کر دے۔ اس کے لیے یہی ہے کہ آدمی اس کے خاوند کے لیے دعا بھی کرے جو مناسب ہو۔ اگر وہ گناہ گار ہے تو اللہ اسے معاف کر دے گا۔ اگر اس کا معاملہ اور الجھا ہوا ہے تو صاف کر لے۔ ادھر اللہ سے معافی مانگے۔۔۔ یا اللہ ! میں یہ گناہ کر بیٹھا ہوں' اسی طرح سے قتل ہے۔ اب قتل کر دیا۔ اب اس کی صورت کیا ہے ؟ کہ جن کا آدمی مار دیا ہے اگر اسلامی حکومت ہو گی تو اس کا قصاص یا دیت ہے۔ اس کی قیمت دینی پڑے گی۔ اور اگر کچھ بھی نہیں' یعنی اسلامی حکومت نہیں ہے' اندھیر نگری ہے' جیسے آج کل ہے' ایسی صورت میں تو یہی ہے کہ آدمی اللہ سے معافی مانگے۔ اور اس کی تلافی کی کوشش کرے۔ لینے دینے میں اور رشتے ناطے میں تا کہ اس کی کچھ نہ کچھ تلافی ہو جائے۔ میرے بھائیو! اگر آدمی بچنا چاہے' اپنی نجات چاہے' تو اللہ سو حیلے بنا دیتا ہے۔ کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آتی ہے' لیکن یہ اس کے لیے ہے جس کو فکر ہو کہ میری نجات کی صورت ہو جائے۔ اور جو لا پرواہ ہو۔۔۔ اس کا کیا حشر ہو گا؟ حدیث میں آتا ہے کہ بڑا نیک' غازی' حاجی اور زکوٰۃ دینے والا ہے صدقے خیرات کرنے والا ہے اللہ کے سامنے پیش ہو گا۔ نمازیں اس نے پڑھی ہوں گی' روزے اس نے رکھے ہوں گے' حج اس نے کیے ہوں گے' زکوتیں اس نے دی ہوں گی۔۔۔ مگر لوگ آئیں گے کہ یااللہ! اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ اب اس کی نمازوں میں سے' اس کی نیکیوں میں سے خدا اس کو دے کر اس کو خوش کر دے گا۔ اس کا نقصان ہوا ہے' اس کے بعد دوسرا آ جائے گا کہ یااللہ! اس نے میرے ساتھ یہ غضب کیا ہے' پھر اس کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ کوئی اور اٹھ کھڑا ہو گا کہ یااللہ! اس نے مجھے مارا تھا۔

اس کو بھی ان کی نیکیاں دی جائیں گی۔ حتیٰ کہ حدیث میں آتا ہے کہ جس نے لاپرواہی سے زندگی گزاری ہے۔۔۔ ویسے بہت نیک' حاجی' بڑا پرہیزگار لیکن خداخوفی دل میں نہیں آئی' اللہ کے حساب' اس کے انصاف کا اس کو ڈر نہیں رہا تو اس کے اتنے دعویدار کھڑے ہوں جائیں گے کہ اس کے پلے کوئی نیکی نہیں رہے گی۔ ان کی نمازیں بھی گئیں۔ اس کے روزے بھی گئے' اس کا حج بھی گیا' اس کی زکوتیں بھی گئیں۔ اس کا سب کچھ لوگ لے جائیں گے اور قرض خواہ ابھی باقی ہوں گے۔ اب نیکی اس کے پلے کوئی نہیں' وہ تو کہیں گے یااللہ! ہمیں دے' تیری عدالت انصاف ہی انصاف ہے۔ تو پھر خدا کیا کرے گا؟ ان کے گناہ اٹھا کر اس کو دے دیے جائیں گے۔ نیکیاں پہلے ہی ختم ہوگئیں تھیں اور اب گناہ سے لد جائے گا۔ نمازیں بھی گئیں' سب کچھ گیا اور لوگوں کے گناہ اس کے سر پر ہوں گے۔ حتیٰ کہ اس قدر گناہوں میں دب جائے گا گناہوں میں اس قدر دب جائے گا کہ خدا کی پناہ! اس لیے میرے بھائیو! پھر لاپرواہی کی زندگی نہ گزارو اور ہمارا سب سے بڑا عیب ہی یہی ہے کہ ہم لاپرواہ ہیں۔ ڈر لگتا ہی نہیں' ہم ہر حال میں خوش ہیں۔ کوئی نیکی ہو جائے تو کوئی پرواہ نہیں' کوئی گنا ہو جائے تو پھر بھی کوئی پرواہ نہیں۔ بڑی لاپرواہی کی زندگی ہم گزارتے ہیں اور دیکھیں جس نے امتحان دینا ہو وہ کبھی بے فکر رہ سکتا ہے؟ آپ کا بچہ بی اے کا امتحان دے رہا ہو' آپ کے بیٹے نے میٹرک کا امتحان دینا ہو' یا ایم اے کا امتحان دینا ہو اور امتحان سر پر ہوں اور وہ تیاری نہ کرے تو ہم یہی کہیں گے نا۔۔۔ تجھے کوئی فکر ہی نہیں' امتحان تیرے سر پر ہیں اور تجھے فکر ہی کوئی نہیں۔

میرے بھائیو! جس نے اللہ کے سامنے جانا ہو اور وہ بے فکر رہے تو یہ دوزخی کی علامت ہے۔ جو بے فکر آدمی ہے' جس کو فکر ہی نہیں تو یہ اس کے دوزخی ہونے کی علامت ہے۔ مومن کو ہمیشہ فکر ہوتی ہے۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے: ﴿بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾ [السجدة:32:10] چھوڑو ان کی کیا بات کرتے ہو' وہ تو اپنے رب کی ملاقات کے ہی انکاری ہیں۔

ان کو تو یہ یقین ہی نہیں کہ جا کر اپنے رب سے ملنا ہے۔ اور یہ بات سو فیصدی یقینی ہے جیسے آپ یہاں بیٹھے ہیں اور آپ کو کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ بیٹھے ہیں اور میں کھڑا ہوں۔ اس طرح سے یہ یقینی بات ہے کہ ایک دن ہمیں اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے اور خدا پوچھے گا کیا کیا کر کے آیا ہے۔ دنیا میں تو ہوتا ہے۔ بھول چوک' سوال کرنا' کوئی بھول گیا' کسی کو کوئی بات یاد رہی یا نہ رہی۔ اللہ کے بارے میں یہ تصور ہی نہیں کر سکتے کہ اللہ کوئی بات بھول جائے۔ اللہ سے کوئی چیز چھپ جائے' اس لیے اگر آپ کے دل میں خدا کا خوف ہے تو یہ سوچ لیں کہ وہاں بنے گا کیا؟ اللہ کے سامنے لازماً پیش ہونا ہے اور اللہ نے ہر چیز کا حساب لینا ہے۔ جو جو کچھ دنیا میں کیا ہے: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه' ﴾ جس آدمی نے ایک ذرے کے برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا' ﴿ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه' ﴾ [99:الزلزال:7-8] اور جس نے ایک ذرے کے برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔ کہیے یہ ہے ہمت اور طاقت کہ آپ ایسا حساب دے دیں؟ اگر یہ ہمت نہیں ہے تو پھر کیوں نہ آدمی دنیا میں ہی توبہ کرتا رہے۔ دیکھیے! ہم نمازیں پڑھتے ہیں' چلو بعض نمازیں غفلت میں نکل جاتی ہیں کہ آپ نے سجدہ کر لیا' رکوع کر لیا' توجہ نہیں ہوئی۔ بے خیالی میں وقت گزر گیا۔ لیکن آپ کبھی کبھی اپنے دل کو باندھ کر' اپنی توجہ کو مرکوز کیا کریں اور دل میں یہ ٹھانا کریں کہ اب موقع ہے میں آیا ہوں' اللہ سے معافی مانگ لوں۔ نماز اللہ کی ملاقات ہے' نماز جو ہے وہ اللہ کی ملاقات ہے اور نماز کے اندر بندہ اللہ سے باتیں کرتا ہے۔ اس لیے حدیث میں آتا ہے نماز میں دعا کی کوشش کیا کریں' خصوصاً سجدہ میں۔ وہ بڑا ہی قرب کا وقت ہوتا ہے۔ (رواہ مسلم و بخاری' مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب السجود و فضله عن ابی هریرهؓ) بندہ جتنا سجدے میں اللہ کے قریب ہوتا ہے کسی حالت میں اتنا قریب نہیں ہوتا۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ [96:العلق:19] اے میرے بندے! سجدہ کر اور میرے قریب ہو جا۔۔ انسان سجدے میں اپنی توجہ کو مرکوز

کرے' پھر معافی مانگے' کوئی چھوٹا بڑا گناہ یاد آجائے تو اس کی معافی مانگے' کوئی کام' کوئی ضرورت ہو' کوئی محتاجی ہو تو اس کا سوال کرے۔ اور دل میں یہی خیال لائے کہ یااللہ! میں تیرے سامنے کھڑا ہوں' سجدہ کر رہا ہوں' میری پیشانی زمین پر ہے۔ یااللہ ایک دن وہ آئے گا جب میں تیرے دربار میں کھڑا ہوں گا۔ اللہ حساب آسان کر دے۔

دیکھو دوست سے حساب کیسے ہوتا ہے؟ آپ نے کسی دوست سے کوئی چیز منگوانی ہو تو اس سے کہتے ہیں کہ بھئی! تو کراچی جا رہا ہے' تو لاہور جا رہا ہے' میری یہ چیز بھی لے آنا۔ اب وہ آکر آپ کو پائی پائی کا حساب دے گا۔ اگر وہ آپ کا دوست ہوگا تو آپ کہیں گے: "چھوڑ حساب وساب نہیں کرتے' جو پیسے بچے ہیں بس وہ دے دے' حساب وغیرہ کی کیا ضرورت ہے؟" دوست کے ساتھ یہ ہے۔ "حساب دوستاں در دل" دوست سے کیسا حساب ہوتا ہے؟ بس موٹا موٹا سا حساب کر لیا۔ اور جو دوست نہیں ہے' ویسے ہی کچھ واقفیت ہے یا اجنبیت ہے تو پھر آدمی باقاعدہ لکھتا جاتا ہے' حساب کرتا جاتا ہے' پائی پائی کا حساب کرتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے۔ ﴿اِنَّا اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾[88:الغاشية:25-26] یہ آیت سورہ غاشیہ کی ہے جو جمعہ کی دوسری رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس میں اللہ فرماتے ہیں: بیشک انسانوں نے میرے پاس ہی آنا ہے اور ہم ہی ان کا حساب لیں گے۔ ﴿ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾ ہم ہی ان کا حساب لیں گے۔ تو بے ساختہ پھر مومن کی زبان سے یہ نکلتا ہے اللہ! جب تو حساب لے گا۔ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنَا حِسَابًا يَّسِيْرًا حساب دوستوں والا کرنا کہ جس میں زیادہ باریکی نہ ہو۔ (رواہ احمد' مشکوۃ' باب صفۃ القیامۃ و الجنۃ والنار باب الحساب والقصاص والمیزان عن عائشۃ ؓ) میرے بھائیو! میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جو بندہ پانچ وقت نماز پڑھے اور اللہ اس کا دوست نہ ہو۔ دیکھو جو آدمی پانچ دفعہ اللہ سے ملنے آتا ہو پھر اللہ سے اس کی دوستی نہ لگے۔ اس کے دل میں اللہ کی

محبت کی لہریں نہ انھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ جب بندہ اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے' اللہ کی طرف رخ کرتا ہے تو اللہ اس سے کہیں زیادہ محبت کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے! اگر تو میری طرف ایک بالشت آئے تو میں تیری طرف ایک ہاتھ آؤں گا۔ اگر تو میری طرف ایک ہاتھ آئے تو میں ایک گز آؤں گا۔ اگر تو میری طرف چل کر آئے تو میں تیری طرف دوڑ کر آؤں گا۔ تو آ تو سہی۔ (بخاری و مسلم' مشکوۃ کتاب الدعوات ' باب ذکر اللّٰہ عز وجل والتقرب الیہ عن ابی ذرؓ) کیا باپ کو اپنے بیٹے سے ایسی محبت ہو سکتی ہے جو اللہ کو اپنی مخلوق سے ہے' اس انسان سے ہے۔ یہ انسان خدا کو بہت پیارا ہے۔ اللہ نے شیطان پر اس کی فضیلت جتلائی کہ اے شیطان بدبخت! میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ باقی چیزیں جو ہیں ان کو تو میں نے "کن" سے پیدا کیا ہے۔ اپنے حکم سے پیدا کیا' فرشتوں سے سجدہ کروایا' فلاں سے کروایا' فلاں سے کروایا۔ اس آدم کو تو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ ﴿خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ میں نے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ تو نے اس کو سجدہ نہیں کیا۔ یہ انسان اللہ کو بہت پیارا ہے۔ پھر جو بگڑ جائے گا' گنہگار ہو جائے' اللہ کا نافرمان ہو جائے۔ پھر آخر باپ کو بھی تو پیار الگتا ہی ہے۔ پھر باپ بیٹے کو دھکے دیتا ہے۔ گھر سے نکال دیتا ہے' حالانکہ اس کا جگر گوشہ ہوتا ہے' اس کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ اللہ کو اپنے بندوں سے بہت پیار ہے بشرطیکہ بندہ اپنے اللہ کی طرف رخ کرے۔ لیکن جب روٹھ کر اللہ کی طرف پیٹھ کرے اور منہ دوستوں کی طرف کرے یا منہ دنیا کی طرف کرے اور اللہ کو پیٹھ دکھائے تو پھر ظاہر بات ہے کہ اللہ کو بھی غصہ آئے گا ہی۔ تو اس لیے میرے بھائیو! اللہ کے بندے بننے کی کوشش کرو۔ اس لیے اللہ جب اپنے نبی سے پیار کی بات کرتا ہے' اس کے مقام کی بلندی کا کہیں ذکر کرتا ہے تو کہتا ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا﴾ [البقرۃ:2:23] اللہ اس کو اپنا بندہ کہتا ہے۔ اسی لیے اللہ کو سارے ناموں میں سے سب

سے پیارا نام عبداللہ ہے۔ عبداللہ نام اللہ کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ کیونکہ اللہ کے ناموں میں سے اللہ کا سب سے بڑا نام کیا ہے؟۔۔۔ "اللہ" نمبر 1 اور رحمٰن نمبر 2 پر ہے۔ اس لیے اللہ نے کہا: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ [17:الاسراء:110] اللہ کو اپنا "اللہ" کہو یا رحمٰن کہو یہ دونوں نام خدا کے بڑے پیارے نام ہیں۔ اس لیے حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو جو نام سب سے زیادہ پیارے ہیں وہ ایک عبداللہ اور دوسرا عبدالرحمٰن ہیں۔ (جامع ترمذی ابواب الاستیذان والاداب باب ما یستحب الاسماء عن ابن عمرؓ) اور پھر ان سے ملتے جلتے باقی نام ہیں کہ عبدالستار، عبدالغفار، عبدالجبار، عبدالغفور، عبدالمؤمن، عبدالمھیمن۔۔۔ اس قسم کے نام اللہ کو بہت پیارے ہیں۔ ان سب میں اللہ کو عبداللہ نام بہت ہی پیارا ہے۔ ﴿وَ اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ﴾ [72:الجن:19] اللہ اپنے نبی کے بارے میں کہتا ہے کہ جب یہ میرا نبیؐ عبداللہ۔۔۔ اللہ کا بندہ، یعنی میرا پیارا جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو "جن" ٹھٹھوں کے ٹھٹھ آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کا قرآن سننے کے لیے کافر آ آکر حیران ہوتے ہیں اور اس کا قرآن سنتے ہیں۔ ﴿وَ اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا﴾ تو اللہ نے وہاں بھی عبداللہ کہا۔ اللہ جب اپنے بندے کو معراج کروا رہا ہے تو وہاں بھی اپنے نبی کو لفظ عبد کہہ رہا ہے۔ ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ [17:الاسرا:1] وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندے کو آسمانوں کی سیر کروانے کے لیے راتوں رات لے گئی۔ تو "عبد" جو ہے اللہ کو بہت پیارا ہے بشرطیکہ نافرمان نہ ہو، ڈھیٹ، بے شرم اور بے حیا نہ ہو کہ خدا کہے کہ میری طرف آ اور یہ کہے کہ نہیں میں تو شیطان کی طرف جاتا ہوں۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے جیسے آدمی افسوس کر کے ﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ﴾ [18:الكهف:50] ارے بدبخت انسانو! میں نے تمھیں پیدا کیا ﴿اَفَتَتَّـ...﴾

تم شیطان کو ﴿وَ ذُرِّيَّتَه‘ اَوْلِيَآءَ﴾ اور اس کے چیلے چانٹوں کو 'اس کی اولاد کو اپنے دوست بناتے ہو۔﴿مِنْ دُوْنِيْ﴾ مجھے چھوڑ کر۔۔۔ مجھے چھوڑ کر بندہ جب گناہ کرتا ہے' اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بناتا ہے' بندہ جب گندے آدمی کی سوسائٹی اختیار کرتا ہے تو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بناتا ہے کیونکہ گندے لوگ شیطان کے دوست ہیں' شیطان کے بھائی ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے کہتے ہیں: ﴿يَاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لاَ يَسْمَعُ وَ لاَ يُبْصِرُ وَ لاَ يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا﴾ ابا تو ان کی کیوں پوجا کرتا ہے جو نہ سنتے ہیں' نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ جو اللہ کے علاوہ معبود ہیں تو ان کی کیوں پوجا کرتا ہے؟ ﴿لِمَ تَعْبُدُ﴾ تو کیوں عبادت کرتا ہے ﴿مَا لاَ يَسْمَعُ﴾ جو سنتا ہی نہیں ﴿وَ لاَ يُبْصِرُ﴾ جو دیکھ نہیں سکتا۔ اور تیرے کسی کام بھی نہیں آسکتا۔ اب دیکھو جو جا کر بت کے آگے بیٹھ جائے یا مزار پر بیٹھ جائے' ایک ہی بات ہے۔ اب ابراہیم علیہ السلام بول رہے ہیں ﴿لِمَ تَعْبُدُ﴾ تو یہاں کیا کر رہا ہے' اس کو کیوں پکار رہا ہے؟ ﴿مَا لاَ يَسْمَعُ﴾ جو سن نہیں سکتے' ﴿وَ لاَ يُبْصِرُ﴾ جو سن نہیں سکتے۔ ﴿وَ لاَ يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا﴾ اور نہ تجھے کوئی فائدہ دے سکتے ہیں ﴿يَاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ يَاْتِكَ﴾ ابا جی! اس نے مجھے وہ علم دیا ہے جو تیری قسمت میں نہیں' تجھے ملا نہیں۔ فَاتَّبِعْنِيْ میرے پیچھے لگ' بے شک میں تیرا بیٹا ہوں' چھوٹے مقام پر ہوں' لیکن اللہ نے مجھے علم دیا ہے' مجھے دین کی سمجھ دی ہے' تو باپ ہے' میرے پیچھے لگ جا۔ ﴿اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾ تجھے جرنیلی سڑک پر لے کر چلوں گا۔ ﴿يَاَبَتِ لاَ تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا﴾ ابا! شیطان کی عبادت نہ کر' شیطان اللہ کا

نافرمان ہے۔﴿يَاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَكُوۡنَ لِلشَّيۡطٰنِ وَلِيًّا﴾[19:مریم:42]اے میرے باپ! مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تجھے خدا کا عذاب نہ لگے اور تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔ دوزخ میں دوزخی داخل ہوں گے تو شیطان بھی ساتھ ہو گا۔ یہ جس نے گمراہ کیا ہے جیسے دیکھو دنیا میں حکومتیں ہوتی ہیں' اور اپوزیشن بھی بن جاتی ہو۔ اللہ نے اپوزیشن لیڈر شیطان کو بنایا ہے۔ اپنے مقابلے میں شیطان کو کھڑا کیا ہے۔ اب شیطان لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے' اور اللہ سے اس نے کہا تھا: ﴿لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ‌ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ﴾[7:الاعراف:17]اللہ تو دیکھے گا کہ کوئی تیرا ماننے والا نہیں ہو گا' کوئی خال خال ہو تو ہو سب میرے پیچھے لگیں گے' تیرے پیچھے کوئی نہیں جائے گا اور اللہ نے قرآن میں کہا: ﴿لَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ اِبۡلِيۡسُ ظَنَّهٗ﴾ جو ابلیس نے کہا تھا۔ اس نے کہا سچ کر دکھایا ﴿فَاتَّبَعُوۡهُ﴾ ساری دنیا شیطان کے پیچھے لگ گئی۔ ﴿اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ چند آدمی بچے جو اس کے پیچھے نہیں لگے باقی سب اس کے پیچھے چلے اور آج کل حالت یہی ہے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی امت کو سمجھایا' ڈرایا' آخر قوم نہ سنبھلی' نہ سدھری' بگڑتے ہی چلے گئے۔ اب نوح علیہ السلام اپنی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ ﴿قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ﴾ نوح علیہ السلام کہتے ہیں اے میرے رب! ﴿رَبِّ اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ﴾ میں آخری بات کرتا ہوں کہ میری تو یہ نافرمانی کرتے ہیں ﴿وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ يَزِدۡهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا﴾ اب یہ کس کے پیچھے جاتے ہیں۔ دیکھو کتنی بڑی بات ہے جو نوح علیہ السلام نے کہی ہے۔ دیکھو بندہ گمراہ ہوتا ہے' خدا کا نافرمان ہوتا چلا جاتا ہے' پھر اس کی اولاد اور اس کا مال اس کے دشمن ہوتے ہیں' یعنی اس کے دین کے دشمن' اس کو دوزخ میں ڈالنے والے' نوح

علیہ السلام نے یہی بات کہی۔ ﴿ اِنَّھُمۡ عَصَوۡنِیۡ ﴾ میری نافرمانی کرتے ہیں' کس کے پیچھے لگ جاتے ہیں؟ ﴿وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ یَزِدۡہُ مَالُہٗ وَ وَلَدُہٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴾ ان کے پیچھے جا رہے ہیں جن کے مال اور ان کی اولادیں انھیں نقصان ہی پہنچا رہی ہیں اور اب آپ دیکھ لیں جتنے یہ دنیادار لوگ ہیں وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے بھی پھنسیں گے' اپنی اولاد کی وجہ سے بھی پھنسیں گے۔ حرام طریقے سے مال کمایا اور حرام کے راستے خرچ کیا' اولاد پیدا کی گندے طریقے سے اور دنیاداری اور دنیاداری کے کاموں پر لگائی' گندے کاموں پر لگائی۔ اولاد کا بوجھ بھی ان کے سر پر ہے' اپنا بوجھ بھی ان کے سر پر ہے۔ نوح علیہ السلام کہتے ہیں یااللہ! ان کو وہ لوگ اچھے لگتے ہیں جن کی یہ حالت ہوگی کہ ان کے مال بھی ان کو نقصان پہنچا رہے ہیں' دوزخی بنا رہے ہیں یااللہ! اب ان کی حالت اتنی بری ہو چکی ہے کہ اب یہ تیرے عذاب کے مستحق ہیں' اللہ ان کو رگڑ دے' اب ان پر عذاب نازل کر اور پھر دیکھو! ﴿ اِنۡ تَذَرۡھُمۡ ﴾ یااللہ! اب اگر ان کو تو نے چھوڑ دیا' یہ اتنے دور جا چکے ہیں کہ خود سنبھلے کی بجائے تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے ﴿ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ ﴾ یہ جو تھوڑے بہت تیرے بندے بچے ہوئے ہیں ان کو گمراہ کر دیں گے۔ ﴿وَلَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا﴾ [71:نوح:21-27] اب ان کے پیٹ سے حلال کا کوئی پیدا نہیں ہوگا' گنہگار کافر ہی پیدا ہوں گے۔ یااللہ! اب ان کو صاف کر دے' ان میں سے کوئی اب باقی نہ بچے۔ سب کو رگڑ دے' صاف کر دے' اب دیکھ لو دنیا کے حالات کیا ہیں؟ اسلام کی کیا چیز باقی ہے جو رہ گئی ہے۔ اسلام کے ساتھ کتنی دشمنی ہو رہی ہے۔ ہندو اچھا لگتا ہے' مسلمان برے لگتے ہیں۔ انڈیا سے ہمدردی ہے اور پاکستان سے دشمنی ہے۔ دل سے یہ عہد ہے کہ ملک میں اسلام نہ آئے لیکن یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ملک میں اسلام نہ آئے۔ یہ نام لے کر بیان دیا جاتا ہے کہ ضیاء والا اسلام ہم نہیں آنے دیں گے۔ یہ آپ کی جو ملکہ ہے اس نے بیان دیا ہے اور جرمنی کے اخبارات میں آ چکا ہے کہ ہم ضیاء کا اسلام پاکستان میں نہیں آنے دیں گے۔ ضیاء کا کوئی الگ

اسلام تھا؟ مقصد کیا؟ یہ کہ ہم اسلام کو برا جانتے ہیں' اسلام کو ہم نکالنا چاہتے ہیں' اس ملک میں اسلام کو بالکل برداشت نہیں کرتے۔ یہ وہ سٹیج ہے جو نوح علیہ السلام نے Point Out کی تھی۔ ﴿ اِنَّهُمْ عَصَوْنِىْ ﴾ یہ میری بات مانتے نہیں۔ ﴿وَاتَّبَعُوْا﴾ اور اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ جو اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ جہاں جا کر مال اور پھر اولاد دونوں خسارے کا سودا ہیں۔ میرے بھائیو! اپنی فکر کرو' اپنی حالت کو بہتر کرو۔ مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ جمعہ پڑھنے آتے ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی (Change) نہیں آتی۔ کیا فائدہ اس جمعہ کا' ان نمازوں کا۔

میرے بھائیو! نماز تو روح کی خوراک ہے' ایمان کی ڈور ہے' اگر نمازی نماز پڑھ کر' جمعہ پڑھنے والا جمعہ پڑھ کر بدلتا نہیں' اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی تو سمجھ لو کہ وہ مردہ ہے۔ اس کا ایمان مردہ

ہے' اس میں بالکل جان نہیں۔ زندگی جو ہے اس میں بالیدگی ہے' اس میں نمو ہے۔ اور اگر اس میں اضافہ ہی نہیں' جیسے ہیں ویسے کے ویسے تو جمعہ کا کیا فائدہ؟ اور اللہ کی بات سننے کا کیا فائدہ؟ اللہ نے قرآن میں فرمایا: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾ [الزمر:39:23] اللہ ایمان والوں کی بات کرتا ہے کہ جب وہ میری بات سنتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ایمان کے زندہ ہونے کی علامت ہے اور اگر ایک جمعہ پڑھ لیا اور ویسے ہی دوسرا اور اسی طرح تیسرا پڑھ لیا اور کلی وہیں کی وہیں رہی۔ تو یہ تو پتھر ہے۔ وہ کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اگر کوئی تبدیلی نہیں آتی تو یہ ایمان کے مردہ ہونے کی علامت ہے۔ یہ کوئی سیاسی لیکچر تو نہیں ہے کہ ہم کوئی لاف زنی کر رہے ہیں۔ کوئی ایسی سیاسی پارٹی ہے۔ آپ یہ کہیں کہ جی! نہیں' ہم تو دوسری پارٹی میں جائیں گے۔ میرے بھائیو! یہ ایک ہے دوسرا کوئی نہیں۔ اللہ کا دین ایک ہے' حق ایک ہے۔ حق دو نہیں ہیں' یہ آپ کو مغالطہ ہے' یہ آپ کو دھوکہ ہے کہ یہ بھی حق ہے اور وہ بھی حق ہے۔ آپ کو یہ مغالطہ ہے۔ حق صرف ایک ہی ہے اور وہ کیا

ہے؟ توجہ سے سنیے! حق وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے' تیسرے کی بھرتی نہیں' وہ ملاوٹ ہے۔

اصلی دین کیا ہے؟ کبھی آپ نے سوچا۔ دیکھیے! آدمی اکیلا بیٹھے تو اپنے سے کوئی سوال جواب کرے' اپنی اصلاح کے لیے اپنے سے پوچھے' تجھے مسلمان ہونا چاہیے کہ نہیں۔ اس کا دل جواب دے گا کہ ہاں مسلمان تو ہونا چاہیے۔ اپنے آپ سے پوچھے کہ اسلام کونسا؟ پھر خود ہی سوچے کہ اسلام دو ہیں کہ تین ہیں؟ جب دو نہیں ہیں تو تین کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام تو ایک ہے۔ کہیے! کوئی شبہ کی بات ہے؟ میں آپ کو آپ کی اصلاح کا' آپ کے علاج کا طریقہ بتلا رہا ہوں۔ اسلام ایک ہے' دو نہیں ہیں۔ وہ کیا ہے؟۔۔۔ وہی جو محمد ﷺ دے کر گئے ہیں۔ کہیے! کوئی شبہ ہے؟ آپ جتنے بھی یہاں بیٹھے ہیں' خواہ کسی بھی نظریہ کا مالک ہے بتائے کہ کوئی شبے کی بات ہے؟ اگر آپ کو مسلمان ہونا ہے تو اسلام کون سا چاہیے۔ اصلی' خالص جو صرف ایک ہے' دو نہیں۔ اصلی اسلام کون سا ہے؟ وہ جو محمد ﷺ دے کر گئے تھے۔ کہیے! آپ دین کو پورا کر کے گئے تھے؟ اگر دین کو پورا کر کے نہیں گئے تھے تو اور نبی آنے چاہئیں اور اگر دین کو پورا کر کے گئے تھے تو پھر بھرتی نہیں ہونی چاہیے۔ پھر آپ حنفی کیوں بنے؟ پھر کوئی گنجائش ہے اور کچھ بننے کی؟ جو ایک دن کے بعد بھی بننے والے مذہب پر' دین پر کسی فرقے پر کسی جماعت میں شریک ہوتا ہے وہ غلط دین پر جا رہا ہے۔ اسلام محمد ﷺ کے ساتھ ہے اور آپ کے ساتھ ہی مکمل ہے۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ۔۔۔ کسی تیسرے کی دین میں ضرورت ہی نہیں۔ آپ اس کو دین میں داخل کر ہی نہیں سکتے۔ اپنے آپ کو وہابی کہیں' اپنے آپ کو حنفی کہیں' اپنے آپ کو کچھ اور بتائیں' سب بیکار ہے' کوئی فائدہ نہیں۔

میرے بھائیو! جب تک آپ کے اندر حق کی پہچان اور حق کا یقین نہیں ہوگا' نماز میں آپ کو کبھی لذت نہیں آئے گی۔ خدا آپ کا کبھی دوست نہیں بنے گا۔ اللہ کب دوست بنتا ہے؟ جب آپ خالص دین اختیار کریں گے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ ﴿ قُلْ اِنِّیْ

﴿ اُمِرْتُ ﴾ اے نبی! تو لوگوں کو بتادے کہ اللہ مجھے حکم دیتا ہے ﴿ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ ﴾ کہ میں اس کی عبادت کروں ﴿ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴾ [39:الزمر:11] اس کے لیے دین کو خالص کر کے۔ نماز پڑھنے سے پہلے میں یہ فیصلہ کروں کہ دین خالص کون سا ہے؟ جب تیرا دین خالص ہو گا تو' تو اللہ کا ہو جائے گا۔ پھر جب تو نماز پڑھے گا تو اللہ سے باتیں کرے گا۔ اللہ تیرا دوست ہو جائے گا۔ تیرے دل میں اس کی محبت کی لہریں اٹھیں گی۔ تو ایسے چاہے گا جیسے آدمی کو گلے ملنے کی کوشش کرتا ہے۔ دیکھ لو ہمیں اللہ سے بالکل محبت نہیں ہے۔ بھلا کبھی ہو سکتا ہے کہ اللہ سے محبت ہو پھر بیوی حکومت کر جائے۔ بیوی تیرے بچوں کو انگریزی تہذیب سکھائے۔ اگر آپ اللہ کے پیارے ہوں گے تو کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دیکھیے! میں نے تو بہت دفعہ مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ سے محبت کا تعلق جب قائم ہو جاتا ہے' پھر خدا مقابلہ کرواتا ہے۔۔۔ کبھی بیوی سے' کبھی ماں سے' کبھی باپ سے' کبھی برادری سے' کبھی دوستوں سے۔ کوئی مسئلہ ایسا کھڑا کر دیتا ہے کہ جو اللہ اور بیوی کے درمیان مقابلہ ہوتا ہے۔ یعنی بیوی کچھ کہتی ہے اور اللہ کچھ کہتا ہے؟ بیوی کچھ چاہتی اور اللہ کا حکم کچھ ہے۔ پھر خدا دیکھتا ہے کہ یہ بندہ میرا ہے یا بیوی کا ہے۔ جب آپ نے بیوی کی بات کی تائید کی اور اس کی بات کو اونچا کر دیا خدا کہتا ہے کہ مرے کر' چھٹی کر' بس معاملہ ختم۔۔۔ میں نے دیکھ لیا ہے' کبھی باپ اور بیٹے کی۔ دیکھ لو! ابراہیم علیہ السلام اور اس کے باپ کا قصہ۔۔۔ یہ قرآن کیسی کتاب ہے؟ قرآن مجید کوئی ناول نہیں' قرآن کوئی ڈرامہ نہیں' قرآن کوئی تاریخ نہیں' قرآن کوئی جغرافیہ نہیں' قرآن کوئی سائنس نہیں۔۔۔ قرآن ہدایت کی کتاب ہے۔ اگر خدا اس میں باپ اور بیٹے کا قصہ بیان کرتا ہے تو وہ ہدایت کے لیے ہی بیان کرتا ہے۔ خدا دکھاتا ہے کہ جو کوئی چہ

میرا ہو جائے گا' بے شک وہ بیٹا ہو' وہ باپ سے کیسے ٹکر لیتا ہے؟ خدا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے باپ دونوں کو کھڑا کر کے دکھاتا ہے۔ اور ان کی گفتگو نقل کرتا ہے کہ دیکھو یہ بیٹا' یہ چہ جو میرا دوست ہے' مجھ سے محبت کرتا ہے' دیکھو! اپنے باپ سے کیسی باتیں کرتا ہے؟ پھر بیوی

اور خاوند دونوں کو دیکھو۔ وہ جب اولاد کے لیے رشتہ تلاش کرتے ہیں۔ اللہ میرا معاف کرے' لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کوئی رشتہ تلاش کرنا۔ اگر کہہ دیا جائے کہ لڑکا بہت اچھا ہے' نیک ہے' داڑھی رکھی ہوئی ہے تو کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کوئی اور تلاش کریں۔ پھر اگر کہہ دیا جائے کہ لڑکا سعودی عرب میں ہے۔۔۔ تو کہتے ہیں کہ ہاں ہاں! وہ ٹھیک ہے' سعودیہ کا نام جو آگیا' وہ پیسے کماتا ہوگا' دھڑا دھڑ دولت کماتا ہوگا۔ اب دیکھو لو مائی آسیہ فرعون بادشاہ کے گھر ہے۔ اب خدا دونوں کی ٹکر دکھا رہا ہے۔ وہ بادشاہ ہے اور یہ بادشاہ کی بیوی ہے۔ لیکن بیوی اللہ کی پیاری ہے اور بادشاہ جو ہے وہ اللہ کا دشمن ہے۔ کیا کہتی ہے؟ ﴿رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ یا اللہ! یہ محل مجھے اچھے نہیں لگتے' میرے لیے اپنے پاس گھر بنا۔ ﴿وَ نَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ﴾ اور مجھے فرعون سے نجات دلا۔ اللہ مجھے اس ظالم سے چھڑا ﴿وَ نَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ﴾ یا اللہ! مجھے اس کے کام اچھے نہیں لگتے' یہ گندا ہے' سگریٹ پیتا ہے' یہ بے ایمان تمباکو نوشی کرتا ہے' یہ شراب پیتا ہے' یہ آوارہ گردی کرتا ہے۔ ﴿وَعَمَلِهِ﴾ یا اللہ! مجھے اس کی ذات بھی اچھی نہیں لگتی۔ مجھے اس کے کام بھی اچھے نہیں لگتے۔ ﴿وَ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [66:التحریم:11] اس کی ساری برادری بے ایمانوں اور ظالموں کی ہے۔ یا اللہ! مجھے ان سے بھی دور کر دے۔ دیکھو خدا یہ بیوی اور خاوند کی بات کرتا ہے۔ قرآن ہدایت کی کتاب ہے' اگر وہ بیوی' باپ اور خاوند کا نقشہ بیان کرتا ہے تو ہماری ہدایت کے لیے ہی بیان کرتا ہے کہ بیوی اپنے مقام کو پہچانے کہ اللہ کا حق خاوند سے زیادہ ہے۔ اگر بیٹا اور باپ آپس میں بول رہے ہیں تو خدا دکھا رہا ہے کہ دیکھو! بیٹے کا کیا مقام ہے اور باپ کا کیا مقام ہے؟ لیکن جب بیٹا اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر باپ اس کی نگاہ میں کچھ بھی نہیں۔ اس لیے میرے بھائیو! مسلمان بننے کی کوشش کرو۔ میں افسوس کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ ہم مسلمان نہیں۔ مسلمان کون ہوتا ہے؟ مسلمان وہ ہوتا ہے کہ جب بھی اللہ کا حکم آئے تو اس کی گردن جھک

جائے۔ مسلمان وہ نہیں ہوتا ہے جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہو جائے گا اور ختنے کروا لے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

خطبہ ثانی

س: رکوع کے بعد جو لوگ سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ نہیں؟

ج: بھئی ! یہ صحیح نہیں ہے' بالکل غلط ہے' رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنے چاہئیں' باندھنے نہیں چاہئیں۔

س: اگر ماں نماز پڑھ رہی ہو' چھوٹا بچہ ننگا آگے آجائے' وضو ٹوٹ جاتا ہے کہ نہیں؟

ج: دیکھیے! ننگ دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا' خواہ اپنا دیکھے یا کسی بچے کا دیکھے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خروج عن سبیلین سے ۔۔۔ یعنی پیشاب یا پاخانہ کے راستہ سے کوئی چیز نکل جائے تو وضو ٹوٹتا ہے۔ یا ایسی حالت کہ جس میں احتمال ہو' مثلاً نیند سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے تھا' لیکن چونکہ نیند میں یہ احتمال ہے۔ آدمی سو گیا ہے' پتہ نہیں ہوا خارج ہو گئی ہو' اس لیے نیند سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے' ورنہ وضو ٹوٹنے کا ایک ہی گر ہے۔ پیشاب اور پاخانے کے راستے کوئی چیز خارج ہو تو وضو ٹوٹتا ہے کسی کا ننگ دیکھ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

س: عورت نے اگر سنتیں پڑھ لی ہوں اور بچہ پیشاب کر دے تو اگر اسے دھوئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے کہ نہیں؟

ج: دیکھیے! وضو کر لینے سے' ایک دفعہ وضو کرے اور پلیدی کہیں لگ جائے' پاؤں کو لگ جائے' ہاتھ کو لگ جائے' کپڑے کو لگ جائے' تو اس کو دھو ڈالے۔ وضو نہیں ٹوٹتا۔ وہی اپنے اندر سے پلیدی نکلے تو ویسے نہیں ٹوٹتا اور یہ جو خون نکلنے سے کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے' یہ بھی غلط ہے۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ امام حسن بصریؒ سے متعلق یہ بات لوگوں نے پتہ نہیں کیسے بنا لی کہ خون نکل جائے تو وضو ٹوٹ جاتا

ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے خون بہتے رہتے تھے اور وہ نمازیں پڑھتے رہتے تھے۔(رواہ البخاری' کتاب الوضوء باب من لم یر الوضوء الا من المتحدجین من القبل والدبر) جنگوں میں جاتے تھے اور خون بہتے رہتے تھے۔یہ ویسے ہی لوگوں نے ہنار کھا ہے کہ جی! میں نے دانتوں کا خلال کر لیا'

میرا خون نکل آیا' وضو ٹوٹ گیا۔دوسرا بولا کہ جی! میں نے یوں کھجلی کر لی اور خون نکل آیا' میرا وضو تو ٹوٹ گیا۔یہ جو ہے بیکار مسئلہ ہے۔کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

س: یہ جرام کیا ہے؟ اسے کھانا حرام ہے یا حلال ہے؟

ج: یہ ٹڈی جو فصلوں پر آتی ہے' سیلاب کی طرح آتی ہے اور فصلوں کو صاف کر جاتی ہے' یہ مری ہوئی بھی حلال ہے اور زندہ بھی حلال ہے۔(اخرجہ احمد و ابن ماجة' بلوغ المرام' کتاب الطهارة باب المیاه عن ابن عمر رضی اللہ عنه)

س: دوسری رکعت سے اٹھ کر تیسری رکعت شروع کریں تو کیا رفع الیدین کرنی چاہیے کہ نہیں؟

ج: دیکھیے! دو رکعت دراصل نماز کا سٹاپ ہے' تو اگر انسان التحیات یعنی درمیانی تشہد پڑھ کر اٹھے خواہ امام کے ساتھ چوتھی والا پڑھ کر اٹھے یا اپنا اکیلا دوسری والا پڑھ کر اٹھے۔تو جب دو کے بعد تشہد کے بعد اٹھے تو رفع الیدین کر کے پھر ہاتھ باندھے۔

س: اگر عورت مسجد میں نہ آئے' جمعہ کی نماز ہو جائے' تو کیا تسبیح نماز ہو جاتی ہے؟

ج: تسبیح نماز گھر پڑھے' عورت پر جمعہ فرض نہیں لیکن عورت کو مسجد میں آکر جمعہ پڑھنا چاہیے' اور یہ دیکھ لیں' اللہ میرا معاف کرے' حدیث میں آتا ہے میری

امت میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے' آپ نے فرمایا لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا اور وہ دین سے بے خبر ہو جائیں گے۔(رواہ مسلم کتاب الجمعة باب وجوبها عن ابن عمر عن ابی هريرة رضی اللہ عنهما) چنانچہ دیکھ لو یہ ہمارے مولویوں کے مسئلے کہتے ہیں کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ دیہات سارے کے سارے خالی پڑے ہیں اور کوئی جمعہ نہیں اور عورتیں بازاروں میں جائیں' سودا خریدیں' ساری دنیا جہان کے کام کریں لیکن مسجدوں میں آکر نماز نہ پڑھیں' جمعہ نہ پڑھیں' عیدوں میں نہ جائیں۔ تو دیکھ لو عورتیں دین سے کوری۔ اس لیے عورتوں کو جمعہ میں ضرور لانا چاہیے۔ تاکہ عورتیں مسئلہ مسائل سے واقف ہوں اور پھر وہ اچھی اولاد پیدا کریں۔ دیکھیے اگر ماں کو دین سے واقفیت ہو' تو بچہ بہت Trained ہوتا ہے۔ بچے کو پھر دین کی سمجھ بہت آجاتی ہے۔ کیونکہ پہلا سکول تو ماں کا ہے۔ ماں کی گود سب سے پہلا سکول ہے۔ جہاں بچے کی تربیت ہوتی ہے۔ اس لیے اپنی بچیوں کو تربیت دینی چاہیے اور ان کو جمعہ میں لانا چاہیے۔ اور اپنے دوستوں کو بلایا کریں۔ اللہ کے فضل سے یہ دعوے کی بات نہیں' آپ کو یہ جمعے ایسے کم ہی ملیں گے جیسے آپ کو یہاں ملتے ہیں۔ ہم دین کی دعوت دیتے ہیں' میرے بھائیو! وہابی ہم نہیں' حنفی ہم نہیں' دیوبندی ہم نہیں' شیعہ ہم نہیں' کوئی ہمارا نام نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد رکھا گیا ہو۔ ہم کون ہیں؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے والے' قرآن و حدیث کو ماننے والے۔ بس ہمارا کوئی فرقہ نہیں' اصل اسلام اگر آپ دنیا میں تلاش کریں اور آپ کو نہ ملے تو اس کا مطلب ہے کہ کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے۔ اور اگر اصل اسلام دنیا میں ہے تو آپ کو تلاش کرنا

پڑے گا کہ وہ کہاں سے ملے گا؟ وہ صرف محمد ﷺ کی ذات گرامی سے ملے گا جو کہ آخری نبی ہیں اور کوئی نبی اب نہیں آئے گا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَاَ نَبِیَّ بَعْدِیْ (رواہ ابوداؤد والترمذی 'مشکوۃ کتاب الفتن عن ثوبانؓ) کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اصل اسلام دنیا میں ابھی باقی ہے۔ تو حضور ﷺ کے کئی سو سال بعد کی پیداوار شیعیت ہے۔ شیعیت کا سلسلہ شیعان علی سے چلا ہے۔ وہ حضور ﷺ کے بعد کی پیداوار ہے۔ اسلام تو خالص وہ ہوتا ہے جو پہلے دن سے ہی چلا ہو اور آپ دیکھیں گے کہ یہ صرف اہل حدیث کے پاس ہے۔ اہل حدیث کے معنی کیا ہیں؟ یہ کہ حدیث کو ماننے والے۔ قرآن کو بھی حدیث کہتے ہیں فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖ [52:الطور :34] قرآن اپنے آپ کو حدیث کہتا ہے 'اہل حدیث کے معنی ہیں قرآن و حدیث کے ماننے والا 'اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے والا' اور کسی تیسرے کو داخل (Add) نہ کرنے والا۔ خالص اسلام جو ہے وہ یہ ہے۔ دیکھیے! اسلام دنیا میں خالص حالت میں جو ہے وہ اہل حدیث کے پاس ہے۔ جو جماعت قرآن و حدیث کو مانتی ہے اور کوئی نئی چیز اس میں شامل کرنے والی نہیں۔ اور اگر اسلام خالص حالت میں نہیں ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسرا نبی ضرور آئے گا۔ اور یہ بات اجماعاً غلط ہے۔ کیونکہ اگر نئی چیز کی ضرورت مان لی جائے تو کسی اور نبی کا آنا یقینی ہو جاتا ہے۔ لیکن کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے دین صاف صحیح اور اپنی اصلی حالت میں مکمل موجود ہے۔ اور وہ قرآن و حدیث ہے۔ اس لیے آپ کو اس دین پر چلنا چاہیے اور ادھر ادھر توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

سبحان ربك رب العزت عما يصفون۔۔۔

خطبہ نمبر 18

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ص وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَ جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ قف فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا ج رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا
وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ o رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ
نِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآءِ هِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ط
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ط وَ مَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ
يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ط وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

[40:المؤمن:1-9]

میرے بھائیو! اللہ ہمارا خالق ہے' وہی ہمارا رازق ہے اور اسی کو رب کہتے ہیں۔ رب کے معانی ہیں جو پیدا کرکے پرورش کرے' اس کا مربی ہو' اس کے کھانے کا' اس کی زندگی کی ضروریات کا جو انتظام کرے ۔ اس لیے سب سے زیادہ حق ہم پر اللہ کا ہے۔ وہ آدمی بہت ہی کامیاب ہے' بہت ہی خوش قسمت ہے جس نے اپنے اللہ کو پہچان لیا اور اس کا تعلق اللہ کے ساتھ سب سے زیادہ ہے۔ اصل اسلام اور ایمان یہی ہے کہ بندے کا تعلق اللہ کے ساتھ بہت ہی مضبوط اور استوار ہو۔ جتنا انسان اس معاملے میں پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے' سمجھو کہ اتنا ہی اس کا ایمان ناقص ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ دوزخ کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ بالآخر دوزخی ہی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خوب اپنا تعارف کروایا ہے کہ میں تمھارا خالق ہوں' میں تمھارا مالک ہوں۔ ﴿هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا﴾ [40:المومن:13] اللہ تمھیں بہت سی چیزیں ایسی دکھلاتا ہے جس سے تمھیں اللہ کا تعارف ہو جائے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ تعارف کروا کے فرماتا ہے: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ یہ تمھارا رب ہے ﴿خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ جو ہر چیز کا خالق ہے' ﴿فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ [40:المومن:62] پھر تمھیں کونسی مار پڑ جاتی ہے کہ تم اللہ سے غافل ہو جاتے ہو۔ تم اپنے باپ کو نہیں بھولتے' اپنی ماں کو نہیں بھولتے'

حالانکہ وہ تمھارے مجازی خالق ہیں۔ جب انسان جوان ہوتا ہے' شادی ہوتی ہے تو صرف خواہش مقدم ہوتی ہے۔ یہ بالکل خیال نہیں ہوتا کہ میرے اولاد ہو' صرف خواہش ہی مقدم ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں اللہ اولاد دے دیتا ہے' پھر جب بوڑھا ہو جاتا ہے' پھر اولاد کی قدر و قیمت ہوتی ہے' دو سال' چار سال' آٹھ سال' دس سال گزر جاتے ہیں' پھر آدمی دیکھتا ہے اگر اولاد نہ ہو' تو کہتا ہے کہ لو ہوا اولاد تو ہوئی نہیں' ورنہ انسان صرف اپنی خواہش کی تکمیل کرتا ہے۔ اولاد کا اسے خیال ہی نہیں ہوتا۔ اور پھر اگر خیال ہو بھی تو پھر بھی اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ بچہ پیدا کرنا اللہ کا کام ہے۔ اصل خالق اللہ ہے' والدین مجازی خالق ہیں' لیکن ہم اپنے ماں باپ کو پہچانتے ہیں' ان کا ادب کرتے ہیں' ان کا لحاظ کرتے ہیں' ان کا احترام کرتے ہیں اور اللہ کا اتنا بھی نہیں۔ پھر ماں باپ پالتے ہیں' یہ بھی ان کا احسان ہوتا ہے۔ اس وجہ سے بھی آدمی اپنے والدین کا زندگی بھر ممنون رہتا ہے۔ جو بھی کوئی بات کرے گا' یہی کہے گا شرم نہیں آتی' یہ تیرا باپ ہے اور تو اس کے سامنے بولتا ہے' تو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ جو تجھے یہ کہے تو اس کی مان' تیرے والدین جو کہیں یہ ان کا حق ہے' تو ان کی مان۔ لیکن اللہ کا حق؟ اللہ حقیقی خالق' اللہ حقیقی مالک' اللہ حقیقی رازق ہے۔ والدین صرف چیز اٹھا کر اولاد کے منہ میں ڈال دیتے ہیں' پیدا نہیں کرتے' بچے کو شروع شروع میں دودھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ والدین دودھ پیدا نہیں کر سکتے' وہ پیدا کرنے والا تو اللہ ہے۔ پھر وہ اور جو کچھ بھی کھاتا ہے' دودھ' دہی' گھی' مکھن' گوشت یہ سب چیزیں اس کو صرف اٹھا کر دے دیتے ہیں۔ پیدا کرنے والا صرف وہی ہے۔ تو حقیقی خالق' حقیقی مالک' حقیقی رازق' حقیقی پالنے والا اللہ ہے۔ تو اس کے لیے اللہ قرآن میں کہتا ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ [6: الانعام: 91] لوگوں نے اللہ کی قدر کیا کی؟ مقابلے کر کے دیکھ لو' انسان کو پہلے ماں باپ کا خیال ہوتا ہے' پھر اپنی بیوی اور اولاد کا خیال ہوتا ہے' پھر ماں باپ کی طرف پیٹھ ہو جاتی ہے۔ اولاد کی طرف منہ ہوتا ہے۔ باپ بھی زندہ ہو اولاد بھی زندہ ہو' آدمی کا رخ کدھر ہو گا؟ اپنے دل سے پوچھ لیجیے گا۔ یہی کہیں گے نا کہ ماں باپ کی طرف پیٹھ ہو گی اور اولاد کی طرف منہ

ہو گا۔ وہ پیچھے پڑ جاتے ہیں' لولاد جو ہے وہ زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ ماں باپ سے اتنی محبت نہیں ہوتی جتنی لولاد سے ہوتی ہے۔ لیکن اللہ کسی وقت بھی انسان کو یاد نہیں رہتا۔ نہ پہلی عمر میں' نہ بڑی عمر میں۔ بس جس نے اللہ کو پہچان لیا' حقیقت میں مسلمان ہی وہ ہوتا ہے۔ اور پھر عبادت کی لذت بھی اسے آتی ہے۔ ہم جو کہتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں لیکن نماز میں کچھ مزہ نہیں آتا اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ سے دوستی نہیں' آدمی جہاں اس کا دل لگتا ہے' وقت کاٹنے کے لیے اس کے پاس جاتا ہے اور وہ وقت اس کا بہت ہی اچھا گزر جاتا ہے۔ اگر آدمی کے دل میں اللہ کی محبت ہو' تو نماز میں لذت خود بخود آئے' نماز میں دل بھی لگے۔ پیار اور محبت اٹھے' جب آدمی دعائیں کرے' سجدے کرے' رکوع کرے' ان میں کچھ پڑھے' دعائیں کرے تو صرف پڑھنا ہی نہیں ہوتا بلکہ انسان کے دل میں محبت جو ہے اس کی لہریں اٹھتی ہیں۔ جوں جوں وہ اللہ کو پہچانتا ہے تو وہ لذت محسوس کرتا ہے۔ دیکھو! لوگوں کی خوشامد جب ہم کرتے ہیں' ان کی تعریف کرتے ہیں تو شرم آتی ہے۔ آپ کسی آدمی کی تعریف کریں وہ بھی شرم محسوس کرے گا اور ہم بھی ذلت محسوس کرتے ہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ لیکن آپ کبھی خدا کی تعریفیں کر کے دیکھیں تو آپ کو لذت محسوس ہوگی۔ ایک سرور حاصل ہوگا۔ لیکن صحیح موقع ہے اللہ کی تعریف کرنا' اللہ کی حمدیں کرنا' یہ بہت ہی حقیقت پر مبنی چیز ہے۔ اس لیے آدمی کبھی خفت محسوس نہیں کرتا۔ اللہ خوش ہوتا ہے کہ میرا بندہ مجھے پہچانتا ہے اور بندے کو لذت محسوس ہوتی ہے کہ میں صحیح باتیں کہہ رہا ہوں۔ اس لیے کہ اللہ کی جتنی تعریف ہو جائے اتنی ہی تھوڑی ہے اور حضور ﷺ سے کون آدمی زیادہ اللہ کی تعریفیں کر سکتا تھا؟ آپ ﷺ بھی کہا کرتے تھے لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اللہ! میں تیری تعریفیں کر ہی نہیں سکتا۔ تیرے احسانات' تیرے انعامات' تیری مہربانیاں اور تیری ذات ایسی ہے کہ میں تیری تعریفیں کر نہیں سکتا۔ (رواہ مسلم ' مشکوۃ' کتا ب الصلوۃ' باب السجود' و فضلہ عن

عائشہؓ) اور اس کے لیے بہت بری بات ہے کہ اللہ کے بعد کسی کے لیے کہنا کہ جی! ہم اس کی تعریفیں نہیں کر سکتے۔ بعض جاہل جو ہیں جس کی تعریف کرتے ہیں' اپنے ممدوح کی' شاعر اپنے قصیدوں میں یا اور خوشامدی لوگ غلو کرتے ہیں' مبالغہ کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں بس اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ یہ کبھی کسی کے لیے نہیں کہنا چاہیے' سوائے اللہ کے۔ کیونکہ ہر آدمی جو بھی ہے مخلوق میں سے اس کی صفتیں محدود ہیں' اس کے کمالات' اس کی خوبیاں محدود ہیں' آخر مخلوق ہے۔ لیکن اللہ کی ذات ایسی ہے' اللہ قرآن میں کہتا ہے ﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ ﴾ [18:الكهف:109] اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور دنیا میں جتنے درخت ہیں مختلف قسم کے سارے ہی قلمیں بن جائیں اور ساری مخلوق' جن' انسان' فرشتے اللہ کی تعریفیں لکھنے لگ جائیں' سمندر خشک ہو جائیں' قلمیں ختم ہو جائیں گی' لیکن اللہ کی تعریف کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تعریف تو اس کو زیب دیتی ہے' اس لیے کہ اللہ حمید ہے۔ حمید کے معانی محمود اور محمود کے معنی کوئی جس کی تعریف کرے نہ کرے وہ پھر بھی محمود ہے۔ کوئی اللہ کے گن گائے یا نہ گائے' اللہ پھر بھی خوبیوں کا مالک ہے' صفتوں کا مالک ہے' میرے بھائیو! اللہ کو پہچانو' ہمیشہ آپ یہ دیکھتے رہیں کہ میرا تعلق اللہ کے ساتھ کتنا ہے؟ خوشی ہو' کبھی کپڑوں سے باہر نہ ہو' خوشی ہو کبھی آپے سے باہر نہ ہو۔ خدا کی طرف رخ کرو' خدا کی طرف رخ کرو کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے۔ اللہ یہ خوشی تو نے دکھائی ہے' میں فخر کروں؟ آئے ہائے ہائے! یہ مجھے زیب نہیں دیتا۔ خوشی دکھانے والا تو ہے اور اگر غم ہو' تکلیف ہو تو پھر بھی اللہ کی طرف رخ کرے' اللہ! تیرے سوا اس غم کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ ناامید نہ ہو' بے صبرا نہ ہو' اللہ کی طرف رخ کرے' اور اس لیے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے: ﴿ لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ﴾ [57:الحديد:23] اللہ مومن کو بتاتا ہی یہ ہے کہ خوشی ہو تو وہ آپے سے باہر نہیں ہوتا' غم ہو تو کبھی ناامید نہیں ہوتا' کیونکہ میرا

رب ایسا ہے کہ سب کچھ اس کے قبضے میں ہے' ناامیدی کیسی؟ اللہ ان آیتوں میں اپنا تعارف کروا رہا ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں۔﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ کہ لوگو! یہ کتاب اللہ نے اتاری ہے۔ اللہ کون ہے؟ جو سب پر حاوی ہے' سب پر غالب ہے' سب پر چھایا ہوا ہے' کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔ اس کے علم کے کیا کہنے! کوئی چیز وجود میں آئی ہے تو وہ جانتا ہے اور ابھی وجود میں نہیں آئی تو وہ اسے بھی جانتا ہے۔ چیز ظاہر ہے تو وہ اسے جانتا ہے' چیز چھپی ہوئی ہے تو وہ اسے بھی جانتا ہے۔

غَافِرِ الذَّنْبِ اللہ کون ہے؟ گناہوں کا بخشنے والا۔ اللہ اپنا تعارف ان الفاظ میں کروا رہا ہے۔

غَافِرِ الذَّنْبِ گناہوں کا بخشنے والا۔ ﴿وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾ توبہ قبول کرنے والا۔ دیکھو! اللہ نے اپنی دو صفتیں بیان کی ہیں کہ اے بندو! اگر گناہ ہو جائے تو میری طرف رخ کرو' میں بخشنے والا ہوں' ﴿وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾ توبہ کرو' میں توبہ قبول کرنے والا ہوں۔ دیکھو! کتنا اللہ کا پیار' اس کی رحمت ہے' کہ بندے سے گناہ ہو جائے تو بندہ توبہ کرے' اللہ سے معافی مانگے' اللہ اس کو بخش دیتا ہے اور پھر اگر انسان اللہ کی طرف رخ نہ کرے تو وہ شَدِيْدِ الْعِقَابِ بڑے سخت عذاب والا ہے۔ بڑے سخت عذاب والا ہے' وہ پکڑے تو کون چھڑائے؟ نہ وہاں ضمانت کا سوال' نہ وہاں کی طاقت کا سوال' نہ وہاں کسی کی سفارش کا سوال۔ اور آیۃ الکرسی کو آپ جانتے ہیں: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ﴾ [2:البقرة:255] کون ہے جو اللہ کے پاس سفارش کر دے۔ نام تو لو اس کا؟ دیکھو نا ۔۔۔ ہم سفارش ڈھونڈتے ہیں' جی ہاں! وہ بڑا بااثر آدمی ہے' اس کی بات کو وہ رد نہیں کر سکتا۔ اس کو لے جاؤ' وہ اس کی بات ضرور سنے گا۔ لیکن اللہ کے ہاں کوئی ایسا مسئلہ ہی نہیں ہے کہ کوئی سفارش کرے' اور اللہ مجبور ہو جائے۔ دنیا میں تو ہوتا ہے کہ میں کسی بات کا عزم کیے ہوئے ہوں کہ یہ کام میں نہیں کروں گا۔ لیکن کوئی بندہ ہی ایسا آجاتا ہے کہ میں مجبور ہو جاتا ہوں۔ اب میں اس کی بات کو رد ہی

نہیں کر سکتا' یہ بگڑ جائے گا' کل کو مجھے نقصان پہنچائے گا' مجھے اس سے کام پڑے گا۔ سو باتیں آدمی سوچ لیتا ہے' پھر مجبور ہو کر آدمی کو وہ بات کرنی ہی پڑتی ہے۔ اس کی بات ماننا ہی پڑتی ہے۔ لیکن اللہ کہتا ہے ﴿مَنْ ذَاالَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ﴾ کہ کون ہے جو میرے پاس آکر سفارش کر دے اور میں مجبور ہو جاؤں اور میں اس کی سفارش ضرور مان لوں؟ یہ تو میری مرضی ہے' میں کسی کی سفارش سنوں یا نہ سنوں۔ بلکہ ﴿لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ [78:النباء:38] کوئی بول نہیں سکتا' سفارش کرنی تو درکنار۔ کوئی بھی اللہ کے سامنے بول نہیں سکتا' کسی کی سفارش کے لیے اللہ سے کوئی جا کر کہہ نہیں سکتا' جب تک کہ اللہ اجازت نہ دے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شرک آدمی کب کرتا ہے؟ یاد رکھو! حقیقت یہ ہے کہ آدمی شرک اس وقت کرتا ہے جب اللہ کو بھول جاتا ہے' اللہ اسے یاد نہیں رہتا' وہ اللہ کو پہچانتا ہی نہیں ہے کہ اللہ کون ہے؟ اللہ کو پہچاننے والا' مشرک کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ کی صفتیں' اللہ کے کمالات' اس کی خوبیاں کسی دوسرے میں پائی نہیں جاسکتیں۔ پھر کسی کی طرف رخ کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ اللہ کہتا ہے' میں سننے والا ہوں' میں جاننے والا ہوں' میں دیکھنے والا ہوں' میں معاف کرنے والا ہوں۔ میں دینے والا ہوں' میں چھیننے والا ہوں۔ بتاؤ کوئی ہے جو یہ کام کرے؟ پھر تم کسی کی طرف کیوں جاتے ہو؟ جب میرے سوا کسی کے ہاتھ میں کچھ ہے ہی نہیں' نہ نبی کے ہاتھ میں' نہ ولی کے ہاتھ میں' یقین جانیں یہ بھی ایمان کی بات ہے۔ نبی بھی ویسا ہی محتاج ہوتا ہے جیسا ایک عام آدمی محتاج ہے۔ آپ کبھی یہ نہ سوچیں کہ ایک آدمی اللہ کا بہت محتاج ہے اور نبی جو ہے وہ اللہ کا کم محتاج ہے۔ بالکل نہیں۔ ہر ایک اللہ کا اتنا ہی محتاج ہے جتنا کہ دوسرا محتاج ہے۔ یہی تو ہے ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ [112:الاخلاص:2] بے احتیاج صرف اللہ کی ذات ہے۔ اب دیکھو نا امیر اور غریب کے محتاج ہونے میں کتنا فرق ہے؟ امیر کے پاس وسائل ہیں' غریب کے پاس وسائل نہیں۔ صرف وسائل کے اعتبار سے فرق ہے' ذات کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اس بات پر غور کریں۔ سمجھنے کی بات ہے' امیر اور غریب دونوں محتاج

ہیں۔ لیکن ہمیں فرق نظر آتا ہے کہ دیکھو جی! ہمیں اطلاع ملی ہے کہ میرا فلاں عزیز' فلاں جگہ' مر گیا ہے' اب مجھے وہاں پہنچنا ہے۔ وہاں کیسے پہنچوں۔ میرے پاس وسائل نہیں ہیں اور امیر کو اطلاع ملتی ہے' کہ تیرا فلاں عزیز فوت ہو گیا ہے وہ فوراً کار نکالتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کم محتاج ہے اور یہ زیادہ محتاج ہے۔ حاجت دونوں کو ہے' کہ رشتے دار مر گیا ہے' اس کے ہاں جانا ہے' اس کے پاس سواری کا ایک ذریعہ ہے' یہ چلا گیا' اس کے پاس ذریعہ نہیں وہ نہیں گیا۔ بس محتاج تو دونوں ہیں۔ اچھا اب اگر اس کی گاڑی راستے میں فیل ہو جائے' تو پھر اس کی احتیاج کو دیکھو' یا پھر ایکسیڈنٹ ہو جائے پھر کوئی فرق ہے دونوں کے محتاج ہونے میں۔ بالکل اسی طرح ہی نبی ﷺ کے محتاج ہونے میں اور ایک عام آدمی کے محتاج ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لو' بھوک لگی ہوئی ہے' سفر میں کوئی واقف نہیں ہے' بالکل اجنبی ہیں' اب وہاں پہنچ جاتے ہیں' مدین کے قریب ایک کوئیں پر پہنچے ہیں۔ وہاں لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں پتہ نہیں انھوں نے کتنے دنوں سے کھانا کھایا ہوا ہے' سخت بھوک ہے' لڑکیوں سے پوچھنے لگے مَا خَطْبُكُمَا کیا بات ہے کہ تم پیچھے ہو۔ لوگ پانی بھر رہے ہیں۔ تم آگے ہو کر پانی نہیں لیتیں۔ ﴿قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکے وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ﴾ [28:القصص:23] کہنے لگیں کہ ہم پانی نہیں پلاتیں۔ یہ لوگ بے دین ہیں' انھیں شرم و حیا نہیں ہے۔ ہمارا باپ جو ہے وہ ساتھ آ نہیں سکتا' اور کوئی آدمی ہمیں میسر نہیں۔ جب یہ چلے جائیں گے تو جو پانی بچا کھچا ہو گا وہ ہماری بکریاں پی لیں گی۔ ان کو ترس آیا' انھوں نے آگے بڑھ کر وہ بوکا جو تھا' وہ چرخ وغیرہ نکال کر ان کی بکریوں کو پانی پلایا اور اس کے بعد ایک طرف جا کر درخت کے نیچے سایے میں بیٹھ گئے۔ اب وہ لڑکیاں دونوں حیران ہیں کہ جی! یہ اجنبی آدمی کون ہے جس نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ بڑی طاقت والا ہے۔ جس چرخ اور بو کے کو کئی آدمی مل کر نکالتے ہیں اور جس پتھر سے کوئیں کو بند کر جاتے ہیں اس کو بھی کئی آدمی اٹھاتے ہیں' یہ اجنبی آدمی اتنی طاقت والا ہے کہ اکیلے ہی نے کام کر دیا۔

پتھر بھی اٹھا دیا' بو کا بھی نکال دیا اور پھر شریف بھی اتنا ہے کہ ہم پر اتنا احسان کیا۔ ہم اس کے احسان مند ہیں' اس کے ممنون ہیں اور پھر بات پوچھتا نہیں۔ ایک طرف جا کر بیٹھ گیا ہے۔ وہ اپنی بکریوں کو لے کر چلی گئیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے تمھارے ساتھ یہ احسان کیا ہے' تم قریب ہو روٹی بھیج دینا۔ میں بھوکا ہوں کافی دنوں سے کچھ کھایا نہیں۔۔۔ لیکن چپ۔ اپنے اللہ سے کہتے ہیں: ﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾ اللہ! جو تو نے میری قسمت اتاری ہے' میں اس کا محتاج ہوں' مجھے بھوک لگی ہوئی ہے اور یہ نبی موسیٰ علیہ السلام کا حال ہے۔ اس سے آپ اندازہ نہیں کرتے کہ نبی کے محتاج ہونے اور ایک دوسرے آدمی میں کیا فرق ہے؟ آپ کو بھوک لگی ہو اور آپ کسی جگہ ہوں تو آپ بھی شرمائیں گے کہ میں کس سے کہوں۔ یہی کریں گے نا۔۔۔ کہ اے رب! روٹی دینے والے روٹی دے۔ پھر وہ جو اسباب پیدا کر دے وہی حال موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ بھوک لگی ہوئی ہے' خدا سے کہتے ہیں یااللہ! جو بھلائی میری قسمت میں تو نے لکھ دی ہے آج میں اس کا محتاج ہوں۔ اب اللہ سبب پیدا کرتا ہے' لڑکیاں گھر چلی جاتی ہیں اور سارا واقعہ اپنے باپ سے بیان کرتی ہیں کہ آج ہم نے ایک اجنبی کو دیکھا ہے۔ وہ اس قسم کا ہے' وہ اس قسم کا ہے اور وہاں درخت کے نیچے بیٹھا ہے۔ باپ کے پاس اور کوئی نہیں جس کو بھیج دے۔ ایک لڑکی کو بھیجتے ہیں کہ جا کر اسے بلاؤ۔ اب لڑکیوں نے کہا ہو گا کہ اجنبی ہے پتہ نہیں ہمارے پاس نوکری کر لے۔ ہمیں آدمی کوئی نہیں مل رہا۔ بڑا شریف' نیک' بڑی طاقت اور ہمت والا' سو خیال ان کے دل میں ہوں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے لڑکی آ گئی۔ اس سے بات تک نہیں کی۔ بالکل اس کے پیچھے چلے گئے۔ اس کے ساتھ گھر پہنچ گئے۔ گھر جا کر پھر ان کا جو بوڑھا باپ تھا اس سے ساری بات چیت کی۔ اللہ نے روٹی بھی کھلا دی اور ٹھہرنے کا سامان بھی بنا دیا۔ ایک لڑکی کا رشتہ بھی کر دیا۔ ساری باتیں جو ہوئیں۔ اب موسیٰ علیہ السلام کی حاجت کو دیکھ لیں اور اللہ کی ذات کو دیکھ لیں۔ نبی ہو یا نبی کے علاوہ کوئی اور ہو ضرورتیں پوری کرنے والا وہی ہے۔ یہ پیر' یہ فقیر بڑی کرنی والا ہے۔ کیا کوئی کرنی والا ہے؟

نبیوں سے بڑھ کر بھی کوئی ہو سکتا ہے؟

میرے بھائیو! توحید ہماری صحیح نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ ہمیں نماز میں لذت آتی ہے' نہ ہمیں دعاؤں میں مزا آتا ہے۔ نہ ہمیں خدا پر بھروسہ ہوتا ہے جس کا تعلق اللہ سے صحیح ہوگا' اس کا اللہ پر بھروسہ یقینی ہوگا۔ ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا﴾ یہ قرآن مجید کی آیت ہے اسے کبھی نہ بھولیں۔ ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اگر تم میں ایمان ہے تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اب سوچیے جس کا بھروسہ اللہ پر ہو وہ کبھی شرک کر سکتا ہے' وہ کسی مزار پر جا کر کہہ سکتا ہے کہ تو دے' تو دے! سوچیں' یہ کہنا کہ فلاں! تو دلا دے۔ اللہ کہتا ہے کہ بے وقوف! وہ تیرے زیادہ قریب ہے یا میں تیرے زیادہ قریب ہوں۔ جاہل کیا کہتے ہیں؟ جاہل کہتے ہیں کہ کسی وسیلے کی ضرورت ہے۔ ارے! وہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اگر وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو پھر "طفیل" کیوں ڈالتا ہے۔ یہ فاطمہؓ کا واسطہ ہے' علیؓ کا واسطہ ہے' فاطمہؓ کے طفیل سے کام کر دے' علیؓ کے طفیل سے کام کر دے۔ ولی کے طفیل سے کام کر دے' فلاں کے طفیل سے کام کر دے۔ ارے فلاں! مجھے دلا دے۔ مزاروں پر جاتے ہیں' اپنے پیروں کی قبروں پر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے اللہ سے دلا دے۔ اللہ کہتا ہے کہ بدبخت! وہ زیادہ قریب ہے یا میں زیادہ قریب ہوں۔ تو نے مجھے پہچانا ہے؟ قیامت کے دن کافر کو اپنے آپ پر بڑا غصہ آئے گا۔ اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھائے گا' بہت غصے میں آئے گا' اپنے اللہ کو پکار کر کہے گا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ﴾ کہے گا: اللہ کہے گا ﴿لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ﴾ [40:المؤمن:10] آج تمھیں اپنے اوپر غصہ آتا ہے کہ ہم نے کیوں شرک کیا' کیوں کفر کیا' کیوں نہ اللہ کو پہچانا' کیوں اللہ کے پیچھے نہ لگے۔ جتنا غصہ آج تمھیں آ رہا ہے' دنیا میں تم پر اللہ کو اس سے بھی زیادہ غصہ آتا تھا کہ بدبخت! مجھے چھوڑ کر مردوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ دیکھو! افسوس کی بات نہیں ہے کہ زندہ خدا کو چھوڑتا ہے اور مردہ خداؤں

کے پیچھے جاتا ہے۔ دیکھو! اپنی صفت کیا بیان کرتا ہے؟ جو رسول اللہ ﷺ کی بڑی پیاری دعا میں ہے: یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ اے زندہ! اے وہ جس کے سہارے ساری کائنات قائم ہے۔ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِیْثُ میں تیری رحمت کے ساتھ تجھ سے مدد مانگتا ہوں' تو بڑا رحم والا ہے' میری مدد کر۔ (رواہ الترمذی' مشکوٰۃ' کتاب الدعوات' باب الدعوات فی الاوقات عن انس ؓ) اب مزاروں پر عرس میلے لگتے ہیں' لوگ مزاروں پر جاتے ہیں' مردوں سے وہاں جا کر مرادیں مانگتے ہیں' اپنی حاجتیں پوری کروانے کے لیے وہاں جاتے ہیں۔ خدا کہتا ہے کہ تمھیں شرم نہیں آتی' زندے خدا کو جو تمھارے گھر میں ہے' اس کو چھوڑ کر مردوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ دیکھو! مشرک کیسا احمق اور بے وقوف ہوتا ہے! اللہ زندہ۔۔۔ یہ مردہ' اس کا پیر مردہ۔۔۔ اللہ پہلے سننے والا' اور یہ بعد میں سننے والا۔۔۔ اللہ رحمٰن و رحیم اور یہ کچھ بھی نہیں' پھر یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر اس مردہ کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ احمق ہے کہ نہیں؟ اس لیے قرآن کہتا ہے' شرک کرنے والے سارے بے وقوف ہیں۔ خواہ وہ نواز شریف ہو' خواہ کوئی صدر ہو' پرائم منسٹر ہو' کوئی بادشاہ ہو' کوئی امیر ہو' کوئی غریب ہو سارے بے وقوف ہیں۔ ان کا کیا حال ہے؟ تھوڑی سی پریشانی ہو جائے۔۔۔ دیکھو مسلمان اور کافر کا فرق۔۔۔ یہ سنتے ہیں کہ بے نظیر کو جب کوئی پریشانی ہو جائے' تو کسی نہ کسی مردے کی قبر پر جاتی ہے۔ اگر لاہور ہو گی تو داتا دربار پہنچ جائے گی' اگر کسی اور جگہ ہو گی تو وہاں جو کوئی مزار ہو گا وہاں پہنچ جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی پریشانی ہوتی تو آپ کہاں جاتے؟ خدا کے گھر میں آ جاتے۔ دیکھو! عقل اسی کو کہتے ہیں' مؤمن بڑا عقل والا ہوتا ہے اور مشرک بڑا ہی پاگل ہوتا ہے۔ مشرک کو تکلیف ہو یا پریشانی۔۔۔ وہ مردے کے پاس پہنچ جاتا ہے' جہاں کوئی چانس ہے ہی نہیں۔ نہ وہ سن سکے' نہ اسے پتہ' نہ وہ کچھ کر سکے' جب وہ زندہ تھا تو محتاج تھا' اب تو وہ مر گیا ہے' اب وہ کیا کرے گا؟ مشرک کا یہ کردار ہے۔ موحد اور مومن کا کیا کردار ہے؟ جب ضرورت ہوتی ہے' زندہ خدا کے گھر میں آ جاتا ہے' دو رکعت نماز پڑھتا ہے' اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ یا اللہ! تو میرا رب ہے۔ یا اللہ! تو میرا رب

ہے' دیکھو نا بیوی خاوند سے خرچ مانگتی ہے تو کہتی ہے کہ میں تیری بیوی نہیں ہوں؟ میرا خرچ کون دے گا؟ تو خاوند ہے' جب ایجاب و قبول ہوا تو میری ذمہ داری تو نے قبول کی تھی۔ مجھے خرچ دے' کیا میرا حق نہیں بنتا؟ اولاد ماں باپ سے خرچ مانگتی ہے کہ ابا جی! آپ میرے باپ ہیں' مجھے خرچ کون دے گا؟ اللہ بندے کو سکھاتا ہے کہ بندے! جب تجھے ضرورت پڑے تو یوں دعا کر۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ اللہ! تو نے مجھے پیدا کیا ہے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی نہیں کہ جس کے ہاتھ میں کچھ ہو۔ خَلَقْتَنِیْ ۔ (صحیح بخاری کتاب الدعوات' باب سید الاستغفار) تو نے مجھے پیدا کیا' میری ضرورتیں کون پوری کرے گا؟ میری فریادیں کون سنے گا؟ تو میرا خالق ہے' تیرے سوا کس کے دروازے پر جاؤں؟ میں تو کبھی نہیں جاتا۔ دعا کر اللہ سے یہ کہہ کر دیکھیں کہ پھر دعا قبول ہوتی ہے کہ نہیں؟ اللہ! رب تو ہے' تیرے سوا کوئی دینے والا نہیں' میں تیرے سوا کہیں نہیں جاؤں گا۔ جب بندہ یہ کہہ لیتا ہے کہ میرا تیرے سوا کوئی نہیں' میں کہیں نہیں جاتا' کہیں نہیں جاؤں گا تو پھر خدا کہتا ہے کہ ٹھیک ہے کہ تو میرا ہے' میں تجھے دوں گا۔ دیکھ لو! ماں باپ سے بچہ مانگتا ہے' کبھی تو چیز دے دیتے ہیں اور کبھی نہیں دیتے۔ چیز دینا اس کو اگر اچھا ہے اور اس کے فائدے کی ہے' اس کو ضرورت ہے' اس لیے اسے دے دیتے ہیں اور وہ جانتے ہیں بچہ ہے' بچے خواہ مخواہ ضد کرتے ہیں تو وہ ٹال دیتا ہے۔ اللہ مالک ہے' دے تو اس کی مرضی ہے' نہ دے تو اس کی حکمت ہے۔ یہ کبھی نہ سمجھو کہ اس کے سوا کوئی اور دینے والا ہے' یا وہ نہیں دے گا۔ دے گا تو وہی دے گا' اور کوئی دے ہی نہیں سکتا۔ قصہ ختم۔

جو اللہ سے ناامید ہوتا ہے اس کی مثال اللہ قرآن میں بیان فرماتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ

[22:الحج:15] جو اللہ سے امید رکھتا ہے اس کا کام نہیں بنتا اس کی حاجت پوری نہیں ہوتی؟ اللہ سے امید رکھنی چاہیے اس سے ملنے کی امید رکھنی چاہیے۔ اگر ناامید ہو کر کسی اور طرف چلا جائے تو اللہ اس کی کیا مثال بیان کرتا ہے کہ ایک آدمی کنوئیں میں ہے نیچے گرا ہوا ہے رسی لٹک رہی ہے وہ چڑھنے کی کوشش کرتا ہے گر جاتا ہے پھر کوشش کرتا ہے گر جاتا ہے دس دفعہ گر گیا سو دفعہ گر گیا۔ آخر وہ یہ کہے کہ میں تھک گیا۔ کچھ دیر آرام کر لوں رسی کو لٹکا رہنے دوں پھر کوشش کروں گا۔ یہ عقلمندی ہے اگر اسے غصہ آ جائے کہ میں چڑھتا ہوں تو گر جاتا ہوں چھوڑو اس رسی کو اس کو توڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب امید ہے اس کے چڑھنے کی؟ یہی مثال سمجھنے کے لیے ہے کہ اللہ سے امید رکھو خواہ کتنی دیر ہو جائے۔ آخر امید تو ہے دینے والا تو وہی ہے۔ اور اگر اللہ سے ناامید ہو کر کسی اور طرف چلے جاؤ۔ اب اللہ کی رسی توڑ دی۔ اب کیا امید رکھتے ہو یاد رکھو! جب دے گا وہی دے گا۔ اس کے سوا اور کوئی دینے والا نہیں۔ میرے بھائیو! شرک سے بچو۔ شرک کیا چیز ہے؟ اللہ کو بھلا کر اوروں کو آگے کرنا یہ شرک ہے۔ اللہ کو بھول جانا اللہ کو یاد نہ رکھنا اس کی جگہ اوروں کو لے آنا کبھی بیوی کو لے آنا کبھی مال کو لے آنا کبھی پیروں کو لے آنا فقیروں اور ولیوں کو لے آنا یہ سب شرک ہے۔ اللہ کو مقدم رکھو اللہ کو کبھی نہ بھولو۔ یہی توحید ہے توحید کے معانی ہیں: اللہ کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے کیا معنی ہیں؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی یہ نہیں ہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی معبود ہے خوب سمجھ لو اچھی طرح سے یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں قید ہیں اب وہ کیا پڑھتے ہیں؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ کس کو تار رہے ہیں؟ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ سوچیں کہ جب آپ کسی جگہ پھنسے ہوئے ہوں تو پھر اس وقت آپ کو ضرورت ہے آپ خفیہ خفیہ اپنے باپ کو اپنے بھائی کو یا دوست کو خط لکھتے ہیں کہ اس کو پتہ چل جائے کہ میں فلاں جگہ پھنس گیا ہوں۔ بعض دفعہ سفر میں کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے آدمی پھنس جاتا ہے جیل چلا جاتا ہے پھر وہ وہاں سے خط لکھتا ہے اپنے گھر والوں

کو' یا دوستوں کو' تاکہ انھیں پتہ چل جائے اور وہ میرے لیے بھاگ دوڑ کرے اور مجھے چھڑانے کی کوشش کریں۔ یونس علیہ السلام کشتی سے چھلانگ لگا دیتے ہیں' مچھلی منہ کھولے ہوئے ہے' لقمہ بنالیتی ہے' پیٹ کے اندر لے گئی اور لے جاکر نچلی تہ میں بیٹھ گئی۔ اب کس کو پیغام دیں ماں کو یا باپ کو کہ میں فلاں جگہ قید ہوں' میری ضمانت دو' مجھے چھوڑانے کی کوشش کرو' پھر کیا کہتے ہیں؟﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ﴾ تیرے سوا کوئی سہارا نہیں' نہ ماں نہ باپ' نہ کوئی دوست' نہ کوئی چھوٹا' نہ بڑا کام آسکتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی سہارا نہیں' اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ دیکھو جی! مولوی صاحب ہم تو نماز بھی پڑھ لیتے ہیں' مولوی صاحب میری بیوی بھی نماز پڑھتی ہے' ہم قرآن شریف بھی پڑھتے ہیں' پھر بھی مصیبت پر مصیبت آتی ہے۔ ہمارے پڑوسی نے تو کبھی نماز بھی نہیں پڑھی' کبھی اللہ کا نام بھی نہیں لیا' پھر بھی مزے کرتا ہے۔ اور مقصد کیا ہوتا ہے؟ اللہ انصاف نہیں کرتا' ظلم کرتا ہے' میں بہت اچھا ہوں' اللہ مجھے تنگ کرتا ہے۔ جو برے ہیں اللہ انھیں کچھ نہیں کہتا۔ آدمی کا ذہن فوراً پھر جاتا ہے۔ کہ دیکھو جی! اللہ کی زیادتی ہے۔ لیکن یونس علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں؟ کیونکہ وہ جانتے ہیں بظاہر غلطی تو بڑی نہیں ہے' سزا سخت ہے۔ غلطی کیا تھی؟ Sta-tion Leave لیے بغیر چلے گئے۔ جیسے لوگ دفتروں میں جاتے ہیں تو سٹیشن نہیں چھوڑ سکتے جب تک کہ اپنے باس سے یا ہیڈ سے اجازت نہ لے لیں۔ اسٹیشن کو چھوڑ کر باہر نہیں جا سکتا' تو یونس علیہ السلام نے بغیر اللہ کے حکم سے اپنی قوم کو الٹی میٹم دیا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آجائے گا اور قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ بس یہی غلطی تھی۔ ہم بھی جب دفتروں سے Station Leave کے بغیر جاتے ہیں اور کوئی بڑا ایکشن لے لے' ہم کہتے ہیں کہ بھئی کمال ہے' معمولی سی بات تھی۔ آدمی کے ذہن میں بھی یہی بات آتی ہے کہ یا اللہ! غلطی تو ایسی نہیں تھی' لیکن سزا کیسی دی ہے۔ دنیا کی کوئی حوالات ہوتی' جیل ہوتی ــــ تو نے تو مجھے مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا' جہاں پتھر ہضم ہو جاتے ہیں۔ مچھلی کے پیٹ میں سب کچھ ہضم ہو جاتا ہے۔ ایسی قید کہ نہ کوئی فریاد کو پہنچے اور نہ ہی فریاد سنے۔ کسی کو پتہ ہی نہیں کہ سزا

کیسی سخت ہے۔ اللہ یہ زیادتی ہے' دل میں یہ بھی خیال آتا ہے کہ یونس علیہ السلام کیسی صفائی کرتے ہیں؟ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ﴾ تیرے سوا کوئی سہارا نہیں' تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تیرا کوئی قصور نہیں' ﴿اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ قصور میرا ہی ہے۔ تو نے مجھے نبی بنایا' مجھے چاہیے تھا کہ میں اتنی سی غلطی سے بھی بچتا۔ میں تیرا خاص آدمی ہوتے ہوئے بھی یہ غلطی کر بیٹھا۔ تیرا کوئی قصور نہیں' یہ میرے عمل کی' میری غلطی کی سزا ہے۔ اب دیکھیے! اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اللہ کی طرف آدمی کبھی الٹا خیال نہ لے جائے۔ اس لیے کہ غلطی کوئی تب کرتا ہے جب وہ ظلم کرتا ہے یا وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ میں جی! بے بس ہو گیا تھا۔ میں کیا کرتا؟ آخر تنگ آ گیا تھا۔ اللہ کے لیے مجبوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ بادشاہ کو جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے' بادشاہ جھوٹ بولے تو سخت گناہ ہے۔ بوڑھا آدمی زنا کرے' بادشاہ جھوٹ بولے اور فقیر تکبر کرے تو یہ بہت سخت گناہ ہے۔ (رواہ مسلم' مشکوۃ' کتاب الادب' باب الکبر' عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ) یہ تینوں بے وقوف ہیں۔ یہ دوزخی کی علامت ہے' بادشاہ کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟ آدمی جھوٹ بولتا ہے کسی لالچ کے لیے' کسی ڈر سے' اور اللہ کے لیے نہ ڈر نہ لالچ۔ اس لیے اللہ کبھی ظلم نہیں کرتا۔ ظلم ہمیشہ کمزور کرتا ہے اور اللہ تو بہت طاقت والا ہے۔ وہ ظلم کبھی نہیں کرتا' ظلم کیوں ہوتا ہے؟ جب کسی ذریعے سے آدمی کا مقصد پورا نہ ہو تو ظلم کرتا ہے۔ دیکھیے! مکھی آپ کے کھانے پر بیٹھ جائے تو آپ کو غصہ آئے گا' اس نے آپ کا کھانا کھا لیا۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ آپ کو غصہ آئے گا۔ آپ اس کو مار دیں گے۔ اپنی کمزوری کی وجہ سے' اگر آپ میں طاقت ہوتی' تو جو مکھی نے اٹھایا تھا وہ چھین لیتے۔ چونکہ آپ ایسا نہیں کر سکتے' اس لیے مکھی کو مار دیا۔ اس لیے ظلم ہمیشہ کمزور کرتا ہے' خدا کہتا ہے۔ ﴿وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ [الحج:22:73] اگر مکھی تمھارے کھانے میں سے کوئی چیز اٹھا

لے جائے نہ نبی اس سے واپس لے سکتا ہے نہ ولی اس سے واپس لے سکتا ہے۔ اس مکھی کو مارنے کی کیا ضرورت ؟ جب اللہ ہر کام جائز طریقے سے' صحیح طریقے سے کر سکتا ہے تو اللہ کے ظلم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ظلم کا تصور ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کیا دعا کرتے ہیں؟ دیکھو! آدمی کو بہت ہی محتاط ہونا چاہیے' پہلے تو یہ کہا کہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ﴾ کہ اللہ کے سوا کوئی سہارا نہیں اور اللہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں ہی اس کا سہارا ہوں اور کوئی نہیں۔ یہ میرا ہی بندہ ہے۔ پھر ﴿سُبْحَانَكَ﴾۔ اللہ تو پاک ہے' تیرا کوئی قصور نہیں۔ ﴿اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ قصوروار میں ہی ہوں۔ اور اگر آپ کے دل میں یہ بات ہو کہ ایک ہی بیٹا تھا' بڑھاپے میں ہوا تھا' جوان ہوا اور مر گیا۔ دیکھو! اللہ بھی کیسا ظالم ہے۔ لوگوں کے درجنوں ہوتے ہیں' کسی کو پوچھتا نہیں' میرا ایک ہی تھا وہ بھی چھین لیا۔ حدیث میں آتا ہے ملک الموت فرشتہ جب ایسے کسی کی جان نکال کر لے جاتا ہے تو اس نے پوچھتا ہے' ہر چند کہ اللہ جانتا ہے' فرشتے! اسنا تو نے میرے بندے کے جگر پر ہاتھ ڈالا' اس کے بیٹے پر ہاتھ ڈالا' جب تو نے اس کے بیٹے کی جان نکالی اور وہ پاس بیٹھا تو بتا وہ کیا کہہ رہا تھا؟ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾[2:البقرة:156] اللہ میں بھی تیرا ہی ہوں' یہ بھی تیرا ہی ہے' تو نے ہی دیا تھا' تو نے ہی لے لیا' کوئی زور ہے ؟ (تفسير ابن كثيرتفسيرسورة البقرة) ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ میں بھی اللہ کا ہوں' میری بیوی بھی اللہ کی ہے' ہم سب اللہ کے ہیں۔ ﴿وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ اور ہم سب کو اس کے پاس ہی جانا ہے۔ اگر وہ میرے بیٹے کو لے گیا تو ٹھیک ہے' اسے حق پہنچتا ہے' اسی نے دیا تھا' سب نے وہیں جانا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ ٹھیک ہے یہ میرا بندہ ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ تجھے یہی نظر آیا تھا' پڑوس میں کتنے تھے ؟ بارہ تھے' دو چار اٹھا لیتا' میرے پر ہی ہاتھ اٹھانا تھا۔ تو کیا نتیجہ نکلے گا؟ سن لو یہ یونس علیہ السلام کی دعا جسے آیت کریمہ بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا کی۔ ﴿فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ

مِنَ الۡمُسَبِّحِیۡنَ ﴾[37:الصفت:143] اگر وہ یہ تسبیح نہ کرتے تو ﴿ لَلَبِثَ فِیۡ بَطۡنِہٖۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴾ لوگ قبروں سے اٹھتے' یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکلتے' اتنی لمبی قید کر دیتا۔ ﴿ لَلَبِثَ فِیۡ بَطۡنِہٖۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴾ وہ مچھلی کے پیٹ میں قید رہتا' اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھتے' لیکن اس نے یہ تسبیح کرنا شروع کر دی جو آسمانوں کو چیرتی ہوئی چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو فرمایا: ﴿فَاسۡتَجَبۡنَا لَہٗ ﴾ فرمایا ہم نے اس کی دعا کو قبول کر لیا۔ ﴿ وَ نَجَّیۡنٰہُ مِنَ الۡغَمِّ ﴾ اور اس کو غم سے نجات دی۔ ﴿ وَ کَذٰلِکَ نُــۨۡجِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾[21:الانبیاء:88] یہ نہیں کہ نسخہ صرف یونس علیہ السلام کے لیے تھا۔ جو مومن بھی اس نسخہ کو استعمال کرے گا' ﴿ کَذٰلِکَ نُــۨۡجِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴾ ہم مومنوں کو بھی ایسے ہی نجات دیں گے۔ یہ بڑا مجرب نسخہ ہے۔ ایک نبی کا آزمایا ہوا نسخہ ہے۔ اس لیے جب کبھی تکلیف یا کوئی پریشانی ہو' کوئی دکھ آجائے' تو اللہ کی طرف دوڑو۔ مردوں کی طرف نہ جاؤ۔ ہائے ! مشرک کدھر جاتا ہے' یہ ہمارے بریلوی بھائی' یہ شیعہ یہ کدھر جاتے ہیں' یہ ہمارے بریلوی بھائی' یہ شیعہ کدھر جاتے ہیں۔ مردوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے' زندہ کی طرف دوڑو۔ سوچ لو یہ عقل کی بات ہے یا بے عقلی کی بات ہے۔ اس لیے کسی امام کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کا کہیں گزر ہوا' کسی مزار کے قریب سے' مزار کی طرف دیکھا کہ لوگ بہت بیٹھے تھے' ہاتھ اٹھائے ہوئے دعائیں مانگ رہے تھے تو انھوں نے کہا ارے پاگلو! ارے بے وقوفو! زندہ کو چھوڑ کر مردہ کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ اس زندہ کو چھوڑ کر اس مردہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ (غرائب فی تحقیق المذاہب بحوالہ تفہیم للمذاہب مولانا بشیر احمد قنوجی) سوچ لو! جب آدمی مر جاتا ہے' اس کی بیوی کسی اور سے نکاح کر لیتی ہے نا۔۔۔ کیا سمجھ کر کرتی ہے؟ یہ سمجھ کر کہ وہ اب ختم ہو گیا ہے' نہ وہ مجھے اولاد دے سکتا ہے' نہ وہ میرا نان نفقہ برداشت کر سکتا ہے' اب وہ کچھ بھی

نہیں ہے' وہ ختم ہے۔ اس لیے وہ نکاح کر لیتی ہے۔ ارے جو اپنی بیوی کو نہیں سنبھال سکتا' اس کی بیوی نکاح کر لیتی ہے۔ بے وقوف! وہ تجھے بیٹا دے گا' وہ تیری مرادیں پوری کرے گا؟ جس کے بچے یتیم ہو گئے ہیں اور سارا جہان ان کو یتیم کہتا ہے تو اس سے جا کر مرادیں مانگتا ہے۔ اس کے پاس جا کر قرب حاصل کرتا ہے۔ تیرے جیسا کوئی بے وقوف نہ ہو گا۔ میرے بھائیو! اس لیے کہتے ہیں کہ مشرک کتنا بھی پڑھا لکھا کیوں نہ ہو' وہ علامہ ہو' فہّامہ ہو' وہ صدر ہو' یا وزیر ہو' وہ جو کچھ بھی ہو گا' بالکل بے وقوف' بالکل بے وقوف اور موحد۔۔۔ توحید والا' بڑا عقلمند کہ اس خدا کو نہیں چھوڑتا۔ دیکھو! درجے تین ہیں۔ سب سے پہلے اونگھ' اس کے بعد نیند' اور اس کے بعد موت۔ انسان کو دیکھ لو اونگھ آتی ہے' اونگھ میں پتہ بھی نہیں چلتا۔ گر جاتا ہے' چیز ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے' پتہ بھی نہیں لگتا۔ اس کے بعد نیند گہری نیند' جہاں مرضی اٹھا کر اسے رکھ دو' چارپائی اٹھا لو' اس کے پاس سے جو مرضی چیز اٹھا لو۔ چور چوری کر کے لے جائے' وہ گھر میں سویا رہے گا۔ اس کے بعد موت۔۔۔ قصہ ختم۔

اللہ اس لیے کہتا ہے: ﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ [2:البقرة:255] اللہ کو نہ اونگھ اور نہ ہی نیند آتی ہے۔ ﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ﴾ [25:الفرقان:58] ارے بھروسہ کرنے والے! اگر بھروسہ کرنا ہے تو مردوں پر نہ کر۔ اس زندہ پر کر جس پر سرے سے موت ہے ہی نہیں' یہ اللہ ہے' اس کو پہچان لو اور جب اپنے رب کو پہچانیں گے' آپ کو نماز میں لذت آئے گی' جب نماز میں کھڑے ہوا کریں تو یہ سمجھا کریں کہ اے اللہ! میں تیرے پاس آ گیا۔ اللہ! اب مجھے پاک صاف کر دے' اللہ مجھے اپنا بندہ بنا دے۔ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنِیْ فِیْ رَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ' اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنِیْ فِیْ رَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الْمُخْلِصِیْنَ اے مجھے اپنے خالص بندوں میں شمار کر لے ورنہ بندہ اللہ کے پاس آئے' چلا جائے' آئے چلے گئے۔ پھر دور کے دور رہے تو کیا مزہ آیا؟ دیکھو نماز کا کیا تصور ہے؟ کبھی آپ نے غور نہیں کیا؟ نماز

کا فلسفہ دیکھیے 'اللہ اکبر۔۔۔یہ کہا اور آدمی نماز میں کھڑا ہو گیا۔ اب دائیں طرف نہ دیکھ' بائیں طرف نہ دیکھ' ادھر ادھر نہ دیکھ۔ اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھ' کیونکہ تو اللہ کے پاس آ گیا ہے۔ بیوی پیچھے رہ گئی' اولاد پیچھے رہ گئی' تیرے کارخانے' خزانے سب پیچھے رہ گئے اور سب کو چھوڑ کر تو اللہ کے پاس آ گیا ہے اور یہی رفع الیدین کا مقصد ہے۔ تو ہاتھ اٹھاتا ہے' یہ ہاتھ اٹھانا دنیا سے دست برداری ہے۔ کیونکہ میرے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ بیوی میری' میرا کارخانہ' میری دولت۔۔۔اب ہاتھ اٹھاتا ہے کہ یا اللہ! سب کچھ نیچے 'اللہ اکبر۔۔ تو سب سے بڑا ہے۔ اس لیے جو رفع الیدین کروائی جاتی ہے' نماز میں بار بار جب کھڑا ہوتا ہے اللہ اکبر کہہ کر نماز میں ہاتھ باندھ لیے۔ پھر جب رکوع کو جاتا ہے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کو چلا جاتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر' یعنی رفع الیدین کر کے اس لیے امام شافعیؒ کہتے ہیں رفع الیدین نماز کا حسن ہے۔ (یہ سعید بن جبیر کا قول ہے' جزء رفع الیدین' امام بخاری تلخیص الحبیر 320) رفع الیدین نماز کی زینت ہے کہ آدمی بار بار اس کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ! میں اس دنیا کی ہر چیز سے دست بردار' اللہ اکبر' اللہ اکبر۔۔۔ ہر چیز سے دست بردار۔۔۔ نہ بیوی کا خیال' نہ اولاد کا خیال' نہ مال کا خیال' نہ کسی چیز کا خیال' اگر خیال ہے تو صرف اللہ کا۔۔۔ اللہ! مجھے قریب کر لے' اللہ! میرے گناہ معاف کر دے' اللہ! میرے حال پر رحم کر دے۔ اپنی حاجتیں پوری کروانے کے لیے' درخواست کرتا ہے' اور بار بار درخواست کرتا ہے اور پھر جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو کیا کہہ کر فارغ ہوتا ہے؟ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ کہہ کر سلام پھیرتا ہے۔ آپ نے کبھی سلام پھرتا دیکھا ہے؟ جب سلام پھرتا ہے تو ایسے سمجھو جیسے کہیں گیا ہوا واپس آ گیا' جیسے کہیں بہت دور گیا ہوا اور واپس آیا ہو۔ پھر دائیں طرف دیکھتا ہے اور تب بائیں طرف دیکھتا ہے۔ جب تک نماز پڑھتا ہے' کسی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ پھر جب سلام پھیرتا ہے دائیں طرف والے جتنے نمازیں ہوں' رشتہ دار ہوں' گھر والے ہوں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ میں آ گیا' پھر بائیں طرف والوں کو کہتا ہے کہ میں آ گیا۔ ارے تو گیا کہاں تھا؟ میں اللہ کے پاس گیا ہوا تھا' مجھے اس سے ملنے کا موقع مل گیا۔ میں نے اس سے

جو مانگنا تھا' جو اس سے کہنا تھا کہا' مانگا۔ تو جب آدمی نماز میں آتا ہے تو اللہ سے ملاقات کرنے آتا ہے۔ آدمی اگر نماز کے ترجمہ پر غور کرے تو پتہ چل جاتا ہے کہ انسان کی ساری ضرورتیں نماز میں آ جاتی ہیں۔ اگر انسان نماز کو سمجھتا ہو تو نماز میں لذت آتی ہے' سرور حاصل ہوتا ہے اور خوب مزا آتا ہے اور جب سلام پھیرتا ہے تو پھر جیسے بہت دور گیا ہوا تھا' گھر والوں میں سے کسی سے اس کو کوئی سروکار نہ تھا۔ اب یہ فارغ ہو کر آیا اور آ کر السلام علیکم کہتا ہے۔ نماز میں سلام ایسے ہی کہتے ہیں۔ اور یہ اسی صورت میں ہے' جب آپ اللہ کو پہچانتے ہوں' اگر یہ تصور ایسے ہو' جیسے شاعروں نے دیا ہے' جیسی ہماری سکول کی کتابوں میں بچوں کو گمراہ کرنے کے لیے کتابوں میں لکھا ہوتا ہے' ہمارے ماسٹر' یہ مولوی' یہ بے دین طبقہ' سارے کا سارا' یہ تصور دیتا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے' جدھر دیکھو اللہ ہی اللہ ہے' اوپر بھی اللہ' دائیں بھی اللہ' بائیں بھی اللہ۔۔۔ اللہ کی ذات دیکھو! سب سے اعلیٰ اور سب سے اوپر ہے۔

انسان سجدہ کرتا ہے' دیکھو رکوع کو جاتا ہے تو کیا کہتا ہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ میرا عظمت والا رب' بڑی شان والا رب پاک ہے۔۔۔ رکوع میں دیکھو! آدمی کی کیا حالت ہے؟ کسی کو کہیں کہ کان پکڑ اور نیچے کو جھک جا۔ وہ آدمی رکوع میں جاتا ہے تو کیا کہتا ہے؟ میرا عظمت والا رب پاک ہے۔ اور جب سجدہ میں جاتا ہے تو بہت نیچے چلا جاتا ہے۔ سر نیچے' چوتڑ اوپر پھر کیا کہتا ہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى میرے لیے پستی ہے رب کے لیے بلندی ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى میرا رب جو اعلیٰ ہے نیچے نہیں ہے' یہ مشرکوں' کافروں والا نظریہ ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے' اوپر بھی ہے نیچے بھی ہے۔ آپ نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ اللہ اوپر بھی ہو اور نیچے بھی ہو' آگے بھی ہو' پیچھے بھی ہو' دائیں بھی ہو' بائیں بھی ہو تو سجدہ میں نعوذباللہ خدا کہلوائے کہ میں نیچے ہو گیا؟ اللہ تو نیچے نہیں ہے۔ اللہ تو اپنی مخلوق سے اوپر ہے' اعلیٰ ہے' بلند ہے' اور انسان سجدہ میں پستی میں ہوتا ہے اس لیے سجدہ میں قرآن پڑھنا منع ہے۔ کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے' قرآن اللہ کی صفت ہے' سجدہ میں یہ نہیں پڑھتا' رکوع میں بھی نہیں پڑھتا' کیونکہ رکوع میں بھی آدمی کی حالت بڑی پستی کی ہوتی ہے' دیکھو نا

آدمی یوں سیدھا ہے اور جب رکوع کروادیا تو کیسی حالت ہو جاتی ہے؟ پھر سجدہ میں کیسی حالت ہوتی ہے؟ لیکن اللہ کو اپنے بندے کی یہ ادا بہت ہی پسند ہے کہ بندہ سجدہ کرے' اپنے آپ کو اللہ کے آگے پست سے پست کر دے۔ ذلیل سے ذلیل کر دے۔ اللہ کہتا ہے یہ تیرے لیے قرب کا مقام ہے ﴿ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ﴾[96:العلق:19] سجدہ کر' میرے قریب ہو۔ سجدہ کسی کے لیے روا نہیں کہ بندہ سجدہ یا رکوع کسی بزرگ کے لیے نہیں کر سکتا۔ جاہل لوگ ہماری ریاست میں بہت ہیں۔ ماں ہو' باپ ہو' کوئی بڑا ہو فوراً پاؤں کو جاتے ہیں۔ سجدہ ہو گیا۔۔۔۔بے وقوف یہ بھی ہے اور جس کو کیا جارہا ہے وہ بھی ہے۔ سب کے لیے آدمی سیدھا کھڑا رہے' استاد ہو' ماں ہو' باپ ہو' کبھی جھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ گھٹنے کو ہاتھ لگائے' نہ پاؤں کو ہاتھ لگائے' سیدھا کھڑا رہے۔ یہ شان صرف اللہ کے لیے ہے۔ اس کے لیے آدمی رکوع کرے' اسی کے لیے سجدہ کرے۔ اللہ کو غیرت آتی ہے کہ بندہ میرا ہو' پیدا میں نے کیا ہو' پیشانی دوسروں کے آگے جھکائے۔ جتنی مخلوق ہے' جانوروں کو دیکھ لو' جتنے جانور ہیں' قریب قریب ان سب کا سر جو ہے وہ پیٹھ کے برابر ہے۔ بکری کو دیکھیں' گائے کو دیکھیں' اونٹ کو بھی دیکھیں' ویسے گردن اٹھائے تو الگ بات ہے۔ یعنی پیدائشی اعتبار سے جتنے بھی جانور ہیں ان سب کا جو سر ہے قریب قریب پیٹھ کے برابر ہے۔ لیکن اللہ نے انسان کو ایسا پیدا کیا ہے کہ یہ نچلا حصہ سٹینڈ ہے' اور یہاں سے اوپر یہ مشینری ہے۔ یہ پیٹ' یہ دل' یہ جگر' اور یہ پھیپھڑے' سارے اعضاء رئیسہ اس مشینری پر کھڑے ہیں۔ ان سب کا کنٹرولر یہ سر ہے' یہ دماغ ہے جو ان کو کنٹرول کرتا ہے۔ اور یہ پیشانی ہے' کسی اور مخلوق کا اللہ نے ایسا ڈھانچہ نہیں بنایا۔ ﴿ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِيۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ﴾[95:التين:4] ہم نے اس کا ڈیزائن' اس کا نقشہ ایسا اعلیٰ تیار کیا ہے کہ اور کسی کا ایسا نہیں ہے۔ اس کی عبادت کیا رکھی ہے؟ اس کی عبادت یہ ہے کہ بندے! اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جا۔ اب یہ اس کے سامنے کھڑا ہے۔ پھر ہاتھ باندھتا ہے' رکوع کو جاتا ہے' رکوع سے سجدہ میں جانے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تاکہ کچھ ستا لے'

کچھ ہلکی پھلکی دعائیں کرلے۔ پھر سجدہ میں جاتا ہے۔ سجدہ عبادت کی Climax ہے۔ ہر رکعت میں ایک قیام اور ایک رکوع مگر سجدے دو۔ اللہ کو سجدہ بہت پیارا ہے۔ بندہ جب اللہ کے سامنے سجدہ کرتا ہے تو بندہ اللہ کو بہت پیارا لگتا ہے۔ اللہ کیا کہتا ہے؟ ﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾ سجدہ کر' قریب ہو' سجدے کرتا جا قریب ہوتا جا۔ مشرک کیا کرتا ہے؟ مزاروں پر جاکر سجدے کرتا ہے' کبھی کسی کے آگے جھکتا ہے' کبھی کسی کے آگے جھکتا ہے۔ اللہ کو وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے جو صرف اللہ کے آگے جھکتا ہے۔ اس لیے میرے بھائیو! اللہ کو پہچانو۔ اسی کے پاس ہم پہنچنے والے ہیں' وہ پوچھے گا' تم نے مجھے کیا پہچانا' کیا قدر کی؟ قرآن مجید کو پڑھ کر دیکھ لو' جو بندہ اللہ تعالیٰ کا بن جاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کا بہت لحاظ کرتے ہیں۔ ہمیں اس چیز کا احساس نہیں ہے' نہ ہمیں اللہ کا کچھ لحاظ ہے کہ اللہ کے کتنے احسانات ہیں' نہ ہمارا اس طرف کبھی خیال ہوتا ہے کہ اللہ ہم سے کتنی محبت کرتا ہے؟ آپ اندازہ کریں' قرآن مجید میں ہے کہ جو بندے اللہ کے بن جاتے ہیں' اللہ نے مستقل ایسے فرشتے مقرر کیے ہیں اور فرشتے بھی کونسے؟ وہ جن کو اللہ کا بہت زیادہ قرب حاصل ہے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَه' ﴾ [المؤمن: 40 : 7] جن فرشتوں نے اللہ کے عرش کو اٹھا رکھا ہے اور جو اس کے ارد گرد کھڑے ہیں ان کی کیا ڈیوٹی ہے؟ ان کی خوراک کیا ہے؟ ان کی غذا کیا ہے؟ ﴿ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ﴾ ہر وقت سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمُ یہ ان کی خوراک ہے' یہ ان کی غذا ہے۔ ﴿ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ وہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہتے ہیں۔ ان کی ڈیوٹی کیا لگائی ہے؟ اللہ نے ان فرشتوں سے کہا ہے' جو میرے نیک بندے ہیں' شرک سے ہٹتے جائیں' تمھاری ڈیوٹی یہ ہے کہ ان کے لیے دعائیں کرتے رہو۔ ﴿ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اور دعائیں کرتے ہیں' کن کے لیے؟ ان کے لیے جو ایمان لائے اور

ایمان کون لاتا ہے؟ وہ جو شرک سے بچ جاتا ہے۔ فرشتے ان کے لیے کیا دعائیں کرتے ہیں؟ فرشتوں کی دعا سنو۔ ﴿ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا﴾ یااللہ! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ تیری ذات بڑی' ہماری تیرے آگے کیا دعا ہے؟ ﴿ فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا ﴾ یااللہ! ان کو بخش دے۔ جو گناہ کر کے توبہ کر لیتے ہیں۔ ﴿ وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ﴾ اور تیری راہ پر چلتے ہیں۔ توجہ سے سنیے! یہ فرشتوں کی دعا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے لیے دعا کریں۔ آپ اس کلاس میں کیوں نہیں آ جاتے کہ فرشتے آپ کے لیے دعائیں کرتے رہیں۔ اب اللہ بتا رہا ہے کہ فرشتے کن کے لیے دعائیں کرتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں ﴿ فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا ﴾ یااللہ! جو توبہ کرنے والے ہیں' جن سے غلطی ہو جاتی ہے' وہ تجھ سے توبہ کرتے ہیں۔ پھر توبہ کر کے کیا کرتے ہیں؟ ﴿ وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ﴾ تیری راہ پر چلتے ہیں۔ اللہ کی راہ کونسی ہے؟ توجہ سے سنیے! یہ فرشتوں کی دعا ہے۔ اللہ کی راہ کونسی ہے؟ جو خط نبی کھینچتا چلا جاتا ہے' وہ اللہ کی راہ ہوتی ہے۔ یہ غلط ہے یا صحیح ہے؟ دل مانتا ہے یا نہیں؟ یہ کوئی اختلافی بات ہے؟ ﴿ وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ﴾ یااللہ! جو تو نے نبی ﷺ کو ایک سڑک بنا دی ہے' ایک راستہ بتا دیا ہے جو اس پر چلتے ہیں ان کو بخش دے۔ ﴿ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ان کو آگ کے عذاب سے بچا لے۔ اللہ ان کو آگ کے عذاب سے بچا لے۔ آپ دیکھیں' اپنے دل سے پوچھیں کہ اگر آپ سے گناہ ہو جائے' فوراً توبہ کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر گناہ آپ کی عادت بن گیا ہے' خوراک بن گیا ہے تو پھر آپ اس قسم میں نہیں آتے کہ فرشتے آپ کے لیے دعائیں کریں۔ اب داڑھی منڈانے والا بھی روزانہ گناہ کرتا ہے' وہ اٹھ کر صبح کو شیو کرتا ہے' اور فرشتے کہتے ہیں کہ یااللہ! جو توبہ کرتے ہیں ان کو معاف کر دے۔ وہ اس قسم میں آسکتا ہے؟ اگر آپ سے سو غلطی ہو گئی بشری تقاضے سے' معاً خیال آیا' توبہ کر لی۔ یااللہ! میری توبہ' میں

پھر نہیں کرتا۔ تو فرشتے آپ کے لیے دعا کریں گے۔ کہ یااللہ یہ تیرا بندہ بن گیا ہے۔ یہ باز آ گیا ہے۔ یہ توبہ کرتا ہے' اگر آپ صبح سویرے اٹھتے ہی شیشہ سامنے رکھ کر پینترے بدل بدل کر داڑھی کی صفائی کرتے ہیں تو پھر آپ یہ توقع کریں گے کہ فرشتے آپ کے لیے دعا کریں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ کے لیے توبہ کرو' باز آ جاؤ۔ دنیا سے کیا لے کر جانا ہے؟ آپ کو ڈر نہیں لگتا؟ ﴿ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﴾ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ یااللہ! جو توبہ کر کے تیری راہ پر چلتے ہیں ان کو جنتوں میں داخل کر۔ اور پھر اکیلا نہ جائے' اس کی اولاد اگرچہ کچھ نالائق ہے' دین میں سست ہے' اللہ! ان کو بھی ساتھ شامل کر دے تاکہ یہ اکیلے نہ جائیں' ان کا دل دکھتا ہے کہ ہائے میرا بیٹا پیچھے رہ گیا۔ باپ فرسٹ کلاس میں اور بیٹا سیکنڈ کلاس میں۔ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ یااللہ! بیٹے کو بھی فرسٹ کلاس دے دے تاکہ باپ اور بیٹا دونوں اکٹھے رہیں۔ ﴿ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ن الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآءِ هِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ﴾[40:المؤمن:8] یااللہ! اس کی بیوی کو بھی ساتھ شامل کر دے' جو ساری عمر اس کے ساتھ رہی ہے' اگرچہ وہ اتنے نمبر نہیں لے سکی' اس کا درجہ وہ نہیں ہے۔ یااللہ! اس کا دل اداس ہوگا' اس کو بھی ساتھ شامل کر دے۔ یہ فرشتے دعا کرتے ہیں ﴿ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ﴾ یااللہ! اگر ان سے گناہ ہو جائے تو گناہوں کی سزا سے بچاؤ ﴿ وَ مَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ﴾ [40:المؤمن:9] جس کو اللہ قیامت کے دن گناہوں کی سزا سے بچا لے گویا اللہ نے اس پر رحمت کر دی۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ ثانی

دین کے معاملے میں سستی چھوڑ دو۔ یہ سستی جو ہے' آپ کو بہت پیچھے رکھے گی'

آدمی کو دین کے معاملے میں بہت تیز' اور زیادہ سے زیادہ' شوق کرنا چاہیے' آپ اندازہ کر لیں' جمعہ ہے' اللہ نے ساتویں دن رکھا ہے۔ سوچیے! یہ جمعہ خیر و برکت کا دن ہے۔ اس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے' اسی دن قیامت قائم ہو گی' اس دن کی بڑی فضیلتیں ہیں اور اللہ نے خاص ظہر کی جگہ جمعہ رکھا ہے لیکن آپ جتنے بھی' ان پیروں کے پیچھے پیچھے ہیں' اور دنوں میں آپ چار فرض پڑھتے ہیں' مگر جمعہ کے دن آپ کیا کرتے ہیں؟ اگر آپ دو فرض پڑھ لیں' خطبہ سے رہ گئے تو آپ نے کیا کمایا؟ نقصان ہی ہوا نا۔۔۔ اس سے تو بہتر تھا کہ آپ چار فرض پڑھ لیتے۔ اللہ نے دو فرض کم کر کے اس کی جگہ خطبہ رکھ دیا۔ دو فرض اور اس کے ساتھ خطبہ۔ اور جمعہ کسے کہتے ہیں؟ دو فرض + خطبہ۔۔۔ دو فرض اور اس کے ساتھ خطبہ۔ اگر خطبہ نہ ہو' صرف دو رکعت ہو تو بتائیے! آپ کو فائدہ پہنچتا ہے یا نقصان؟ اب ساتویں دن جمعہ آتا ہے اور ساتویں دن بھی آپ کا یہ حال ہے۔ آپ یہ پوچھتے ہیں کہ جی! آپ کی جماعت کتنے بجے ہوتی ہے؟ اگر بتایا جائے کہ سوا دو بجے تو کہتے ہیں کہ پھر دو بجے چلے جائیں گے' جا کر نماز پڑھ لیں گے۔ تو کیا حاصل کریں گے؟ نقصان ہی اٹھائیں گے نا۔۔۔ اور پھر حال یہ ہے کہ جو پرانے اہل حدیث ہیں' ان کا تو یہ حال ہے دعوت پر جائیں وہ تو کھانا کھا کر بیٹھ گئے' جو ابھی آئے ہیں انھوں نے ابھی کھانا کھانا ہے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ ہم کھانا کھا لیں۔ اور گھر والا بھی چاہتا ہے کہ ان کو کھلا دوں' اور جو کھائے بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں "چلو جی' چلو جی"۔۔۔ جو پرانے اہل حدیث ہیں' جن کا پیٹ بھرا ہوا ہے' وہ چاہتے ہیں کہ جلدی جلدی فارغ ہو جائیں' اور ہمیں تو یہ ہوتا ہے کہ جو بعد میں آئے ہیں وہ بھی کھا پی لیں۔ کچھ ان کے پلے بھی پڑ جائے۔۔۔ یعنی دین کے مسائل۔۔۔ دیکھو! کمائی کیا ہے؟ کمائی یہ ہے کہ لوگ بدل لیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ جب سے میں نے جمعہ پڑھانا شروع کیا ہے اگرچہ میں بیمار آدمی ہوں' کھڑے ہونے کی بھی ہمت نہیں ہوتی لیکن جب منبر پر آ جاتا ہوں تو سب دکھ بھول جاتے ہیں' کوئی اندازہ نہیں کر سکتا ہے کہ منبر پر کھڑا آدمی بیمار ہے یا تندرست؟ مجھے یہ ہوتا ہے کہ یہی تو وقت کمائی کا ہے۔ اگر دو چار آدمی بھی سدھر گئے تو کمائی ہو گئی۔ اس لیے بہت زور لگاتا ہوں۔ اللہ جو دیوبندی ہے دیوبندی نہ رہے' جو بریلوی ہے وہ بریلوی نہ رہے' اور جو

مردہ اہل حدیث ہے وہ زندہ ہو جائے۔ اس لیے میں بھر بھر کر ٹیکے لگاتا ہوں' مختلف انداز سے آپ کو سمجھاتا ہوں۔ آپ میں کچھ جان آجائے' کچھ ہمت پیدا ہو جائے' اگر آپ کا یہ حال رہے کہ چلو ٹھیک ہے' مجھے اللہ میری نیت کا ثواب دے گا۔ مگر آپ نے کیا کمایا؟ اس لیے کم از کم آپ کو چاہیے کہ ایک بجے سے پہلے پہنچ جائیے! تاکہ آپ کو بھی ثواب میں نمبر مل جائیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو جمعہ میں پہلے آتا ہے' اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے' اور آج کل آپ کو پتہ ہے کہ اونٹ کی کیا قیمت ہے؟ پھر جو اس کے بعد آتا ہے اس کو گائے کی قربانی کا ثواب۔ پھر ہوتے ہوتے بھیڑ بکری۔۔۔ پھر ہوتے ہوتے مرغی کا انڈا۔ اس کے بعد جب خطیب منبر پر کھڑا ہو گیا' بس قصہ ختم۔۔۔ فرشتے اپنے دفتروں کو' اپنے رجسٹروں کو بند کر لیتے ہیں۔ (متفق علیہ ' مشکوۃ' کتاب الجمعۃ' باب التنظیف والتکبیر' عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ) پھر یہ ہے کہ اچھا تم آئے اور فرض ادا کر کے چلے گئے' ثواب والی بات کوئی نہیں۔ ایک تو ثواب سے محرومی ہے' دوسرا یہ ہے کہ اگر آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھی اور خطبہ نہ سنا' جس کو خاص طور پر جمعہ کے لیے مخصوص کیا گیا ہے' وہ نہ سنا اور اپنی دھلائی نہ کروائی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت حد تک اللہ کے فضل سے دھلائی ہو جاتی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے جس نے نہ بھی نہانا دھونا ہو وہ بھی ساتویں دن نہا لیتا ہے۔ اللہ نے بھی یہی نظام رکھا ہے کہ چلو چھ دن تو گزر جائیں ساتویں دن مولوی ان کی دھلائی کرے۔ ان کو کچھ ہوش دلائے' اپنے گناہوں سے باز آجائیں۔ ان کی کچھ ہمت بڑھے' کوئی دین کی طرف رجحان ہو۔ میرے بھائیو! اگر دین میں سست رہیں گے' ڈھیلے رہیں گے' پرواہ نہیں کریں گے' تو اللہ بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گا۔ اللہ آپ کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو آپ دین کے ساتھ کرتے ہیں۔

اللہ قرآن میں فرماتا ہے: ﴿ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ﴾ [الجاثیہ:45:34] تم نے دنیا میں مجھے بھلا دیا اور آج میں نے تمھیں بھلا دیا۔ دنیا میں تم نے میری پرواہ نہ کی آج میں تمھاری پرواہ نہیں کروں گا۔ اس لیے

اس طرف سے غافل نہ ہوں' بڑی جلدی سے آیا کریں۔ شوق سے آیا کریں' اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لائیں تاکہ ان کی بھی اصلاح ہو جائے۔

یاد رکھو! آپ کے ہاتھ سے ایک آدمی بھی سدھر جائے' آپ کی نجات کے لیے کافی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ اے علیؓ! اگر تیرے ہاتھ سے ایک آدمی بھی مسلمان ہو گیا تو تیری بخشش کے لیے کافی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی' باب 'غزوۃ الخیبر عن سهل بن سعدؓ) اور اس لیے اس کو میں اپنی کمائی سمجھتا ہوں کہ کبھی وہ دن بھی تھے بہاول پور میں کوئی جانتا تک نہیں تھا۔ دیوبندی تھے' بریلوی تھے' یا پھر اندھا کنواں شیعہ۔ اور آج اللہ کا شکر ہے! بہاول پور میں کئی مسجدیں ہیں۔ اور پھر یہاں جو دیوبندی آتا ہے' اللہ کے فضل ہل جاتا ہے' بریلوی کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں۔ اس کو جرأت نہیں ہوتی' وہ دم نہیں مار سکتا۔ کیونکہ یہ حق ہی حق ہے۔ میرا کوئی کمال نہیں۔ نہ کسی اور مولوی کا کمال ہے۔ یہ حق کی تاثیر ہے' ﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ [17: الاسراء: 81] جب حق آتا ہے تو باطل کی جڑیں اکھڑ جاتی ہیں۔ آپ بڑے شوق سے آئیں۔ جب آپ توجہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے حال پر رحم فرمائے گا۔

ان اللہ یامر بالعدل وا لاحسان۔۔۔

خطبہ نمبر19

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ وَ كُلَّ ضَلاَلَةٍ فِى النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۝ لاَّ يَمَسُّهٗ اِلاَّ الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝ فَلَوْ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَ اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لاَّ تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْ لَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾[56:الواقعة:75-87]

اللہ عزوجل نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس کی بھی عمر ہے جیسا کہ انسانوں کی عمر ہے۔ ہر چیز کی ایک مدت ہے' اس کی مدت کے بعد وہ چیز جو ہے لازماً ختم ہو جائے گی۔ یہ دنیا

کب سے ہے ؟ اور کب تک رہے گی ؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے' بہر کیف جیسا کہ ایک دن انسان مر جاتا ہے اسی طرح دنیا کا یہ سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ نہ زمین رہے گی اور نہ یہ آسمان۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تیسویں پارے میں اگر آپ نے پڑھا ہو' بہت وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾[82:الانفطار:1] جب آسمان پھٹ جائے گا۔ ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾[84:الانشقاق:1] جب آسمان پھٹ جائے گا۔ ﴿ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴾ اور جب ستارے جھڑ جائیں گے۔ اور یہ زمین جب تبدیل کر دی جائے گی۔ ﴿ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ ﴾ [14:الابراھیم :48] یہ زمین بدل دی جائے گی۔ یعنی یہ دنیا۔۔۔ سب جو کچھ بھی نظر آرہا ہے اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ آدمی دیر کو اندھیر نہ سمجھ لے کہ ہم چلے آرہے ہیں۔ پہلے باپ تھا' پھر بیٹا ہے' پھر بیٹے کا بیٹا ہے۔ اس طرح چلتے چلتے سلسلہ چلا ہی آرہا ہے اور چلتا ہی رہے گا۔ ہر صبح کے بعد شام اور ہر شام کے بعد صبح۔ لازماً ایسا ہو گا کہ کوئی صبح ایسی ہو گی کہ جس کے بعد شام نہیں آئے گی۔ اور کوئی شام ایسی ہو گی کہ جس کے بعد صبح نہیں آئے گی۔ اس سلسلہ نے ختم جو ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے یہ مدت رکھی ہے' اور اس مدت کے بعد ہم سب کچھ سمیٹ لیں گے۔ پھر ہم نے اس کائنات کو کیوں پیدا کیا ہے؟ یہ ساری Setting' یہ آسمانوں کی' زمین کی' سورج کی' ستاروں کی اور باقی ہو اسب چیزیں جو آپ کو نظر آرہی ہیں ﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ [2:البقرۃ:29] یہ سب انسانوں کے لیے ہے۔ اس کے فائدے کے لیے ہے کوئی چیز بالواسطہ فائدہ پہنچارہی ہے' کوئی چیز بلاواسطہ فائدہ پہنچارہی ہے۔ جب اس انسان کا ہی خاتمہ ہو جائے گا تو باقی چیزیں بھی ختم ہو جائیں گی اور پھر انسان کو بلالیا جائے گا۔ اے انسان آ۔۔ انسان آ۔۔ میں نے یہ سب کچھ تیرے لیے بنایا ہے۔ تیرے فائدے کے لیے بنایا ہے۔ تاکہ تیری زندگی بہت کامیاب گزرے۔ اب تو بتا تو نے کیا کیا؟ میرے بھائیو! یہ سوال بہت

پریشان کن ہے۔ اس کو سوچنا چاہیے۔ آدمی کوئی کام کرے 'کوئی مزدوری کرے 'کاروبار کرے 'نوکری کرے 'جو بھی کرے 'یہ ضرور سوچا کرے کہ آخر اللہ مجھ سے پوچھے گا۔ آخر اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ کیا کر کے آیا ہے۔ میں کیا جواب دوں گا؟ آپ سوچیں اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ تو نے کیا کیا؟ دنیا میں کیا کرتا رہا ہے؟ تو اگر آپ نے صرف بچے ہی پیدا کیے ہیں تو آپ کا کیا جواب ہو گا؟ جانوروں والا حال۔ اب یہ جانور دیکھ لو 'آپ کے سامنے دنیا میں آتے ہیں کس طرح سے ان کی نسل بڑھتی ہے اور اگر یہی کام انسان بھی کر کے مر گیا تو پھر جانوروں والا ہی کام ہوا۔ انسانوں والا کام تو کوئی نہ ہوا۔ باقی چیزیں کہیں گی یا اللہ! جس کام کے لیے تو نے ہمیں پیدا کیا تھا وہ کام ہم نے کیا ہے۔ مرغی کہے گی کہ یا اللہ! میں انڈے دیتی رہی 'انسان کھاتا رہا 'مجھے ذبح کرتا رہا اور کھاتا رہا ہے۔ بکری اور گائے یہی کہے گی۔ سمندر یہی کہیں گے 'ہر چیز کہ یا اللہ! جس مقصد کے لیے تو نے پیدا کیا تھا 'انسان کو فائدہ پہنچانے کے لیے وہ ڈیوٹی تو ہم کرتے رہے ہیں۔ پھنسے گا تو انسان ہی پھنسے گا۔ تو نے کیا کیا؟ اگر اس نے بھی صرف یہ جانوروں والا کام کیا تو مارا گیا 'پکڑا گیا کہ میں نے سب کچھ تیرے لیے بنایا تھا۔ ہر چیز پر تیری حکومت تھی۔ تو نے کیا کیا؟ تو میرے بھائیو! سوچا کریں کہ میری زندگی اتنی گزر گئی ہے 'تیس سال کا ہو گیا ہوں 'چالیس سال کا ہو گیا ہوں 'پچاس سال کا ہو گیا ہوں 'میری داڑھی سفید ہو گئی ہے۔ اب دیکھو داڑھی منڈانا ویسے تو کئی لحاظ سے جرم ہے 'مگر ہم ہر جمعے کے دن کسی نہ کسی انداز میں کچھ نہ کچھ داڑھی پر چوٹ مارتے ہیں۔ سمجھانے کے لیے دیکھو سر کا منڈانا ضروری نہیں۔ آپ پٹے رکھ لیں 'بال لمبے رکھ لیں۔ منڈوا دیں 'استرا پھروا دیں 'قینچی سے صاف کروا دیں 'لیکن داڑھی کے بارے میں یہ اجازت نہیں ہے۔ بلکہ داڑھی کو لٹکنے دو۔ کیونکہ جب یہ سفید ہو گی تو تجھے نظر آئے گی اور تجھے تیرے عمر کا احساس دلائے گی۔ الارم کی طرح جیسے ہم سونے کے لیے آلارم لگا دیتے ہیں۔ چار بجے جانا ہے 'ساڑھے تین بجے کا الارم لگا لیا۔ ساڑھے تین بجے اٹھ کر آپ چار بجے تک جانے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ یہ بالوں کا سفید ہونا 'اور جگہ کے بال تو نظر نہیں آتے 'مثلاً سر کے بال 'لیکن داڑھی تو نیچے ہے وہ تو نظر آ جائے گی۔ وہ تو لازمی نظر آ جائے گی اور وہ اس کو منڈواتا ہے۔ اللہ اس کو نشان دے

رہا ہے۔ سگنل دے رہا ہے' لیکن یہ سگنل سفید جھنڈی۔۔۔وہ صاف کر رہا ہے کہ نہیں۔وہ اس جھنڈی کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔اس کو صاف کر رہا ہے' اڑا رہا ہے۔اور اللہ سگنل دے رہا ہے کہ بڑھاپا آگیا ہے' چالیس سال گزر گئے' بال سفید ہونا شروع ہو گئے۔اب سب طاقتیں کمزور ہوتی جارہی ہیں۔اب نہ تو زنا کے قابل رہا اور نہ چوری کے قابل رہا۔اب تو بندہ بن جا۔۔۔اس کو ٹھوکر لگائی جارہی ہے' سمجھایا جارہا ہے' لیکن یہ ایسا بدبخت ہے کہ سمجھتا ہی نہیں۔سوچتا ہی نہیں۔یہ سوال لازماً پوچھا جائے گا کہ تو کیا کر کے آیا ہے؟ آپ نے پیسہ خوب کمایا' یہ کام کیا۔پیسہ کمانا کوئی کام ہے؟ آپ نے خوب عیاشی کی' یہ کوئی کام ہے؟اگر یہ سوال ہر آدمی سوچے کہ اللہ مجھ سے پوچھے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟ آدمی بندہ بن جائے' اسے ہوش آجائے' اپنی زندگی کا رخ بدل دے کہ میری اتنی عمر ہو گئی ہے اب تک میں نماز نہیں پڑھتا۔مجھے دین کا پتہ ہی نہیں ہے' میں نے کوئی کام ہی نہیں کیا۔صرف اپنا کھانا پینا اور عیش و عشرت۔۔۔اس کے علاوہ میں نے کوئی کام ہی نہیں کیا۔اور اگر آدمی سوچے کہ اللہ تیرا شکر ہے' میں تیرے دین کے کام میں لگا ہوں۔اتنے آدمیوں کو میں نے مسلمان بنایا ہے' اتنے آدمیوں کو میرے ہاتھ سے ہدایت ہوئی ہے۔یہ میری کمائی بن گئی نا۔۔۔دیکھو تو سہی کام کیا ہے نا۔۔۔اگر دنیا میں آکر صرف اپنا ہی کام کیا تو آپ مارے گئے۔ پھنس گئے' اور اگر آپ نے دنیا میں آکر اللہ کا کام کیا تو بچ گئے۔دیکھو نا۔۔۔سوچنے کی بات ہے کہ اگر آپ نے صرف اپنا ہی کام کیا' تو یہ تو ہر کوئی اپنا اپنا کام کرتا ہے' اللہ کہے گا کہ میں نے تجھے پیدا کیا' کیا فائدہ ہوا؟ میں نے تجھے اتنا راشن دیا' اتنی عمر دی' تیرے لیے اتنے انتظامات کیے؟ تو نے میرے لیے کیا کیا؟ اگر تو نے کچھ کیا ہے تو صرف اپنے لیے ہی کیا ہے۔ جی! میں جوان ہو گیا ہوں' مجھے شادی کی فکر ہو گئی۔پھر میں نے شادی کر لی' پھر میرے اتنے بچے ہو گئے۔پھر میں ان کے لیے کماتا رہا' پھر میں اتنی جائیداد چھوڑ کر مر گیا' چلا گیا۔اللہ کہے گا کہ سب کچھ ٹھیک ہے' تو یہ تو بتا کہ تو نے میرے لیے کیا کیا؟ اپنے لیے تو تو نے سب کچھ کیا ہے۔تجھے یہ خیال نہ آیا کہ مجھے سب کچھ اللہ دیتا ہے۔آخر میں بھی اللہ کے لیے کچھ کروں تاکہ کچھ بوجھ تو اترے' کچھ قرض تو اترے۔اگر آپ کسی سے لے لے کر کھاتے رہیں' کھاتے رہیں تو پھر آخر بوجھ پڑے

گاتا۔۔۔ کبھی تو آپ کو غیرت آنی چاہیے کہ میں اس سے لے لے کر کھاتا ہوں' کبھی اس کا کام بھی کروں۔ اس کو بھی راضی کروں' اس کو بھی پوچھوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔

میرے بھائیو! جس نے زندگی اپنے فائدے کے لیے گزاری' اپنی جائیداد بنائی' اپنی اولاد چھوڑی' اپنا ہی کام کیا' وہ کافر ہے' بدبخت ہے' فیل ہو گیا ہے۔ وہ بچ نہیں سکتا۔ وہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا' وہ مجرم ہی رہے گا' پھنسا ہی رہے گا۔ اور جس نے یہ کہا کہ یا اللہ! میں انسان تھا' تو نے مجھے انسان پیدا کیا' اللہ میں روٹی بھی کھاتا تھا' تو نے آخر پیٹ لگایا تھا۔ میں نے شادی بھی کی' آخر تو نے خواہش لگائی تھی' لیکن اللہ میں نے تیرے دین کا کام بھی کیا۔ میں وعظ کرتا تھا' میں لوگوں کو سمجھاتا تھا' میں غریبوں کی امداد کرتے ہیں۔ دین کی خاطر۔ دیکھو! اچھی طرح سن لو' غریبوں کی امداد کرنا کوئی نیکی نہیں' یہ کام تو ہندو بھی کرتا ہے' کافر بھی کرے گا' سچ بولنا کوئی نیکی ہے؟ ہندو بھی سچ بول لیتے ہیں۔ زنانہ کرنا اور کسی کے کام آجانا' یہ کام تو کافر بھی کر لیتا ہے' جو کام کافر بھی کرلے' وہ کوئی نیکی نہیں۔ نیکی اصل میں کیا ہے؟ جو کافر نہ کر سکے نیکی اصل میں وہ ہے۔ باقی اس کے ساتھ سچ بولنا' اس کی خوبی تو ہے' لیکن دیکھو نا' آپ کو تجربہ ہونا چاہیے' آپ کا بچہ سکول میں پڑھتا ہے' وہ کھیلوں میں فرسٹ آگیا۔ امتحان میں فیل ہو گیا' تو آپ کیا کہیں گے؟ "برباد ہو گیا" ہی کہیں گے نا۔۔۔ ہاں امتحان میں بھی پاس ہو جائے' کھیلوں میں بھی پاس ہو جائے' انعام بھی لے جائے' مزے دار کام ہو گیا۔ یعنی کھیلوں میں فرسٹ آنا بذات خود کوئی خوبی نہیں' جب تک وہ اصل مقصد جو ہے وہ پورا نہ ہو۔ یعنی پاس ہو جائے اور پھر کسی چیز میں نمبر لے جائے' انعام لے جائے۔ وہ اصل چیز ہے۔ اور اگر اس اصل چیز میں ہی فیل ہو جائے جو مقصود تھی اور پھر کسی اور چیز میں اوپر آجائے' انعام کے قابل ہو تو کوئی انعام نہیں۔ سب صاف' بلکہ ہمارے ہاں تو باقاعدہ قانون ہوتا ہے' کہ جو فیل ہو جائے' اس کے کسی انعام کا کوئی چانس نہیں۔ کیونکہ اصل مقصد جو ہے وہ تو رہا نہیں۔ مسلمان کے لیے یہ ہے کہ پہلے مسلمان ہو' پھر سچ بولے' تو سچ بولنا نیکی ہو جائے گی۔ اب ہندو اگر سچ بولے تو اللہ اسے کچھ نہیں دے گا کیونکہ وہ ویسے ہی فیل ہو رہا ہے۔ کافر کو کسی نیکی کا کوئی ثواب نہیں' اللہ دنیا میں ہی اس کا بدلہ چکا دیتا ہے۔ کافر بڑے بڑے اچھے کام بھی

کرتے ہیں' ٹرسٹ قائم کرلیتے ہیں' غریبوں کی امداد کیا اور ویسے بیواؤں' یتیموں اور مساکین کی امداد کا خدا دنیا میں ہی انھیں بدلہ دے دیتا ہے کہ یہ آخرت کا بندہ نہیں' آخرت پر تجھے ایمان نہیں' آخرت کی کوئی تیاری نہیں" یہ تیری ایک عادت ہے' یہ لے بدلہ دنیا میں ہی لے لے۔ تجھے عزت دے دیتے ہیں' لوگ تیری تعریف کریں گے' یا ہم تجھے دنیا میں مال زیادہ دے دیتے ہیں۔ آخرت میں ﴿لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ﴾ [3 :آل عمران: 77] آخرت میں تیرا کوئی حصہ نہیں۔ اس بات کو خوب سمجھ لو' اب دیکھو! اگر اعلیٰ درجے کا گوشت ہو پھر اس میں گھی بھی ڈال لیں' ہر چیز ڈال لیں' لیکن غلطی سے نمک کی جگہ پھٹکڑی پڑ جائے' گوشت بھی بے کار' گھی بھی بے کار' مسالحے بھی بیکار' خوشبو بھی بے کار' سب کچھ بے کار۔ پھر کہتے ہیں کہ اسے پھینک دو یہ کھانے کے قابل نہیں رہا۔ کیا یہ گوشت نہیں' گوشت ہے۔ اس لیے اگر اصل چیز نہ ہو باقی سب کچھ ہو تو پھر کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ابو طالب کو دیکھ لو کتنی بڑی مثال ہے۔ ابو طالب حضرت علیؓ کا باپ کتنی بڑی شان والا ہے' کتنا بڑا درجہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا چچا بلکہ پالنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی دیکھ بھال کرنے والا' پھر امداد کرنے والا۔ حضور ﷺ سے کہتا تھا جب تک میں زندہ ہوں جو انگلی تیری طرف اٹھے گی میں وہ انگلی کاٹ دوں گا۔ اپنی جان دے دوں گا۔ آپ کی خاطر سب کچھ کرلیا' ذاتی شرافت حد درجے کی' کمال یہ کہ حضرت علیؓ کا باپ' رسول اللہ ﷺ کا چچا' خاندانی اعتبار سے' اخلاقی اعتبار سے سب کچھ لیکن وہی نمک کی جگہ پھٹکڑی۔ اسلام کی جگہ کفر' تو حضرت ابو سعید خدریؓ سے غالباً روایت ہے کہ وہ پوچھتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ کے چچا نے آپ ﷺ کی بڑی امداد کی' اس کو اس کا کیا فائدہ پہنچے گا؟ فرمایا اس کو جہاں لوگ دوزخ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے میں اس کو وہاں سے کھینچ لاؤں گا اور اتنی سی دوزخ کی آگ آ جائے گی کہ اس کے پاؤں تک آگ ہوگی۔ اس کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔ جس سے اس کا دماغ ایسے پکے گا جیسے ہنڈیا پکتی ہے (صحیح البخاری' کتاب الرقاق باب صفة الجنة والنار عن ابی سعید الخدریؓ) لیکن نکال نہیں سکتا'

کیونکہ وہ اصل جوہر ہی نہیں ہے' وہ جو اصل جوہر تھا وہی نہیں ہے۔ ایمان والا جوہر اس میں نہیں ہے۔ تو میرے بھائیو! خوب سن لو' بعض بے وقوف لوگ صدقے خیرات' سبیلیں وغیرہ بہت کچھ لگاتے ہیں' وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ثواب ہے یہ بھی نیکی ہے' خوب سن لو' یہ نیکی کب بنتی ہے؟ اس وقت جب اس کا اسلام اللہ کو قبول ہو جائے' اگر اس کا اسلام اللہ کو قبول نہیں ہے تو سچ اس کو نہیں بچائے گا' شرافت اس کو نہیں بچائے گی' صدقہ خیرات اس کو نہیں بچائے گا۔ وہ دوزخ میں ہی جائے گا۔ میں جتنا مرضی نیک ہو جاؤں مجھے بچانے والی کون سی چیز ہے؟ اسلام۔۔۔ اسلام اگر نصیب نہیں' تو نیکیاں کچھ فائدہ نہیں دیں گی۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو تو دیکھ لو کتنا بڑا اعزاز ہے؟ کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے' لیکن مسلمان نہیں تھا' سیدھا دوزخ میں جائے گا۔ تو یہ ضمانات آ گئی۔ لوگوں کو بڑا مغالطہ ہوتا ہے' یہ کارخانہ دار' بڑے بڑے سیٹھ لوگ جو ہوتے ہیں سردیوں میں گرمیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں' بہت خرچ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چلو جی! یہ نیکی ہے۔ اب ان بے وقوفوں کو یہ پتہ نہیں وہ نیکی کب بنے گی۔ جب میں مسلمان بن جاؤں گا۔ اگر میں ویسے ہی فیل ہو گیا' نماز میری اللہ کو قبول نہ ہوئی' عقیدہ میرا اللہ کو قبول نہ ہوا میں امتحان میں فیل ہو گیا۔ اسلام والی طرف سے اگر فیل ہو گیا تو میرا یہ صدقہ و خیرات' یہ ٹرسٹ اور سبیلیں کیا کام آئیں گی۔ سب بے کار ہے۔ سو میرے بھائیو! میں نے آپ کو جو اصول بتایا ہے اس کو یاد رکھیں۔ کہ جو کام ایک کافر بھی کر لے وہ کوئی نیکی نہیں۔ نیکی کیا ہے؟ نیکی وہ ہے جو کافر کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ وہ کیا ہے؟ وہ اسلام ہے۔ خدا کا بندہ بننا۔ خدا کے سامنے عاجزی' خدا کی عبادت' خدا کے وقت خرچ کر' نماز کے لیے آ۔ یا اللہ! میں آ گیا۔ خدا کہے میری راہ میں مال خرچ کر بندہ تیار رہے۔ یا اللہ! یہ مال تیرا ہی ہے' پر اس کے بعد جو خدا کہے' پہلے فرمانبردار ہو' مسلمان ہو' پھر اس کا سچ۔ یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ اس کا غریبوں سے سلوک کرنا' اس کا نرم طبیعت کا ہونا' لوگوں سے ہمدردی کرنا' یہ سب اس کے لیے بہت بڑے بڑے اعزاز ہوں گے۔ سچ کا بڑا ثواب ہوگا۔ اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ سچ سے نجات ہوتی

ہے۔اب دیکھ لو آدمی جو ہیں سچ کی وجہ سے پکڑے جائیں گے۔بے شک مسلمان ہوں' اسلام بھی معیاری نہیں' کیونکہ جب اسلام معیاری ہو جاتا ہے تو یہ چیزیں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ان چیزوں سے معاملہ خود بخود سیٹ ہو جاتا ہے۔اس لیے میرے بھائیو! یہ سوال کبھی نہ بھولیں آپ پڑھے ہوئے ہوں' ان پڑھ ہوں' زیادہ پڑے ہوئے ہوں یا تھوڑا' آپ ملازم ہیں یا مزدور' جو بھی ہیں ہمیشہ یہ سوچا کریں کہ تو نے اب تک کیا کیا؟ تو بیس سال کا ہو گیا' تو پچیس سال کا ہو گیا' تو تیس سال کا ہو گیا' تو پنتالیس سال کا ہو گیا' کیا کیا ہے؟ دیکھو نا اب اگر اللہ نبی ﷺ سے پوچھے کہ تو نے دنیا میں جا کر کیا کیا تو اندازہ کرو کیا جواب ہو گا؟ یہی کہ یا اللہ ! تیرا جو حکم آتا تھا میں وہی کرتا تھا' میں نے تیرے دین کی تبلیغ کی۔اب دیکھیے! آپ کی کتنی کمائی ہو گئی؟ رسول اللہ ﷺ کو جو ثواب ملے گا' اس کے برابر کوئی آ سکتا ہے؟ کبھی نہیں آ سکتا۔یہی دیکھ لیں کہ انھوں نے اللہ کے دین کا کام کیا ہے' اس لیے نبی ﷺ کے برابر کوئی نہیں آئے گا۔سوال کا جواب کیا ہے؟ آپ نے دنیا میں جا کر اللہ کے دین کا کام کیا کہ نہیں؟ اسلام کو سربلند کیا کہ نہیں؟ اور اگر ہمارا یہ حال ہو کہ میری بیوی ہی بے دین ہے' ویسے مجھے بہت پیاری لگتی ہے' میری بیٹیاں ہی بے دین ہیں' بے پردہ ہیں' بے حیا ہیں' میری اولاد ہی گندی ہے اور میں سب کچھ ان کے لیے کر رہا ہوں۔کچھ بھی حاصل نہیں تو پھر فائدہ کیا ہوا؟ کوئی بات ہی نہ بنی۔یہ سوچا کریں' یہ سوال کیا جائے گا' اس کی تیاری کریں۔۔۔اچھا یہ تیاری کون کرے گا؟ وہ جس کو یہ یقین ہو کہ مجھے اللہ کے پاس جانا ہے۔اس کا تو ہمیں خیال بھی نہیں' یقین تو کہیں رہ گیا۔جو آیتیں میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں ان آیتوں میں یہی بات بیان کی ہے ﴿ فَلَآ أُقۡسِمُ بِمَوَٰقِعِ ٱلنُّجُومِ ﴾ میں ستاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم کھاتا ہوں۔﴿ وَإِنَّهُۥ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُونَ عَظِيمٌ ﴾ لوگو! یہ میری بہت بڑی قسم ہے۔دیکھو نا! ایک اللہ اگر قسم کھا کر کہے اور پھر کہے کہ میں نے بہت بڑی قسم کھائی ہے' ﴿ وَإِنَّهُۥ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُونَ عَظِيمٌ ﴾ یہ بہت بڑی قسم ہے جو میں نے کھائی ہے۔ ﴿ إِنَّهُۥ لَقُرۡءَانٌ كَرِيمٌ ﴾ یہ قرآن بڑی بزرگی والی چیز ہے' بڑی عظمت والی' بڑی شان والی

چیز ہے جو میں نے تمھاری ہدایت کے لیے' تمھاری رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔ ﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴾ یہ لوح محفوظ میں محفوظ ہے' لوح محفوظ جو خدائی ریکارڈ ہے' جس میں خدا کی خدائی کا پورا ریکارڈ ہے' اس کے اندر بھی یہ قرآن محفوظ ہے۔ ﴿لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ جس کو سوائے فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ اتنی اونچی کتاب ہے۔ کسی کی وہاں تک رسائی نہیں' صرف فرشتے ہیں جو اس تک پہنچ سکتے ہیں' اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ﴿لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ آپ نے شاید سنا ہوگا بعض حنفیوں کا مسئلہ کہ جی! بے وضو آدمی قرآن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ یہ حنفیوں کا مسئلہ ہے' حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کہ جی! آدمی پاک ہو' پلید نہ ہو' جنبی نہ ہو' عورت حیض سے نہ ہو' پاک ہو' زچگی کی حالت میں نہ ہو' اور نہ وہ نفاس سے ہو' بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ جن دنوں میں نماز نہیں پڑھ سکتی' قرآن مجید کو ہاتھ لگا سکتی ہے' آدمی بے وضو ہو' قران مجید کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ قرآن مجید ہاتھ میں لے پڑھ سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نہیں پڑھ سکتا۔ کیونکہ ﴿لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ قرآن کی یہ آیت پڑھ دیتے ہیں حالانکہ اس کا یہ مطلب سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ لوح محفوظ کو صرف فرشتے ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں اور کوئی نہیں لگا سکتا کیونکہ فرشتے پاک ہیں' وہی لوح محفوظ کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ لیکن قرآن کو ہاتھ ہر آدمی لگا سکتا ہے بشرطیکہ وہ جنبی نہ ہو' جو آدمی مسجد میں آسکتا ہے' وہ قرآن کو ہاتھ بھی لگا سکتا ہے۔ آپ نے وضو نہیں کیا' آپ مسجد میں آسکتے ہیں' کیونکہ آپ پلید نہیں ہیں۔ اگرچہ باوضو نہیں' لیکن پلید بھی نہیں' اگر آپ مسجد میں آسکتے ہیں' تو قرآن کو ہاتھ بھی لگا سکتے ہیں۔ اگر آپ جنبی ہیں تو نہانا آپ پر فرض ہے' اس حالت میں نہ مسجد میں آسکتے ہیں' نہ قرآن کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یہ قرآن کس نے بھیجا ہے؟ اللہ نے' ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یہ قرآن جہانوں کے رب کی طرف سے آیا ہے۔

دیکھو! باقی کتابیں لوگوں کی ہیں' کوئی میں نے لکھ دی' کوئی کسی نے لکھ' کوئی بڑے عالم نے لکھ دی کوئی چھوٹے عالم نے لکھ دی۔ باقی کتابیں لوگوں کی کتابیں ہیں۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ میرے بھائیو! اگر آپ قرآن سمجھتے ہیں' تو واقعتاً جب آپ قرآن پڑھیں گے' تو ایسے معلوم ہوگا جیسے اللہ بول رہا ہے۔ اور حدیثوں میں بھی آتا ہے کہ اللہ نے بعض سورتیں پڑھ کر فرشتوں کو سنائیں۔ (رواہ دارمی' مشکوۃ' کتاب الفضائل القرآن' عن ابی ھریرۃؓ) قرآن اللہ کا کلام ہے' اللہ بولتا ہوا نظر آتا ہے۔ واقعتاً معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے' کسی آدمی کا کلام نہیں۔ فرمایا اس پر ایمان لاؤ۔ جو یہ کہتا ہے اسے دل سے مان لو' کبھی اس میں شک نہ کیا کرو' کبھی اس میں تردد نہ کیا کرو۔ شاید یہ باتیں ہی ہیں۔ نہ بالکل نہیں۔ اللہ کو یہ کہہ دے' قرآن کے اندر یہ اللہ کا کلام ہے' اس بات کو ایسا پکا جانو کہ بالکل ہی شک والی بات نہ ہو' اب دیکھو! اللہ نے کیا بات کہی ہے؟ لوگوں کو تو یہ یاد ہے کہ اللہ غفور الرحیم ہے' ہر آدمی جو بھی برائی کرے' کہتا ہے اللہ غفور الرحیم ہے۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے ﴿اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ [32:السجدہ:22] میں مجرموں سے بدلہ لے کر چھوڑوں گا۔ دیکھو! اللہ کہتا ہے ہم مجرموں سے انتقام لیں گے۔ دیکھو نا! انتقام کا لینا۔۔۔ جب اللہ ہی کہہ دے کہ میں مجرموں سے بدلہ لوں گا تو پھر آپ کی کیسے جان چھوٹ سکتی ہے؟ اور مجرم کسے کہتے ہیں؟ اللہ کے نافرمان کو مجرم کہتے ہیں' جرم کرنے والے کو مجرم کہتے ہیں' اللہ کے حکم کے خلاف کام کرنا' اللہ کا حکم نہ ماننا' اللہ سے نہ ڈرنا۔ اللہ اس کے بارے میں کہتا ہے ﴿اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ کہ ہم نے مجرموں سے انتقام لینا ہی ہے' چھوڑیں گے کبھی نہیں۔ آپ یہ کبھی نہ سوچیں کہ فلاں وزیر اعظم ہے دیکھیں جی! اس کو کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟ اس کو کون کچھ کہہ سکتا ہے؟ وہ تو اتنا بڑا ہے' فلاں بادشاہ ہے' فلاں جی اتنی بڑی ہستی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں مجرموں سے بدلہ لے کر چھوڑوں گا۔ اب یہ بات کہ اگر آدمی میں ایمان ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ ساری خوشیاں کافور ہو جاتی ہیں' کوئی خوشی باقی نہیں رہتی۔ جب اللہ ہی بدلہ لینے پر آجائے تو کون چھڑائے گا؟ دنیا میں دیکھ لو' یہ تو مثال ہے

تا کہ وہاں چھڑائے گا کوئی نہیں۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اگر اللہ پکڑ لے تو کون چھڑا سکتا ہے؟ دیکھ لو' آپ کے گھر میں کوئی بیمار ہو جائے' دیکھتے نہیں کہ ہم کتنے علاج کرتے ہیں؟ کوئی حکیم' کوئی ڈاکٹر' کوئی ہیومیوپیتھک علاج ہم چھوڑتے نہیں۔ ٹونے ٹوٹکے' پیروں اور فقیروں کو بھی ہم نہیں چھوڑتے۔ پھر اگر بس نہ چلے تو علاج کے لیے ہم انگلینڈ چلے جاتے ہیں' امریکہ چلے جاتے ہیں۔ لیکن نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر اللہ نے پکڑا ہو تو امریکہ' نہ برطانیہ' نہ کوئی حکیم ڈاکٹر چھڑا سکتا ہے' کوئی بھی نہیں چھڑا سکتا۔ اللہ ویسے پکڑے' تو کوئی نہیں چھڑا سکتا۔ جیسے بھٹو کو پکڑ لیا اور وہ آپ کے سامنے کی بات ہے۔ کہتے تھے کہ جی! روس چھڑا لے گا' انڈیا چھڑا لے گا' فلاں چھڑا لے گا' کسی کو اللہ نے پاس نہیں پھٹکنے دیا۔ پھر بیماروں کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ اب شاہ ایران کو دیکھ لو' کہاں کہاں سے علاج کروایا؟ دنیا کا کوئی ڈاکٹر نہیں چھوڑا۔ کہتے تھے ایک طرف سے خون لگا رہے تھے اور دوسری طرف سے نکال رہے تھے کہ یہ خون کا کینسر ہے۔ اس لیے سارا خون بدلنا پڑے گا تا کہ یہ بچ جائے' مگر اللہ کہتا ہے کہ بچ کیسے جائے' میں نے ہاتھ ڈالا ہے۔ دنیا میں ہم کسی کو پکڑ لیں تو کبھی نہیں چھوڑتے' وہاں بھی جب اللہ کسی کو پکڑے گا تو پھر چھوڑنا کیسا؟ سب دنیا کو اللہ میدان محشر میں اکٹھا کرے گا۔

پچھلے سارے فقیر' نبی' ولی' سارے ایک میدان میں جمع ہوں گے۔ ﴿جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِيۡنَ﴾ اللہ کہے گا' میں نے سب کو اکٹھا کر دیا۔ یہ General Meeting Place ہے' سبھی اس جگہ موجود ہیں۔ ایک تو ہے نا جی! وہ پہلے چلا گیا' ہم پیچھے چلے گئے' اگر وہ ہوتا تو پتہ نہیں کیا کر دیتا؟ مگر اللہ سب کو روکے گا۔ سب کو روک کر ایک میدان میں جمع کر دے گا اور کہے گا کہ سب اکٹھے ہو جاؤ۔ اب کون کہے گا کہ نہیں میں نہیں شامل ہوتا۔ سب ولی بھی ہیں' پیر بھی ہیں' فقیر بھی ہیں' ڈاکٹر بھی ہیں' اللہ کہے گا ﴿فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ كَيۡدٌ فَكِيۡدُوۡنِ﴾ [77: المرسلات: 39] اب میں ہاتھ ڈالنے لگا ہوں' پکڑنے لگا ہوں' اگر تم سے کچھ ہو سکتا ہے تو کر لو۔ ﴿فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ كَيۡدٌ﴾ اگر تمھاری

کوئی تدبیر چل سکتی ہے ﴿فَكِيدُونِ﴾ تو تم میرے خلاف کوئی تدبیر کر لو' سازش' یا ہڑتال' یا کوئی بغاوت' کوئی مظاہرہ کرنا ہو تو کر لو۔ ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ﴾ اگر تم سے کوئی تدبیر ہو سکتی ہے تو کر لو۔ آج سارے ایک میدان میں جمع ہیں۔ اب دیکھو نا بریلویوں کا گیارھویں والا پیر' پیر دستگیر' اور فلاں مشکلیں حل کرنے والا' علی مولا' علی مشکل کشا' حضرت علیؓ بھی وہیں ہوں گے اور شیعہ بھی سارے وہیں ہوں گے۔ شاہ عبدالقادر جیلانی بھی وہیں ہوں گے۔ اور بریلوی بھی وہیں ہوں گے۔ قرآن کی اس آیت کو پڑھ کر دیکھ لو' اللہ نے فرمایا: ﴿جَمَعْنٰكُمْ وَالْأَوَّلِينَ﴾ ہم نے تم کو بھی اور پہلوں کو بھی سب کو اکٹھا کر دیا ہے۔ ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ﴾ اگر کوئی تدبیر میرے خلاف کوئی تدبیر ہو تو کر لو۔ کیا کسی نے تدبیر کرنی تھی؟ اور اس سے پہلے قرآن کہتا ہے کہ یہ زمین جس میں سارے نبی پیدا ہوئے' ولی پیدا ہوئے' پیر فقیر پیدا ہوئے میں اس کو لپیٹ دوں گا۔ ﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ﴾ [21 الانبیاء:104] اللہ زمین کو لپیٹ دے گا جیسے کوئی بستہ باندھ لیتا ہے۔ یہ عرضی نویس لکھتے رہتے ہیں کاغذات کھولے ہوئے ہیں' پھر سارا کچھ اکٹھا کر کے بستے میں بند کر لیا۔ جس طرح بچہ اپنا بستہ باندھ لیتا ہے۔ فرمایا جس دن ہم آسمانوں کو زمین کو سب کو لپیٹ لیں گے ﴿مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِينِهِ﴾ [39:الزمر:67] اللہ اپنے ایک ہاتھ میں سب کچھ پکڑے گا۔ لپیٹ کر سب کو ایک ہی ہاتھ میں پکڑے گا۔ اب نبی بھی اس کے اندر ہوں گے' اس میں مٹھی میں' ولی بھی اسی مٹھی میں ہوں گے' پیر بھی اور بادشاہت کے دعویٰ کرنے والے بھی سارے اسی ایک مٹھی میں ہوں گے۔ کوئی چوں نہیں کرے گا' کوئی کچھ نہیں کرے گا۔ اللہ کہے گا: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ [40:المؤمن:16] اے بھئو! آج بادشاہی کس کی ہے؟ اے فرعون! آج بادشاہی کس کی ہے؟ کوئی ہو تو جواب دے۔ کوئی جواب

نہیں دے گا۔ کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آئے گی۔ اللہ خود ہی کہے گا ﴿ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ بادشاہت تو اس ایک اللہ کی ہے جو سب پر غالب ہے۔ ﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ﴾[6:الانعام :18]وہ غالب ہے' وہ اپنی مخلوق پر چھایا ہوا ہے۔ اس کے سامنے کون دم مارے گا؟ کوئی ایسا نہیں جو اللہ کے سامنے دم مار سکے۔ پھر اللہ کہتا ہے'

﴿إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ﴾[32:السجدة :22] ہم مجرموں سے بدلہ لے کر چھوڑیں گے۔ اب دیانت داری سے بتایئے! آپ کا دل کیسے برداشت کرتا ہے کہ آپ کسی گناہ کو عادت بنا کر کریں۔ کیا یہ مجرموں والا کام نہیں؟ دیکھو! کہتے ہیں کہ بچہ اس کو ہاتھ نہ لگانا' وہ پھر ہاتھ لگا دیتا ہے' آپ نے پھر کہا کہ تجھے کہا ہے بیٹا! اس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ وہ پھر اسکو ہاتھ لگا دیتا ہے۔ پہلے آپ نرم ہوں گے' جب تیسری بار بھی نہیں رکے گا' چوتھی بار بھی نہیں رکے گا تو آپ کو غصہ چڑھ جائے گا۔ پھر آپ اس کے تھپڑ لگا دیں گے۔ حالانکہ بات کچھ بھی نہیں۔ لیکن وہ بات بن گئی' آپ نے کہا ہاتھ نہ لگا لیکن وہ ہاتھ لگاتا ہے۔ کام معمولی سی جس پر پہلے غصہ نہ تھا' بار بار کرنے سے اللہ کو بھی اس پر غصہ آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صغیرہ گناہ' یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ بن جاتے ہیں۔۔۔ چلو فرض کر لیں داڑھی منڈوانا صغیرہ گناہ' حالانکہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ آپ منڈوا رہے ہیں' بلکہ بار بار منڈوا رہے ہیں' سترہ سال سے لے کر مرتے دم تک منڈواتے رہتے ہیں۔ آپ کے دل میں یہ بات نہیں آتی کہ چلو اب تو شرم کر لوں' اگر بڑھاپے میں تھوڑی سی شرم کر بھی لی' خشخشی سی داڑھی رکھ بھی لی' تو آپ بتائیں کہ اب اللہ کو غصہ نہیں آتا ہو گا؟ بظاہر آپ کے خیال میں یہ چھوٹا سا جرم ہے لیکن بار بار کرنے سے یہ گناہ بہت بڑا جرم ہو جائے گا۔ میں نے آپ کو مثال بھی دی ہے کہ ایک بچہ شور مچا رہا ہے' آپ کے مہمان آئے ہوئے ہیں' آپ پہلی دفعہ بچے سے یہ کہیں کہ جا چلا جا' وہ نہیں گیا' دوسری دفعہ بھی آپ آہستہ سے کہیں گے کہ جا چلا جا۔ اگر نہیں گیا تو آپ تیسری دفعہ ڈانٹ دیں گے۔ پھر آپ تھپڑ بھی لگا دیں گے۔ کیونکہ اب بچے کی وہ

چھوٹی سی غلطی بار بار کرنے سے آپ کو بہت بڑی معلوم ہو گی۔ اسی طرح صغیرہ گناہ کو بار بار کرنے سے' وہ جب کبیرہ گناہ بن جاتا ہے' تو پھر اللہ کا غضب آجاتا ہے۔ اور یہ باتیں میں کیوں زور دے کر کہہ رہا ہوں۔

میرے بھائیو! حقیقت یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جس کا ظاہری ڈھانچہ بھی اسلامی ہو' اور ان کا دل بھی مومنوں جیسا ہو۔ ہمارا حال کیا ہے؟ کوئی اندر سے مسلمان' کوئی باہر سے مسلمان۔ نمازی ہے' دین کا خیال ہے' ویسے داڑھی منڈواتا ہے۔ اب ہو گا نا اوپر سے فاسق اور دل سے مومنوں میں شامل۔ اور بعض ایسے ہیں کہ داڑھی بھی ہے' لیکن اندر ان کے گند ہے۔ بریلوی ہے' شیعہ ہے' اور کوئی مشرک ہے ظاہری رنگ اسلامی ہے' مگر کام مشرکوں والا۔ جس کا رنگ بھی اسلامی ہو' جس کا دل بھی دھلا ہوا ہو' بالکل ایمان والا' اللہ کو وہ جماعت پسند ہے۔ داڑھی منڈانے والے' اللہ کی جماعت میں سے نہیں ہیں۔ اس لیے جو بھی غفلت میں ہیں' سستی میں ہیں' اپنے آپ کو بدل ڈالیں' موت سے پہلے پہلے بدل دیں۔ موت پر تو پھر فیصلہ ہو ہی جائے گا کہ یہ کس Catagory کا ہے۔ اس کو کس کھاتے میں بھیجنا ہے؟ اب بھلا داڑھی بھی کوئی ایسی چیز ہے یا ایسا بوجھ ہے جس کی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اپنا نام گندے لوگوں میں شامل کروالیں۔ جب آپ نماز پڑھنے لگ گئے' آپ اہل حدیث بن گئے' آپ نے اللہ کو مان لیا تو سب بری عادتیں چھوڑ دیجیے' بالکل سیدھے ہو جائیے! آپ کی شکل و صورت' آپ کا گھر بار' آپ کے در و دیوار' آپ کا رنگ ڈھنگ' بالکل اسلامی ہو جائے۔ تب جا کر آپ کی جماعت اللہ والی جماعت بنے گی۔ اور اگر یہ ہے کہ آدھا تیتر' آدھا بٹیر۔۔۔ اوپر سے کچھ' نیچے سے کچھ۔۔۔ ادھر سے گیا' کچھ ادھر سے گیا پھر تو کوئی بات ہی نہ بنی۔ کچھ بھی مزا نہ آیا' یہ ساری باتیں اس بنیاد پر ہیں کہ آپ کے دل میں یہ یقین ہو' کہ مر کر اللہ کے پاس جانا ہے' لیکن یہ یقین ہے ہی نہیں۔ دیکھو! پوائنٹس (Points) تو اتنے ہیں کہ اگر انسان کسی پوائنٹ پر بھی توجہ دے تو اس کی ہدایت کا سامان بن سکتا ہے۔ اب یہی کہ مر کر اللہ کے پاس جانا ہے۔ یہ یقین پیدا کر لیں کہ اللہ کے پاس کچھ

لے کر جاتا ہے۔ ایسا نہیں کہ دفن کر دیا تو قصہ ختم ہو گیا۔ پہلے میں لوگوں میں تھا اب اللہ کے قبضے میں چلا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ﴿ أَيْنَ شُرَكَآءُ كُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴾[6:الانعام:22] جن کو تم کچھ سمجھتے تھے کہ وہ کچھ ہیں' وہ کہاں ہیں؟ دیکھو نا۔۔۔ یہ مر گیا' پیر ساتھ جائے گا' چھڑا لے گا۔ اللہ کہے گا: ﴿ أَيْنَ شُرَكَآءُ كُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴾ کہاں ہیں وہ تیرے شریک جن کو تم مشکل کشا سمجھتے تھے۔ وہ دستگیری کرنے والے کہاں ہیں؟ آج آ گیا نا اکیلا' جو تیرے سفارشی تھے سارے پیچھے رہ گئے۔ جن کا تجھے کچھ سہارا تھا وہ تیرے ساتھ نہیں ہیں۔ اب میرے پاس تو اکیلا آ گیا ہے۔ اللہ کہے گا۔۔۔ قرآن مجید میں یہ چیزیں جگہ جگہ آتی ہیں۔۔۔ اگر مشرک کو یہ یقین ہو جائے کہ مجھے مر کر اللہ کے پاس جانا ہے تو اس کی حالت یہ کبھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب بھیجی ہے تاکہ تم میں ایک انقلاب پیدا کرے۔ تمھارے ذہنوں کو درست کرے' لیکن تمھارا حال یہ ہے ﴿أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ﴾[56:الواقعۃ:81] تم اس کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔ تمھیں اس کی پرواہ ہی نہیں ہے' ﴿ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ﴾ [56:الواقعۃ:82] اس قرآن کو جھٹلانا' اس کی تکذیب کرنا تمھاری خوراک بن گیا ہے۔ آج کے مسلمانوں کا بالکل یہی حال ہے۔ دیکھ لو پورے پاکستان میں شاید ہی آپ کو کوئی ایسا نظر آ جائے جو قرآن کو صحیح طرح مانتا ہو' ورنہ کوئی مانتا ہی نہیں۔ قرآن کو ماننے کے معنی کیا ہیں؟ یہ کہ قرآن آپ پر حاکم ہو' قرآن آپ پر حکومت کرے' کوئی کام اللہ کے حکم کے خلاف آپ کے گھر میں نہ ہو جو ایسا نہیں کرتا' قرآن کو حاکم نہیں مانتا۔ یہ جو اخباروں میں آتا ہے کہ اسلامی آئین' یہ اسلامی دستور کی بات۔۔۔ اسلام میں دستور کیا ہے؟ قرآن کیا ہے؟ قصے کہانیاں ہیں؟ قرآن مجید کچھ بھی نہیں ہے؟ حالانکہ اگر انسان قرآن کو پڑھے تو قرآن

مجید ہی ایسا نظام پیش کرتا ہے ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ﴾ [17:بنی اسرائیل :9] قرآن ایسی زندگی آپ کو ایسی زندگی دکھاتا ہے' ایسی زندگی کی رہنمائی کرتا ہے جو بالکل سیدھی' بالکل صاف۔ قرآن بہت عمدہ زندگی کی رہنمائی کرتا ہے' لیکن تمھیں اس کی پرواہ ہی نہیں۔ ﴿ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ تم نے قرآن کو جھٹلانے کو اپنی خوراک بنا رکھا ہے۔ اب دیکھو! آپ کبھی آزمایا کریں۔ اسلام میں پردے کا حکم ہے' آج اگر یہ قانون بن جائے کہ کوئی عورت بے پردہ نہیں پھرے گی' لازماً اس کو پردہ کرنا ہوگا' پھر ساری عورتیں باہر آجائیں گی' آپ کی بیوی بھی آئے گی' آپ کی لڑکیاں بھی ساتھ ہوں گی۔ اور اگر آپ کی بیوی اور آپ کی لڑکیاں اس جلوس میں شامل ہوں گی تو آپ کے کافر ہونے میں یا ان کے کافر ہونے میں کوئی شبہ ہے؟ قرآن کے خلاف کھلی بغاوت ہے' ترکی والوں کی طرح یہ کھلی قرآن کی بغاوت ہے۔ انھوں نے تو کہہ دیا ہے کہ کوئی عورت منہ پر نقاب نہیں ڈال سکتی۔ قانوناً انھوں نے پردے کو ختم کر دیا ہے۔ اور ہمارے ملک میں بھی اب یہی حال ہے' ہماری لڑکی کب ترقی کرتی ہے؟ جب وہ کوئی سیاسی لیڈر بن جائے' قوم کی لیڈر بن جائے' عورتوں کے حقوق کی رٹ لگائے۔ ویسے تو آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ دیکھ لیں آج کل دنیا پڑھ لکھ کر ایسی اندھی' ایسی جاہل' ایسی بے وقوف قوم بن گئی ہے کہ انھیں کسی چیز کا پتہ ہی نہیں۔ دیکھو! عام سی بات ہے' اللہ کہتا ہے تمھیں یہ حقوق دیے کس نے ہیں؟ تو یہ کہتا ہے کہ ہمارا یہ حق ہے۔ مثلاً جیسے آج لڑکے کہتے ہیں کہ کالجوں میں یونینز (Unions) بحال ہوں' اس کے لیے ہم کٹ مریں گے۔ یہ ہمارا حق ہے۔ سن لو! یہ حق تمھیں کس نے دیا ہے؟ حق تو ہمیشہ کوئی اور ہی دیتا ہے۔ آپ کا حق کب بنے گا؟ جب اوپر کی کوئی اتھارٹی تسلیم کرلے گی کہ یہ تیرا حق ہے اور اگر کسی نے دیا ہی نہیں وہ مسلم ہی نہیں' تو تیرا کہنا ہی بکواس ہے کہ یہ میرا حق ہے۔ اب مزدوروں کو دیکھ لو' کہتے ہیں کہ یہ ہمارے حقوق ہیں۔ عورتیں اور طالب علم کہتے ہیں کہ ہمارے یہ حقوق ہیں۔ اللہ پوچھتا ہے کہ میں نے تو قرآن میں جو کہ بڑا متوازن مذہب ہے' یہ لکھا ہے' باپ کے یہ حقوق ہیں' حاکم

کے یہ حقوق ہیں' رعایا کے یہ حقوق ہیں' اولاد کے یہ حقوق ہیں فلاں کی یہ ذمہ داری ہے' فلاں کی یہ ذمہ داری ہے۔ لاؤ نکالو کتاب' یہ حقوق جو تم مانگتے ہو' عورتیں بھی کہتی ہیں کہ ہم مردوں کے برابر حقوق لیں گی' ایسی ایسی بکواس کرتی ہیں۔ یہ کس نے ان کو حقوق دیے ہیں؟ کیا عورت کبھی مرد کے برابر ہو سکتی ہے۔ اس کا تو مطالبہ ہی بے کار ہے کہ ہمیں ملازمتیں ملنی چاہئیں۔ بینکوں میں' اسٹیشنوں پر' پولیس میں بھرتی ہونی چاہیے۔ حکومت بھی عورتوں کو جگہ جگہ نوکر رکھتی ہے۔ تم ایسا کیا کرو' جب کسی کی موت کا وقت آئے تو اس کو روک لیا کرو' نہ مرنے دیا کرو۔ تمھیں شرم نہیں آتی' جب میں چاہتا ہوں جان لے جاتا ہوں' خواہ ساری دنیا مل کر زور لگائے کہ اس کی جان نہ نکلے' یہ نہ مرے۔ میں بالکل نہیں چھوڑتا' اب یہ تمھارا اختیار ہے یا میرا اختیار ہے اگر تم یہ مانتے ہو کہ ہم بے بس ہیں' ہمارا کوئی اختیار نہیں' تو پھر تسلیم کرلو کہ جان دی بھی میں نے تھی اور لے کر بھی میں ہی جا رہا ہوں۔ اور کیوں لے کر جا رہا ہوں؟ یہ اس لیے کہ یہ پوچھوں گا کہ دنیا میں جا کر کیا کیا؟ دیکھو! مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ یہ نہ سمجھو کہ آدمی مر گیا تو گیا؟ اللہ لایا تھا وہ لے گیا۔ وہ لایا کیوں تھا؟ یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ کیا کرتا ہے؟ اور لے کیوں گیا؟ پوچھنے کے لیے کہ دنیا میں کیا کیا؟ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نہیں؟ اگر یہ بات آپ کے ذہن میں تازہ نہیں ہے؟ راسخ نہیں ہے' یہ فکر آپ کو ستاتی نہیں ہے' اسلام کہاں' ایمان کہاں؟ ۔۔ اللہ کہتا ہے ﴿ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ﴾ جب جان حلق کو پہنچ جاتی ہے۔ ﴿وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ﴾ [56:الواقعة:83-84] اور تم پاس بیٹھے ہوتے ہو۔ بیوی مر رہی ہے' خاوند پاس بیٹھا ہوا ہے' اس کی زندگی میں' اس کی بیوی کو کوئی بات کہہ کر جائے کہاں؟ کوئی آدمی برداشت کرتا ہے کہ اس کی بیوی کو کوئی ہاتھ ڈالے۔ لیکن دیکھ لو اللہ کہتا ہے کہ خاوند بیٹھا ہوتا ہے' موت کے فرشتے اندر گھس کر اس کی جان نکال لیتے ہیں۔ ﴿وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ﴾ اس کا باپ بھی آجاتا ہے' وہ لڑکی کا باپ' لڑکی کے بھائی بھی آجاتے ہیں' لڑکی کا خاوند بھی موجود ہوتا ہے۔ جب بیٹا مرتا ہے تو باپ موجود ہوتا ہے' میں سب کے سامنے' سب کی موجودگی

میں' جان نکال کرلے جاتا ہوں ﴿وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾ [56:الواقعة:85] تم اس کے بڑے قریبی ہو' بیٹا مر رہا ہے' سب سے قریبی باپ ہے' اولاد ہے۔ اللہ پوچھتا ہے کہ تو اس کے زیادہ قریب ہے یا میں زیادہ قریب ہوں؟ دیکھو نا۔ اللہ کیا سمجھا رہا ہے؟ ﴿وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾ ہم مرنے والے کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں' لیکن تمھیں نظر نہیں آتے۔ ﴿فَلَوْ لَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ﴾ [56:الواقعة:86] اگر کوئی جزا سزا نہیں' اگر میری کوئی پکڑ نہیں' کوئی تم سے حساب نہیں لیا جائے گا' ﴿تَرْجِعُوْنَهَاۤ﴾ اسے روک لو۔ اگر مرنے والے کو روک سکتے ہو تو روک لو۔ ﴿تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ اگر تمھارا یہ خیال سچا ہے کہ کوئی رب نہیں' کوئی حساب کتاب نہیں' کوئی جزا سزا نہیں' کوئی جنت دوزخ نہیں' تو پھر اسے روک کر دکھا دو۔ یہ روزانہ تمھاری آنکھوں کے سامنے یہ کھیل کھیلا جاتا ہے۔ ہمیشہ یہ بات ہوتی ہے' تمھیں ہوش نہیں آتی۔ اب دیکھ لو بیٹا آ گیا' بیٹا پیدا ہو گیا' مبارکبادی جارہی ہے۔ کون لایا' کس نے دیا' کیا ماں باپ نے پیدا کر لیا ہے؟ کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں۔ بعضوں کی شادی کو دس سال گزر گئے' چالیس سال گزر گئے' ساری عمریں گزر جاتی ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور بعض کہتے ہیں بس یا اللہ! بس کر تھک گئے ہیں' بارہ بچے ہو گئے ہیں' بس کر یا اللہ! تھک گئے ہیں تمھیں نظر نہیں آتا مگر پھر بھی اللہ دیے جاتا ہے۔ اب پتہ چلا کہ پیدا کرنے والا کوئی اور ہے۔ تمھیں ڈر نہیں لگتا؟ ﴿فَلَوْ لَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ جان نکلتی دیکھ لو' بچے کو پیدا ہوتے دیکھ لو اور ایمان لے آؤ کہ دینے والا اللہ ہے۔ ہمارا دخل نہیں ہے' لے جانے والا بھی اللہ ہے' ہمارا اس میں بھی کوئی دخل نہیں ہے۔ ایسا کیوں ہے کہ اللہ حساب لے گا۔ پھر سوال کا کیا ہوا؟ جو میں نے شروع شروع میں آپ کے سامنے رکھا تھا کہ آپ کو اللہ لے جائے

گا۔ کیا پوچھے گا؟ کیا کر کے آیا ہے؟ اس لیے اس سوال کی ہمیشہ فکر کریں۔ آپ نے کیا کیا ہے؟ اب آپ دیکھ لو کتنے بیٹھے ہیں؟ اگر ہر ایک ہی یہ سوچ کہ میں نے کیا کیا ہے۔ اگر آپ نے کوئی دین کا کام کیا ہے تو سمجھو آپ نے آج تک کچھ کمائی کر لی ہے۔ اور اگر آپ نے بچے ہی پیدا کیے ہیں' کھایا پیا ہی ہے' تو آپ جانور ہی ہیں' کتے بھی یہ کام کرتے ہیں' بندر بھی یہ کام کرتے ہیں' سؤر بھی یہ کام کرتے ہیں' حلال جانور بھی یہ کام کرتے اور حرام جانور بھی یہ کام کرتے ہیں۔ تم نے کیا کیا ہے؟ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ نبی کے ثواب کا تصور کرو۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ ثواب ملے گا۔ ان کو سب سے زیادہ ثواب ملے گا؟ کیوں؟ کتنے لوگ ان سے مسلمان ہوئے' یہ کمائی ہے' پھر صحابہ کا حال دیکھ لو' پھر بعد والوں کا حال دیکھ لو' آپ نے بھی کچھ کیا ہے کہ نہیں۔ اس لیے میرے بھائیو! اگر آپ اپنی نجات چاہتے ہیں' اگر آپ چاہتے ہیں کہ کچھ کمائی ہو جائے' تو یہ لکھا کرو' گنتی کیا کرو' ریکارڈ میں لایا کرو کہ میں ہاتھ سے کتنے اہل حدیث ہوئے ہیں۔ باقی کا تو اسلام ہی صحیح نہیں ہے۔ تو اس بات کو خوب سمجھ لو' اسلام وہی صحیح ہے جو محمد ﷺ دے کر گئے تھے۔۔۔ قرآن و حدیث۔۔۔ اللہ اور رسول ﷺ کا ماننا۔ اس لیے یقین جانیں' اللہ نے سمجھ دی' میں جب سے بہاول پور میں آیا ہوں' دل میں اتنی تڑپ رہی' اتنی تڑپ رہی۔ یہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ اہل حدیثوں کو یہاں کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ جب یہاں آئے' تو یہ ایک بڑی ریاست تھی۔ دل میں یہ خیال آتا کہ دیکھو کب موقع ملتا ہے' یہاں تو رہنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں کوئی اہل حدیث نہیں' کوئی مسجد نہیں' کوئی جماعت نہیں' اس شہر میں رہنا تو اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے' چلو کا شاید لیں گے' لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے جلدی توفیق دے دی۔ ہم نے مسجد کی بنیاد رکھ دی' اور کام شروع کر دیا۔ کمائی کیا ہے؟ سوائے اس کے کوئی کمائی نہیں کہ آپ لوگوں کو اہل حدیث بنائیں' دیندار بنائیں' باعمل مسلمان بنائیں۔ وہ کام کیا اور اب اللہ کا شکر ہے دیکھ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ یہ کھیتی نظر آنے لگی ہے۔ اللہ تیرا شکر ہے' ایک وقت وہ تھا کہ جب کوئی بہاول پور میں اہل حدیث کا نام نہیں جانتا تھا اور آج اللہ کا شکر ہے جگہ جگہ مسجدیں ہیں۔ جگہ جگہ اہل حدیث ہیں۔ لوگوں کو دین کا پتہ چل گیا ہے۔ دیوبندی' بریلوی

مولویوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں کہ ہائے ! یہ دین ہے' یہ کمائی ہے۔ اور میں اپنے دوستوں سے' اپنے ساتھیوں سے یہی بار بار کہتا ہوں اگر آپ کو یقین نہیں آ رہا تو مر کر یقین آ جائے گا۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے ہاتھ سے کون کون اہل حدیث ہوا ہے ؟ سب سے پہلے اپنی بیوی کو اہل حدیث بنائیں' اپنی بچیوں کو اہل حدیث بنائیں' اپنی اولاد کو اہل حدیث بنائیں۔ اپنے رشتہ داروں کو اور اپنے ساتھی دکانداروں کو اہل حدیث بنائیں۔ ان کو یہاں جمعہ میں لایا کریں۔ ان شاء اللہ العزیز بہت حد تک اللہ آپ کی مدد کرے گا۔ نئے نئے آدمیوں کو لائیں تو اللہ کے فضل سے وہ سنیں گے' اللہ ان کی سمجھ میں بات ڈالے گا۔ ان شاء اللہ العزیز قبول کریں گے۔ اور اس طرح کافی لوگ بڑھ گئے ہیں۔ اب یہ اللہ کا مجھے بڑا احسان اور انعام نظر آتا ہے کہ لوگ چلے آتے ہیں چلو ایک آدھ اڑا ہی رہا تو کوئی بات نہیں۔ جو ایک یا دو جمعے سہہ جائے' اللہ کے فضل سے وہ ضرور آہستہ آہستہ بدل ہی جاتا ہے۔ ہم نے دیوبندی بدلتے دیکھے' بریلوی بدلتے دیکھے۔ کیونکہ حق حق ہے۔ یہ کسی آدمی کا کمال نہیں ہے۔ یہ حق کی برکت ہے کہ دین خالص کیا۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کہیں' کسی پیر کی بات نہیں' کسی فقیر کی بات نہیں' اماموں کے ٹوٹکے نہیں' کوئی کسی کی بات نہیں' کوئی کسی کی بات نہیں۔ قال اللہ و قال الرسول جو اللہ اور اس کا رسول کہے اس میں بڑی جان ہے۔ اس میں بڑی طاقت ہے' اور دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ دنیا تمھارا ساتھ نہیں دے گی۔ بعض لوگ صرف اس وجہ سے حق بیان نہیں کرتے کہ لوگ بگڑ جائیں گے۔ ارے پھر کیا ہوگا ؟ اگر لوگ بگڑ جائیں تو کیا ہوگا ؟ نبیوں کے ساتھ کیا نہیں ہوا ؟ دیکھ لو اللہ نے نبیوں کی مدد کی اور اللہ مدد کرتا ہے۔ ہر ایک کی اللہ مدد کرتا ہے بشرطیکہ اللہ کا سپاہی بن جائے سو اس لیے اس بات کی فکر کرو کہ اللہ تمھارے ہاتھ سے دین کو فائدہ پہنچائے۔ جتنا تمھارے ہاتھ سے دین کو فائدہ پہنچے گا' یہی تمھاری کمائی ہے۔ ﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا﴾ [34:السبا:37] یہ تمھارے مال اور تمھاری اولادیں تمھیں میرے قریب نہیں کر سکتے۔ ﴿اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا﴾ ہاں ! جس نے اپنی اولاد کو کندن بنا دیا' جس

نے اولاد کو حافظ بنایا اور دین پر لگایا اور کھویا دین کا کام کرتا۔ ہاں وہ اولاد اس کی بہترین کمائی ہے۔ وہ مال جو اللہ کی راہ میں لگ جائے' وہ مال جس سے مسجد بن جائے' وہ مال جس سے اہل حق کو طاقت پہنچے' وہ مال یقیناً آپ کی کمائی ہے۔ اور اگر یہ مال ایسا ہے کہ آپ کی زمین وسیع ہو گئی' بہت سے مکان ہو گئے' اتنے کارخانے ہو گئے تو یہ سب بے کار۔ اس کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ سو اس لیے سوال کا جواب ضرور تیار کرو۔ اللہ کہتا ہے اے میرے بندے! یہ زندگی کس نے دی؟ آپ کہیں گے کہ یا اللہ! تو نے' پانی کون دیتا ہے؟ یا اللہ! تو۔ ہوا کون چلاتا ہے؟ یا اللہ! تو۔ باقی سب نعمتیں کون دیتا ہے؟ یا اللہ! تو۔ اللہ کہے گا پھر تو نے کیا کیا؟ یہی وہ سوال ہے جس کا جواب تیار کرنا ہے۔

میرے بھائیو! یہ جو ہم خطبہ پڑھتے ہیں' یہ خطبہ مسنون ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دیتے وقت ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ اس میں کیا بتایا گیا ہے؟ سب سے بہتر طریقہ میرا طریقہ ہے' اور برا کون سا ہے۔ وہ جو لوگوں نے گھڑا ہو۔ خَیْرُ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو محمد ﷺ نے پیش کیا۔ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا اور بدترین کام وہ ہے جو لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑا ہو۔ (رواہ مسلم' مشکوٰۃ کتاب الایمان' باب الاعتصام بالکتب والسنۃ عن جابرؓ) میرے بھائیو! دین کو خود بنانا بہت بڑا جرم ہے' زنا سے بھی بڑا جرم ہے' چوری سے بھی بڑا جرم ہے۔ دیکھو! کوئی زنا کرے گا تو ہر ایک ہی برا کہے گا' کرنے والا بھی برا ہی سمجھے گا۔ سننے والا بھی برا کہے گا' لیکن بدعت کو کرنے والا اس کو ثواب سمجھتا ہے' نیکی سمجھ کر کرتا ہے' اور یہ سمجھتا ہے کہ میں دین کی خدمت کر رہا ہوں۔ سننے والے بھی کہیں گے کہ جی! آپ کو کیا تکلیف ہے' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام لے رہا ہے؟ دیکھو! کتنا بڑا دھوکہ ہے؟ چوری سے آدمی کے اخلاق بگڑتے ہیں اور بدعت سے دین بگڑتا ہے۔ اس لیے یہ مولوی' یہ بدعتیں کرنے والے مولوی بہت برے ہیں۔ سوسائٹی کے سارے گندے لوگوں سے' یہ برے

لوگ ہیں۔اللہ کو ان سے بڑی نفرت ہے۔دیکھو! اپنی طرف سے کوئی عبادت کرنا' دین میں کوئی نیا سلسلہ چھیڑنا' یہ دین کو بگاڑنا ہے۔ قرآن خوانی ہوتی ہے۔ قرآن بڑی اعلیٰ چیز ہے' پڑھنے اور عمل کرنے کے لیے آیا ہے' لیکن اگر اس کو فالتو اور اپنی مرضی کے طریقوں کے تحت استعمال کیا جائے تو بدعت بن جاتی ہے۔ مرنے والا مر گیا' آپ نے قرآن پڑھ پڑھ کر بخشنے شروع کیے- مولوی کی معرفت یا اپنے طور پر پارسل کرنے شروع کر دیے۔ایک قرآن' دو قرآن' میں نے اتنے قرآن پڑھ کر بخشے ہیں۔ فلاں دوست کو' اپنے باپ کو میں نے اتنے قرآن بخشے ہیں۔ یہ بالکل بدعت ہے۔ قرآن اس غرض کے لیے نہیں آیا' اور نہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعلیم دی ہے۔اب جو قرآن خوانی کرتا ہے ثواب کے لیے' کسی موت پر بھی تو وہ بدعتی ہی ہے۔ یہ خود بھی مرے گا اور دوسروں کو بھی مروائے گا۔ یہ شبینے جو فوتگیوں پر اکثر چلتے ہیں بہت بڑی بدعت ہے۔ مولوی لاؤڈ سپیکر لگا لیتا ہے' اس کے بعد پڑھنا اور پھر دعوتیں کرنا یہ سب بدعت ہے' بدعتی سے سنت ادا نہیں ہو سکتی۔ وہ بدعت پر مرتا ہے۔ اب یہ معراج کا موقع آئے گا' تو دیکھنا کتنی غلط سلط بدعات ہوتی ہیں۔جب نبی ﷺ کی سنت آ جائے تو کہتے ہیں کہ نہیں جی! ہم تو حنفی ہیں' ہم اس حدیث کو نہیں مانتے' یہ ٹھیک ہے کہ حدیث میں ایسے ہے' لیکن ہمارے امام صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ سنتوں کو اماموں اور پیروں کا نام لے کر چھوڑ دیتے ہیں اور بدعتوں کے لیے جان لڑا دیتے ہیں۔ مثلاً یہی دیکھ لو جب دعائے قنوت پڑھتے ہیں تو رفع الیدین کرتے ہیں' دعا قنوت کے وقت صرف حنفی رفع الیدین کرتے ہیں حالانکہ نماز میں ایسا کرنا بدعت ہے۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیے' اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتے ہوئے رفع الیدین کی' رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کی' اسے کہتے ہیں کہ مکھیاں مارنا' حنفیوں کا یہی حال ہے۔ جہاں رفع الیدین سنت ہے وہاں مکھیاں مارنا کہتے ہیں پنکھا جھولنا کہتے ہیں اور جہاں ہے ہی نہیں' نبی ﷺ نے ایسا کیا ہی نہیں وہاں اُسے سنت بتاتے ہیں۔ دعائے قنوت کے وقت رفع الیدین کرنا' حالانکہ بالکل ہی غلط ہے۔ جو دین کو بگاڑتا ہے' اپنی طرف سے دین میں پھانسیں لگاتا ہے' وہ آدمی انتہائی بدبخت ہے۔ ایسی بدعات کبھی نہ کریں۔ قرآن مجید پڑھیں' تھوڑا یا زیادہ' سمجھ کر پڑھیں اور عمل کرنے کی کوشش بھی

کریں۔ دیکھو پر کرائے پر قرآن پڑھالینا' کرائے پر چلالینا' اس کا کوئی فائدہ ہے؟ اب ایک امیر آدمی کو دیکھیے! جہاں ایجوکیشن کے ایک انسپکٹر تھے' ان کی بیوی مر گئی۔ اب ماسٹر بیچارہ بڑا غریب طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ بڑے کمزور ہوتے ہیں' ان کو اپنے تبادلے کی بہت فکر ہوتی ہے' ڈر ہوتا ہے۔ اس سے بچنے کے لیے اب اس کی بیوی کی قبر پر جا کر قرآن خوانی شروع کر دی۔۔۔ پھر چل سو چل۔۔۔ قرآن خوانی ہی قرآن خوانی' اب ان سے کوئی پوچھے کہ ایسا کرنا ٹھیک ہے؟ میں غریب ہوں' میری بیوی مر گئی' کسی نے قرآن پڑھنا تو در کنار' مجھے پوچھنا تک گوارا نہیں کرتے' اگر میں افسر ہوں' میری بیوی مر جائے' تو سارے اکٹھے ہو جائیں گے۔ بہت کمائی کرتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ یہ سب بکواس ہے' بالکل غلط ہے۔ دیکھا یہ جائے گا کہ مرنے والا کیسا تھا؟ اس نے خود جو قرآن پڑھا اس کو اسی کا فائدہ ہوگا۔ پیچھے سے ڈاکیں بھیجی جائیں گی تو کچھ فائدہ نہیں۔ اب آپ اندازہ کر لیجیے گا جیسا کہ ہمارے ہاں ہوتا ہے' باپ بوڑھا ہو' تو کوئی پوچھتا بھی نہیں' جب بیچارہ مر جاتا ہے تو پھر لوگوں کو کھیریں کھلاتے ہیں' حلوے کھلاتے ہیں۔ یہ بے وقوفی کی انتہا نہیں ہے؟ جب زندہ ہو' منہ کھولے تو کوئی چیز نہ ڈالے۔ جب مر گیا تو تجوریوں کے منہ کھول دیے۔ اس کے بعد یہ بھی دیکھ لیں کہ مرنے والے نے اپنی زندگی میں کوئی نماز نہیں پڑھی' بے نمازی مرا' اب پچھلے جو ہیں اس کا جنازہ پڑھوائیں۔ کیا یہ بے وقوفی نہیں ہے؟ ارے جو نماز نہیں پڑھتا تھا اس پر نماز پڑھوانا بے وقوفی نہیں ہے۔ چھوڑو اس کا اپنا عمل ہی اسے فائدہ دے گا۔ اگر وہ خود نمازی تھا' کہیں جنگلوں میں مر گیا' یا جانوروں نے کھا لیا' یا سمندروں میں کہیں مچھلیوں نے نگل لیا۔ کوئی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ اس کی اپنی نمازیں کافی ہیں۔ جنازے کا کام انھیں سے چل جائے گا۔ لیکن اگر وہ بہت امیر ہے اور بے نماز ہے' سارے جہان کے مولوی اکٹھے ہو کر جنازہ پڑھ دیں' نمازیں پڑھا دیں اور جو کچھ ہو سکتا ہے کر دیں اس کو کوئی وہاں فائدہ نہیں۔ ﴿ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾[53:النجم:24] آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے کیا ہے۔ دیکھیں کتنی ہی معقول بات ہے۔ اس لیے میرے بھائیو! اہل حدیث اور ان لوگوں میں جو

بدعتیں کرتے ہیں یہی فرق ہے۔ اب دیکھ لو کہ اذان میں بریلوی تھوڑی بدعت کرتے ہیں؟ اذان سے قبل اور اس کے بعد صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ شیعہ اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اب دیکھو! کہاں اذان اور کہاں یہ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ ' وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ' خَلِيْفَةٌ بِلاَ فَصْلٍ ۔۔۔ یہ کوئی اذان ہے؟ اور بریلوی بھی نہ ٹل سکا۔ اس نے صلوۃ و سلام شروع کر دیا۔ یہ بالکل باز نہیں آسکتے۔ دین تو ان کے گھر کی کھیتی ہے۔ جب مرضی بڑھا لیا اور جب مرضی گھٹا لیا۔ توجہ سے سنو' دین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تمھارے پاس امانت ہے' نہ اس کو بڑھاؤ اور نہ گھٹاؤ۔ اس کی حفاظت کرو۔ بدعتی سب سے برا ہے' وہ دین کو بگاڑتا ہے' اس لیے اہل حدیث ہو' قرآن و حدیث پر چلنے والے' اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ مسجد اہل حدیثوں کی ہے۔ یہ بھی ایک فرقہ ہے' جس طرح دیوبندی ایک فرقہ ہے' اہل حدیث اصل اسلام کے حامل ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ دنیا میں زندہ ہوتے تو آپ سوچیے کہ وہ کن کے پاس رہتے؟ حنفیوں کے پاس؟ ہاں البتہ امام ابو حنیفہ ہوتے تو وہ ضرور ان کے پاس جاتے کہ یہ میری باتیں مانتے ہیں' محمد رسول اللہ ﷺ ہوں تو ہمارے پاس آئیں۔ کیونکہ ہم ہی ان کے اصلی ماننے والے ہیں' ہم نے کوئی امام نہیں پکڑا ۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے ہم نے کوئی امام نہیں پکڑا۔ بس جونہی حضور ﷺ گئے' ہم نے امامت پر بھی مہر لگا دی۔ نبوت پر بھی مہر لگا دی کہ آپ کے بعد کوئی امام نہیں' اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جو اللہ کے رسول ﷺ کہہ گئے وہ حرف آخر ہے۔۔۔ قصہ ختم۔۔۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ دنیا میں تشریف لائیں' تو ان شاء اللہ العزیز ہمارے پاس ہی آئیں گے۔ کیونکہ ہم ہی وہ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کو ہی مانتے ہیں' ان کی ہی سنت پر چلتے ہیں' کسی امام کسی فقیر' کسی پیر کی تقلید نہیں کرتے' لوگ ہمیں یہی کہتے ہیں کہ تم بزرگوں کو مانتے ہی نہیں۔ اب سوچو! اللہ کے رسول ﷺ سے بڑا بزرگ کون ہے؟ ہاتھی کے پاؤں میں سب کے پاؤں آگئے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کو مان لیا' تو سب بزرگ نیچے آگئے۔ اور اگر اللہ کے رسول ﷺ کو چھوڑ دیا تو کوئی حنفی' کوئی وہابی' کوئی شافعی' کوئی پرویزی بن

گیا۔ کوئی فلاں کوئی فلاں بن گیا۔ برباد ہو گیا' جب رمضان شریف آئے گا' تو یہ لوگ باقاعدہ شیئے کرنے لگیں گے۔ آپ کو ان چیزوں سے نفرت کرنی چاہیے۔ آپ کی نفرت کے اظہار پر اللہ آپ پر خوش ہوتا ہے۔ اور جب شیئے کرنے لگیں تو اللہ کو غیرت آتی ہے' غصہ آتا ہے کہ یہ میرے دین کو کیسے بگاڑ رہے ہیں۔ دین آپ کے پاس امانت ہے اس کی حفاظت کریں۔ اس میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی بیشی نہ کرو۔

ان اللّٰہ یامر بالعدل و الاحسان

خطبہ نمبر 20

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْكَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٍ وَ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلاَلَۃٍ وَ کُلَّ ضَلاَلَۃٍ فِی النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

﴿شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ط وَ مَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لاَ یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ o وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾[2:البقرۃ:185-186]

میرے بھائیو! یہ رمضان شریف کا مہینہ ہے' نصف سے زیادہ گزر چکا ہے۔ یہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ اب قرب حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس مہینہ

میں کثرت سے اللہ کا کلام پڑھا جائے' قرآن مجید اس مہینہ میں نازل ہوا ہے اور وہ رات جس کے اندر قرآن مجید کے نزول کی ابتداء ہوئی ہے' وہ اسی مہینے میں ہے جس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ وہ کونسی رات ہے؟ جیسا کہ احادیث میں ہے کہ وہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں وہ رات ہوتی ہے۔ اکیسویں ہو' تیئیویں ہو' پچیسویں ہو یا وہ ستائیسویں ہو اب اس کا تعین خاص نہیں کہ یہی ہے۔ اس لیے اگر تعین کر دیا جاتا' تو پھر کم ہمت لوگ صرف اسی رات کو مورچہ لگا لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اکیسویں' تئیسویں' پچیسویں' ستائیسویں' انتیسویں طاق راتیں رکھ دیں کہ چلو اس ایک رات کی تلاش میں اتنی راتیں جاگیں گے۔ پھر زیادہ کمائی ہو جائے گی۔ اور کوئی لمبا چوڑا نقصان بھی نہیں کہ اگر آدمی اتنی راتیں کچھ محنت کر لے' کچھ زیادہ وقت لگا لے' کمائی زیادہ ہو جائے گی' نقصان کوئی نہیں۔ اور وہ رات جو ہے اللہ تعالیٰ کے بہت قرب کی ہے۔ ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ﴾ [97:القدر :1] کہ ہم نے اس قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔ لیلۃ القدر کیا ہے؟ بہت اونچی چیز ہے۔ ﴿وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ﴾ تو کیا جانے کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ آ۔۔۔! ہم تجھے بتاتے ہیں کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ ﴿خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ [97:القدر:3] کوئی ایک ہزار مہینے ۔۔۔ جس میں لیلۃ القدر نہ ہو۔۔۔ بھی عبادت کرتا رہے' تو بھی اس رات کی عبادت زیادہ درجہ رکھتی ہے اور یہ بہت بڑی کمائی ہے۔ کہاں کسی کی ایک ہزار مہینے کی عمر ہو اور پھر جا کر یہ درجہ حاصل ہو اور کہاں ایک رات سے اس کو اتنا درجہ حاصل ہو جائے کہ وہ ہزار مہینے کی عبادت سے بڑھ جائے۔ تو یہ بڑی بات ہے۔ ﴿تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ﴾ [97:القدر :4] فرمایا اس رات کو اللہ کی طرف سے فرشتوں کی ٹولیاں آتی ہیں اور جبرائیل خاص طور پر آتے ہیں۔ جو لوگ اچھے ہوتے ہیں' معیاری ہوتے ہیں' اللہ کے پسندیدہ ہوتے ہیں' ان سے آکر ملاقات کرتے ہیں۔ فرشتے ان پر نزول فرماتے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ یہ رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔ یہ شرف

اس رات کو کیوں حاصل ہے کہ اللہ کی اتنی رحمتیں اس میں نازل ہوتی ہیں' فرشتے آتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس قرآن کی وجہ ہے۔ اور میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمارے پاس باقی سب چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں' آسمان ہے' زمین ہے' جو کچھ آپ کو نظر آرہا ہے' سب اللہ کی مخلوق ہے۔ ایک صرف کلام ہے جسے کلام اللہ کہتے ہیں جو مخلوق نہیں ہے۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے جہاں جہاں یہ آتا گیا' کندن اور پارس بناتا گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو جو یہ شان ملی ہے وہ اس قرآن کی وجہ سے ہے۔ رمضان شریف کو جو یہ شان ملی وہ بھی اس قرآن کی وجہ سے ہے۔ تو یہ قرآن چونکہ اللہ کا کلام ہے' اللہ کی صفت ہے' اسی لیے قسم کھانا جائز ہے۔ اور کسی چیز کی قسم نہیں کھا سکتے۔ نہ عرش نہ فرش کی' نہ آسمان کی نہ زمین کی۔۔۔ کسی دوسری چیز کی قسم نہیں کھا سکتے۔ سوائے اللہ اور اس کی کتاب کے کسی دوسری چیز کی قسم نہیں کھائی جا سکتی۔ اس لیے کہ یہ اس کی صفت ہے۔ اور یہ چیز بہت اونچی ہے' یہ جو اللہ نے رسول اللہ ﷺ پر اپنا کلام نازل فرمایا' اب اس کی قدر کیا ہے؟ اس کو دل سے پڑھا جائے' اسے سمجھا جائے' یہ خدا کا پیغام ہے جو ہماری طرف آیا ہے۔ ﴿ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ ﴾[14:ابراهيم :52]

اللہ تعالیٰ نے سورہ ابراہیم کے آخر میں یہ بیان کر کے ﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾[14:ابراهيم:42] اے بندے! یہ خیال نہ کر کہ اللہ کو پتہ نہیں کہ دنیا کیا ظلم کرتی ہے؟ ﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا ﴾ یہ نہ سمجھ کہ اللہ کو پتہ نہیں لگتا کہ دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ ﴿ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ خدا نے یہ اس دن کے لیے سٹور کر رکھا ہے' خدا نے اس دن تک مہلت دے رکھی ہے جب ﴿ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی۔ ﴿ مُهْطِعِيْنَ ﴾ دوڑے جا رہے ہوں گے۔ ﴿ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ ﴾ سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہوں گے۔ ﴿ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ﴾

نگاہیں نیچی نہیں کر سکیں گے۔ ﴿ وَ اَفۡـِٕدَتُهُمۡ هَوَآءٌ ﴾ اور انتہائی بدحواس ہوں گے۔ یعنی یہ مہلت ہے' اس دن تک جب اللہ ان کو اپنے پاس بلالے گا۔ یعنی یہ قرآن بیان کر کے سارا اس کو سمجھا کر' اس کے بعد فرماتا ہے۔ ﴿ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ ﴾ یہ پیغام ہے لوگوں کے لیے' یہ اللہ کا کلام ہے۔ کسی جگہ فرمایا ﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ﴾ [3:ال عمران :138] یہ تمھارے لیے بیان ہے' یہ تمھاری ضرورت کی چیزیں ہیں۔ تمھاری ہدایت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی' ان کو اس کتاب کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس قرآن سے محبت کرو' اس قرآن کو سمجھو' اس کو پڑھو۔ آپ دیکھتے ہیں قرآن ختم بڑے ہوتے ہیں' لیکن ایسے ہی جیسے جی! اسے ختم کر دو' اس سے پیچھا چھڑاؤ' اس سے جان چھڑاؤ۔ حالانکہ قرآن کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے اور قرآن کے ختم پر اتنا زور نہیں جتنا اسے سمجھنے اور عمل کرنے پر ہے۔ ہمارے ہاں ختم پر ہی زور ہوتا ہے۔ قرآن ختم۔۔۔ ایک مہینے میں' ایک رات میں' اتنے دنوں میں' اتنی جلدی۔۔۔ حالانکہ حدیثوں میں ختم کا نام ہی نہیں آتا۔ صحابہؓ قیام کرتے' چنانچہ حدیث میں آتا ہے' جس دن قاری سورہ البقرہ بارہ رکعتوں میں پڑھا دیتا ہم سمجھتے کہ آج اس نے ہلکا کام کیا ہے اور جس دن آٹھ رکعتوں میں سورہ البقرہ ختم کر دیتا تو ہم سمجھتے کہ آج کچھ بھاری کام ہے۔ (رواه مالك ' مشكوة ' كتاب الصلوة' باب قيام شهر رمضان فصل ثالث عن الاعرجؒ)

اب جس کا مطلب ہے وہ پڑھتے رہے' سورہ البقرہ ہی پڑھ رہے ہیں۔ ضروری نہیں کہ آگے بھی چلیں۔ آگے بھی چلے جائیں گے۔ چلو اتنا ہی سہی کہ چار پارے ہیں' چار ہی سہی۔ پانچ ہیں تو پانچ ہی سہی۔ ختم والا مسئلہ اتنا زیادہ نہیں جتنا ہمارے ہاں ہے۔ یہ شبینے کی مصیبت کہاں سے نکلی ہے' یہ ختم کے چکر ہیں کہ جی! قرآن ختم کرو۔ اگر قرآن ختم ہو جائے گا تو پھر پتہ نہیں کیا کچھ آ جائے گا۔ یہ ایک جاہلانہ تصور ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ ختم کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔ قرآن مجید کا پڑھنا آپ سب سے زیادہ باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ کا

کلام ہے۔ ایک ایک حرف کی دس دس نیکیاں ہیں لیکن قرآن کی اصل عزت قرآن پر عمل کرنے سے ہے۔ آج مسلمان قرآن مجید پر عمل کرنے سے بہت دور ہے۔ اس قرآن پر عمل نہیں ہے۔ دیکھیے! قرآن مجید کا فیلڈ (Field) کیا ہے؟ قرآن کیا بیان کرتا ہے؟ قرآن مجید میں مسائل بہت کم ہیں حتی کہ مسائل کی طرف جیسے کہتے ہیں توجہ ہی نہیں۔ قرآن مجید میں مسائل کی طرف توجہ نہیں ہے کہ مسائل بیان کرنے ہیں۔ اب دیکھیے! مسائل اگر شروع کرو تو سب سے پہلے کلمہ آئے گا' سارے قرآن میں کلمہ کہیں نہیں ہے۔ آپ حیران ہوں گے' کسی مولوی سے پوچھ لیں' کسی حافظ سے پوچھ لیں سارے قرآن میں کلمہ کہیں نہیں ہے۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہیں نہیں ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی کہیں نہیں ہے۔ تبلیغی جماعت والوں نے ویسے ہی چھ نمبر رکھے ہیں۔ وہ نکلیں گے تو قرآن ہی سے لیکن ایک بھی پورا کلمہ قرآن مجید میں نہیں ہے۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پتا نہیں کتنی بار آتا ہے' سینکڑوں بار لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ آتا ہے اور محمد رسول اللہ بھی ایک آدھ مرتبہ آتا ہے۔ لیکن پورا کلمہ کہیں نہیں ہے۔

اس کے بعد دوسرا نمبر کیا آئے گا؟ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ سب سے پہلے کلمہ اس کے بعد نماز۔۔۔ اب نماز کی کوئی کیفیت قرآن کے اندر نہیں ہے۔ نماز کیسے پڑھی جائے گی؟ نماز کے اوقات کا تعین' نماز کی کیفیت' نماز کی رکعتیں' کتنی نمازیں ہیں ۔۔۔ قرآن مجید اس سلسلہ میں بالکل خاموش ہے۔ یہ تو ہمارے مولوی ہیں جنھوں نے لوگوں کو ویسے ہی مصیبت میں ڈال رکھا ہے کہ اجی! امام کے پیچھے الحمد شریف نہیں پڑھنی چاہیے۔ قرآن میں ہے: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا ﴾ [الاعراف: 7: 204] یہ ایک بالکل غلط انداز ہے۔ بالکل ہی غلط بات ہے۔ اگر نماز سیکھنی ہو تو حدیث سے' اگر دین کی تفسیر سیکھنی ہو' مسلمان بننے کے لیے تو

اس کی تفسیر حدیث سے سیکھو۔لیکن قرآن کیا ہے؟ قرآن آدمی کو موحد بناتا ہے۔بس اس کا یہ کام ہے۔ قرآن بندے کو اللہ کی معرفت دیتا ہے۔چونکہ یہ اللہ کا کلام ہے' لیکن اللہ کی قدرت قرآن پڑھ کر آج کے مسلمان کو اور کسی چیز کا پتہ لگ جائے سو لگ جائے اللہ کا پتہ نہیں لگتا۔ پھر مشرک کا مشرک۔ حتی کہ شرک اتنا عام ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں' بریلوی کیا' شیعہ کیا؟ دیوبندی کیا ؟ تمام کے تمام شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔اور حالانکہ قرآن سارے ہی پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید کا بنیادی طور پر صرف ایک مضمون ہے۔ ویسے قرآن ہدایت کی کتاب ہے اور ہدایت کے معانی کیا ہوتے ہیں؟ راہ دکھانا' دیکھو شروع شروع میں کیا ہے؟ ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ [2:البقرة:1] یقین کرلو کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کا کلام ہے۔ کس لیے؟ ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ہدایت کے لیے ہے ۔اب ہدایت کے معنی کیا ہیں؟ یہ بندے کو راہ دکھاتی ہے کہ اللہ کی طرف جانے کا راستہ یہ ہے۔ یہ قرآن کا کام ہے اچھا یہ راستہ دکھاتی ہے۔ یہ اللہ کا تعارف کرواتی ہے کہ یہ اللہ ہے اور اللہ ﴿هُوَ الَّذِيْ﴾ اللہ وہ ہے۔ ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ [39:الزمر:6] وہ اللہ تمھارا رب ہے۔ پہچان لو۔ یہ تمھارا اللہ ہے۔ لیکن لوگوں کو آج تک پتہ نہیں کہ اللہ کون ہے؟ مانگنا ہو تو کبھی اللہ سے نہیں مانگیں گے جب تک کسی پیر کو درمیان میں نہیں ڈالیں گے۔ جس نے پیر کو درمیان میں ڈال کر مانگا' اس نے اللہ کو خاک پہچانا۔ اللہ کہتا ہے کہ اے بندے! میں پیدا کرنے والا' میں تیری ضرورتیں پوری کرنے والا' تیرے اندر جو احساسات' جو تحریکات ہیں ان کا میں پیدا کرنے والا ہوں۔ تیری ضرورتوں کو میں جاننے والا' پھر تو پیروں کو جا کر بتائے کہ میری یہ ضرورت ہے' میری یہ ضرورت ہے۔ تو نے مجھے کیا خدا سمجھا ہے؟ ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ [67:الملك:14] ارے اس کو پتہ نہ لگے جس نے پیدا کیا؟ میں تیرا پیدا کرنے والا۔ کیا مجھے پتہ نہیں کہ تیری ضرورتیں کیا ہیں؟ تیری تکلیفیں کیا ہیں؟ اور وہ کیسی

حل ہو سکتی ہیں؟ اس لیے مجھے پکار۔ ﴿اُدْعُوْنِیْ﴾ [40:المؤمن:60] اور کیا کہہ؟ یہ کہہ کہ یااللہ! تو نے مجھے پیدا کیا' تو ہی میرا ہر طرح سے ذمہ دار ہے۔ اس لیے میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ یہ قرآن سکھاتا ہے' لیکن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ دیکھو جی! اللہ تو سنتا نہیں' جب تک سیڑھی درمیان میں نہ لگاؤ' کسی پیر کو نہ لگاؤ' اللہ سنتا ہی نہیں۔ یہ کھلا شرک ہے۔ شروع سے آدم کو مشرک بنانا شروع کرتا ہے۔ یہ آج کل کا مسلمان یہ نہیں کہ یہ خود ہی مشرک بنتا ہے' آدم سے شروع کرتا ہے کہ آدم علیہ السلام نے پھل کھالیا۔ کپڑے چھن گئے' جنت سے نکل گئے۔ پھر آدم علیہ السلام نے کیا کیا؟ آدم علیہ السلام نے اللہ کو اس کے رسول ﷺ کا واسطہ دیا۔ محمد ﷺ کے واسطہ سے مجھے بخش دے۔ اللہ نے کہا جا' تو نے بڑے کا نام لیا' میں نے تجھے بخش دیا۔ اب قرآن پڑھنے والا یہ باتیں کبھی نہیں کر سکتا۔ یہ مشرکوں کی باتیں ہیں مسلمانوں کی باتیں نہیں ہیں۔ جس نے قرآن پڑھا ہو وہ ایسی باتیں کبھی نہیں کرتا۔ دیکھو قرآن نے کیسی صاف بات کی ہے کہ آدم علیہ السلام نے پھل کھالیا۔ پہلے اللہ نے ڈانٹا کہ ﴿اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ﴾ [7:الاعراف:22] اے آدم' اے حوا..! میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ یااللہ! ٹھیک ہے' ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾ یااللہ! غلطی ہو گئی' شیطان نے ہمیں ورغلا دیا۔ ہم غلطی کر بیٹھے۔ آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا' اب پھر کیا کریں۔ پہلا انسان ہے' کچھ پتہ نہیں۔ ﴿فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ﴾ [2:البقرۃ:37] آدم علیہ السلام نے مجھ سے دعا سیکھی کہ اب میں کیا پڑھوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔ یہ قرآن کہتا ہے؟ آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھے اور وہ پڑھے۔ ﴿فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ اللہ اس پر مہربان ہو گیا۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ پھر فرمایا: ﴿قَالَا﴾ دونوں میاں بیوی۔۔۔ ہماری اماں اور ابا۔۔۔ آدم علیہ السلام او

حوا علیہا السلام کہنے لگے: ﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا ﴾ اے رب ہمارے! ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کر لیا۔ ﴿ وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا ﴾ اگر تو نے ہمیں نہ بخشا ﴿ وَتَرْحَمْنَا ﴾ اگر تو نے ہم پر رحم نہ کیا ﴿ لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ [7:الاعراف :23] ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں، ہم تو لٹ گئے، گھر ہمارا گیا، کپڑے ہمارے گئے، ہم تو بڑے خسارے میں ہیں۔ ہمارا یہاں حال یہ ہے وہاں کیا ہو گا؟ اللہ تیرا رحم، تیرا فضل، تیری مہربانی چاہتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ فَتَابَ عَلَيْهِ ﴾ جب انھوں نے یہ کلمات کہے، یہ دعائیں کیں، میں مہربان ہو گیا، میں نے ان کو بخش دیا، ان کو معاف کر دیا۔ لیکن کہا کہ اب تم جنت میں نہیں رہو گے، رہو گے تو اب دنیا میں رہو گے، مفت کی چیزیں تمھیں راس نہیں آئیں۔ لیکن اب میں تمھیں سزا نہیں دوں گا کہ تمھیں دوزخ میں ڈال دوں۔ یہ نہیں ہو گا۔ جاؤ جا کر اب دنیا میں رہو۔ یہ تو قرآن بیان کرتا ہے۔ لیکن ہمارا آج کل کا مسلمان کیا کہتا ہے؟ یہ کہ آدم علیہ السلام نے "محمد ﷺ" کا نام لے کر اللہ کو ریکایا (ڈرایا) اللہ گھبرا گیا، اللہ کو لحاظ آیا یا ترس آیا۔ دیکھو نا کسی کا نام لے کر منوانے کے کیا معنی ہیں؟ کبھی تو غور کریں۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں جب تم اللہ کے سامنے کسی کا نام لیتے ہو، پھر تم سمجھتے ہو کہ اللہ مان گیا، تو اس کی کیا صورت ہے؟ یا تو اللہ ڈر گیا ہے یا پھر اس کا اللہ پر اتنا بوجھ اور احسان ہے کہ اللہ اس کی بات کو رد نہیں کر سکتا۔ یا وہ اللہ کی محبت میں اتنا گرفتار اتنا گرفتار ہے کہ وہ اللہ اس کی بات کو رد نہیں کر سکتا۔ (الواسطة بين الخلق والحق للشيخ الاسلام ابن تيميهؒ) آخر کیا چکر ہے؟ کوئی صورت فرض کر لو، لازماً اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ پر حرف آئے گا۔ اور اللہ کہتا ہے ﴿ اُدْعُونِي ﴾ اے میرے بندے! مجھے ڈائریکٹ پکار کر کہہ اَللّٰهُمَّ یارب! اے میرے رب! اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي دیکھیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو سید الاستغفار کہا ہے، تمام استغفاروں کا سردار اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي اے اللہ! تو میرا رب ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ تیرے سوا کوئی الہ نہیں۔ خَلَقْتَنِی تو میرا خالق ہے۔وَ اَنَا عَبْدُكَ اور میں تیرا بندہ ہوں۔ دیکھو کیا باتیں ہو رہی ہیں' کیا حقیقت کھل رہی ہے۔ اللہ! تو میرا خالق ہے' میرا تیرا بندہ ہوں۔ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِی وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَاسْتَطَعْتُ یااللہ! جو میں نے تجھ سے عہد کیا تھا' جو تجھ سے وعدہ کیا تھا میں اس پر پکا ہوں کہ میں تیرے سوا کسی کو پکاروں گا نہیں۔ تیرے عہد' تیرے وعدے میں پکا ہوں۔ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ میں اقرار کرتا ہوں کہ تیری طرف سے نعمتوں کی بارش ہے وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِی میری طرف سے تو گناہ ہی گناہ ہیں۔ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِی میں گناہ کرتا رہا تو نعمتیں دیتا رہا' میں بہت ناشکرا ہوں' میں بہت قصوروار ہوں' فَاغْفِرْلِی فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلاَّ اَنْتَ (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل الاستغفار) مجھے بخش دے' مجھے پتہ ہے کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ یہ سید الاستغفار ہے۔ دیکھو اس میں کیا حقیقت کھلی۔ صرف یہ نہیں کہ یااللہ بخش دے' یااللہ بخش۔ ایسے نہیں سکھایا بلکہ پہلے اللہ کا تعارف سکھایا' اللہ تو میرا رب ہے' لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے بھائیو! یہ جملہ اللہ کو اتنا پیارا ہے' اتنا پیارا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ کون سا؟ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ اور اگر اور زیادہ پیارا کرنا ہو تو لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ تیرے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔ یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں قید ہو گئے' کوئی آواز سننے والا نہیں' کوئی ضمانت دینے والا نہیں' کوئی سفارش کرنے والا نہیں' مچھلی کے پیٹ میں یہی کلمہ تھا۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ﴾ اللہ تیرے سوا کوئی سہارا نہیں' میرا سہارا صرف تو ہے۔ ﴿سُبْحٰنَكَ﴾ تو پاک ہے' ﴿اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [7:الاعراف:23] دیکھو کہ نبی علیہ السلام' یہ قرآن'

یہ نبیوں کی دعائیں' ایک نبی کی دعا' دوسرے نبی کی دعا' تیرے نبی کی دعا' چوتھے نبی کی دعا' یہ قرآن بیان کرتا ہے۔ لیکن یہ مسلمان پھر بھی مشرک ہی ہے۔ دعاؤں کے معاملہ میں اس قدر مشرک ہے' اس قدر شرک کرتا ہے کہ ہمارے بوڑھے راتوں کو جاگنے والے' تہجد کے وقت شور مچانے والے' دعا ان الفاظ میں کرتے ہیں: تجھے فاطمہؓ کا واسطہ' تجھے علیؓ کا واسطہ ۔۔۔ یہ عبادت ہو رہی ہے۔ کس قدر یہ جہالت کی باتیں ہیں۔ اگر قرآن کے بعد بھی کوئی آدمی مشرک رہ جائے' قرآن پڑھنے کے بعد اسے خدا سے مانگنا نہ آئے تو اس کے لیے قرآن نے کیا کام کیا؟ کام اس کے لیے کچھ نہیں' اس کو قرآن کا بالکل کوئی فائدہ نہیں۔

میرے بھائیو! رمضان کی قدر تب ہی ہو سکتی ہے کہ آپ قرآن کو سمجھ جائیں اور اس کو سمجھ کر اپنے آپ کو مسلمان بنالیں۔ مسلمان کون ہوتا ہے؟ مسلمان وہ ہوتا ہے جو اللہ سے محبت کرتا ہے اور اسی سے اس کا تعلق ہوتا ہے' اس سے وہ اتنا پیار کرتا ہے اتنا پیار کرتا ہے کہ ہر مشکل میں اسے ہی پکارتا ہے۔ صرف اسی پر توکل کرتا ہے۔ ﴿فَتَوَكَّلُوْا عَلَى اللّٰهِ﴾ اور کہیں ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [5:المائدہ:23] تم ایمان لے آؤ۔ اب ظاہر ہے کہ میں تو جدی پشتی ایمان والا ہوں' میں نے تو سب کچھ قبول کر لیا ہے' فرشتوں کو میں مانتا ہوں' آخرت کو میں مانتا ہوں۔ میں تو ایمان لے آیا ہوں۔ اللہ کہتا ہے ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اگر ایمان والے ہو تو مجھ پر بھروسہ کرو۔ اگر ایمان والے ہو تو مجھ پر بھروسہ کرو۔ یا اللہ! یہ ہے نہیں' دیکھو نا۔۔۔ ایمان کو کس چیز میں پیش کیا ہے۔ ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ یہ ایمان کا Climax ہے۔ یہ ایمان کی چوٹی ہے۔ ابتدائی طور پر تو ایمان یہ ہوگا کہ پہلے اللہ کو ماننا' پھر فرشتوں کو ماننا' رسولوں کو ماننا' جنت کو ماننا' دوزخ کو ماننا' کتابوں کو ماننا۔۔۔ یہ سب کچھ ہو گیا پھر کیا نتیجہ نکلا؟ ایسا نتیجہ نکلے کہ اللہ سے محبت ہو جائے۔ اور ایسی محبت ہو جائے کہ بندہ یہ سمجھے کہ جب

اتنی بڑی ذات میری دوست ہے' اتنی بڑی ذات جو سب کچھ کر سکتی ہے' وہ میرا پیارا ہے' اور وہ میرے ہر حال سے واقف ہے۔ تو پھر اور کسی پر بھروسہ کر ہی نہیں سکتا۔ اور اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ مشرک کا اللہ پر کبھی توکل نہیں ہوتا۔ اور اللہ نے کیسی شرط بیان کی ہے؟ ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اور یہی توحید ہے۔ اور اگر غیروں کا سہارا لیا' اور ہم لوگ کرتے ہی یہی ہیں اور اللہ بھی آدمی کو آزمانے کے لیے معاملے کو ہمیشہ لمبا کر دیتا ہے۔ آپ کو کسی ابتلا میں ڈال دیا' کسی چکر میں ڈال دیا' تھوڑی دیر آپ نے دعا کی مگر کچھ نہیں ہوا۔ پھر آپ مولوی صاحب کے پاس دوڑے دوڑے آئے' مولوی صاحب آپ بھی لگ جائیں۔ مولوی بھی لگ گیا۔ پھر بھی کچھ نہیں ہوا۔ ادھر ادھر چکر لگائے پھر بھی کچھ نہیں ہوا۔ پھر کسی نے دوسری طرف سے کہا' ارے واہ! تو بھی کیسا ہے؟ فلاں پیر کے پاس چلا جا۔ پھر منٹوں میں سب کچھ ہو جائے گا۔ پیر کے پاس ایسی چابی ہے' اللہ سے سارے کام کروا دے گا۔ بس پیر کے پاس دوڑا چلا گیا۔ کام تو اللہ ہی نے کرنا تھا' پہلے بھی پھر بھی۔ جب وہ پیر کے تھرو (وسیلے سے) جاتا ہے تو اس کا عقیدہ راسخ ہو جاتا ہے' تو اس کا یہ عقیدہ راسخ ہو جاتا ہے کہ اجی! بغیر سیڑھی کے کوٹھے پر چڑھ ہی نہیں سکتے۔ بس جب اس کا یہ عقیدہ ہو جاتا ہے' اللہ اس کا کام کر دیتا ہے۔ فرماتا ہے تیرا بیڑا غرق' تو نے مجھے کیا پہچانا؟ اللہ فرماتے ہیں کہ میں معاملے کو لمبا کیوں کرتا ہوں؟ یہ دیکھنے کے لیے کہ مجھے چھوڑ کر کسی اور جگہ تو نہیں چلا جاتا؟ آدمی اگر سوچے کہ اللہ سے زیادہ جلدی کوئی سننے والا ہے؟ اللہ سے زیادہ کسی اور کو جلدی علم ہو جاتا ہے؟ اللہ سے زیادہ کوئی ترس کھانے والا ہے؟ آخر کیا بات ہے؟ جو اللہ کے ہاں نہیں ہے اور دوسروں کے ہاں پائی جاتی ہے۔ اسی لیے تو اللہ کا دروازہ چھوڑ کر دوسروں کے پاس جاتا ہے۔ بچہ نہ ہو' تو پہلے حکیم اور ڈاکٹر' پھر مولوی' پھر فقیر' پھر چٹکیاں' پھر بچہ۔۔۔ لوگ پھر کہتے ہیں کہ واہ واہ! کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ فقیر نے چٹکی لگائی۔۔۔ یہ لو! بچہ آ بھی گیا۔ اور اللہ راستہ یہی بناتا ہے۔ کیونکہ یہ کچا ہے' اس کو اسی راستہ سے دو۔ ایمان گیا۔ لڑکا دے دیا اللہ نے اور اگر آدمی یہ سوچے

روحوں کا خزانہ بھی اس کے پاس' باقی سب کچھ اس کے پاس' دینا تو اسی نے ہے۔ اگر میری قسمت میں ہے تو وہ ضرور دے گا۔ اگر اس کو منظور نہیں' تو کوئی پیر کچھ کر سکتا ہے اور نہ کوئی فقیر کچھ کر سکتا ہے۔ نہ کوئی حکیم اور نہ کوئی ڈاکٹر۔۔۔ میں اس کا یہ دروازہ کیوں چھوڑوں' اللہ بس یہی دیکھتا ہے کہ جب بندہ دروازہ چھوڑ کر ادھر ادھر پھرتا ہے بس پھر اللہ اس کو دھکا بھی دے دیتا ہے۔ اس کا کام دنیا کے اعتبار سے کر دیا۔ لیکن ایمان سے وہ بالکل گیا۔ قرآن یہ سکھاتا ہے' قرآن جو ہے اللہ اور بندے کے درمیان جو صحیح تعلق ہے' اس کو استوار کرتا ہے۔ جب یہ تعلق قائم ہو جاتا ہے' اس کے بعد پھر باقی سب چیزیں آ جاتی ہیں اور میں نے یہ بہت دفعہ بیان کیا ہے۔ خوب توجہ سے سن لیجیے! دیکھیے! تیئیس سال نبی رہے' تیئیس سال آپ حیثیت نبی کے دنیا میں زندہ رہے۔۔۔ تیرہ سال مکے میں اور دس سال مدینے میں' تیرہ سال میں کوئی مسئلہ نہیں اترا۔ نماز کا حکم ہو گیا۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کی جماعت کا کوئی نظم نہیں تھا۔ اذان وغیرہ یہ سب کچھ جا کر مدینہ میں شروع ہوا۔ حتی کہ نماز' روزہ' حج' جہاد' زکوۃ' نکاح' اور طلاق کے مسائل کاروبار کے مسائل' زندگی کے سارے مسائل۔۔۔ یہ سب جا کر مدینہ میں اترتے ہیں۔ تیرہ سال میں قرآن اتنا اترا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ قرآن پڑھ کر دیکھ لو' قرآن پڑھو دیکھ لو۔۔۔ پہلے یہ مکی سورت ہے یا مدنی سورت ہے۔ اگر مکی سورت ہے تو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے' پہلے تیرہ سال میں۔ اگر مدنی سورت ہے تو ہجرت کے بعد دس سال میں نازل ہوئی ہے۔ دیکھ لو مکی سورتیں کتنی ہیں؟ کیا نازل ہو تا رہا ہے۔ وہی ایمان کو پختہ کرنا' زمین کو بنانا' اس کو دوسرے لفظوں میں یوں دیکھ لو جیسے یہ اکثر محکمہ زراعت والے کہتے ہیں کہ اگر تم نے گندم کاشت کرنی ہے تو یہ نہیں کہ تم یکایک جا کر بیج ڈال دو' زمین کو پہلے بناتے رہو۔ ایک دفعہ ہل چلاؤ' دوبارہ چلاؤ۔ پھر سہاگہ مار دو۔ اس کو دبا دو۔ پھر ہل چلاؤ' جتنی زیادہ زمین بنے گی' اتنی اچھی فصل ہو گی۔ یعنی قرآن کی سورتوں میں مسائل نہیں بتاتا۔ یہ سب نبی پر چھوڑ دیا کہ وہی بتائے گا۔ کلمہ نبی بتائے گا' نماز بھی نبی بتائے گا' روزہ بھی نبی بتائے گا۔ قرآن نام لیتا ہے روزے کا' فلاں چیز کا' فلاں چیز کا' لیکن تفصیل کہ روزہ رکھنا کیسے ہے؟ نماز کیسے پڑھنی ہے؟۔۔۔ اب دیکھو نا یہ مسئلہ جس کا میں نے شروع میں اشارہ کیا تھا۔

مسئلہ یہ ہے کہ یہ بھی ضروری ہے۔ رمضان شریف بھی گزر رہا ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے۔ حدیث کے لفظ کتنے واضح اور دوٹوک ہیں لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ جو شخص نماز میں الحمد شریف نہیں پڑھتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ یہ حدیث ہے(صحیح بخاری کتاب الاذان' باب وجوب القراۃ الامام والماموم فی الصلوات کلھا) جو شخص نماز میں الحمد شریف نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور پھر اس الحمد شریف کا نام نماز ہے۔ یہ جو الحمد للہ رب العالمین ہے یہ سات آیتیں ہیں۔ اس کا نام نماز ہے۔ حدیث قدسی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قَسَمْتُ الصَّلٰوۃُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ (رواہ مسلم' مشکوۃ ' باب القراۃ فی الصلوۃ فصل اول عن ابی ھریرۃؓ) کہ میں اور بندہ دونوں نماز کو آدھ آدھ تقسیم کر لیتے ہیں۔ بھئی ! کیسے تقسیم کر لیتے ہیں؟ اللہ نے الحمد کی تقسیم کر دی کہ الحمد شریف کی ساڑھے تین آیتیں اللہ کا حصہ ہیں اور ساڑھے تین بندے کا حصہ ہیں۔ یعنی الحمد شریف کو نماز کہا ہے۔ تو اسے یہ بات بالکل واضح ہے کہ الحمد نماز کا رکن ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں' جس رکعت میں الحمد نہیں پڑھی گئی' وہ رکعت نہیں ہوتی۔ اور حدیث میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ آتی ہے' حضرت عبادہ بن صامتؓ سے بخاری و مسلم میں روایت ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ اس آدمی کی نماز ہی نہیں جس نے الحمد شریف نہیں پڑھی۔ اب امام ہو یا اکیلا ہو' مقتدی ہو یا امام ہو' اکیلا ہو' یا جماعت ہو' فرض ہو یا نفل' جنازہ ہو یا کوئی اور نماز جس رکعت میں نمازی الحمد شریف نہیں پڑھے گا وہ نماز نہیں ہوگی۔ (صحیح البخاری کتا ب الاذان) اب اس کو حنفی کیا کہے گا؟ دیکھو جی! آپ حدیث کو لیتے ہیں اور ہم قرآن کو لیتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ ﴿ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ﴾

[7:الاعراف:204] اور جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو۔ بس جب قرآن نے روک دیا' تو رک جاؤ۔۔۔ اللہ اللہ خیر سلا۔۔۔ اب جو ایک آدمی بے خبر ہوتا وہ کہتا ہے کہ ہاں بھئی! قرآن پہلے' حدیث بعد میں۔ اب اس مولوی سے کوئی پوچھے کہ قرآن کی آیت میں کہیں نماز کا ذکر ہے؟ کیا یہ نماز کے بارے میں ہے؟ جب سارے مسئلے قرآن میں نہیں۔ سب سے پہلے بات جو ہے وہ یہ کہ آدمی نماز میں کھڑا کیسے ہو؟ ہاتھ کیسے باندھے؟ پھر اس کے بعد ابتدا کیسے کرے؟ اس کے بعد کتنی رکعتیں پڑھے؟ قیام میں کیا کرے؟ رکوع میں کیا کرے؟ سجدے میں کیا کرے؟ کہیں رکوع پہلے کہیں سجدہ پہلے۔۔۔ قرآن میں تو یہ ہے۔ ﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ [3:ال عمران:43] سجدہ پہلے' رکوع بعد میں۔ یہ تو قرآن ہے۔ سجدہ پہلے' رکوع بعد میں۔ حالانکہ ہم نماز پڑھتے ہیں' اس میں رکوع پہلے اور سجدہ بعد میں کرتے ہیں۔ یعنی قرآن نے نماز کی تفسیر بالکل بیان ہی نہیں کی۔ لیکن یہ آیت لا کر ہمارے حنفی بھائی۔۔۔ کیا دیوبندی' کیا بریلوی۔۔۔ دونوں اڑ جاتے ہیں۔ کہ نہیں نہیں' کوئی الحمد نہیں۔ جب امام نماز پڑھائے' وہ وکیل ہے' بس وہ پڑھتا جائے اور تم چپ رہو۔۔۔ اللہ اللہ خیر سلا۔۔۔ اب حدیث کو قرآن کے مقابلہ میں اور قرآن کو حدیث کے مقابلہ میں معاملہ صاف کر دیا۔ اب جس آدمی کو اللہ نے سمجھ دی ہو' وہ سوچے گا کہ جب کوئی مسئلہ نماز کا' قرآن میں نہیں' نہ رکوع کا نہ سجدہ کا' نہ قیام' نہ التحیات' یہ بھی نہیں کہ نمازیں کتنی ہیں؟ پانچ ہیں' چار ہیں' تین ہیں؟ جیسے پرویزی کہتے ہیں دو ہیں۔ قرآن سے نکالتے ہیں- کوئی کہتا ہے کہ تین ہیں ہم قرآن سے نکالتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ نماز ڈیوٹی کا نام ہے اور کچھ نہیں۔ ﴿ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ﴾ [24:النور:48] ہر ایک کو اپنی ڈیوٹی کا پتہ ہے۔ نماز کے معنی ڈیوٹی ہیں۔ دفتر کی ڈیوٹی ٹھیک ادا کرو یہی نماز ہے۔ جب قرآن میں نماز کی تفصیل ہے ہی نہیں' تو اللہ کے بندے یہ آیت کہاں سے آگئی جو تجھے یہ بتادے کہ الحمد نہ پڑھا کرو۔ اللہ کے رسول

ﷺ فرماتے ہیں' لوگو! صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ (رواہ البخاری کتاب الاذان ' باب اذان المسافرین اذان کانوا الجماعة) نماز مجھ سے سیکھو' نماز میں مجھے دیکھو کہ میں کیسے پڑھتا ہوں؟ نماز کا طریقہ وہ ہے جو میں بتلاؤں گا۔ اور قرآن کی آیت کا مطلب کیا ہے؟ ﴿ اِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ﴾ کافر کہتے تھے کہ جب یہ محمد ﷺ کھڑے ہو کر قرآن کا وعظ کریں تو شور مچایا کرو تاکہ ان کی بات کوئی نہ سنے۔ تمھاری جیت رہے' یہ قرآن میں ہے' ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ [41:فصلت:26] کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو' اس میں شور مچاؤ تاکہ تم ہی غالب رہو۔ اللہ نے فرمایا: ﴿ اِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ ﴾ جب قرآن کا وعظ کیا جائے' میرا نبی تمھیں قرآن سنائے ﴿ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ﴾ سنو اور چپ رہو ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ تاکہ تم پر اللہ کی رحمت ہو' تمھاری سمجھ میں کچھ آجائے۔ آیت کا یہ مطلب ہے۔ اور انھوں نے اٹھا کر اسے نماز پر لگا دیا۔ الحمد شریف اڑا دیا۔ اچھا اب آدمی سوچے کہ اگر یہ آیت نماز کے بارے میں ہے کہ جب امام پڑھے تو سنو تو اب کتنی رکعتوں میں سنے گا؟ مغرب کی دو' عشاء کی دو' فجر کی دو' کل چھ۔ باقی ظہر کی پوری چار' عصر کی پوری چار' کل آٹھ مغرب کی ایک' تو عشاء کی دو پچھلی کل گیارہ۔۔۔ گیارہ رکعتوں میں کیوں پڑھے؟ پھر کیوں اسے چپ کرواتے ہو۔ اگر اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ جب امام پڑھے تو چپ رہو نہ پڑھو' بلکہ سنو۔ اگر اس کا یہی مطلب ہے' تو باقی گیارہ رکعتوں میں تم اسے چپ کیوں کرواتے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ اجی اویسے بھی کام چلتا ہے اور اس طرح بھی۔ یہ دین کے بگاڑ کی صورت ہے۔ جب یہ تمیز نہ ہو کہ قرآن کا میدان کیا ہے؟ ہمیں کالجوں میں تجربہ ہے' وہاں فنکشنز ہوتے ہیں' وہاں مختلف مضامین کی سوسائٹیاں ہوتی

ہیں۔ مثلاً سائنس والے ہیں' جغرافیہ والے ہیں' تاریخ والے ہیں' اب وہ کیا کریں گے کہ اجی! کوئی ایسی بتلاؤ جو ہمارے Subject تاریخ پر فٹ آجائے کیونکہ ہمارا مضمون ہسٹری ہے۔ سائنس والے اپنے لیے کوئی آیت تلاش کر لیتے ہیں' اور آرٹس والے اپنے لیے کوئی آیت تلاش کریں گے۔ اور جاہلوں میں یہ ہے کہ قرآن میں سب کچھ ہے۔ ایٹم بم کا فارمولہ بھی ہے وہ مولویوں کو نظر نہیں آتا۔ قرآن میں سب کچھ ہے وہ بے وقوف سمجھتا ہی نہیں کہ یہ قرآن ہے کیا؟ قرآن نے شروع میں یہ کہہ دیا ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ لیکن اس کا فیلڈ کیا ہے؟ ﴿ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ یہ صرف متقین کے لیے ہدایت ہے۔ بس اس کا اور کوئی فیلڈ نہیں۔ یہ تاریخ' سائنس' یا فقہ کی کتاب نہیں بلکہ یہ ہدایت کی کتاب ہے۔ ہدایت کے معنی کیا ہیں؟ رستہ پیش کر دینا' سڑک پکی بنا دینا تاکہ جب محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر آئیں تو اس پر مزے مزے سے چلتے جائیں۔ یہ ہے صورت۔ آپ اس سے اندازہ کریں۔ رمضان شریف کتنا گزر گیا ہے اور قرآن کتنے ختم ہو گئے' مگر اندھیرے میں کوئی فرق پڑا ہے' وہی گھٹا ٹوپ اندھیرا۔ وہی پہلے والی جہالت۔ ذرا بھی فرق نہیں پڑا۔ حالانکہ قرآن کو اللہ نور کہتا ہے۔ ﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ﴾ [التغابن:64: 8]

لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا ہے۔ یہ قرآن نور ہے' اور نور کے معنی کیا ہیں؟ روشنی۔۔۔ جب یہ روشنی ہو جاتی ہے' مومن کو اللہ کی پوری معرفت اس سے حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے لیے' دین کے کام بالکل مشکل نہیں رہتے۔ دیکھو! قرآن نے کیا جامع بات کہی ہے۔ کیونکہ قرآن کا کام زمین تیار کرنا ہے۔ ﴿ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ [الحشر:59: 60] بس قصہ ختم۔۔۔ کیوں؟ اس لیے کہ مسئلہ سارے محمد ﷺ ہی بتائیں گے۔

﴿ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ﴾ جو تمھیں رسول ﷺ دیں وہ لے لو ﴿ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ جس سے رسول تمھیں روک رک جاؤ' باز آجاؤ۔ اس لیے مسئلے سب محمد ﷺ ہی بتائیں گے۔ ﴿ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ ایک عورت کہنے لگی کہ یہ مسئلہ کیسے ہے؟ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا تو قرآن نہیں پڑھتی؟ کہنے لگی کہ قرآن میں یہ مسئلہ کب ہے؟ وہ کہنے لگے دیکھ' تجھے مسئلے کا علم ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ لیکن تو کہتی ہے کہ قرآن میں نہیں ہے۔ جوبات رسول اللہ ﷺ نے کہہ دی وہ سمجھ لو کہ قرآن کا مسئلہ ہے۔ جب قرآن یہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ جو دیں وہ لے لو' جس سے روک دیں باز آجاؤ۔ قصہ ختم ہو گیا۔ (صحیح بخاری' کتاب اللباس باب المتنمصات عن علقمہؓ) اور یہ ایمان ہے۔ اب اپنے ایمان کا جائزہ لیں۔ کیا آپ کا ایمان تسلیم کرتا ہے کہ جو رسول دے دے وہ لے لو اور جس سے روک دیں باز آجاؤ۔ سوچیے! ایک منٹ کے لیے کہ کیا یہ ایمان ہے؟ اور میں سوچا کرتا ہوں کہ اگر مسلمان ایک لمحہ کے لیے بھی سوچ لے تو داڑھی منڈانے والا مسلمان اسی وقت باز آجائے۔ اور یہ فیصلہ کر لے کہ اللہ کے رسول ﷺ منع کرتے ہیں' میں ٹلتا ہی نہیں۔ تو قرآن کے خلاف ہو گیا نا۔۔۔ بالکل سارے مسئلے آگئے۔ سود کھانے والا' رشوت کھانے والا' الٹے سیدھے کام کرنے والا۔۔۔ جب قرآن یہ بات سکھاتا ہے کہ جو میرا رسول ﷺ دے وہ لے لو اور جس سے روک دے اس سے رک جاؤ۔ اب اگر قرآن پر ایمان ہو' تو یہ بات بالکل راسخ ہونی چاہیے' اور جس نے پھر بھی اپنی مرضی کی کہ جی! دل نہیں مانتا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔ دیکھو! قرآن نے تو یہی کہا ہے کہ جو میرا رسول دے اس کو لے لو اور جس سے روک دے اس سے باز آجاؤ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (رواہ فی

شرح السنة ، مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتب والسنۃ ، فصل الثانی عن عبداللہ بن عمرؓ) کوئی آدمی تم میں سے ایمان والا ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہشات کو میری بات کے تابع نہ کر دے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمادیا۔ دیکھو کیسی مطابقت ہے قرآن کی اور حدیث کی کہ تمھارا ایمان صحیح ہو ہی نہیں سکتا کہ جب تک تمھاری خواہشات، آرزوئیں، تمھارے دل کی باتیں میرے حکم کے تابع نہ ہو جائیں۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ آدمی صحیح معنوں میں مسلمان ہی نہیں جو مستقل اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے۔ اتفاق سے ہو جائے، نگاہ ادھر ادھر ڈالی، پتہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے، لیکن نگاہ ادھر ادھر ڈال دی اور پھر کہتا ہے، شرماتا ہے، اللہ مجھے معاف کر دے، مجھ سے غلط ہو گئی، بشری تقاضے کے تحت، غلطی ہو گئی، چالیس پچاس کا شیو کرنے والا سیٹ رکھا ہوا ہے، روزانہ شیو کرتا ہے، رگڑے پر رگڑا دیتا ہے۔ پھر شیشہ دیکھتا ہے کہ چہرہ فرسٹ کلاس ہوا ہے کہ نہیں ہوا۔ اسے ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ ہوتے تو میری شکل دیکھنا بھی پسند نہ کرتے۔ کیا یہ باتیں غلط ہیں؟ آخر ان باتوں پر کون عمل کرے گا؟ قبروں سے مردے آکر ان پر عمل کریں گے یا پھر ہندو؟ یہ قرآن سکھاتا ہے: ﴿ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ آگے کیا کہا؟ جو رسول دے اسے لے لو اور جس سے روک دے اس سے باز آجاؤ۔ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾[59:الحشر:7] اور اللہ سے ڈر جاؤ۔ اس کا عذاب بہت سخت ہے۔ نبی کی نافرمانی عین اللہ کی نافرمانی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں فرمایا: ﴿فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ ﴾[24:النور :63] ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے، جو نبی کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ ﴿ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ ﴾ کہ ان کو عذاب پہنچے۔ اگر مسلمان نے یہ نہ سیکھا کہ میں اپنی خواہش کو محمد ﷺ کے تابع کر دوں تو اس نے کیا سیکھا؟ کچھ بھی نہ سیکھا۔ اگر مسلمان کا عقیدہ صحیح ہو گیا، تو مسائل سمجھنے

میں دیر نہیں لگتی۔ جونہی کہتا جائے گا' مسئلہ ٹھیک۔ اب دیکھیں یہ ایمان کی بات ہے' اللہ کے رسول ﷺ کسی گلی میں سے گزر رہے تھے۔ بڑا ابتدائی دور تھا۔ بڑی غربت تھی' مسلمانوں کی حالت بڑی ابتر تھی۔ مہاجروں کا بھی فلڈ پر فلڈ چلا آرہا تھا۔ حالات بہت ہی خراب تھے' آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی نے چوبارہ بنا لیا ہے۔ پوچھا کہ یہ چوبارہ کس کا ہے؟ کسی نے بتایا یا رسول اللہ ﷺ فلاں کا ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کمال ہے' یہ میرا صحابی ہو' اور چوبارے بنائے' ہم بھوکے مر رہے ہیں۔ انھیں پتہ نہیں مسجد میں کتنے درویش بیٹھے ہوئے ہیں جنھیں کھانے کو روٹی میسر نہیں۔ اور یہ چوبارہ بنا رہا ہے۔ آپ کو یہ بات اچھی معلوم نہ ہوئی' آپ چلے گئے۔ وہ بندہ جب آیا' تو کسی صحابی نے کہا کہ آج اللہ کے رسول ﷺ ہمارے محلے میں آئے تھے' بات ہوتے ہوتے آپ کے چوبارے کی بھی ہو گئی۔ تو آپ ناراض ہو گئے تھے۔ (رواہ ابن ماجة ' كتاب الزهد ' باب في البناء والخراب عن انس رضی اللہ عنہ) اب دیکھیے! ایمان۔ اسی وقت کسی لی اور چوبارے کو گرا دیا اور کہا جس پر اللہ کے رسول ﷺ ناراض ہو جائیں وہ چیز کوئی رکھنے کے قابل ہے؟ ایک آدمی نے سونے کی انگوٹھی پہن لی۔ ہمارے یہاں سسرال والے اکثر انگوٹھیاں پہناتے ہیں۔ صحابی نے بھی انگوٹھی پہن لی۔ اللہ کے رسول ﷺ نگاہ کو ذرا بدل کر دیکھا کہ مرد ہو کر سونا پہنتا ہے؟ مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ اسے بھی اندازہ ہو گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی آنکھ بدل گئی ہے۔ فوراً انگوٹھی اتار کر پھینک دی۔ کسی نے کہا اللہ کے بندے اٹھا لے دولت ہے۔ جا کر بیچ دینا۔ صحابی نے جواب دیا' جس پر اللہ کے رسول ﷺ ناراض ہو گئے اس چیز کو میں ہاتھ نہیں لگاتا' بھاڑ میں جائے۔ ایمان تو یہ ہے۔ فرمایا: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبِعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ ایمان ٹھیک ہو گا ہی نہیں جب تک کہ آپ کی خواہش میرے تابع نہ ہو جائے۔ میرے بھائیو! اگر ہم ایک یہی سبق یاد کر لیں۔ رمضان شریف کے جانے کے بعد سمجھو کہ آپ نے بڑی قدر کی۔ قرآن کو آپ نے مان لیا۔ نبی کو مان لیا' ویسے ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے کہ نبی کو تو کیا ماننا' دین کی فیکٹری لگائی ہوئی ہے۔ شریعت کی

فیکٹری لگائی ہوئی ہے۔ مسئلے بھی دن رات گھڑے جارہے ہیں' دھڑا دھڑ مسئلے پر مسئلہ۔ کوئی پوچھے یہ شبینہ کیا ہے؟ ارے تم! قرآن زیادہ پڑھنا جانتے ہو؟ نہ کبھی اللہ کے رسول ﷺ نے شبینہ کیا' نہ کبھی صحابہ رضی اللہ عنھم نے کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس کا نام و نشان نہ تھا۔ پھر صلوۃ دیکھو' یہ درود' ان کے لیے کتنی اعلیٰ چیز ہے۔ مگر درود جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا' فرمایا جو ایک مرتبہ پڑھتا ہے اللہ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

(رواہ مسلم' مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی النبی ﷺ و فضلها عن ابی هریرۃؓ) دیکھو لو طریقہ بھی بتایا۔ یہ درود اصلی ہے۔ وقت بھی بتایا کہ یہ وقت درود پڑھنے کا ہے۔ لیکن آج کے مسلمان نے کیا کیا؟ "ننگ نام زنگی کا کافور" الٹا نام۔ اذان سے پہلے صلوۃ و سلام' اذان سے پہلے درود۔ اذان اللہ کے رسول ﷺ بھی دلاتے تھے۔ آپ کے زمانے میں بھی اذان ہوتی تھی۔ لیکن کسی صلوۃ و سلام کا نام و نشان تک بھی نہ تھا۔ مگر یہ کام آج ہو رہا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ آج کا مسلمان دین کو بگاڑ نے ڈھانے اور اس کو برباد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور یہ دین کی کوئی قدر نہیں۔ چاہے روزہ آ جائے' چاہے قرآن آ جائے' یہ سلسلہ سب کا سب بیکار ہے۔ میرے بھائیو! مسلمان ہونے کی کوشش کرو اور مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اسلام کے معنی ہوتے ہیں اپنے آپ کو سپرد کر دینا۔ اسلام کے معنی کیا ہیں؟ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا کہ اللہ جو تیرا حکم' میں راضی' میں اس کے لیے بالکل تیار۔ اور آپ کو پتہ ہے کہ موت کی گولیاں چھوٹتی ہی رہتی ہیں۔ یاد رکھو موت صرف بوڑھے کو ہی نہیں آتی' موت صرف بچے کو نہیں آتی' موت جوانی میں آ جاتی ہے۔ موت کسی وقت بھی آ جاتی ہے۔ کیوں ہم اس کی طرف سے غافل رہیں اور اس کی پرواہ نہ کریں۔ آپ کبھی کسی مرنے والے سے تو پوچھ کر دیکھیں۔ ویسے پوچھ کوئی نہیں سکتا۔ قرآن نے تو بتایا ہے کہ مرنے والا جب مر جاتا ہے تو کیا واویلا کرتا ہے۔ دیکھیں قرآن نے یہ نقشہ کھینچا ہے ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ﴾ وہ چیخیں گے' دھاڑیں ماریں گے اور کیا کہیں گے۔ ﴿ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا ﴾ یا اللہ! ایک دفعہ اس مصیبت سے' اس

عذاب سے نکال لے۔ ﴿ نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ﴾ اب جا کر نیک عمل کریں گے' پہلے والے عمل بالکل نہیں کریں گے۔ اور اللہ کیا کہے گا: ﴿ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ ﴾ تجھے عمر نہیں دی تھی۔ اور پھر ﴿ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ﴾ تم کو کسی نے ڈرایا نہیں تھا کہ یہ دین نہیں۔ فرمایا: ﴿ فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴾ [35:الفاطر:37] تو ظالم ہے' جا! تیرا کوئی مددگار نہیں۔ یہ قرآن کہتا ہے۔ دیکھ! کیا عجیب فیصلہ ہے؟ ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ﴾ وہ چیخیں گے' وہ چلائیں گے۔ وہ کیا کہیں گے؟ ﴿ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا ﴾ یا اللہ! ایک مرتبہ نکال دے۔ ﴿ نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ﴾ پہلے جیسے کام نہیں کریں گے۔ خدا پہلے تو کہے گا' ﴿ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ ﴾ کیا تجھے کافی عمر نہیں دی؟ اور پھر تیرے پاس کیا سمجھانے والا ڈرانے والا کوئی نہیں آیا۔ تجھے کسی نے بتایا نہیں۔ پھر فرمایا: ﴿ فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴾ جا' تیرے لیے کوئی مددگار نہیں۔

میرے بھائیو! سچی بات تو یہ ہے مجھے آج کل کی نزاکتیں دیکھ کر' آج کل کے یہ ٹھاٹھ' بہت بنا' کپڑے فرسٹ کلاس' شکل بہت اعلیٰ' دیکھو جی! Status ہے نا جی۔۔۔ آدمی کو اپنا سٹینڈرڈ بھی Maintain کرنا پڑتا ہے۔ ہائے ہائے! قرآن پڑھ کر تو دیکھو۔ قرآن میں سب کچھ ہے۔ فرمایا: ﴿ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ﴾ [22:الحج:19] کھولتا کھولتا پانی ان کے سروں پر پڑے گا۔ ﴿ ثُمَّ صُبُّوا ﴾ دوسری جگہ حکم ہے کہ اس کے سر کے اوپر گرم پانی ڈالا جائے گا۔۔۔ یہ جو فواروں کے نیچے نہایا کرتا تھا' امیر لوگ جو ہیں وہ فواروں کے نیچے نہاتے ہیں۔۔۔ اب اس کے سر پر گرم پانی

ڈالا جائے گا۔ غریب بیچارہ ٹونٹی لگائے گا۔ ٹونٹی سے پانی دھار کے ساتھ پڑتا ہے۔ یہ بات امیر کی نزاکت کے خلاف ہے کہ دھار کے ساتھ پانی پڑے۔ وہ چاہتا ہے کہ نہیں فوارہ پڑے۔ اللہ کیا کرے گا؟ خدا فرشتوں سے کہے گا کہ اس کے سر پر دھار باندھ کر آگ ڈالو۔ ﴿ فَوْقَ رَأْسِهٖ ﴾ اس کے سر کے اوپر اچھی طرح سے ڈالو اور پھر اس سے کہے گا ﴿ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴾ [44:الدخان:49] چکھ بے شک تو دنیا میں بڑا عزت والا بنتا تھا' اب چکھ اس کا مزا اور اللہ کہتا ہے کہ تم نے مجھے سمجھا کیا ہے؟ ﴿ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ﴾ [3:ال عمران:4] میں بڑا انتقامی ہوں اور انتقام اللہ کیوں نہ لے' اللہ کی کتاب آئے' رسول لے کر آئے' اور ہم اللہ کی تھانیدار جتنی بھی پرواہ نہ کریں۔ کیا ہم تھانیدار کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے' کیا ہم اللہ سے زیادہ تھانیدار سے نہیں ڈرتے۔ یقیناً ہم اللہ کی نسبت تھانیدار سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اس پر اللہ کو غیرت آتی ہے اور اللہ انتقام لے کر ہی رہے گا۔ جیسا آدمی ہو ویسا اس کے ساتھ سلوک۔ اگر نازک ہے تو اللہ کہتا ہے اسے تلوار سے نہ مارو' روحی میں ڈال کر ہتھوڑوں سے آہستہ آہستہ کٹو (مارو)۔ یہ بہت نازک ہے' اس کو تلوار سے مارنا ٹھیک نہیں' اچھی خاصی کر کروا کے پھر لکڑی کے ہتھوڑوں سے آہستہ آہستہ اس کو مارو۔ یہ تو بہت نازک ہے۔ تو قرآن کہتا ہے: کہ کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر دھار باندھ کر ڈالا جائے گا اور اللہ کہے گا ﴿ ذُقْ ﴾ چکھ' تو تو بڑا چوہدری تھا' لیڈر تھا' سارے محلے میں تیری بات مانی جاتی تھی۔ تجھے کبھی ڈر لگا؟

میرے بھائیو! مسلمان ہونے کی کوشش کرو' سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں چاہتا بھی یہی ہوں' مجھے سمجھاتے ہوئے بہت وقت گزر گیا ہے۔ صرف یہی بات کہ خاندانی اسلام کوئی اسلام نہیں ہے۔ جیسے رسم باپ کے بعد بیٹا' پھر اس کا بیٹا مسلمان چلا آرہا ہے' یہ کوئی اسلام نہیں ہے۔ اسلام اپنا اپنا ہوتا ہے' باپ کا اپنا' بیٹے کا اپنا۔ پہچانو۔۔۔ اور اسلام کو قبول کرنے کی کوشش کرو۔ اسلام چاہتا کیا ہے؟ یہ کہ بک جاؤ' اسلام کے ہو جاؤ۔ اسلام کسی کا مطیع نہیں'

یہاں دو مرضیاں نہیں چل سکتیں۔ اللہ کی مرضی بھی چلے' اور آپ کی بھی مرضی چلے۔ مگر اللہ کہتا ہے نا کہ میں شریک چاہتا ہی نہیں ہوں۔ بھاگ جاؤ قصہ ہی ختم۔۔۔ اللہ کہتا ہے کہ میرا کوئی شریک نہ ہو' ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ ﴾ [الانعام:57] چلے گی تو میری ہی چلے گی۔ ﴿ وَ لاَ يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖ اَحَدًا ﴾ [الکھف:26] میں اپنے حکم میں بالکل کسی کو شریک نہیں کرتا۔ میرے بھائیو! آپ مرضی بھی اپنی چلائیں' اور یہ بھی کہیں کہ میں مسلمان بھی رہوں' ایسا بالکل نہیں' یہ دھوکہ ہے' نفس کا فریب ہے' اس لیے میرے بات کو توجہ سے سن لو' مسلمان ہونے کی کوشش کرو۔ یہ فیصلہ کر لو ہمیں کسی مسئلہ کا علم ہو جائے تو اپنی رائے پر اکڑنا ختم کر دیں گے' ہتھیار گرا دیں گے' جو حکم ہو گا اس پر چلیں گے۔ پھر اگر بشری تقاضے کے تحت کوئی کمی ہو گئی' تھوڑی بہت' کسی اور جگہ۔۔۔ ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ آپ نے سنا ہو گا کہ مسلمان عادی گناہ گار نہیں ہوتا' مسلمان سے اتفاقی گناہ ہوتا ہے۔ بعض صحابہ سے زنا بھی ہوا' بعضوں نے شراب نوشی بھی کر بیٹھے۔ نتیجہ کیا نکلا؟ گناہ ہو گیا' فوراً آکر اقرار کر لیا' توبہ کر لی' قصہ ختم۔۔۔ کوئی صحابی ایسا عادی مجرم نہیں کہ ایک گناہ کرے' پھر کرتا ہی چلا جائے۔ جو آدمی یہ بھی جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے' اسے کرتا جائے' اور یہ سمجھے کہ میرے ایمان میں خرابی ہے' اس میں جان نہیں' تو وہ اللہ کی بات سن لے کہ اس کا ایمان گر گیا۔ اس طرح' جس طرح ریڑھی پر سامان لادا اور وہ بیٹھ گئی۔ یا کیریئر پر سامان رکھا اور وہ بیٹھ گیا۔ ایمان اعمال کا کیریئر ہے۔ مضبوط ہو گا تو بڑے بڑے عمل کرے گا اور اگر مضبوط نہ ہوا تو داڑھی کے تین بالوں کا وزن بھی نہیں اٹھا سکتا۔ یہ ایمان کی کمزوری ہے نا۔۔۔ داڑھی کا کوئی پندرہ سیر وزن نہیں ہوتا کہ اٹھا نہ سکے۔ یہ کچے ایمان کی بات ہے۔ اب کیسے رکھ لیں' ہائے ہائے! پہلے تو بیوی Cick مارے گی پھر سوسائٹی نکال دے گی۔ مولوی صاحب آپ بھی کیا بات کرتے ہیں' ہر جمعے رگڑا دیتے ہیں۔ اللہ دیکھتا بھی یہی ہے۔ قیامت کے دن میری بات دیکھ لینا۔ اللہ کہے گا بھ ئی یہ آگیا' جس سے یہی ایک کام نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر بتا تیری دوستی کیا تھی؟ بندہ کچھ تو سوچے۔ ارے

بشری تقاضے کے تحت زنا بھی ہو گیا۔ یا کوئی بڑا گناہ بھی ہو گیا تو اللہ کہتا ہے کہ اے بندے! تو بشر تھا' اتفاقی غلطی ہو گئی ہے۔ تو معافی کے لائق ہے' لیکن یہ جو روزانہ شیشہ دیکھ کر کام کرے' یہ بہت بڑا عادی مجرم ہے۔ اللہ کہے گا' یہ میرے دشمن کا کام ہے۔ یہ کسی شریف آدمی کا کام نہیں۔ تو اس لیے میرے بھائیو! رمضان کا سب سے بڑا تحفہ آپ کے لیے یہی ہے کہ آپ مسلمان ہونے کی کوشش کریں۔ یہ فرقے شرقے سب بلائیں ہیں آفتیں ہیں' دیوبندیت سے' بریلویت سے' اور شیعیت سے سچی توبہ کر لیں اور صحیح مسلمان بننے کی کوشش کریں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ نمبر 21

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٍ وَ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلاَلَۃٍ وَ کُلَّ ضَلاَلَۃٍ فِی النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿اِنَّہٗ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَااٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ﴾ [23:المومنون:109]

اس دنیا سے ضرور چلے جانا ہے۔ یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ انسان کے لیے بالکل عارضی قیام کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ سوچ لیں کہ کوئی انسان ایسا ہے جو اس دنیا میں آیا ہو اور پھر نہ گیا ہو؟ کیا آپ کو یاد ہے کہ یہیں ٹھہر گیا ہو۔ اگر ایسا کوئی ہوتا' جو آکر نہ جاتا تو وہ نبی ہوتا۔ لیکن دیکھ لو ایسا نبی بھی کوئی نہیں۔ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو عمر دی ہے' ابھی تک ان کو زندہ رکھا ہے لیکن زمین پر نہیں' بلکہ آسمانوں کے اوپر رکھا ہے اور قیامت کے قریب اتریں گے۔ قیامت کے قریب وہ زمین پر اتریں گے پھر انھیں بھی مرنا ہی ہے۔ دنیا میں آکر کچھ عرصہ رہیں گے اور پھر اس کے بعد فوت ہو جائیں گے۔ تو کوئی دنیا میں ایسا نہیں آیا جو آکر نہ گیا ہو۔ لازماً یہاں سے چلے جانا ہے۔ یوں سمجھ لو جب گاڑی اپنے آخری اسٹیشن پر پہنچ

جاتی ہے پھر صفائی ہوتی ہے گری پڑی چیزوں کو جھاڑو سے صاف کر دیتے ہیں۔ مسافر خود بخود اتر جاتے ہیں اس طرح اللہ نے اس زمین کو بالکل صاف کر دینا ہے۔ کوئی اس زمین پر رہ نہیں سکتا۔ اور بالآخر معاملہ یہ ہوتا ہے کہ جانے والے کہتے ہیں کہ ہم تو جا رہے ہیں۔ پھر اوپر (زمین پر) ہوتے ہیں پھر نیچے (زیر زمین) چلے جاتے ہیں۔ پھر زمین کی پیٹھ پر پھرتے ہیں' اس کے اوپر رہتے ہیں اور جب موت آجاتی ہے تو پھر خدا کا گودام' خدا کا جو سٹور زمین ہے اس کے اندر چلے جاتے ہیں۔ خدا نے اپنے سٹور میں محفوظ کر دیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد خدا زمین کو خالی کر دے گا۔ اس کو حکم دے گا کہ جتنے انسان میں نے دنیا میں بھیجے تھے نکال دے۔ وہ تیرے پاس محفوظ ہیں۔ چنانچہ زمین جو ہے وہ ان تمام انسانوں کو اگل دے گی' کسی کا بال تک نہیں رہے گا۔ پھر اللہ اپنے پاس بلا لے گا۔ یہ حشر ہے' یہ انجام ہے' اس زمین کا اور انسانوں کا۔ اب عقل والا وہ ہے جو خود سمجھ جائے کہ گاڑی اب اپنے آخری اسٹیشن پر جانے والی ہے۔ حد ہے کہ اگر کوئی بے وقوف کہے کہ میں نہیں جاتا۔ اب ریلوے والے چھوڑیں گے' اس کو لازماً اتار دیں گے۔ کہ جب سلسلہ ہی ختم ہے تو پھر ٹھہر کیسے سکتا ہے۔ اگر انسان عقل والا ہو تو پہلے ہی دیکھ لے کہ میرا اسٹیشن آگیا ہے' اپنا سامان اکٹھا کر لے اور جلدی سے اتر جائے۔ وہاں چلا جائے جہاں اس کا ٹھکانا ہے۔ اب دنیا تو یہ ہے کہ لوگ کراچی پہنچے' لمبا چوڑا شہر ہے جو کہ میلوں میں پھیلا ہوا ہے۔ کسی نے گھر جانا ہو یا کسی نے ہوٹل میں ٹھہرنا ہو' تو وہ جہاں چاہے چلے جائے' لیکن وہاں تو ایک ہی ٹھکانا ہے۔ آپ کے لیے تو وہاں ایک ہی ٹھکانا ہے' جنت یا دوزخ۔۔۔ تو پھر اس کے بعد صورت یہی ہوگی جو میرے سارے وعظوں کا خلاصہ ہے۔ جو کہنے والی بات ہے' وہ یہی ہے کہ دیکھ لو کس کو یہ بات یاد ہے' عدالتوں میں چلے جاؤ' دنیا بالکل غافل۔۔۔ کسی کو ہوش نہیں' بالکل کوئی ہوش نہیں۔ انجام کسی کو یاد نہیں۔ نہ چھوٹوں کو نہ بڑوں کو' نہ جیتنے والوں کو' نہ ہارنے والوں کو' ہسپتال میں چلے جاؤ تو وہاں بھی یہی حال ہے۔ اڈوں پر چلے جاؤ' اسٹیشن پر چلے جاؤ' جدھر جاؤ بس یہی حال ہے۔ دنیا بالکل غافل ہے۔ اور یہ غفلت بہت بڑا گناہ ہے۔ جو آدمی آخرت فراموش ہو گیا' غافل ہو گیا' تو وہ سمجھو کہ تباہ ہو گیا۔ قرآن بار بار یہ کہتا ہے: ﴿ وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴾[7:الاعراف:146]

کہ یہ لوگ اس دنیا میں غفلت کا شکار ہو گئے۔ انھوں نے اپنے انجام کو نہیں سوچا کہ مر کر اللہ کے پاس جانا ہے' اس کی طرف انھوں نے توجہ ہی نہ دی۔ بس مست ہو کر کھاتے پیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ دے! اور سمجھ والا وہی ہے جو اس نکتہ کو یاد کرے اور اپنی آخرت کی فکر کرے۔ اور دیکھے کہ اس کا کتنے فائدہ ہے؟ اگر آپ یہ طے کر لیں' آپ کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے' تو جتنے مقدمے' جھگڑے' لڑائیاں وہ سب ختم ہو جائیں گی۔ چوری' ڈاکے' ظلم اور زیادتی کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ آپ خود بخود لوگوں کو مال دیں گے کہ بھئی یہ تیرا حق ہے' میں نہیں لیتا۔ میں وہاں جا کر کیا حساب دوں گا؟ اگر میں نے تیرا مال کھا لیا' یا دبا لیا' تو میں کیسے حساب دوں گا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی بات ہو' اگر یہ عقل کا نکتہ لوگ سیکھ لیں' انسانوں کی سمجھ میں یہ بات آ جائے' تو کامیابی ہو جائے۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ کہ ہمیں دولت مل جائے' فریب کر لوں' کسی کو لوٹ لوں' نہ ریڑھی والا خیر کرنا چاہتا ہے' نہ کارخانہ دار یہ چاہتا ہے کہ میں کسی سے اچھا سلوک کروں؟ بس یہی کہتے ہیں کہ سب کو لوٹ لیں۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس کو نہ اللہ یاد ہے اور نہ موت یاد ہے۔ اپنا جائزہ لینے کے لیے اپنے دل سے پوچھا کریں کہ تو کتنا مسلمان ہے؟ پھر یہ سوچا کریں کہ تیرا ایمان کیسا ہے؟ آخر اللہ نے حساب لینا ہے۔ اگر انسان روزانہ یہ خیال کرے تو یقین جانئیں دو چار دن میں ان شاء اللہ العزیز ضرور مسلمان ہو جائے گا۔ لیکن یہ غفلت' یہ مستی' بہت ہی بری چیز ہے۔ ساری خرابیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہمیں موت یاد نہیں' موت یاد ہو تو انسان نیکی کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ نیکی کرنے کی کوشش کرتا ہے' گناہوں سے بچتا ہے۔ گناہوں سے ڈرتا ہے۔ چونکہ ہمیں موت یاد نہیں' اپنا حساب یاد نہیں' اس لیے ہم نہ نیکی کی طرف رخ کرتے ہیں اور نہ گناہ سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی پھر دوزخ میں ہی ڈالے گا اور جلائے گا۔ طرح طرح کے عذاب ملتے ہوں گے' چیخیں گے' پکاریں گے' خدا کیا کہے گا؟ ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ○ وَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا﴾

[78:النبا:27] یہ دوزخ میں کون لوگ آئے ہیں ؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو حساب یاد نہیں تھا۔ پوچھ لے اپنے دل سے اے میرے بھائی! تجھے اپنے حساب کا خیال ہے ؟ تو سوچ' تیرا جو بینک بیلنس ہے' جو اتنی تیرے پاس رقم جمع ہے' اس میں حرام کا پیسہ تو نہیں ؟ کسی کا حق تو غصب کیا ہوا نہیں ؟ دنیا میں تو دے سکتا ہے مگر وہاں کیا دے گا ؟ اگر کسی کا کچھ دینا ہے تو یہاں پر ہی دے دے۔ زیادہ سے زیادہ غریب ہی ہو جائیں گے' آپ کے پلے کچھ نہ بھی بچے' لیکن حق تو ادا ہو جائے گا۔ مگر وہاں تو آپ کے پاس کچھ نہیں ہو گا۔ کسی کو کچھ نہیں دے سکے گا۔ ایکسیڈنٹ ہو جائے' لاکھ دو لاکھ روپیہ آپ کی جیب میں ہو' اب جو قرض خواہ ہیں وہ آ جائیں تو آپ اس کو پکڑا نہیں سکتے کہ میری جیب میں ایک لاکھ روپیہ ہے' میں نے دینا تھا وہ لے لے۔ آپ کے پاس پڑا رہے گا مگر آپ اسے نہیں دے سکتے۔ اور لوگ ویسے ہی نکال لے گئیں۔ ہائے! ہائے! دل کی سختی کی بھی انتہا ہے' آج اگر کسی کا ایکسیڈنٹ ہو جائے' لوگ زخمی ہو جائیں' لوگ مر جائیں تو آنے والے کیا کریں گے ؟ بجائے اس کے کہ مرنے والے کے منہ میں پانی ڈالیں' ان کی جیبوں سے پیسے نکال لیتے ہیں۔ آپ کے خیال میں کیا وہ مسلمان ہیں ؟ کیا ان کو موت یاد ہے ؟ ان کو اللہ یاد ہے ؟ لیکن دیکھ لو یہ سب مسلمان پھرتے ہیں۔ علی پور کے پرنسپل کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ ملتان سے بس آ رہی تھی۔ وہ بتانے لگا کہ میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا' میری ٹانگیں جو ہیں وہ اندر پھنس گئیں۔ بہت سے لوگ مر گئے' کوئی کسی حالت میں' کسی حالت میں' اب لوگ آئے' بجائے اس کے کہ کوئی آ کر مجھے نکلے' میری گھڑی اتارنے لگے۔ میں نے اس سے کہا کہ تو گھڑی بھی اتار لینا اور جو بھی جو کچھ مل جائے لے لینا خدا کے لیے مجھے یہاں سے تو نکال۔۔ میں اس طرح برا پھنسا ہوا کہ جب تک گاڑی کو کاٹا نہیں گیا بس کے ٹکڑے علیحدہ علیحدہ نہیں کیے گئے میری ٹانگیں نکل ہی نہ سکتی تھیں۔ چنانچہ ٹانگیں وانگیں اس بیچارے کی کٹ گئیں۔ اللہ زندگی میں ایسے ایسے مواقع لا کر دکھاتا ہے کہ تو اپنے ایمان کا خود ہی جائزہ لے لے۔ کل کو تو جب دوزخ میں جلے تو روئے گا' چلائے گا' یا اللہ! مجھے چھوڑ دے' اللہ مجھے بخش دے' معاف کر دے۔ اب تو دیکھ کیسا ظالم اور

ڈھیٹ ہے کہ تجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ اللہ کے لیے آپ ایسے نہ بنیں۔ اپنے دل کو ٹھیک کر لیں۔ اس دنیا میں آپ اس دل کو جب سمجھالیں گے تو بچ جائیں گے۔ اگر آپ نے اس کو یہاں قابو نہ کیا' نہ سمجھایا' تو پھر سوائے رونے دھونے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور جب اللہ ہاتھ ڈال لے' پھر کوئی طاقت ہے جو ادھر ادھر سے' اس کی مدد کو آجائے۔ اب دیکھ لو' ضیاء بے چارے کا جہاز تھا' جب اندر گڑبڑ ہونے لگی ہوگی' بم پھٹا ہوگا' آگ لگی ہوگی' سارے جرنیل بیٹھے ہوئے تھے' کرنل بیٹھے' صدر بیٹھا تھا' کہو تو کوئی حرکت کر جائے' کوئی اپنا بچاؤ کر کے دیکھ لے۔ دیکھ لو کس طرح اڑ گئے۔ نہ کوئی بوٹی بچی اور نہ ہڈی۔۔۔ کوئی کہیں' کوئی کہیں۔۔۔ یہ واقعہ کسی ایک کے لیے نہیں ہے' ساری دنیا نے یہ چیز دیکھ لی ہے۔ پھر بھی دل پتھر کے پتھر۔ دل کا سخت ہونا کفر کی علامت ہے' یہ دوزخی ہونے کی علامت ہے۔ اگر آدمی کا دل نہ پسیجے یا اس کا دل نرم نہ ہو تو یہ دوزخی ہونے کی علامت ہے۔ تیرا انجام اچھا نہیں ہے۔ کہ تیرا دل اتنا سخت ہو چکا ہے' چلو آدمی کو دیکھو نا کہ اگر گناہ کر بیٹھتا ہے' آخر انسان ہے گناہ ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن مومن سے گناہ کیسے ہوتا ہے؟ بشری تقاضے سے غفلت ہو گئی۔ کیسے ہو گئی' تھوڑی دیر کے لیے لیٹ ہو گیا' کوئی گڑبڑ ہو گئی لیکن اسے فوراً احساس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مومن عادی مجرم نہیں ہوتا۔ یہ بات کسی دلیل کی طالب نہیں ہے۔ مومن جو ہے وہ عادی گناہ گار اور عادی مجرم کبھی نہیں ہوتا۔ جو پیشہ ور گناہ گار ہے گناہ کرتا ہی چلا جاتا ہے' اسے ڈر لگتا ہی نہیں ہے' یہ کافر ہونے کی علامت ہے' یہ دوزخی ہونے کی علامت ہے' اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوگا۔ باقی دیکھ لو غلطی کس سے نہیں ہوتی؟ رسول اللہ ﷺ کی اچانک کسی عورت پر نگاہ پڑ گئی آپ فوراً گھر آئے' بیوی کے پاس پہنچ گئے' اپنی خواہش پوری کی اور پھر مسجد میں جا کر خطبہ دیا اور فرمایا: آخر تم انسان ہو' اگر کبھی ایسی صورت ہو جائے تو اپنے گھر جا کر اپنی بیوی سے اپنی خواہش پوری کر لیا کرو۔ (رواہ مسلم' مشکوۃ کتاب النکاح' باب النظر الی المخطوبۃ وبیان عورات عن جابرؓ) یعنی انسان ہے' اس کے اندر کمزوری ہے' اور اس کا اللہ اس کا بڑا لحاظ رکھتا ہے۔ لیکن گناہ دندنا کر کرنا جیسا ہمارا وطیرہ ہے' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہو مسلمان اور پھر ٹھگ ہو' یا غاصب ہو یا اپنے بھائی کا حق کھا جائے۔ اب یہ روزانہ مقدمے آتے

ہیں' فیصلے ہوتے ہیں' لوگ فتوے پوچھتے ہیں کہ میرے بھائی نے میرے ساتھ یوں کیا' میرے رشتہ دار نے میرے ساتھ یوں کیا؟ میرے خاوند نے میرے ساتھ یوں کیا' میری بیوی نے میرے ساتھ یوں کیا۔ کبھی مسلمان بھی ایسا ہوتا ہے؟ کچھ غلط فہمی ہو جاتی اور آدمی سمجھ جاتا ہے۔ لیکن اس کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے۔ تب ہی وہ اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ سو اس لیے میرے بھائیو! سب سے بڑا وعظ یہی ہے کہ اپنے دل کو نرم کریں۔ اپنی آخرت کی فکر کریں۔ جس نے اپنی آخرت کی فکر نہ کی' وہ مسلمان ہی نہیں۔ خواہ وہ کسی مسلمان کے گھر میں ہی پیدا ہو؟ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کوئی مولوی کے گھر میں پیدا ہو جائے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو جائے گا؟ یا وہ نبی کے گھر میں پیدا ہو جائے تو کیا وہ مسلمان ہو جائے گا؟ سید کا بیٹا سید تو ہو سکتا ہے' لیکن مومن کا بیٹا مومن نہیں ہو سکتا۔ سید ہونا' پٹھان ہونا' راجپوت ہونا' جاٹ ہونا' ارائیں ہونا' فلاں ہونا یہ ایک قومی چیز ہے۔ وہ آپ نہیں ہوتا' یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ سید کا بیٹا سید' راجپوت کا بیٹا راجپوت' پٹھان کا بیٹا پٹھان' لیکن مسلمان کا بیٹا مسلمان یہ کبھی نہیں ہوتا۔ مسلمان آپ خود ہوتے ہیں' قومیت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ وہ تو آپ خواہ کچھ بھی نہ ہوں' پھر بھی سید یا راجپوت تو ضرور ہوں گے۔ اگر مسلمان ہونا ہے تو اپنے عقائد کا جائزہ لینا پڑے گا۔ اپنے کردار کو دیکھیں' اپنی صورت کو' اور سیرت کو درست کریں تب آپ مسلمان ہوں گے۔ اس لیے مومن کے گھر کافر اور کافر کے گھر مومن۔ اب دیکھو لو' ابراہیم علیہ السلام کس کے گھر پیدا ہوئے؟ آذر کافر کے گھر۔۔۔! باپ کافر ہے' بیٹا نبی ہے اور نبی بھی ایسا کہ جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا: ﴿اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ [البقرۃ:2: 124] اے ابراہیم علیہ السلام! میں تجھے آنے والی نسلوں کے لیے امام بناؤں گا۔ کتنا بڑا درجہ ہے جو ایک کافر کے بیٹے کو ملتا ہے۔ لیکن وہ بیٹا کیا ہے؟ اس کے اپنے اعمال ہیں' اس کی اپنی ہی زندگی ہے۔ کس قدر اخلاص ہے' کس قدر جذبہ ہے؟ کوئی ڈر نہیں' کوئی خوف نہیں۔ دیکھو لو ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور دوسری طرف پوری قوم ہے آپ ان کے مت

خانے میں گھس کر ان کے سارے بت توڑ دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد بڑے کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیتے ہیں۔ اور جب وہ میلے سے واپس آئے تو دیکھا کہ وہاں تو تباہی مچی ہوئی ہے۔ سب ٹوٹے پھوٹے ہوئے ہیں اور کلہاڑا جو ہے وہ بڑے کے کندھے پر ہے۔ دیکھو کیسا مذاق کیا ہے؟ ایک تو ہمارے معبودوں کا ستیاناس کر کے رکھ دیا اور دوسرا یہ مذاق کے بڑے کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا۔ فوراً ان کے ذہن میں یہ بات آگئی کہ وہ چھوکرا جو نیا نیا اٹھا ہے۔۔۔ ابراہیم ۔۔۔ یہ اسی کا کام ہے۔ ﴿ فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ ﴾[21:الانبیاء: 61] اسے لوگوں کے روبرو لاؤ' پوری قوم' پوری برادری بیٹھ گئی۔ اب دیکھو کردار کیا ہے؟ بجائے اس کے کہ ابراہیم علیہ السلام ڈر جائیں' انکار کر دیں یا بھاگ جائیں کہ مجھے پکڑ لیں گے وہ لوگ پوچھنے لگے' ﴿مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ﴾[21:الانبیاء :59]اے ابراہیم علیہ السلام! ہمارے ان معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ کہنے لگے ﴿فَسْــَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾[21:الانبیاء:63]ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں۔ ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ اس نے کیا ہے جس نے کلہاڑا اٹھا رکھا ہے۔ نظر آ رہا ہے کہ کلہاڑا کس کے کندھے پر ہے باقی تو ٹوٹے پڑے ہیں۔ دیکھو! تبلیغ کرنے کا طریقہ ہی یہ ہے۔ ہمارے بعض نوجوان اٹھتے ہیں' کوئی مزار توڑ دیا' کوئی مزار گرا دیا اور بھاگ گئے۔ اب وہ بریلوی انھیں تو کیا کریں گے؟ اس کو سونے کا بنا دیں گے۔ کئی جگہ میں نے دیکھا ہے کہ بے سمجھ لڑکوں نے مزار توڑ پھوڑ دیا' اور بنانے والوں نے پہلے سے کہیں بہتر بنا دیا۔ توڑنے پھوڑنے والے بھاگ گئے' چھپ گئے' مزار بنانے والوں نے مزار بھی بنایا اور توڑنے والوں کو گالیاں بھی دیں۔ کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی جائے "داتا دربار" صاف کرے' پاک پتن کو صاف کرے' اجمیر جا کر صاف کرے اور بیان دے کہ میں نے کیا ہے۔ ڈٹ جائے کہ میں نے کیا ہے اور کیوں کیا ہے۔ اس لیے کہ نبی ﷺ اس کام کے لیے آئے تھے۔ یہ ڈیوٹی ان کی تھی'

اور یہ ذمہ داری اب میں نے لے لی ہے۔ اس لیے میں نے یہ کام کیا ہے۔ پھر دیکھیے گا کہ تبلیغ ہوتی ہے کہ نہیں' اسلام پھیلتا ہے کہ نہیں؟ لوگوں کی سمجھ میں بات آتی ہے کہ نہیں۔ دیکھو کیسا انقلاب آئے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا جو کمال تھا وہ یہی تھا۔ کہ بھاگے نہیں' چھپے نہیں' ڈرے نہیں' کام کر دیا' ایک جان ہی ہے نا۔۔۔ ایک نہ ایک دن اسے جانا ہی ہے۔۔۔ چنانچہ یہ جو مصر میں سادات کو مارا دیکھو لو ایک عالم نے فتویٰ دیا کہ یہ اسلام کا دشمن ہے' یہ صدر' یہ بادشاہ واجب القتل ہے۔ اور وہ فوجی مسلمان تھے' پریڈ ہو رہی تھی' جونہی انور سادات سامنے آیا' برسٹ مار کر اس کو بالکل اڑا دیا۔ اور پھر دوڑے نہیں' بھاگے نہیں' صاف کہہ دیا کہ یہ واجب القتل تھا' ہم نے کتے کو مارا ہے' کافر کو مارا ہے۔۔۔ یہ جو چیز ہے وہ کب پیدا ہوتی ہے؟ جب انسان ایک کردار بناتا ہے کہ مجھے کچھ کرنا ہے۔ اور کچھ کر کے دکھانا ہے۔ مقصود تماشا دکھانا نہیں' مقصود تبلیغ ہے۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام کیا چیز ہے؟ اللہ نے نبیوں کو کیوں بھیجا؟ ایسا ہونہار بیٹا' کس کے گھر پیدا ہوا؟ آذر کافر کے گھر۔ جس کا اپنا یہ کام تھا کہ وہ بت بناتا تھا' بت بیچتا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام چھوٹے بچے تھے' ان سے کہتا کہ لے جاؤ اور اسے بیچ آؤ' انھیں کچھ سمجھ نہ تھی' کچھ پتہ نہ تھا۔ گلے میں رسی ڈال لیتے اور اسے گھسیٹتے لے جاتے۔ کہتے لے لو جس نے لینا ہے۔۔۔ معبود۔۔۔ اپنے کام وہ اس طرح کرتے تھے۔ یعنی میں جو بات آپ سے عرض کر رہا تھا' اس بات کو دل سے نکال دیں کہ ہم مسلمان ہیں' یہ کوئی دلیل نہیں کہ ہم مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے اس لیے ہم مسلمان ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا باپ کافر ہو اور آپ مسلمان ہوں۔ یا آپ کافر ہوں اور آپ کا باپ کافر ہو۔ دیکھا یہ جائے گا کہ آپ کا کردار کیا ہے؟ آپ کی سیرت کیا ہے؟ آپ کی شکل کیسی ہے؟ آپ کی شکل ہندو سے ملتی ہے یا عیسائی سے؟ اے مسلمان! اگر تیری شکل ہندو سے ملتی ہے یا عیسائی سے اور تو یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں تو یہ تجھے زیب نہیں دیتا۔ ایسا تو تب کہہ سکتا ہے جب تیری شکل مسلمان والی ہو گی۔ مسلمان کی شکل کیسی ہوتی ہے؟ ایسی جس کا نمونہ رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا ہے۔ اس میں ہے کہ لبیں کٹواؤ اور داڑھی رکھو۔ تیرے چہرے پر داڑھی ہو اور تیری لبیں کٹی ہوئی ہوں' تیرے سر کے بال بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ بچے ہوں یا مشین سے

چھوٹے کروائے ہوں یا بالکل ہی صاف ہو۔۔۔ یہ اسلامی یونیفارم ہے' یہ اسلامی رنگ ہے۔

(بخاری' مسلم' مشکوۃ' کتاب اللباس ' باب الترجل عن ابن عمرؓ) دیکھو ہمارا کیا حال ہے؟ آپ کو ابھی اندازہ نہیں ہو رہا' اگرچہ میں ہر جمعہ کو یہی باتیں کرتا ہوں' آپ کی شکل و صورت بالکل انگریزوں جیسی ہے' آپ کی بود و باش' آپ کا رہنا سہنا' آپ کی تہذیب' آپ کا تمدن بالکل انگریزوں والا ہے۔ شکل و صورت انگریزوں والی' آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بیوی بچے جیسے آپ ٹی وی میں دیکھتے ہیں' تصویروں میں دیکھتے ہیں انگریزوں کے بچوں کو' پھر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد بھی' آپ کے بچے بھی ان جیسے ہوں' لیکن ایک دیہاتی' ان پڑھ' جاہل۔۔۔ یہ کبھی نہ چاہے گا کہ میرے بچے انگریزوں جیسے ہوں۔ لیکن جو مسلمان پڑھ لکھ جاتا ہے اس کے دل میں یہ بات کبھی نہیں آتی کہ میرا بچہ مسلمانوں جیسا ہو جائے۔ جس طرح مسلمان سادگی سے رہتے ہیں میرا بچہ بھی اسی طرح سادگی سے رہے۔ آپ کے دل میں یہ بات کبھی نہ آئے گی۔ آج کل پڑھے لکھے اور ان پڑھ لوگوں میں یہی فرق رہ گیا ہے کہ جو پڑھتا چلا جاتا ہے' انگریز بنتا چلا جاتا ہے۔ تہذیب و تمدن کے اعتبار سے بھی' شکل و صورت' رنگ ڈھنگ کے اعتبار سے بھی' وہ کافر بنتا جاتا ہے۔ کیا جواب دیں گے آپ اللہ کو' کبھی آپ نے یہ سوچا ہے؟

میرے بھائیو! یہ عقل آپ کو اللہ نے کس لیے دی ہے؟ اس لیے نہیں کہ آپ یہ چاہیں ہمارے برتن اس طرح کے ہوں جیسا کہ بڑے بڑے ہوٹلوں میں دیکھتے ہیں۔ آپ کا رہنے کا انداز' اپنی مرضی کا ہو' کپڑے مرضی کے' یہ کیوں؟ یہ اس لیے کہ آپ کے دل میں اسلام کا کوئی مقام نہیں۔ آپ اپنے آپ کو بہت مسکین مسلمان' یعنی تھرڈ کلاس مسلمان سمجھتے ہیں اور پھر انگریز بن کر' اپنا سٹینڈرڈ اونچا کرنا چاہتے ہیں اور یہ کافروں والی خصلت ہے۔ صحابہؓ کا یہ حال ہوتا تھا کہ کسی بادشاہ کے دربار میں گئے' کوئی پیغام لے کر گئے' وہ قالین بچھائے ہوئے اور یہ جا کر پلاٹ میں جہاں گھاس ہوتی ہے وہاں اپنا نیزہ گاڑھ دیتے ہیں اور وہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ اب ان سے بات چیت کرنی ہے تو ان سے کہتے ہیں کہ یہاں آکر بات کرو' نیچے آ

جاؤ۔بادشاہ اور دوسرے کہتے ہیں کہ نہیں یہاں اوپر تختوں پر آؤ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ نہیں یہاں نیچے آکر ہم سے بات کرو۔ اور وہ بادشاہ ان کی اس بات سے ڈر جاتے ہیں۔ (فتوح البلدان ص 370 ج 1) جہاں گھاس پر مسلمان بیٹھے ہیں وہیں ان کو بھی بٹھاتے ہیں۔ وہ درویش اور اس قدر سادہ تھے مگر رعب اس قدر تھا کہ فتوح البلدان پڑھ کر دیکھ صاف لکھا ہے کہ یہ افغانستان کا علاقہ' یہ قرب وجوار کا علاقہ جہاں کے لوگ بہت خونخوار اور جنگجو ہیں اس علاقے کے جتنے کافر ہوتے تھے' جو ابھی مسلمان نہیں ہوتے تھے عرب مسلمان ان سے جزیہ وصول کرتے تھے۔بنوامیہ کی حکومت ان سے جزیہ وصول کرتی تھی اور یہ جزیہ لینے والا ان کے پاس جزیہ لینے آتا تھا تو اس کا نقشہ کیا ہوتا تھا؟ ان کے جوتے کس چیز کے بنے ہوتے تھے؟ اس چیز کے جس سے یہ چنگیریں بنتی ہیں۔۔۔ یعنی یہ جو گندم کی نالی ہوتی ہے اس سے ان کے جوتے بنے ہوتے تھے۔وہ اس طرح کے جوتے پہن کر آتے تھے۔ تنگی' سادگی اور سیدھے سادھے پھٹے پرانے کپڑے 'کسی نے چمڑا پہنا ہوا ہے'کسی نے پیوند لگا کر یا ٹانکے لگا لگا کر کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ لیکن کیسے کیسے سرکش لوگ ہیں جو ان کو جزیہ دیتے ہیں؟ یہ ایسے سرکش لوگ ہیں جن کو نہ انگریز فتح کر سکا' نہ روس فتح کر سکا' نہ دنیا کی کوئی اور طاقت زیر کر سکی۔ لیکن عربوں نے ان کو ایسی نکیل ڈالی تھی کہ جب وہ آتے تھے تو یہ تھر تھر کانپنے لگتے تھے۔ اس کے بعد جب بنو عباس کا دور آ گیا اور مسلمان اعلیٰ اعلیٰ کپڑے پہننے لگ گئے مٹھیاں پٹیاں کرنے لگ گئے اور خاندانی لحاظ سے ملازمتیں ملنے لگیں تو زوال شروع ہو گیا۔ اور پھر جب ایسے مسلمان جزیہ لینے کے لیے ان کے پاس آتے تو یہ پٹھان ان کو ٹرخا دیتے۔۔۔ کہ چل دیں گے۔۔۔ جزیہ دے دیں گے۔۔۔ پھر کسی وقت دے دیں گے۔۔۔ اور اس طرح پرواہ ہی نہ کرتے۔ کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ وہ جو سادہ سے لوگ آتے تھے تو تم دیر نہیں لگاتے تھے اور ان کو تم ٹرخا دیتے ہو تو یہ لوگ بتایا کرتے تھے کہ پتہ نہیں کیا بات ہے ان کی ہیبت ہی ایسی ہوتی تھی' ان کا ڈر اور رعب ہی ہمارے دلوں پر ایسا ہوتا تھا کہ ہم میں جرأت ہی نہیں ہوتی تھی کہ ہم ان کا انکار کر دیں۔ اور میں آپ کو بتا دوں آپ پتلونیں پہن لیں' شکلیں

انگریزوں جیسی بنالیں' انگریز آپ سے کبھی نہیں ڈرے گا۔ جب آپ دیسی بن جائیں گے' پھر دیکھیں انگریز آپ سے کس طرح ڈرتا ہے؟ اس کا ذہن فوراً پیچھے جائے گا' مگر ہماری حالت دیکھ کر انگریز یہ سمجھتا ہے کہ یہ جو مسلمان بنے پھرتے ہیں' یہ ہماری ہی اولاد ہیں۔ رنگ ڈھنگ بھی ہمارا ہی' اور جب یہ پرانا دیسی رنگ دیکھیں گے' تو یہ سمجھ جائیں گے کہ یہ وہی اصلی مسلمانوں کی اولاد ہیں تو وہ ڈرنے لگے گا۔ یہ تو میں نے آپ کو سیاسی اور دنیاوی رنگ ڈھنگ کی بات بتادی۔ ورنہ اصل تو دین کا معاملہ اس سے بہت اونچا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بتایا آخر آپ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ جب آپ کے کھانے پینے' اور رہنے سہنے کے' انداز انگریزی' اور کوشش یہ بھی ہو کہ آپ کی بیوی' انگریزی ہو یہ تو آپ کی بدقسمتی ہے کہ آپ وہاں گئے نہیں۔ کوئی میم نہیں ملی' اور دیسی کو ہی ولایتی بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں' اس کو کپڑے ان جیسے پہناتے ہیں' کھانے پینے کے انداز' رہنے سہنے کے انداز' ان جیسے۔ کس قدر بدبخت ہے؟ میرے بھائیو! مسلمان بننے کے لیے دل کو مسلمان بنانا پڑتا ہے۔ جب آپ کا دل مسلمان ہو گا تب آپ مسلمان ہوں گے' ورنہ مسلمان کبھی نہیں ہوں گے۔ باقی مسلمان بننے کے لیے آدمی کو چاہیے کہ جتنا دین کا خادم بن سکے بنے' دین کو اپنا سمجھے' تب ہی اللہ آپ کو اپنا سمجھے گا۔ دیکھو! آپ اگر اللہ کے دین کو' اپنا سمجھیں گے اس کی خاطر' قربانیاں دیں گے' لڑیں گے' مریں گے' اس کی عزت کا خیال کریں گے' تب ہی اللہ آپ کو اپنا سمجھے گا۔ اور اگر آپ نے اللہ کے دین کو اپنا نہ سمجھا' اور یہ نظریہ رکھا کہ مذہب ایک پرائیویٹ مسئلہ ہے' سب ہی ٹھیک ہیں۔۔۔ مذہب اپنا اپنا ہوتا ہے۔۔۔ تو اللہ آپ کو اپنا کبھی نہ سمجھے گا۔ یونہی ذلیل کرتا رہے گا جیسے اب ہو رہے ہیں۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں۔ یہ فرق کرتے ہو۔ دیکھو! حضور ﷺ کی بیویاں کتنی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ بھی حضور ﷺ کی بیوی ہیں۔ بڑی نیک' بڑی صالحہ بیوی تھی۔ نیکیوں میں وہ دوسری بیویوں سے بہت بڑھی ہوئی تھیں یہی وجہ ہے حضرت خدیجہؓ کو اللہ تعالیٰ اپنا سلام بھیجتے تھے' جب وہ زندہ تھیں تو اللہ ان کو سلام بھیجتا تھا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے جب حضور ﷺ غار میں جایا کرتے تھے' اس وقت اور پھر اس کے بعد بھی جب تبلیغ کے لیے مختلف مقامات پر جاتے تو حضرت خدیجہؓ گھر سے سالن'

روٹی' پانی' اپنے خاوند کے لیے لے جایا کرتی تھیں۔ اس لیے کہ حضور ﷺ اس کے خاوند تھے۔ ہمارے ہاں بھی ایسا ہے کہ کسی عورت کا خاوند کہیں نوکری کے لیے جاتا ہے' یا کھیت پر کام کرنے کے لیے جاتا ہے تو اس کی بیوی اس کے لیے کھانا لے کر جاتی ہے اور اگر وہ کام نہ کرے تو بیوی گالیاں دیتی ہے۔ اب یہاں حضور ﷺ غار میں عبادت کی غرض سے جس کی اللہ نے انھیں اس وقت سمجھ دی تھی تشریف لے جاتے تو حضرت خدیجہؓ وہاں کھانا لے جایا کرتی تھیں۔ کوئی پوچھے کہ یہ کمائی کرتا ہے؟ ایسا بھی نہیں۔ یہ وفا شعار بیوی صرف یہ سمجھ کر کھانا پہنچاتی ہیں کہ وہ اللہ کے لیے کام کرتے ہیں۔ اسی قربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو بھیجتے کہ جاؤ وہ کھانا لے کر' پانی لے کر' برتن سالن وغیرہ لے کر گئی ہے۔ جا کر خدیجہؓ کو میرا سلام کہہ آؤ۔ (متفق علیہ' مشکوٰۃ کتاب الفضائل' باب مناقب ازواج النبیؐ رضی اللہ عنہن) حضرت عائشہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' اے عائشہؓ یہ جبرائیل آئے کھڑے ہیں' اور تجھے سلام کہتے ہیں۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ کتاب الفضائل' باب مناقب ازواج النبی رضی اللہ عنہم عن ابی سلمہؓ) اب دیکھو دونوں میں فرق کتنا ہے؟ حضرت خدیجہ کو خدا سلام کہتا ہے' وہ کتنی خوش نصیب ہیں' اب یہ دنیا کے بادشاہ کیا ہیں؟ اگر صدر کا پیغام آجائے' یا کسی افسر کا پیغام آجائے تو آدمی پھولا نہیں سماتا۔ اب جس کو اللہ سلام کہے اس کا درجہ کس قدر ہوگا! حضرت خدیجہؓ کو اللہ سلام کہتا ہے اور حضرت عائشہ کو جبرائیل علیہ السلام سلام کہتے ہیں۔ فرق آپ نے دیکھا؟ ان کے لیے اللہ سلام بھیجتا ہے اور انھیں جبرائیل علیہ السلام سلام کہتے ہیں۔ فرق کیا ہے؟ ابتدائی دور میں آپ کی کیا حالت تھی؟ اللہ نے قرآن میں فرمایا: ﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ﴾ [الضحی 93:8]

اے نبی! تو بہت تنگ دست تھا' تیرے پلے کچھ نہیں تھا' تو غریب تھا' تجھے روٹی تک میسر نہیں آتی تھی۔ میں نے خدیجہؓ جیسی بیوی دے کر تجھے غنی کر دیا۔ خدیجہ کی ساری دولت جس کی طرف عرب کے سردار بڑی گہری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ساری دولت حضور ﷺ کے لیے وقف کر دی اور پھر جب آپ پر پہلی وحی آئی' جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو پہلی مرتبہ پکڑ

کر دبایا اور کہا: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ [96:علق:1] پہلا سبق پڑھایا تو آپ اتنے ڈرے ہوئے' اتنے گھبرائے ہوئے آئے اور آکر اپنی بیوی سے کہنے لگے: خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ مجھے جان کا ڈر ہے' میں مر جاؤں گا۔ آج جو میرے ساتھ ہوا ہے' مجھے فرشتے نے دبایا ہے' ایک دفعہ دبایا' پھر دبایا' پھر دبایا۔۔۔ میری تو جان نکل گئی۔۔۔ جو آج میرے ساتھ ہوا ہے' اس کی وجہ سے میں نہیں بچ سکتا۔۔۔ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ مجھے تو اپنی جان کا ڈر ہے۔ اور بیوی کیا کہتی ہے؟ ہماری عورتوں جیسی کوئی ہوتی تو کہتی تو بھی ٹلتا نہیں تھا' تجھے کوئی جن ٹکر گیا ہوگا۔۔۔ فلاں بات ہوگی۔۔۔ تو بھی ہٹ جا۔۔۔ کیوں روزانہ جاتا ہے؟ خواہ مخواہ وقت ضائع کرتا ہے۔ بیوی نے کہا: نہیں' نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ خدا تجھے ضائع کر دے۔۔۔ تیری سیرت' تیرا کردار' تو یتیموں کے لیے کام کرتا ہے' عوام کے لیے کام کرتا ہے' تو غریبوں پر ترس کھاتا ہے' تو مہمانوں کی مہمان نوازی کرتا ہے' تیرے کردار کا آدمی' تیری سیرت کا آدمی خدا ایسے آدمی کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر اپنا ایک رشتہ دار جو تھا۔۔۔ اس زمانے کا بہت بڑا عالم' ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی تاکہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور اس کے اپنے دل کو بھی اطمینان ہو۔ جا کر سارا حال بتایا کہ آج ان کے ساتھ یہ حال ہوا ہے؟ اس طرح سے ہوا ہے؟ ورقہ بن نوفل ان کا رشتہ دار تھا' قریش سے تھا۔۔۔ عیسائی عالم تھا۔۔۔ اور انجیل کا ترجمہ عربی میں کرتا تھا۔ اس نے کہ آپ بہت خوش قسمت ہیں' آپ کے پاس تو وہی ناموس فرشتہ آیا ہے جو پہلے پیغمبروں پر وحی لے کر آیا کرتا تھا۔ تو تو نبی بن گیا ہے۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب قوم تجھ کو یہاں سے نکال دے گی۔ تو ہجرت کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ تجھے مکہ چھوڑنا پڑے گا۔ تو حضور ﷺ نے تعجب میں کہا: اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ ۔۔۔ ہائے! ہائے! میری قوم مجھے نکال دے گی۔ یہ دیکھو بریلویوں کا حال؟ جی! علم غیب تھا' آپ پوچھتے ہیں اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ (متفق علیہ مشکوۃ کتاب الفضائل المبعث و بدء الوحی عن عائشةؓ

فصل اول) کیا مجھے میری قوم نکال دے گی ؟ میں ان کو کوئی گالی دیتا ہوں' کوئی برا کہتا ہوں ؟ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں۔۔۔ ان کی بھلائی چاہتا ہوں' انھوں نے کہا ہاں۔۔۔ آج تک کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس ساتھ امت نے یہ حال نہ کیا ہو ؟

اس طرح سے حضرت خدیجہؓ نے حضور ﷺ کو تسلی دلائی۔ اللہ نے اس دور کی خدمتوں کا کیا صلہ دیا؟ یہ کہ وہ زمین پر رہتی ہیں اور اللہ انھیں سلام بھیجتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ سلام کے معنی کیا ہیں ؟ جب اللہ کسی کو سلام کہہ دے تو گویا یہ سرٹیفیکیٹ ہے۔ اب تجھے کوئی خطرہ نہیں۔ سلام کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ السلام علیکم کے معنی کیا ہیں ؟ السلام۔۔ اس کے معنی سلامتی کے ہیں۔ السلام علیکم کے معنی یہ ہوئے کہ تجھ پر میرا اسلام ہو۔ مطلب کیا ہے ؟ یہ کہ میرے دل میں تیرے بارے میں کوئی بغض' کوئی عداوت' کوئی کینہ' کسی قسم کی کوئی بات نہیں۔ میری طرف سے تو بالکل مطمئن رہ۔ اور میری دعا ہے کہ اللہ تجھے سلامت رکھے۔ سلام کے یہ معنی ہیں۔ جب ایک مسلمان' دوسرے مسلمان کو سلام کہتا ہے تو کیا معنی ؟۔۔۔ یہ کہ وہ ضمانت دیتا ہے کہ میرا دل تیرے بارے میں صاف ہے۔ تجھے مجھ سے کوئی خطرہ نہیں اور میری دعا یہ ہے کہ اللہ تجھے سلامت رکھے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: اگر تمھاری کسی سے ناراضی ہو جائے' غصہ ہو جائے تو بیشک تین دن بول چال بند کر دو۔ سلام نہ کہو' اب تین دن میں جو اتار چڑھاؤ ہونا ہو گا ہو جائے گا۔ تین دن کے بعد اپنے دل کو صاف کر لو۔ اور جب دل صاف ہو جائے تو پھر سلام کہنا شروع کر دو۔ منافقت کا سلام نہیں جیسے ہمارے ہاں چلتا ہے۔ ادھر سلام کہتے ہیں' ادھر سے چھریاں چلاتے ہیں۔ یہ کافروں کے طریقے ہیں۔ ہم بظاہر مسلمان ہیں لیکن اسلام ہمارے اندر بالکل نہیں ہے۔ آپ نے اسلامی رنگ دیکھا ؟ میں آپ کو اسلامی رنگ دکھا رہا ہوں اور پھر آپ اپنی حالت کو دیکھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کیا ہمارے اندر مسلمانوں والا رنگ موجود ہے ؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں تین دن سے زیادہ مسلمان کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے ناراض رہے۔ تین دن تک سلام چھوڑے رکھے۔ لیکن تین دن میں اپنے دل کو ٹھیک کرے' اور پھر سلام کہنا شروع

کر دے۔ جب اللہ سلام کہے تو پار ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم واحمد و ابوداود' مشکوۃ کتاب الادب کتاب ماینھی عنہ من التھاجر عن ابی ایوب انصاریؓ و عن ابی ہریرۃؓ) تیرے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اور سلامتی سوائے جنت کے اور کس چیز میں ہوگی؟ اگر اللہ کسی کو سلامتی کی گارنٹی دے' تو وہ جنتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے عام جنتیوں کی کوٹھیاں کیسی ہوں گی؟ سونے اور چاندی کی اینٹیں لگی ہوئی ہوں گی۔ امیرو! کتنے بھی امیر ہو جاؤ اس کے باوجود کتنی اعلیٰ کوٹھیاں بنالو گے؟ خدا کہتا ہے کہ جو میں تمھارے لیے کوٹھیاں تیار کروں گا اس میں سونے اور چاندی کی اینٹیں لگی ہوئی ہوں گی اور کستوری کا گارا ہوگا۔ کستوری آج کل خالص ملتی ہی نہیں۔ قریب قریب نایاب ہی ہے۔ کسی کو اتفاق سے کبھی میسر آجائے تو کیا کہنے! عام جنتیوں کی کوٹھیوں کا یہ حال ہے کہ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی۔۔۔ باہر والی اینٹ سونے کی اور اندر والی چاندی ہوگی اور گارا جو ہے وہ کستوری ہے۔ یہ کوٹھیاں تیار ہوں گی لیکن حدیث میں آتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی کوٹھی موتی کی ہوگی' ایک موتی کی گولائی کے ساتھ مکمل کوٹھی ہوگی (صحیح البخاری' باب تزویج النبی' خدیجہ و فضلھا) اور یہ کیوں؟ صرف دین کی خدمت کی وجہ سے۔ آپ کبھی تو اپنے دل سے پوچھا کریں کہ میں نے دین کے لیے کیا کیا ہے؟ آپ نے دین کے لیے کبھی گالیاں سنیں؟ آپ کو کسی نے اس وجہ سے گالی دی ہو کہ آپ دین دار ہیں؟ آپ نے دین کے لیے کبھی اپنی دولت خرچ کی؟ آپ نے دین کی عزت کے لیے کبھی کوئی قربانی کی؟

میرے بھائیو! اگر صرف اپنا پیٹ ہی ہے اور دین کی خاطر آپ نے کچھ نہیں کیا تو آپ خدا سے کچھ لینے کی توقع کریں گے؟ مسلمان ہو' دین کو اپنا سمجھو اور اس کی خاطر قربان کر دو۔ اگر آپ کو آپ کی بیوی بے دین بناتی ہے تو آپ اس بیوی پر لعنت بھیجیں۔ قیامت قائم ہوگی' صور پھونکا جائے گا' سب رشتے ٹوٹ جائیں گے' باپ باپ نہیں بنے گا' اولاد اپنے باپ کی نہیں بنے گی۔ تیرا وقت گزرے نہ گزرے میری جان چھوڑ' کوئی رشتہ قائم نہیں آئے گا۔ اس سے کیا فائدہ؟ میں تو حیران ہوتا ہوں کہ آپ اپنے بیٹے کو کالج میں داخل کروا دیتے ہیں اور پھر چاہتے ہیں کہ بیٹا محنت کر کے پاس ہو جائے۔ جب آپ کا بیٹا محنت بھی نہ کرے اور

فیل ہو جائے تو آپ کو کس قدر افسوس ہو گا۔اسی طرح آپ مسلمان بھی ہوں' نمازیں بھی پڑھیں' جمعے بھی پڑھیں پھر کافر کے کافر ہی رہیں' دوزخی ہی رہیں۔ آپ کے اندر انقلاب کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ آپ کیوں نہیں یہ سمجھتے' اپنی شکلوں کو کیوں نہیں بدلتے؟ اپنی اولادوں کو کیوں نہیں بدلتے' درودیوار کیوں نہیں بدلتے۔ آپ پر کوئی اسلامی رنگ ڈھنگ کیوں نہیں آتا۔ ایسے منافقوں کو اللہ قبول نہیں کرتا۔ آپ کو یہ کیوں نہیں نظر آتا کہ آج کا مسلمان نام کا ہے۔ اصل میں منافق ہے۔ اس کا کردار' سیرت' کمائی' رہنا سہنا' سب کافروں والا ہے۔ یہ دورنگی ہو' اس میں کفر کا رنگ بھی ہو' اس میں اسلام کا رنگ بھی ہو تو یہ منافق ہے۔ اور منافق دوزخ میں سب سے نیچے ہو گا اور کافر اوپر ہو گا۔ ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾[4:النساء:145] منافق دوزخ کے نچلے طبقے میں ہو گا اور کافر اوپر والے طبقہ میں کیونکہ کافر نظر آتا تھا وہ دھوکہ نہیں دیتا تھا' اور یہ جو منافق ہے اوپر سے مسلمان نظر آتا ہے مگر اندر سے کافر ہوتا ہے۔ یہ قرآن ہے' اس تبلیغی جماعت والوں نے اسے برباد کر دیا۔ لوگوں کو ثواب کی امید دلاتے رہتے ہیں۔ سبحان اللہ کہہ دو اتنا ثواب ہے۔۔۔ کہ بس ایک درخت لگ جاتا ہے۔۔۔ گھوڑا ساری عمر چلتا رہے' سو سال چلتا رہے' اس درخت کا سایہ ختم نہ ہو۔۔۔ اب تبلیغی جماعت والوں کا اسلام دیکھو! سبحان اللہ' سبحان اللہ کہتے نہیں تھکتے' لیکن یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ مومن کا سبحان اللہ ہے یا کافر کا؟ سبحان اللہ کی بڑی فضیلت ہے لیکن کس سبحان اللہ کی؟۔۔ اس کا فائدہ اس کو ہو گا جس کا ظاہر اور باطن ایک ہو۔۔۔ اس کی بیوی بھی مسلمان ہو' اولاد بھی مسلمان ہو' مکان بھی مسلمانوں جیسا ہو اور کمائی بھی۔ اگر اس کی کمائی کافروں والی ہے' زندگی اس کی کافروں والی ہے' اور داڑھی اس کی ہے یا نہیں' نمازی وہ ہے یا نہیں۔۔۔ پھر سبحان اللہ ہزار بار پڑھے کوئی فائدہ نہیں۔ آخر آپ اپنے بچوں کو سکولوں اور کالجوں میں پڑھاتے ہیں' کیا سمجھ کر پڑھاتے ہیں؟ یہی سمجھ کر کہ میرا بیٹا محنت کرے' باقاعدگی سے کالج جائے اور کامیابی حاصل کرے۔ اگر فیل ہو گیا تو پھر بڑا افسوس ہو گا۔ اسی طرح میرے بھائیو! آپ پر بھی اسی طرح افسوس

ہوگا کہ نمازیں پڑھ کر بھی آپ دوزخ میں چلے جائیں۔ قرآن مجید دیکھ لو کیا کہتا ہے؟ ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴾ دوزخ ہے نمازیوں کے لیے۔ کون سے نمازیوں کے لیے؟ ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴾ [107: الماعون: 5] کونسے نمازی؟ وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ نماز کیا چیز ہے؟ نماز ایک انقلابی چیز ہے۔ یہ آپ کو مسلمان کرنے کی ایک Exercise ہے' ایک مشق ہے۔ آپ میں انقلاب لانے کی ایک مشق ہے۔ اگر نماز آپ کو ہلاتی نہیں' بدلتی نہیں' تو یہ وہی نماز ہے ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴾ دوزخ ہے نمازیوں کے لیے۔ جو نماز سے غافل ہیں ان کے لیے دوزخ ہے۔ ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ ﴾ [107: الماعون: 6] جو نمازیں پڑھتے نظر آتے ہیں لیکن اندر کچھ نہیں ہے ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ﴾ بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہے۔ ﴿ وَ اِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ﴾ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو سست کھڑے ہوتے ہیں۔ منافق کی خصلت بیان کی ہے کہ منافق جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو سست ہوتا ہے' مردہ سا ہوتا ہے' بد نیت ہوتا ہے' ڈھیلا ڈھالا ہوتا ہے۔ یہ احساس ہی نہیں کہ میں کھڑا کہاں ہوں؟ پھر جو حنفی کہتا ہے کہ میں حنفی نماز پڑھتا ہوں تو اس کے بچنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب نماز میں آپ کھڑے ہو جائیں تو سمجھنا چاہیے کہ نماز کیسی ہونی چاہیے۔ حنفی یا محمدی؟ اگر حنفی نماز پڑھی تو تیری نجات کبھی نہیں ہو سکتی۔ نماز بعد میں پڑھ پہلے فیصلہ کر کہ کیسی پڑھے گا؟ حضور ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ (صحیح البخاری کتاب الاذان' باب اذان المسافرین اذا کانوا جماعۃ) لوگو! نماز ایسے پڑھو' جس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ میں تمھارے لیے نمونہ ہوں اور کوئی شخص نمونہ نہیں۔ اسی لیے' میں حنفی بھائیوں سے کہا کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے مجھے بتا کہ تو

جو حنفی بن گیا ہے' تیرے لیے سوائے محمد ﷺ کے اور کوئی نمونہ ہے؟ اللہ سے ڈر' بالکل حنفی نہ بن' محمدی بن۔ تیری نماز محمدی ہو' لباس محمدی' رہنا محمدی' مگر جب تو حنفی بن گیا' تو تیرا بیڑہ غرق ہو گیا' تیرا ستیاناس ہو گیا' تیرا دین برباد ہو گیا۔ تیرے پلے کچھ نہیں رہا۔ دیکھ لو' ہمارے ملک میں اکثریت کن لوگوں کی ہے؟ اہل حدیثوں کی یا حنفیوں کی؟ سب پڑھے لکھے بیٹھے ہیں بعض لوگ بڑے طرارے کھاتے ہیں' بڑے غصے میں آ جاتے ہیں۔ دیکھو جی! جماعت اسلامی کے خلاف' تبلیغی جماعت کے خلاف' حنفیوں کے خلاف' تو آپ خود سوچیے کہ جب میں منبر پر چڑھ جاؤں تو میں جو لوگ اسلام کے خلاف ہوں ان کے خلاف بات نہ کروں؟ کوئی کچھ بھی بنے' سب اسلام کے خلاف ہے۔ اسلام صرف محمدی ہے۔ ایک ہی ایڈیشن' ایک ہی سیمپل اور دوسری کوئی شکل نہیں۔ نماز بھی محمدی طریقہ پر پڑھیں تو پھر اختلاف بھی مٹ جائیں گے۔ دیر نہیں لگے گی۔ سو میرے بھائیو! پتہ تو اس وقت لگے گا کہ جب ہم مر کر اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ کوئی اگر یہ کہے یااللہ! مجھے تو پتہ نہیں' اللہ پوچھے گا کہ تیرے پاس میرا پیغام نہیں پہنچا تھا؟ اب دیکھو! تھانیدار یا کوئی افسر کسی کو بلائے' سپاہی یا چپڑاسی کو بھیج کر اور وہ نہ آئے تو پھر اس کے بعد وہ انہیں پوچھے گا کہ تجھے بلایا تھا تو آیا کیوں نہیں؟ اور یہ بہانہ ڈھونڈے کہ مجھے تو اطلاع ہی نہیں ملی۔ وہ جس کو بھیجا تھا اس کو بلائے گا؟ ارے تو نے جا کر کہا نہیں تھا کہ فلاں صاحب بلا رہے ہیں؟ تو پھر اس کی خیر نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر پیغام لے جانے والے نے کہہ دیا کہ یااللہ! میں نے تو پیغام دے دیا تھا تو پھر اس کی خیر نہیں۔ قرآن بالکل یہی انداز اختیار کرتا ہے جواب میں تم کو سمجھا رہا ہوں۔ ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ ﴾ [5:المائدہ:109] اللہ رسولوں کو اکٹھا کرے گا' ان کی امتوں کو بھی سامنے لے آئے گا۔ یہ محمد ﷺ' اور یہ ان کی امت' یہ موسیٰ علیہ السلام اور یہ ان کی امت' یہ عیسیٰ علیہ السلام اور یہ ان کی امت۔۔۔۔ یہ فلاں نبی۔۔۔ یہ اس کی امت۔۔۔۔ اللہ نبیوں سے کہے گا؟ ﴿ مَاذَا أُجِبْتُمْ ﴾ اے نبیو! بتاؤ' تمھیں کیا جواب دیا گیا؟ سن لیا آپ نے؟ قرآن کہتا ہے' رسول اللہ ﷺ اپنی ڈائری' اپنی رپورٹ پیش کریں گے۔ ﴿ وَ

﴿قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِ اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾

یااللہ! میری اس قوم نے تیرے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ حضور ﷺ اللہ کے پاس سے یہی قرآن ہی تو لے کر آئے تھے۔ یہ قرآن دین ہے' وہی قرآن جو نبی نے لوگوں کو 23 سال پڑھایا۔ اس کا پریکٹیکل کر دلیا۔ جاتے ہوئے پکڑا کر گئے کہ اس کو نہ چھوڑنا' اب جو بدبخت ہے وہ اماموں کے پیچھے لگ گئے' کوئی کسی کے پیچھے لگ گیا' کوئی کسی امام کے پیچھے لگ گیا۔ کسی نے بارہ امام گھڑ لیے اور کسی نے چار امام گھڑ لیے۔ اب حنفیوں کا کمال دیکھیے! چار امام بنائے' تین کو چھوڑ دیا' ایک کو لے لیا' کیا اسے اہل سنت کہتے ہیں ؟ حنفی کیا کہتے ہیں ؟ توجہ سے سنیں ؟ اہل سنت کے امام چار ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ' امام مالکؒ' امام شافعیؒ' امام احمد بن حنبلؒ' ان میں ہمارا امام ابو حنیفہؒ --- چار میں سے تین کو ہم نے چھوڑ دیا۔ اور ایک کو ہم نے لے لیا۔ اور شیعہ نے بارہ امام بنائے اور بارہ ہی کو پکڑ لیا۔ اور ہم کیا کہتے ہیں ؟ امام صرف ایک ہی ہے جس کو اللہ نے امام بنا کر بھیجا ہے۔ باقی کوئی امام نہیں --- اب بھی آپ کو شبہ ہے ؟ اللہ کے لیے توبہ کر لو --- اپنے دل کو صاف کر لو۔ اللہ کی قسم! وہ شخص بہت خوش قسمت ہے جس کی سمجھ میں یہ بات آ جائے۔ کہ ہمارے امام محمد ﷺ ہیں۔ نماز پڑھو' تو انھیں کے طریق پر' کوئی مسئلہ ہو تو محمد ﷺ سے پوچھو۔ برباد کر دینے والی دو باتیں ہیں --- دنیاداری برباد کرتی ہے یا غلط دین --- لوگ اگر دین کی طرف آتے ہیں تو نقلی دین' بجائے محمدی کے حنفی بن گیا' یا محمدی ہی بن گیا لیکن دنیادار --- اب دیکھو! اہل حدیث جو ہیں' وہ بھی یونہی سارے کے سارے مرے ہوئے ہیں۔ اس دنیا کے دھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ نام اہل حدیث' لیکن دنیاداری' حنفیوں جیسی۔ دونوں برابر ہو گئے۔ یہ دونوں بڑے فیکٹرز (Factors) ہیں: گمراہ کرنے والے' تباہ کرنے والے۔ یا مذہب غلط ہو گیا یا دنیا کی محبت دل میں بیٹھ گئی۔ آپ کی ساری کوششیں دنیا کے لیے وقف ہو گئیں۔ اب کامیاب کون ہو گا ؟ جو خاص کر بنے بھی اہل حدیث اور رہے بھی بالکل سادہ --- اس طرح کہ دنیا میں بس گزارا چل جائے۔ اور اس سے زیادہ دنیا کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اللہ جتنا دے' اسی کی مرضی' جیسے بعض صحابہؓ

کی آزمائش تھی۔ وہ دولت کو دھکے دیتے تھے' وہ دولت کو گھر سے نکالتے تھے' لیکن اللہ پھر بھر دیتا تھا۔ جیسے آپ نے دیکھا کہ بارش ہو جائے' برسات میں آپ کسی جگہ سے پانی نکالیں' جتنا نکالتے ہیں اتنا ہی اور آجاتا ہے۔ بعض کے ساتھ تو دنیا میں اللہ بالکل ایسا ہی کرتا ہے اور مومن لوگ جتنا دنیا کو نکالتے ہیں' اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اللہ اتنا ہی اور دے دیتا ہے۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کے پاس پیسہ آتا بھی نہیں اور وہ مرتے ہی رہتے ہیں۔ سن لو سب سے بدبخت وہ آدمی ہے جو ہے بھی غریب اور ہے بھی بے دین۔۔۔ یہ مزدور جو کام کرتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر' اللہ کی قسم اتنا ترس آتا ہے کہ یااللہ! پیاز سے روٹی کھانا کسی وقت نصیب ہو جائے اور کسی وقت یہ بھی نہیں۔ ساری عمر مزدوری کرتے جانوروں کی طرح زندگی گزارتے مر گئے۔ کوئی پوچھے کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ وہ کیا کہے گا؟ پتہ نہیں' میں تو روٹی کھانا جانتا ہوں۔ ہائے ہائے! اس جیسا بدبخت بھی کوئی نہیں۔ اور ہماری اکثریت اسی قسم کی ہے۔ اب دوسری طرف دیکھیے۔ یہ کوٹھیوں والے' پڑھے لکھے' دولت مند' لیکن دین بالکل نہیں۔ یہ بھی دو تین دن کا عیش ہے۔ "بچے سقے" کے معاملے کا آپ کو پتہ ہے نا۔۔۔ اس کو چند گھنٹوں کی حکومت مل گئی تھی اس نے چمڑے کا سکہ چلا دیا۔۔۔ اب اس طرح کسی نے اپنی زندگی کے چند سال عیش میں گزار لیے اور پھر دوزخ میں چلا گیا۔ یہ کیسی عیش ہے؟ کیسی زندگی ہے؟ یہ بالکل ایسا ہی حال ہے جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو کہ میں بڑے مزے کر رہا ہوں' میں ایسے پھر رہا ہوں' بڑے عیش کے خواب دیکھے اور جب اٹھے تو پولیس کھڑی ہو کہ تیرے وارنٹ آگئے ہیں؟ یہ دنیادار کا حال ہے۔ دنیادار زندگی مزے سے گزار دیتا ہے لیکن جب جان نکلتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں آجا' دوزخ تیرے لیے تیار ہے۔ یہ دو قسمیں ہو گئیں۔ اور تیسری قسم کیا ہے؟ کہ ہے تو غریب' تنگ دست' روٹی بھی میسر نہیں لیکن دین اعلیٰ ہے۔ یہی خوش قسمت ہے۔ جب ہم کسی مزدور کو دیکھ لیں کہ وہ اہل حدیث ہے' دین دار بھی ہے' نمازی بھی ہے' تو اللہ جانتا ہے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ زندگی تو دنیا میں اس کی گزر ہی جائے گی' لیکن آخرت تو اس کی بن گئی۔ اور پھر دوسرا نیک بخت کون ہے؟ وہ جس کی دنیا بھی اعلیٰ اور دین میں بھی کمال۔۔۔ جیسا کہ حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت زبیر رضی

اللہ عنہم اتنی دولت اللہ نے دی۔۔۔۔ اتنا دی کہ بیویوں کو ترکہ جو آٹھواں حصہ ملنا تھا وہ کروڑوں روپوں کا تھا۔اللہ نے اتنی دولت دی تھی۔اور جنت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا: یہ لوگ جنت کے طالب ہیں اور جنت ان کی طالب ہے۔(صحیح بخاری کتاب الجهاد والسیرباب برکة الغازی فی ماله حیا و میتا مع النبی ﷺ و ولاة الامر عن عبداللہ بن زبیرؓ) آپ ایسے خوش قسمت بننا چاہتے ہیں؟اگر یہ بات ہے تو آپ کو اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

خطبہ ثانی

یہ جو آیت میں نے پڑھی تھی اس کو ذرا سن لیں۔یہ آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے' وہاں واویلا کریں گے' روئیں گے' چلائیں گے اور فرمایا﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُه' فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ جب سب لوگ میدان محشر میں اکٹھے ہو جائیں گے تو ہم ان کے اعمال کو تولیں گے' ان کا وزن کریں گے' جس کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو گیا۔﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ تو وہ پاس ہو گیا' حکم مل گیا کہ چل جنتوں میں چلا جا۔ ﴿ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُه' ﴾ اور جن کا پلڑا ہلکا ہو گیا﴿فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کو دھوکے میں ڈالا' خسارے میں ڈالا۔۔ ﴿ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴾ وہ جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ رہیں گے۔﴿ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴾ ان کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی۔﴿ وَ هُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ [المؤمنون:23:102-104]

اور اس میں ان کی شکل بہت بری ہو گی۔ جھلسے ہوئے کالے رنگ ہوں گے' جب وہ دوزخ میں جلیں گے' اللہ کیا کہے گا؟ دوزخ پر فرشتوں کی ڈیوٹیاں ہیں۔ ان فرشتوں کا انچارج

"مالک "ہے۔ ﴿ وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴾ [43:الزخرف:77] وہ مالک سے کہیں گے کہ اپنے رب سے کہہ دیں کہ ہمارا کام تمام کردے' ہمارا خاتمہ کردے' ہم ختم ہو جائیں' یہ زندگی ہم سے برداشت نہیں ہوتی۔ ہم دوزخ میں جل رہے ہیں' ﴿لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴾ اے رب! ہمارا کام تمام کر دے' ہمیں ختم کر دے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ وہ لوگ ہزاروں سال چیختے رہیں گے کہ اے مالک کہہ دے' ہماری سفارش کر دے۔ اب مالک ایسا فرشتہ ہے کہ جو پرواہ ہی نہیں کرے گا۔ کہے گا کہ جو بجتے ہو بجتے رہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں معراج پر گیا' فرشتوں سے میری ملاقات ہوئی' ہر ایک مسکرایا اور کھلی پیشانی سے مجھے ملا۔ لیکن مالک کے تیور نہیں اترے۔ وہ جو دوزخ کا انچارج فرشتہ ہے' مجھے دیکھ کر بھی اس کے تیور نہیں اترے' چڑھے ہی رہے۔ اللہ نے اس کو بنایا ہی ایسا سخت ہے۔ جب لوگ یہ کہیں گے ﴿ وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴾ اے مالک رب سے کہہ دے کہ ہمارا کام تمام کر دے۔ جب بہت عرصہ گزر جائے گا مالک کیا کہے گا؟ ﴿قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ [43:الزخرف:73] بکواس نہ کرو۔ تمھاری کوئی سفارش نہیں' کوئی درخواست نہیں۔ کسی قسم کی کوئی نظر ثانی نہیں۔ کیا خیال یہ کوئی افسانے ہیں۔ قرآن پر ایمان رکھتے ہو؟ دیکھ لو اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سب جھوٹ ہے' قصہ ختم ہے۔۔۔ پھر مسجد سے باہر چلے جاؤ بات ہی ختم ہے تو فرشتے ان سے پوچھیں گے۔ جب وہ دوزخ میں جل رہے ہوں گے ﴿ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ ﴾ تمھیں میرا یہ قرآن نہیں سنایا جاتا تھا؟ کیا میری آیتیں تمھیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ ﴿ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴾ تم تو ان کو مانتے ہی نہیں تھے۔ اس کان سے سنا اور اس سے نکال دیا۔ بس مسجد سے نکلے' سب کچھ جھاڑ کے کہ مولوی جی! سنبھال لینا اور پھر چلے گئے۔ اگلا جمعہ آئے گا تو پھر دیکھا جائے گا۔ ﴿ قَالُوْا ﴾ کہیں

گے ﴿ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا ﴾ اللہ ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی۔ یہ دوزخیوں کی فریاد ہے۔ ﴿ وَ كُنَّا قَوْمًا ضَالِّيْنَ ﴾ ہم نے مان لیا کہ ہم دنیا میں پاگل تھے' بے وقوف تھے' گمراہ تھے' جاہل تھے۔ اصلی راستہ سے ہٹ گئے تھے۔ یا اللہ ہو گیا سو ہو گیا۔ ﴿ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا ﴾ یا اللہ! اب یہاں سے نکال لے۔ ہمیں دوزخ سے نکال لے' ﴿ فَاِنْ عُدْنَا ﴾ اگر ہم پھر بھی وہی زندگی اختیار کریں جو پہلی تھی تو پھر نہ چھوڑنا۔ درخواست بڑی اپیل کرنے والی ہے لیکن اللہ کیا کہے گا؟ ﴿ قَالَ اخْسَؤُا فِيْهَا ﴾ اللہ کہے گا دور ہو جاؤ۔ ﴿ وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو۔ اب دیکھ لو' آپ کو پتہ بھی لگ جائے گا کہ اللہ بلا رہا ہے اور اس کا یہ حکم ہے' پھر ٹس سے مس نہ ہوں۔ تو پھر اللہ کو غصہ نہیں آئے گا۔ پھر یہی کہیں گے کہ جاؤ مجھ سے کلام نہ کرو۔ اب دیکھو کس طرح ان کو Charge Sheet دی جا رہی ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ ﴾ دنیا میں میرے بندوں کا ایک گروہ ہوتا تھا۔ میری خاص پارٹی' سیدھے سادھے لوگ' داڑھیوں والے لوگ' متقی آخرت کی فکر رکھنے والے' اور ایک گروہ تھا جن کی سیرت' کردار' ان کی زبان پر کیا جاری ہوتا تھا؟ ﴿ يَقُوْلُوْنَ ﴾ وہ یہ کہا کرتے تھے۔ ﴿ رَبَّنَا اٰمَنَّا ﴾ یا اللہ! جیسے تو نے کہا' میں ایمان لے آیا۔ پھر حنفی بن گئے۔ ﴿ رَبَّنَا اٰمَنَّا ﴾ یا اللہ! ہم تو ایمان لے آئے۔ یا اللہ تیرے بندے ہیں' قصوروار' خطاکار ہیں' غلطی ہو جاتی ہے۔ ﴿ فَاغْفِرْ لَنَا ﴾ ہم کو بخش دے' ہم پر رحم کر ﴿ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ تو بہتر رحم کرنے والا ہے۔ ﴿ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا ﴾ اے دوزخیو تم میری اس پارٹی کا مذاق اڑاتے تھے' مذاق کیا کرتے تھے؟ ﴿ حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ ﴾ داڑھی مچھر' ملاں۔۔۔ مولوی۔۔۔ فلاں' فلاں۔۔۔ تم ایسے مذاق میں لگے رہتے تھے۔ یہ تم کو بہت حقیر نظر آتے

تھے۔۔۔ ﴿ وَ كُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴾ تم ان کو دیکھ دیکھ کر ہنسا کرتے تھے۔ دیکھو! اللہ کو اپنی پارٹی کا کتنا احساس ہے' لحاظ ہے' میرے بھائیو! جنٹل مینو! داڑھی منڈانے والو! پتلونیں پہننے والو! اللہ کے لیے توبہ کر لو۔ اللہ کی پارٹی میں شامل ہو جاؤ۔ دور سے دیکھ کر نظر آئے کہ یہ اللہ کا بندہ ہے۔ آپ کا چہرہ بول بول کر بتائے۔ انگریز کو نظر آجائے کہ یہ پرانا ماڈل ہے۔ یہ ماڈرن نہیں ہے۔ ﴿ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ ﴾ اے دوزخیو! تم نے ان کا مذاق اڑایا' ان سے تمسخر کیا۔ لیکن وہ صبر کرتے رہے۔ آج میں نے اس کا بدلہ دے دیا ہے۔ ﴿ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ﴾ سارے پاس ہو گئے ہیں اور جنتوں میں چلے گئے ہیں' لیکن تم اپنی بدبختی کی وجہ سے نیک لوگوں' دیندار لوگوں سے مذاق کیا' اب دوزخ میں آگئے۔ تمھارے لیے کوئی معافی نہیں۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان

خطبہ نمبر 22

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ وَ كُلَّ ضَلاَلَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ يَغْفِرْلَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لاَ يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلاً وَّ نَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآئِيْ اِلاَّ فِرَارًا ۝ وَ اِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَلَهُمْ جَعَلُوْآ اَصَابِعَهُمْ فِيْ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْ ثِيَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝ فَقُلْتُ

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّه‘ كَانَ غَفَّارًا o يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا o وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًاo مَالَكُمْ لاَ تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴾[71:نوح:1-13]

میرے بھائیو! ہمیں یہ دل سے تسلیم کرلینا چاہیے بلکہ ہمارا ذہن اس طرح بن جانا چاہیے' ہر وقت یہ یقین رہے کہ اللہ کی ایک حکومت ہے' دنیا کی حکومتیں ہمارے سامنے موجود ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ملک جو ہے وہاں کوئی نہ کوئی حکومت ہے۔۔۔ اچھی یا بری۔۔ کوئی بھی ایسا خطہ نہیں کہ جہاں پر کوئی حکمرانی کرنے والا نہ ہو۔ ہم دنیا کی حکومتوں کو جن کی کچھ بھی حیثیت نہیں' بالکل ہیچ ہیں ان کو تسلیم کرتے ہیں' لیکن اللہ جو احکم الحاکمین ہے' جو بادشاہ ہے' اس کو ہم صرف نام کے طور پر مانتے ہیں۔ اس کی حکومت ہمارے دل میں بیٹھی نہیں ہے۔ اصل میں ایمان والا معاملہ بھی ایسا ہے۔ امام حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا هَلْ اَنْتَ مُؤْمِنٌ آپ مومن ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ایمان دو طرح کا ہوتا ہے۔۔ ایک تو ایمان یہ ہے کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلاَئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ کہ میرا ایمان اللہ پر بھی ہے' اس کے فرشتوں پر بھی' اس کی کتابوں پر بھی' اس کے رسولوں پر بھی ہے ایمان ہے۔ ایمان کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ اور ایک صورت یہ ہے ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَاللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُه‘ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [8:الانفال :2] کہ مومن تو صرف وہی لوگ ہیں ﴿اِذَا ذُكِرَاللّٰهُ ﴾ جب اللہ ان کے سامنے کیا جاتا ہے تو ﴿ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔﴿وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُه‘ ﴾ جب ان کے سامنے اللہ کا کوئی حکم آجاتا ہے' قرآن کی کوئی آیت ان کے سامنے آجاتی ہے۔ ﴿زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ﴾ تو

ان کا ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ﴿وَ عَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور تیری مراد کس ایمان سے ہے؟ اگر تو یہ کہتا ہے جیسے یہ سارے کہتے ہیں۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ تو اللہ کو مانتا ہے۔ جی ہاں! فرشتوں کو مانتا ہوں؟ جی ہاں کتابوں کو رسولوں کو مانتا ہوں۔ ایسا مومن تو میں ہوں اور ہر ایک ہی ہے۔ لیکن اگر یہ کہے کہ وہ ایمان جس دل میں خدا بیٹھا ہوا ہوتا ہے' اس کا تصور آئے تو اس کی کیفیت بالکل اور ہوتی ہے۔ ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ﴾[الزمر:39:23] کہ اللہ نے یہ قرآن ایسا اتارا ہے تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جن کے دل میں ایمان ہے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب وہ قرآن سنتے ہیں' پڑھتے ہیں' ﴿تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ﴾ ان کے دل ملائم ہو جاتے ہیں' پگھل جاتے ہیں' اکڑ' چھکڑ' یہ وہ' جیسے پکڑا استری ہوتا ہے تو سارے شکن' کریز سب نکل جاتی ہیں' عین صاف ہو جاتی ہیں' اللہ کا تصور ایسی چیز ہے۔ ایک یہ ایمان ہے۔ ایسے ایمان کے بارے میں تو میں نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ بڑا اونچا کام ہے۔ باقی رسمی ایمان کہ میں اللہ کو مانتا ہوں' رسولوں کو مانتا ہوں جیسے ہر ایک بے نماز' بے دین اور دوسرے یہ سب اللہ کو مانتے ہی ہیں لیکن اصل ایمان یہی ہے۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کو اللہ نے اپنی قوم کی طرف بھیجا تو نوح علیہ السلام اپنی قوم کو وعظ کرتے' پھر ڈائری اور رپورٹ اللہ کے سامنے پیش کرتے۔ ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾ یااللہ! میں نے اپنی قوم سے کہا اپنے رب سے بخشش مانگا کرو وہ بڑا بخشنے والا وہ تم پر آسمان سے بارش اتارے گا۔ ﴿وَ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ﴾ پھر اللہ

تمھیں خوب مال اور اولاد دے گا۔ وَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ اور تمھیں باغ دے گا۔ وَّیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا اور تمھیں نہریں دے گا۔ دیکھو جب کوئی ملک ترقی کرتا ہے' کوئی آدمی اوپر ہوتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟ وہ باغ لگاتا ہے' زمین حاصل کرتا ہے' پانی کا انتظام کرتا ہے تاکہ خشک سالی کا خطرہ نہ ہو۔ اگر تم ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ گے۔۔۔ تم زمین دار لوگ ہو۔۔۔ اللہ تمھیں یہ چیزیں دے گا۔ مجھے حیرانی تم سے یہ ہے کہ نوح علی السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں۔ ﴿مَالَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا﴾ کیا بات ہے کہ ہر ایک کا خوف تمھارے دل میں ہے' تھانیدار سے تم ڈرتے ہو' معمولی معمولی افسروں سے تم ڈرتے ہو۔ اگر وقار تمھارے دلوں میں نہیں تو اللہ کا ہی نہیں۔ میرے بھائیو! اس بات کو اپنے ذہنوں میں بٹھالو' اور اپنے ایمان کا ٹسٹ کیا کرو۔ اپنے ایمان کا امتحان لیا کرو۔ اس کا جائزہ لیا کرو۔ اور یہ دیکھا کرو کہ آپ کے دل میں اللہ کا تصور کیا ہے؟ ﴿مَالَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا﴾ کیا بات ہے کہ تیرے دل میں اللہ کا احترام نہیں ہے' اللہ کا ڈر نہیں ہے۔ اس کی ہیبت تیرے دل میں نہیں ہے۔ دیکھو نا۔۔۔ آدمی گناہ کرتا ہے تو اکیلے ہو کر ہی کرتا ہے' جب بھی گناہ کرتا ہے تو اکیلے ہو کر کرتا ہے۔ اور یہ ہی اصل چیز ہے کہ آدمی اکیلا ہو کر گناہ کرے اور خدا یاد ہی نہ آئے تو پھر سمجھ لیں کہ اس کے دل میں خوف خدا کہاں ہے؟ جس کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے اس سے اول تو گناہ ہو گا ہی نہیں لیکن اگر بشری تقاضے سے وہ کبھی پھنس بھی جائے' گناہ کر بیٹھے تو فوراً رونے لگ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ نشہ اتر جاتا ہے' اور فوراً توبہ استغفار کرتا ہے۔ اللہ سے معافیاں مانگتا ہے' یا اللہ! معاف کر دے۔ کیونکہ اسے پتہ ہے کہ اگر اب معافی ہو گئی تو بہت اچھا ہے اور اگر اب معافی نہ ہوئی تو پھر آپ کا کیا خیال ہے ابو جہل نہیں کہے گا کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں۔ ہر کافر بڑے سے بڑا سرکش سے سرکش کافر جب وہ اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیتا ہے' ایمان بالغیب کا پردہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ دھاڑیں مارتا ہو گا۔ یا اللہ! مجھے معاف کر دے۔ یا اللہ مجھے معاف کر دے۔ فرعون کے

بارے میں قرآن مجید میں آتا ہے حَتّٰی

اِذَا اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ غوطا آیا ہی تھا۔ کہنے لگا ﴿اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ﴾ یا اللہ! میری توبہ' میں ایمان لایا۔ اللہ نے کیا کہا؟ آلْآنَ اب؟ اب تو میں نے ہاتھ ڈال لیا ہے۔ اب دنیا والا معاملہ ختم ہو گیا۔ ہماری گرفت شروع ہو گئی۔ اب توبہ کا کوئی فائدہ نہیں اور قرآن مجید میں ہے کہ ﴿لَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ توبہ کا وقت کب تک ہے؟ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ ﴾ کہ اگر اللہ پکڑ لے۔ موت آجائے اور تو کہے یا اللہ! میری توبہ! ایک آدمی بیمار ہو گیا' جب مرنے کے قریب ہو گیا' جب سب نے کہہ دیا کہ اب بچنے کی کوئی امید نہیں۔ اور اس کو بھی یہ خیال ہو گیا کہ اب کام ختم ہے۔ تو وہ کہنے لگا میرا فلاں کوٹھا' کھجوروں کو بھرا پڑا ہے وہ غریبوں میں' اللہ کی راہ میں تقسیم کر دو۔ اللہ کی طرف سے کو کیا جواب ملتا ہے؟ اب کیا فائدہ ہے؟ اب تو اس وقت تقسیم کرتا ہے جو تیرے کام کا نہیں۔ اب جن کے کام کے ہے ان ہی کے لیے ہی یہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مرنے کے قریب تھا۔ اس سے پہلے تو وہ کہنے لگا' تقسیم کر دو۔ اور اگر وہ اپنی زندگی میں چلتے پھرتے ایک کھجور بھی دے دیتا تو اس کا وزن ہوتا۔ اس کی قیمت ہوتی اور اب وہ کوٹھا بھی کھجوروں کا دے دے تو کیا فائدہ ہے؟ کوئی فائدہ نہیں۔ (صحیح البخاری' باب فضل الصدقة الشحیح الصحیح عن ابی هریرة' سنن ابی داؤد' مشکوة باب الانفاق کراهیة الامساك فصل ثانی) میرے بھائیو! جیسا کہ میں نے امام حسن بصریؒ کی بات آپ کو سنائی۔ ایمان اصل میں وہی فائدہ دیتا ہے جو بندے کو کس کر رکھے۔ جو بندے کو کھڑا رکھے۔ اس کو تان کر رکھے' اس کو ڈھیلا نہ ہونے دے۔ اس کو گناہ سے ڈر لگتا رہے۔ اور یہ ایمان کہ کوئی پوچھے ہاں جی! سب ٹھیک ہے' ہم کہتے ہیں کہ اچھا جی! آگے لے گا۔ پھر

پیسے لینے والا بھی کہتا ہے' دینے والا بھی کہتا ہے۔ اچھا بھئی! وہیں جاکر دیکھا جائے گا۔ لیکن ہیں کہاں ؟ تصور ہی نہیں۔ اس کا خوف ہی نہیں۔ اس کا یہ کام کہ خدا بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اس کا ایک قانون ہے اور میں اس کی حکومت میں رہتا ہوں۔ یہ حکومتیں تو آنی جانی ہیں۔ اب کسی کی 'کل کسی کی' دیکھ لو۔۔۔ کل بے نظیر کیا تھی اور آج بے نظیر کیا ہے؟ کل اس کے منہ سے جو لفظ نکلتا تھا قانون ہوتا تھا۔ اور آج ڈرتی پھر رہی ہے کہ میرا کیا بنے گا؟ کبھی اسے امید بھی ہوتی ہے کہ شاید میں بچ جاؤں یا شاید پھنس جاؤں۔ جو اس کا حال ہے کل کچھ تھا اور آج کچھ ہے۔ لیکن بادشاہ تو اللہ ہے جس کو کوئی زوال نہیں ہے۔ میرے بھائیو! حدیث میں آتا ہے کہ جب اپنے گھر میں سیڑھی پر چڑھو' کوٹھے پر چڑھو' کسی پہاڑی پر چڑھو' کسی بلندی پر چڑھو' تو اللہ اکبر کہتے جاؤ۔ (رواہ البخاری کتاب الجهاد باب تسبيح اذا حبط واديا عن جابرؓ) اس سے خدا کی شان واضح ہوتی ہے۔ کہ اللہ بہت بلند ہے' بہت بڑا ہے' بہت اونچا ہے' وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں' كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَالْعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اگر میرے جیسا کوئی اور ہوتا تو مجھ پر بھی کبھی چڑھائی کرتا۔ لیکن کوئی تصور کر سکتا ہے کہ خدا پر کوئی چڑھائی کر دے۔ خدا عرش کے اوپر ہے' کوئی کتنا بھی اونچا چلا جائے' خدا پھر بھی اوپر ہی ہوگا۔ خدا سے کوئی بلند نہیں ہو سکتا۔ اس لیے سجدے میں کیا پڑھا جاتا ہے؟ سبحان ربی الاعلیٰ پاک ہے میرا رب! کون سا رب؟ الاعلیٰ جو سب سے بلند ہے۔ کوئی اس سے اوپر نہیں۔ خدا کے لیے پستی نہیں ہے۔ کہ خدا کسی کے نیچے ہے۔ جیسے مشرکوں اور کافروں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا ہر جگہ ہے' یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ ہر پڑھا لکھا' آج کل خصوصاً ہمارے یہ حنفی بھائی' دیوبندی' بریلوی اور دوسرے یہ پڑھے لکھے' اردو وغیرہ جاننے والے سب جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جی! اللہ ہر جگہ ہے۔

میرے بھائیو! اس عقیدہ کو صاف کر لو۔ ہمارے اسلاف سے مراد صحابہ و تابعین ہوتے ہیں' ائمہ کرام جتنے نیک لوگ جو پہلے گزرے ہیں' جس آدمی کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ ہر

جگہ ہے وہ نہ اس کا جنازہ پڑھتے تھے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے تھے۔ اس سے گھٹیا عقیدہ اللہ کے بارے میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ ہر جگہ ہے' اوپر بھی ہے نیچے بھی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے نیچے بھی ہے۔ نعوذباللہ..! اللہ تو سب سے اوپر ہے۔ ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ [71:نوح :15] اللہ نے سات آسمان' ایک کے اوپر دوسرا' اور دوسرے کے اوپر تیسرا' تیسرے کے اوپر چوتھا اور چوتھے کے اوپر پانچواں پھر چھٹا اور اس کے بعد ساتواں ـــــ اللہ نے یہ ساتوں آسمان بنائے ہیں اور پھر ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ [2:البقرۃ:255] اس کی کرسی آسمان و زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ آیۃ الکرسی پڑھتے ہیں نا۔۔۔ اللہ کی کرسی ہے۔ اب آپ بتایئے اللہ کرسی کے نیچے یا اوپر ہے؟ کرسی ہو اور آدمی کرسی کے نیچے ہو' کوئی عقل کی بات ہے؟ اسی لیے کہتے ہیں کہ آج کل کا کافر' آج کل کا مشرک بڑا ہی پاگل اور بڑا ہی بے وقوف ہے۔ خواہ وہ ایم اے ہو' خواہ وہ پی ایچ ڈی ہو' خواہ وہ ڈاکٹر ہو' خواہ وہ وکیل ہو' خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ جسے دین کی سمجھ صحیح نہیں ہے وہ پاگل ہی پاگل ہے۔ دیوانہ ہی دیوانہ ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی پڑھ جائے' اللہ کی کرسی ہے' ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ قرآن مجید میں یہ آیۃ الکرسی ہے نا۔۔۔ اس میں یہ بات واضح ہے کہ اللہ کی کرسی نے آسمان و زمین کو گھیر رکھا ہے۔ سب اس کے نیچے اور وہ سب سے اوپر ہے۔ ﴿الرحمٰن علی العرش استوی﴾ [20:طٰہٰ:5] رحمان تو عرش پر ہے۔ یہ خدا کی شان ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ دیکھو کمال۔۔۔ خدا کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔ وہ گویا آسمانوں اور زمینوں کو دبائے ہوئے ہے۔ سب اس کے نیچے ہیں اور خدا عرش پر ہے۔ یوں سمجھ لو سب چیزیں خدا کے پاؤں کے نیچے ہیں اور اس سے بڑی شان اور کس کی ہو سکتی ہے۔ یہ کہ پوری کائنات' سب مخلوقات' بڑے سے بڑے لوگ بھی اس کے پاؤں تلے اور وہ سب سے اوپر۔ اور جو تصرف زمین پر ہوتا ہے' آسمانوں میں ہوتا

ہے سب اس کے علم سے اور اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ جب چاہے وہ سب کو ختم کر دے اور جب چاہے وہ سب کو دوبارہ پیدا کر دے۔ یہ اللہ کی شان ہے۔ اس لیے اپنے عقیدے درست کر لو۔ خصوصا وہ دوست جو ہمارے ہاں جمعہ پڑھنے آتے ہیں وہ تو ان باتوں پر بالخصوص غور کیا کریں۔ دیکھو عملوں سے معافی ہو جائے گی کیونکہ عملوں کی کوتاہی، غلطی پیشہ تو نہیں ہوتا' عادت تو نہیں ہوتی' مومن کا گندہ عمل' برا عمل' مومن کی عادت تو نہیں ہوتی' لیکن گناہ ہو ہی جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے غلطیاں ہوئیں۔ شروع شروع میں اسلام کا یہ مسئلہ تھا کہ رمضان شریف کی رات آجائے جب تک آدمی سوتا نہیں رات کو بیوی کے پاس بھی جا سکتا ہے۔ کھانا بھی کھا سکتا ہے' پانی بھی پی سکتا ہے جو مرضی وہ کرے۔۔ چھٹی ہے۔ لیکن اگر آنکھ لگ گئی بس معاملہ ختم۔۔۔ پھر کھانا پانا سب حرام۔ یہ مسئلہ شروع شروع میں تھا۔ یہ حکم ذرا سخت تھا۔ حضرت عمرؓ سے کوتاہی ہو گئی۔ انھوں نے اس کے خلاف عمل کر لیا۔ اور صحابہ بھی بڑے پریشان تھے۔ لیکن ان میں ایمان ایسا عمدہ تھا کہ اگر کسی نے غلط کام کر لیا فوراً دوڑا دوڑا نبی ﷺ کے پاس آتا تھا۔ اور کہتا یارسول اللہ ﷺ! میں غلطی کر بیٹھا۔ ایک آدمی اس کی مدینہ میں دکان تھی۔ عورت سودا لینے آئی۔۔۔ مومن تھا' نیک تھا' متقی تھا' پرہیز گار تھا۔ اس نے عورت کو پکڑ کر اندر کر لیا۔ جب اسے ڈر آگیا' فوراً چھوڑ دیا۔ توبہ توبہ کرنے لگا۔ دکان بند کر کے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ کہنے لگا یارسول اللہ! میں یہ حماقت کر بیٹھا ہوں' مجھ سے یہ غلطی ہو گئی ہے۔ مجھ پر حد لگایئے۔ (صحیح البخاری' کتاب المحاربین' باب اذا لم اقرا بالحد و لم یبین ھل للامام ان یستر علیہ عن انسؓ) اس سے پتہ چلا کہ مومن سے بھی عملی غلطی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے ایمان میں نقص نہیں ہوتا۔ خدا کے تصور میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ اس لیے جس کا عقیدہ درست ہے۔ اس کی نجات لازمی ہو گی۔ ان شاء اللہ جس کا عقیدہ ہی گندہ ہے' عقیدہ ہی صحیح نہیں اس کے عمل کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اللہ کوئی نمبر دے دے۔ نہ نماز کا فائدہ' نہ روزے کا فائدہ' نہ حج کا فائدہ' نہ کسی اور چیز کا فائدہ۔ آج جو دنیا میں

ہے۔ اتنی نمازیں پڑھنے کے باوجود' اتنے روزے رکھنے کے باوجود اور اتنے حج کرنے کے باوجود۔ اللہ کے ہاں آج کل کے مسلمانوں کے لیے کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ تو اسکی وجہ کیا ہے ؟ عقیدے صحیح نہیں ہیں۔ ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ [12:یوسف:106] اللہ پر ایمان لانے والوں کی اکثریت مشرک ہے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن مشرک ہیں شرک ان کے اندر ہے۔ اس لیے ان کی نمازیں بے کار' ان کے روزے بے کار' ان کے حج بے کار' ان کی زکوٰتیں بے کار۔ اب آپ کا کیا خیال ہے ؟ بہاول پور میں نمازی کیا کم ہیں ؟ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اتنے نمازی نہیں تھے جتنے نمازی بہاول پور میں ہیں۔ لیکن کوئی فائدہ ہے ؟ کوئی فائدہ نہیں۔

حج کے موقع پر لاکھوں کا اجتماع ہوتا ہے اور سارے ہی دعائیں کرتے ہیں۔ کوئی پاکستان کے لیے کرتا ہے' کوئی کسی ملک کے لیے۔ لیکن دیکھ لو اتنی دعاؤں کے باوجود بھی پاکستان کا بیڑا غرق ہو رہا ہے۔ یہ منافق مسلمان جس کے لیے بھی دعا کرتا ہے اس کا بیڑا ہی غرق ہو جاتا ہے۔ جس کو زندہ باد کہتا ہے اس کو مردہ کر کے ہی چھوڑتا ہے۔ کیونکہ اللہ کو اس سے چڑ ہے۔ ایسی باتوں سے ضد ہے۔ ایسی دعائیں اور عبادتیں اللہ کو بری لگتی ہیں۔ اس لیے یہ سب کچھ بے کار ہے۔ میرے بھائیو! میں جو باتیں کر رہا ہوں' آپ کا دل گواہی دے یا نہ دے کوئی شبہ ہے تو اب دیکھ لو۔ اویسی صاحب کی مسجد میں کتنے نمازیں ہوں گے۔ جامع مسجد میں کتنے ہوں گے اور دوسری مسجدوں میں کتنے نمازی ہوں گے۔ لیکن دیکھ لو حال کیا ہے ؟ آخر بیماری کیا ہے ؟ جو انسان سوچے نہ وہ بھی کوئی انسان ہے ؟ دیکھ لو حج کرنے کے لیے کتنے لوگ جاتے ہیں ؟ اخبارات میں ہر سال یہ خبر آتی ہے کہ اس سال اتنے لاکھ نے حج کیا ہے' اس سال اتنے لاکھ نے حج کیا ہے۔ فلاں کے لیے دعائیں کی گئیں' فلاں کے لیے دعائیں کی گئیں۔ اور حج کے بعد جب ہم دیکھتے ہیں سب کا بیڑا غرق ہوتا ہے۔ بتائیے یہ کوئی شبہ کی بات ہے ؟ پھر کیوں نہیں سمجھتے۔ مسلمانوں اگر میں یہ بات کہہ دوں کہ آگے جا کر ایسے نمازیوں کو جن کا ایمان درست نہیں کچھ نہیں ملے گا۔ یہ جو مسجدیں بھری پڑی ہیں' مولوی

جماعتیں کرواتے ہیں' پیچھے کئی کئی سطریں ہوتی ہیں ان نمازوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان نمازوں کا دنیا میں کوئی فائدہ نہ ہو اور صرف آخرت میں ہی فائدہ ہو۔ اللہ نے جس کو آخرت میں عزت دینا ہوتی ہے اس دنیا میں بھی اس کو کبھی ذلیل نہیں کرتا۔ قوم اور ملک کی بات کرتا ہوں' شخص واحد کی نہیں۔ ایک آدمی اللہ کی راہ میں کافروں کے ہاتھوں ذلیل بھی ہوتا ہے' زخم بھی کھاتا ہے' ماریں بھی کھاتا ہے' شہید بھی ہوتا ہے' دھکے بھی کھاتا ہے اور ایسا سب کچھ ہوتا ہے۔ نبیوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔ لیکن قوم یہ تو نا ممکن ہے کہ کوئی قوم اللہ کے نزدیک عزت والی ہو اور وہ پوری قوم دنیا میں ذلیل ہو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہیں دیکھا' ان کی کوئی اسلحہ فیکٹری تھی؟ کوئی کالج یا سکول تھے؟ کوئی ایم اے' کوئی پی ایچ ڈی یا کوئی ایم بی بی ایس' یا کوئی انجینئر تھا؟ ۔۔۔ لیکن دیکھ لو اللہ کیسا ساتھ دیتا ہے۔ وہ اللہ کی پارٹی تھی' اللہ ساتھ دیتا تھا۔ لیکن آج دیکھ لو مسلمانوں کی کوئی حد نہیں۔ ان کی تعداد کتنی ہے؟ لیکن پھر بھی اللہ ان کے ساتھ نہیں ہے۔

میرے بھائیو! یہ وہ بات ہے کہ اگر حکومت کبھی اس پر غور کرے کہ کبھی اسمبلی کا اس بات پر بھی اجلاس ہو جائے کہ سارے ممبر توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں۔ جب کوئی قوم احمق بنتی ہے تو پوری کی پوری قوم ہی احمق ہو جاتی ہے۔ اب دیکھ لو یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس جمہوریت نے پاکستان کو یہاں تک پہنچایا ہے جہاں اب کھڑا ہے۔ لیکن دیکھ لو الیکشن الیکشن کی رٹ ہے۔ احتساب کا نام ہی۔ الیکشن یہ بہت ضروری ہیں کیونکہ اس سے ہمارا بیڑا غرق ہوتا ہے۔۔۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس سیاست نے جو تباہی مچائی ہوئی ہے اس کو کون نہیں جانتا۔ اب آپ دیانتداری سے بتائیں کہ ان کالجوں میں کوئی تعلیم ہے؟ اس لیے کہ کالجوں میں الیکشن ہیں' کالجوں میں سیاست ہے۔ جس ملک میں سیاسی پارٹیاں ہیں' جن کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سیاسی پارٹیاں ہیں وہ ملک اور ادارے برباد ہیں۔ نہ علم ہے نہ ڈسپلن ہے۔ نہ کوئی اخلاق ہے' نہ کوئی کردار ہے' ہر طرف گولی ہی چل رہی ہے۔ اور یہی حال اس ملک کا ہے۔ لیکن یہ بات پھر بھی قوم کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ساری قوم کا یہی

حال ہے۔ اب حالت یہ ہو چکی ہے کہ جیسے کوئی بیمار بکری ہو' تڑپ رہی ہے' کھر مار رہی ہے' اس کی جان نکلنے والی ہے۔ اب مالک اس کی یہ حالت دیکھ کر چھری پھیر دیتا ہے۔ قوم کا بالکل یہی حال ہے۔ اسی طرح قوم اپنی ہلاکت کے قریب ہو رہی ہے۔ اور آپ کے سامنے ہے' بڑی موٹی سی بات ہے۔ جب پاکستان کا الیکشن ہو رہا تھا اس وقت ہمیں اتنی سمجھ نہیں تھی' ہم علی گڑھ میں پڑھتے تھے۔ آگے آگے مولانا حسین احمد مدنی اور پیچھے پیچھے ہمارا علی گڑھ کا گروپ۔۔۔ تقریریں کیا کرتا تھا' مجھے یاد ہے جب بجنور میں میں نے تقریر کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی کہ مسلمانو! جس بات کو ہندو مسلمانوں کے لیے پسند کرے وہ چیز مسلمانوں کے لیے کبھی بہتر نہیں۔ اب دیکھ لو انڈیا یہی چاہتا ہے کہ پاکستان میں جمہوریت ہو اور بے نظیر رہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ایسی جمہوریت اور بے نظیر رہی تو پاکستان ختم ہو جائے گا۔ اور امریکہ بھی یہی کہتا ہے کہ اگر جمہوریت ہو گی تو میں کوئی مدد (Aid) دوں گا ورنہ کچھ نہیں دوں گا۔ اور برطانیہ بھی یہی چاہتا ہے کہ پاکستان میں جمہوریت رہے' لیکن دین دار مسلمان جس کا ایمان صحیح ہے وہ چاہتا ہے کہ ایک آدمی ڈنڈے والا ہو' جو مسلمان ہو' شخصی حکومت ہو' اللہ کا دین نافذ ہو' اس سے پاکستان بھی بچ جائے گا۔ اس لیے دنیا کا کوئی کافر اسے پسند نہیں کرتا۔ امریکہ جانتا ہے کہ جب مسلمان کھڑا ہو جائے گا' اپنا سیاسی نظام چلائے گا' اور ایک آدمی حکومت کرے گا تو اس وقت اسلام آئے گا۔ ورنہ جمہوری طریقے سے اسلام کبھی نہیں آ سکتا۔ مولانا مودودی کا طرز عمل بہت عجیب رہا ہے۔ جب وہ دار السلام پٹھان کوٹ میں تھے تو جمہوریت کے سخت خلاف تھے' اس کو مت بتاتے تھے۔ جب وہ پاکستان میں آ گئے' جماعت اسلامی اور وہ سیاست میں حصہ لینے لگ گئے' تو جمہوریت کو لازمی اور ضروری بتاتے تھے۔ لیکن جب 70ء کے الیکشن میں بھٹو آیا تو مولوی مودودی پکار پکار کر کہتے تھے کہ جمہوریت سے اسلام کبھی نہیں آئے گا۔ ان کی سمجھ میں آخر یہ بات آ گئی۔ اب جماعت اسلامی کے ایک ایک آدمی سے بات کر کے دیکھ لو تو وہ یہی کہے گا کہ ہاں جی! جمہوریت تو بالکل ٹھیک نہیں۔ اس سے اسلام تو آ ہی نہیں سکتا۔ لیکن جماعت اسلامی من حیث الجماعت کام کرتی ہے۔ وہ بے نظیر کے ساتھ بھی ملنے کے لیے تیار ہے' اور وہ کسی اور گندے سے گندے

سیاست کار کے ساتھ بھی ملنے کے لیے تیار ہے بشر طیکہ جمہوریت بحال ہو جائے۔ میرے بھائیو! یہ بے وقوفی نہیں؟ بے وقوفی کیا صرف ان پڑھ میں ہی ہوتی ہے؟ جب پڑھے لکھے لوگوں میں آتی ہے تو بہت زیادہ آتی ہے۔ آج کل جتنا پڑھا لکھا طبقہ ہے' وہ پردے کے بہت خلاف ہے۔ آج کا ماڈرن نوجوان خواہ وہ پروفیسر ہو' ڈاکٹر ہو' یا وہ کسی ادارے کا سٹوڈنٹ ہو پردے کے خلاف کیا کہتا ہے؟ یہی نا کہ عورت کو پردہ نہیں کروانا چاہیے۔ اس سے کوئی پوچھے عورت کے معنی کیا ہیں؟ اسے کہیں لغت اٹھا کر دیکھو کہ عورت کے معنی کیا ہیں؟ جب لغت اٹھا کر دیکھی تو عورت کے معنی کیا نکلے؟۔۔۔ ننگا۔۔۔ کوئی پوچھے کہ ننگے کو پردہ چاہیے کہ نہیں؟ وہ تو یہی کہے گا کہ ننگے کو تو پردہ ضرور چاہیے۔ اب نتیجہ کیا نکلا؟ کہ جو عورت کا لفظ بولے' تو گویا وہ تسلیم کرتا ہے کہ پردہ ہونا ہی چاہیے۔ کیونکہ عورت کے معنی ہی ننگا ہے۔ عورت کے معنی عریانی' عورت کے معنی ننگا۔ اب جو ننگا ہو اس کو تو پردہ کرنا ہی چاہیے۔ اس کو تو لباس ضروری ہی چاہیے۔ اس کے باوجود دیکھ لو ساری قوم پڑھے لکھے لوگ معانی کو سمجھتے ہوئے بھی کہتے ہیں کہ عورت کو پردہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ یا تو عورت کو عورت کہنا چھوڑ دیں یا پھر ان کے لیے پردہ ضروری سمجھیں۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کہتے تو سمجھ لو کہ وہ بے وقوف نمبر 1 ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ ننگا بھی کہتا ہے' اور دوسری طرف یہ بھی کہتا ہے کہ کپڑا بھی نہ ہو اور پردہ بھی نہ ہو۔ یہ باتیں حماقت والی ہیں' جن کو ایک سمجھ دار مسلمان کبھی نہیں مانتا۔

میرے بھائیو! اس بات کو یاد رکھنا' عقل دین سے آتی ہے' علم سے نہیں۔ آپ کا دین صحیح ہو گا تو ان شاء اللہ العزیز آپ عقل والے ہوں گے' بے عقل کبھی نہیں ہوں گے۔ بے عقل وہی ہوتا ہے جو بے دین ہو' خواہ وہ پی ایچ ڈی ہو' پروفیسر ہو' خواہ وہ ڈاکٹر ہو' خواہ وہ انجینئر ہو' خواہ وہ وزیر اعظم ہو' خواہ صدر ہو۔۔۔ سب بے وقوف ہی ہوتے ہیں۔ میں یہ جو باتیں کہہ رہا ہوں' ان باتوں کا وزن کریں' یہ نہ دیکھیں کہ یہ مولوی جو کچھ کہہ رہا ہے' کیا سب کو پاگل بنا رہا ہے۔ میں کبھی کچی بات نہیں کیا کرتا۔ اللہ کے فضل سے شروع سے یہ بات رہی ہے کہ جو بات کروں دلیل سے کرتا ہوں کہ کوئی اس کو تبدیل نہ کر سکے۔ خواہ وہ کتنا ہی پڑھا

لکھا کیوں نہ ہوں اللہ کے فضل سے دم نہیں مار سکتا۔ دین دین ہے' حق حق ہے۔۔۔ کھری بات کھری ہی ہوتی ہے۔ کوئی اس کو توڑ نہیں سکتا' میرے بھائیو! اللہ کی حکومت کو پہلے تسلیم کرو' پاکستان کی حکومت کو بعد میں تسلیم کرو۔ جو پاکستان کی حکومت کو تو مانتا ہے' اور اللہ کی حکومت کو نہیں مانتا' اس کے پاگل ہونے میں کوئی شبہ ہے ؟ اس جیسا کوئی بے وقوف ہو سکتا ہے ؟ لیکن دیکھ لو پوری قوم بے وقوف بنی ہوئی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں مالک ہوں' میں حاکم ہوں' میں ہی بادشاہ ہوں' تجھے پہلے میرا قانون ماننا چاہیے' پہلے تجھے میری حکومت کو تسلیم کرنا چاہیے' اس کے بعد پھر جو تم حکومت بناؤ' اس کو مانو۔۔ لیکن میری حکومت مقدم ہے۔ دیکھ دعائیں کریں گے' ﴿اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ [3:ال عمران:26] دیکھو کتنا تضاد ہے۔ آج کل کا پڑھا لکھا کتنا بے وقوف ہے' دعا کریں تو اس طرح کریں گے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ اے اللہ! اے سارے ملک کے بادشاہ! اللہ پوچھتا ہے کیا تو مجھے سارے ملک کا بادشاہ مانتا ہے ؟ اگر آپ یہ کہیں یا اللہ! ہاں۔۔۔ تو اللہ کہتا ہے' میں یا پہلے بے نظیر ؟ پہلے میں یا بھٹو ؟ اور پہلے میں یا صدر اسحاق ؟ اب عقل والا کیا کہے گا ؟ نہیں یا اللہ! پہلے تو' تو اس کی اس بات سے پہلے جمہوریت گئی' کفر گیا' پھر اسلام آ گیا۔ لیکن میں نے کہا نہیں' جس میں دین نہیں' وہ بے وقوف ہے' وہ پاگل ہے' اس کو عقل بالکل نہیں۔ اس کی باتوں میں تضاد ہے۔ پہلے ایک بات پر ہاں کہتا ہے' پھر اس کی نفی کر دیتا ہے۔ اور یہ اس کی جہالت ہے۔ اس کو دین کا علم حاصل نہیں' یہ تو دنیا کا نقصان ہے۔ اور آخرت کا نقصان یہ ہے کہ جو اللہ کو پہلے بادشاہ نہیں مانتا' پہلے اپنی حکومتوں کو مانتا ہے' اللہ کہتا ہے جا۔۔۔ نہ میں تیری نماز قبول کرتا ہوں نہ میں تیرا روزہ قبول کرتا ہوں' تیرا کوئی عمل قبول نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ غیر اہل حدیثوں کی نمازوں کو بھی صاف کر دیتا ہے۔ اب یہ جتنے اہل حدیث ہیں' ملے ہوئے' ٹکٹیں لے رہے ہیں' معین الدین صاحب' فلاں صاحب' فلاں صاحب' عبداللہ سلفی صاحب۔۔۔ یہ جمہور ہے۔ سب کی نمازیں برباد جا رہی ہیں' روزے برباد جا رہے ہیں' دین برباد جا رہا ہے' جیسا کہ مسلم لیگ والوں کے' نواز شریف سے لے کر جتیجو تک سب کے۔ وہ

بالکل محروم ہو گئے۔ جیسے آج کا اہل حدیث بھی بالکل محروم۔۔۔ اللہ کہتا ہے کہ ملک میں حکومت لانے کی بات بعد میں کر' پہلے میری حکومت کو تسلیم کر۔ اگر ملک میں میری حکومت قائم نہیں ہوتی' اپنے گھر میں' اپنی بیوی پر' اپنی بیٹیوں پر' اپنی اولاد پر' سب در و دیوار پر میرا حکم نافذ کر۔۔ کوئی تیرے گھر میں داخل ہو' اسے داخل ہوتے ہی پتہ چلے کہ ہاں اس گھر پر اللہ کی حکومت ہے۔ اور اگر تیرے گھر پر کفر کی حکومت ہے' شیطان کی حکومت ہے' تو بے شک تو اہل حدیث ہو' دیوبندی تو جو کچھ بھی ہے۔ تو جو کچھ بھی ہو سب بے کار ہے۔ کوئی فائدہ نہیں۔ میں بہت حیران ہوتا ہوں' اور بار بار ہر جمعہ میں یہ بات کرتا ہوں کہ آدمی بیمار کو سامنے لاتا ہے' اس کی حالت کو دیکھتا ہے کہ جی! یہ کیسی بیماری ہے اور اس کا علاج کیا ہے؟ یہ سوچنا لازمی ہے۔ آج کا مسلمان بھی بیمار ہے' آج کا مسلمان غلام ہے' آج کا مسلمان ذلیل ہے' کفر اس پر چڑھا ہوا ہے' اور یہ آپ کے سامنے ہی ہے۔ دیکھ لو! سعودیہ پر پہلے جہاں کہیں کفر نظر نہیں آتا تھا' اب تو وہاں بھی نظر آنے لگ گیا۔ ساری دنیا کہتی ہے کہ اب امریکہ نہیں جائے گا۔ تو کیا خیال ہے کہ پہلے وہاں نہیں تھا؟ دلوں میں پہلے بھی وہی تھا جس کے دل میں بیٹھا ہو' اللہ اس کے اوپر بٹھا دے تو کیا بری بات ہے؟ عربوں کو امریکہ ہی اچھا لگتا تھا۔ پیسہ جمع کروانا ہو تو وہاں۔۔۔ تعلیم حاصل کرنی ہو تو وہاں۔۔۔ سیر کے لیے جانا ہو تو وہیں انگریزوں کے پاس۔۔۔ اللہ نے کہا کہ تم اتنی تکلیف کیوں کرتے ہو' میں اس کو لا کر تم پر بٹھا دیتا ہوں۔ پس لے آیا۔۔۔ اب ہائے ہائے انگریز ہائے انگریز آ گیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نکلے گا نہیں۔ ارے بے وقوفو! پہلے تمھارے دلوں میں بستا تھا اب تم کہتے ہو کہ نکلے گا نہیں۔ نکلے تو تب ہی جب تم اس کو اپنے دل سے کھرچ دو گے۔ ہمارے ملک سے کفر کیوں نہیں جاتا۔ اس لیے کہ ہمارا جتنا اوپر والا طبقہ ہے اور نیچے والا طبقہ بھی گاؤں کا ایک سادہ سا دیہاتی طالب علم بھی جب سکول اور کالج کی تعلیم حاصل کرتا ہے تو انگریز اس کے دل میں بستا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ پڑھ کر نکلتا ہے تو پکا انگریز کا بچہ ہوتا ہے۔ اسی لیے ہمارے ملک سے انگریز نکلتا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ دلوں سے نہیں جاتا۔ وہ ہر جگہ مسلط ہے۔ اب آپ دیانتداری سے بتائیں' عقل کی بات ہے' آپ اپنے ملک میں امریکہ کی اجازت کے بغیر کچھ کر سکتے ہیں؟

کچھ نہیں کر سکتے۔ تو نتیجہ کیا نکلا؟ امریکہ والے امریکہ میں اور آپ پاکستان والے پاکستان میں ہیں۔ وہ پھر بھی آپ پر چڑھا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بے نظیر کو کچھ نہیں کہنا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اچھا ہم قوم کو پاگل بناتے ہیں' اسے کہیں گے کہ کچھ نہ بے نظیر کو کچھ نہیں کہتے۔ آپ تسلی رکھیں۔ اللہ اکبر۔۔۔! اللہ بہت حقیقت پسند ہے۔ جو چیز دل میں ہوتی ہے' لوگوں کو نظر نہیں آتی' اللہ سال دو سال یا چار سال بعد نکال کر سامنے دکھا دیتا ہے۔ تمھیں اس کا کفر نظر نہیں آتا تھا۔ ہم اس کا کفر تمھیں دکھا دیتے ہیں۔ دیکھ لو اس کے اندر کفر موجود ہے۔

میرے بھائیو! مسلمان بننے کی کوشش کرو۔ اور آپ مسلمان کب ہوں گے؟ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے کلمہ پڑھا ہوا ہے اور میں مسلمان ہوں' میں نماز پڑھتا ہوں اس لیے میں مسلمان ہوں' یا میرا نام عبداللہ ہے' اس لیے میں مسلمان ہوں' نہیں' آپ مسلمان اس وقت ہوں گے جب آپ کے دل سے کفر نکل جائے گا۔ اللہ آپ کے دل میں بس جائے گا۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا ہے کہ حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا هَلْ أَنْتَ مُؤْمِنٌ کیا آپ مومن ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایمان دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک رسمی ایمان جو آپ بچوں کو رٹاتے ہیں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ جسے ایمان مجمل کہتے ہیں اور ایک ایمان مفصل ہے۔ ایک یہ ایمان ہے اور ایک یہ ہے کہ اللہ کا حکم ادھر آیا اور ادھر مسلمان بجا آوری کے لیے کھڑا ہو گیا۔ تو کونسا ایمان پوچھتا ہے؟ اگر وہ یہ کہے کہ دوسرا ایمان تو وہ میں کہہ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ اس طرح کا کوئی کوئی مومن ہوتا ہے۔ آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ آپ مسلمان ہیں؟ میرے بھائیو! یہ نہیں کہ آپ فتنے کو دیکھ کر یہ کہہ دیں کہ میں مسلمان ہوں یا پاکستان میں رہنے کی وجہ سے یہ کہہ دیں کہ میں مسلمان ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ یہ دیکھا کریں کہ آپ کے دل میں اسلام بسا ہوا ہے؟ اور جس کے دل میں اسلام ہوتا ہے' پھر اس کے نزدیک سپر پاور اللہ ہوتا ہے' سپر پاور امریکہ نہیں ہوتا۔ اس کے دل میں کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ دیکھ لو اللہ بار بار یہ کہتا ہے کہ تمھیں مجھ سے امید کیوں نہیں ہے؟ اور تمھیں امریکہ سے کیوں امید ہے؟ دیکھ لو پہلے والے کافر جب ابرہہ نے کعبے

پر چڑھائی کی اس وجہ سے کہ دنیا حج کے لیے مکے ہی کیوں چلی جاتی ہے؟ اس نے اپنا کعبہ بنالیا وہ چاہتا تھا لوگ حج کے لیے وہاں جائیں' مکے والا حج ختم ہو جائے۔ لوگوں کو بڑی دعوت دی۔ بڑی پبلسٹی کی۔ جس طرح کوئی نئی دکان کھولے تو بہت پبلسٹی کرتا ہے۔ ریٹ بھی کم کیا جاتا ہے' لالچ بھی بہت دیا جاتا ہے۔ Charm بھی بہت رکھا ہے۔ کشش بھی رکھی جاتی ہے' اس لیے کہ لوگ یہاں آئیں۔ یہ دکان دوسروں کے مقابلہ میں چمک جائے۔

ابرہہ نے بھی یہی کیا لیکن فرق کچھ بھی پڑا۔ مکے کے جو کافر تھے اگرچہ کافر تھے مگر بیت اللہ سے انھیں آبائی طور پر محبت تھی۔ ان کو بڑی غیرت آئی کہ بیت اللہ کے مقابلے میں یمن میں بیت اللہ بن گیا۔ کعبہ بنادیا' یہ لوگ وہاں جاتے' ٹٹی (پاخانہ) کر کے رات کو دوڑ آتے۔ وہ صبح کو اٹھ کر دیکھتے کہ بجائے اس کے کہ لوگ یہاں حج کے لیے آئیں' وہ یہاں پاخانہ کر کے چلے جاتے ہیں۔ اس کو بڑا جوش آیا کہ اچھا یہ ہے؟ کیوں نہ اس کا علاج کر دیں۔ چنانچہ ابرہہ ہاتھیوں کو لشکر لے کر آیا۔ اس وقت ہاتھی کو بہت بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا۔ وہ یہ سمجھا کہ میں جاکر مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا' اس بیت اللہ کو گرادوں گا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے امریکہ پاکستان پر چڑھائی کر دے۔ یہ کوئی مقابلہ ہے؟ جب مصر و اسرائیل کی جنگ جاری تھی تو امریکہ نے اسرائیل کا بہت ساتھ دیا تھا۔ مصر نے ہاتھ جوڑ دیے۔ اس لیے کہ یہاں مقابلہ تو امریکہ سے ہے۔ اسرائیل کا تو نام ہی ہے۔ اسی طرح جب ابرہہ نے چڑھائی کر دی تو مکہ والے کیا کر سکتے تھے؟ جو بیت اللہ کے مجاور تھے' اس کی دیکھ بھال کرنے والے تھے وہ ان کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ان کے اندر وہ جوہر موجود تھا کہ آخری نبی نے ان میں سے ہی پیدا ہونا تھا۔ انھوں نے کیا کیا؟ بیت اللہ کو' کعبہ کو' مکے کی تمام آباد کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے اور کہا یا اللہ! یہ تیرا گھر ہے اور تو ہی اسے سنبھال۔ اب ہمارا مقابلہ ان کے ساتھ کوئی نہیں؟ ہم تو بھاگ رہے ہیں' ہم تو جا رہے ہیں۔ یہ گھر تیرا ہے۔ اگر واقعتاً تیرا ہے تو سنبھال لے۔ سب چھوڑ کر چلے گئے۔ جب ابرہہ لشکر لے کر آیا تو اس نے ڈرانے دھمکانے کے لیے ان کے جو بڑے بڑے سردار تھے ان کو بلایا کہ بھئی ادھر آؤ کیا

بات ہے ؟ تم اسے چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ ہمارا جو مال تھا' ہمارے جو جانور تھے' وہ ہم سب لے کر نکل گئے ہیں۔ وہ ہم نے سنبھال لیا ہے۔ یہ گھر اللہ کا ہے' اس کو اس لیے چھوڑ دیا ہے وہ خود سنبھال لے گا۔ ابرہہ حیران ۔۔۔ کہ یہ بھی بڑے عجیب لوگ ہیں اس نے کہا چلو اچھا کام آسان ہو گیا۔ میں اس کا صفایا کر دوں گا' اس کو تباہ و برباد کر دوں گا۔ لیکن اس نے یہاں سے حرکت تک نہیں کی۔ اللہ نے وہیں پر چھوٹے چھوٹے چڑیا جیسے جانور بھیج دیے' بس ان کے پنجوں میں ایک ایک کنکر اور ایک کنکر چونچ میں تھا۔ اس وقت ہوائی جہاز تو تھے نہیں کہ بمباری کر دی جائے۔ آج کل یہی طریقہ ہے۔ فوج نیچے ایڈوانس کرتی ہے' اوپر اوپر جہاز چلتے ہیں وہ آگے جا پہلے بمباری کرتے ہیں' صفائی کرتے ہیں۔ اللہ نے بھی اس طرح چڑیوں کو بھیج دیا کہ چل کر ہاتھیوں کی صفائی کر دو۔ اللہ فرماتے ہیں ﴿ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ﴾ [105 :الفیل:4] وہ چھوٹے چھوٹے جانور ۔۔۔ وہ اس طرح سے کنکر پھینکتے تھے ﴿ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ﴾ کہ ہاتھیوں اور ان کے سواروں کو ایسے بنا دیا جیسے جانور چارہ کھاتا ہے اور موٹے موٹے سے ٹنڈ رہ جاتے ہیں۔ یہ توڑی کے بھس کی طرح انھیں بنا دیا۔ بس ہڈیوں کے پنجر رہ گئے۔ (تفسیر ابن کثیر' تفسیر سورہ الفیل' قصص القرآن ج 2 ص368) باقی ہر چیز صاف' ہاتھی بھی صاف ۔۔۔ اللہ کہتا ہے کہ ﴿ مَالَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴾ [21: نوح :13] لوگو! میں تمھیں کیوں یاد نہیں آتا؟ تمھیں امریکہ یاد آتا ہے۔ ﴿ أَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ ﴾ [2: البقرة :40] دیکھو قرآن کیسے بول رہا ہے؟ لوگو! تم اپنا عہد پورا کرو' میں اپنا عہد پورا کروں گا۔ جب بندہ مومن ہوتا ہے' اللہ سے ایک عہد کرتا ہے کہ اللہ میں تیرا ہو رہا ہوں اب تو میرا ہو جا۔ اللہ کہتا ہے بات پکی کر۔ تو پہلے اپنے آپ کو ٹھیک کر' میرا ہو کر دیکھ' پھر میں تمھیں دکھاؤں گا کہ میں کس طرح تیرا بنتا ہوں۔ لیکن آج کل کا مسلمان کافر ہے۔ آج کل کے مسلمان کا ایمان ٹھیک نہیں' جھوٹا کلمہ پڑھتا ہے' اس کے عقیدے گندے ہیں۔ اللہ کو دل سے تسلیم نہیں

کرتا' اللہ کہتا ہے کہ بھاگ جا' تیرے جیسے منافقوں کو میں پسند نہیں کرتا۔ کوئی مار جائے' کوئی کھا جائے' میری بلا سے۔ دیکھ لو مسلمانوں کو کیسے کھایا جارہا ہے۔ امریکہ کھا رہا ہے' روس کھا رہا ہے' اسرائیل بھی کھا رہا ہے۔ سب چھوٹے چھوٹے کافر کھا رہے ہیں اور یہ مسلمان' یہ کلمہ پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہے۔ اللہ کہتا ہے منافق کا کلمہ دیکھو' قرآن کی سورت دیکھو کیسے شروع ہوتی ہے؟ ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ [63:المنافقون:1] اے نبی جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ﴿نَشْهَدُ﴾ ہم اقرار کرتے ہیں کہ تو ضرور ضرور اللہ کا رسول ہے۔ اللہ جواب میں کہتا ہے کہ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ﴾ اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کا رسول ہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [63:المنافقون : 1] لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔ یہ کلمہ پڑھنے والے جھوٹے ہیں۔ یہ قرآن ہے۔ ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [17:بنی اسرائیل :82] قرآن کیا کہتا ہے؟ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن اتارتے ہیں' اس میں بیماریوں کے لیے شفا ہے اور مومنوں کے لیے یہ رحمت ہے۔ کونسی بیماری ہے جو ایک مسلمان کو لگ سکتی ہے اور قرآن اس کا علاج نہ بتائے۔ جو بیماریاں مسلمانوں کو لگی ہوئی ہیں یا لگ سکتی' قرآن ان کا بہترین علاج بتاتا ہے۔ قرآن میں بہت سی آیتیں آتی ہیں جن میں قرآن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں شفاء ہوں' اب لوگوں نے اس کو تعویذوں کے لیے' دموں کے لیے رکھ لیا کہ جب قرآن شفا ہے تو مولوی صاحب میری بیوی بیمار ہے اس کو دم کردیں۔ قرآن کی شفاء کس کے لیے ہے؟ جو بیماری اسلام کو لگتی ہے' جو بیماری مسلمان کو لگتی ہے' قرآن اس کے لیے علاج ہے۔ قرآن یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں تمھارے پیٹ درد کا علاج کرتا ہوں' تمھاری بیوی کا علاج کرتا ہوں تمھاری کسی نفسیاتی بیماری کا علاج کرتا ہوں۔ قرآن مجید اگر علاج کرتا ہے تو ان بیماریوں کا علاج کرتا ہے جو اسلام کو لگتی ہیں جو آج کل

مسلمانوں کو لگتی ہیں۔ دیکھو! سادہ سا معاملہ ہے۔

﴿ اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ ﴾ میں کچی بات ہے کہ جب کبھی پڑھا کرتا ہوں تو بار بار یہ کلمہ منہ سے نکلتا ہے' دیکھو اللہ قرآن میں بار بار کہتا ہے کہ اے مار کھانے والے مسلمانو! میرے عہد کو پورا کرو۔ دیکھو میں اپنے عہد کو پورا کرتا ہوں۔ لیکن آج کا مسلمان مسلمان ہوتا ہی نہیں۔ کلمہ جھوٹا پڑھتا' جھوٹی نمازیں پڑھتا ہے' جامع مسجد میں چلے جاؤ' مولوی کی نماز' مقتدیوں کی نماز' کوئی نماز ہے؟ حنفی کی کوئی نماز ہے؟ اللہ کبھی اس کی نماز قبول کر سکتا ہے؟ سوچ کر بتایئے! جو یہ کہے کہ میں تو حنفی طریقے کی نماز پڑھوں گا' بس دو آنے کی بس میں بکتی ہے' میں وہ نماز پڑھوں گا۔ اللہ اس پر کوئی نمبر دے گا؟ توبہ! توبہ! رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی اور ادھر کسی نماز کا وقت بھی قریب ہوتا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہتے کہ بلال! آ کر اذان کہہ دے' اَرِحۡنَا بِهَا يَا بِلَالُ اذان دے' لوگ نماز پڑھیں' سکون ہو۔ دشمن کی خبریں سن رہے ہیں کہ رومی مدینہ پر حملہ کر رہے ہیں' فلاں طرف سے دشمن کی خبریں آ رہی ہیں۔ پریشانی ہے' آؤ نماز پڑھیں' اللہ سے دو باتیں کریں۔ (مشكوة كتاب الصلوة باب قصد بالعمل الفصل الثالث ' رواه ابوداؤد عن سالم بن ابی الجعد) اللہ کو اس کا معاہدہ یاد کروائیں۔ تیرہ سال مکے میں آپ محنت کرتے رہے' دو سال آپ نے مدینہ آ کر محنت کی' اس کے بعد جنگ بدر کھڑک گئی۔ اب دشمن بہت زیادہ تعداد میں ہے' پوری طرح مسلح ہے۔ تلواریں ان کے پاس' گھوڑے ان کے پاس' اور ادھر بے چارے مسلمان ہیں کہ بعض کو لاٹھی بھی نہیں ملتی' چھڑی بھی نہیں ملتی' لیکن صف بندی ہونے لگی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کھجور کا ایک چھپر بنا لیا۔ وہ کیمپ جو لگایا' اس میں آپ نماز پڑھنے لگ گئے۔ اللہ سے دعا کرتے ہیں' یا اللہ! میں تیرے عہد و پیمان پر چلتا ہوں' تو نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کہ تو جا کر میری پارٹی تیار کر۔ میں نے پندرہ سال لگا کر یہ چھوٹی سی تین سو تیرہ مسلمانوں کی جماعت

تیار کی ہے۔ یااللہ مقابلہ ہو رہا ہے۔ دوسری طرف کافر بہت مضبوط ہیں۔ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ اسلحہ اور طاقت میں بھی بہت زیادہ ہیں۔ یااللہ! اب ہم تجھے تیرا وعدہ یاد دلاتے ہیں۔ اور اگر یہ چھوٹی سی جماعت تباہ ہو گئی اور تو نے ان کا ساتھ نہ دیا تو تیرا نام لیناوالا زمین پر کوئی نہیں ہو گا۔ یہ وہ جماعت ہے جو تیرے نام کو بلند کرتی ہے۔ یہ تیرے مخلص مسلمان ہیں۔۔۔ آپ یہ دعائیں کر رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اس چھپر کے آگے گارڈ کی حیثیت سے پہرہ دے رہے ہیں اور میدان کا نقشہ دیکھ رہے ہیں کہ کیا حال ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جب دیکھا کہ اللہ کی رحمتیں اتر رہی ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ سے کہتے ہیں یارسول اللہ! اٹھ جایئے' دیکھیے اللہ کی مدد آن پہنچی ہے۔(تفسیر ابن کثیر تفسیر سورہ الانفال آیت نمبر 10) حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اللہ کی مدد نظر آنے لگ گئی اور اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ اے نبی جب تو سجدہ میں پڑا ہوا مجھ سے فریادیں کرتا تھا' کیا کہتا تھا؟ ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ ﴾ جب تم اللہ کو غوث کہتے تھے۔ اے فریادوں کے سننے والے' اور آج کل غوث کون ہے؟ گیارھویں والا پیر' یہ غوث ہے؟ نہیں۔۔۔ مسلمانوں کا غوث کون ہے؟ دیکھیے ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ ﴾ جب تم اللہ سے فریاد کرتے تھے۔ اس کو غوث کہہ کر پکارتے تھے۔ ﴿فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ﴾ اس نے تمھاری سن لی۔ اور کیا کہا؟ ﴿ اِنِّيْ مُمِدُّكُمْ ﴾ میں تمھاری مدد کروں گا۔ اے مسلمانو! ﴿ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾ میں ایک ہزار فرشتوں کا لشکر بھیج دوں گا۔ سپرپاور زیادہ فوج نہیں بھیجا کرتی۔ اس لیے امریکہ نے' سعودی عرب میں چار ہزار فوجی بھیجے تھے۔ ﴿ اِنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾[8:انفال :9] میں ایک ہزار کا لشکر بھیج رہا ہوں پھر اس کے بعد اللہ نے دو ہزار فرشتے اور بھیج دیے۔ کوئی جبرائیل کی سرکردگی میں' ایک ہزار' کوئی اسرافیل کی سرکردگی میں ایک ہزار' کوئی

میکائیل کی سر کردگی میں ایک ہزار۔ تین ہزار فرشتوں کی فوج میدان میں آگئی۔ اب پھر کہہ دیا ﴿ وَ يَاتُوكُم مِنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا ﴾ اے مسلمانو! کافر جس جوش و خروش میں ہیں اگر تم ان کے جوش و خروش سے ڈرتے ہو' اگر کفار کا وہ جوش و خروش باقی رہا تو ﴿بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ﴾[3:ال عمران:125] میں پانچ ہزار فرشتوں کو بھیج دوں گا۔ دیکھو ہوتا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ میں نے فرشتوں کو بھیج دیا۔ اور فرشتوں کو میں نے وحی کی' ﴿ اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ ﴾ اے فرشتو! تم میدان جنگ میں مسلمانوں کے دلوں کو ڈھارس دو' انھیں ہمت دلاؤ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ فرشتوں نے بھلا لڑنا تھا۔ ملک الموت تو سارے جہان کی جان نکال لے۔ تو تین ہزار فرشتوں کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں ﴿ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى ﴾ میں تو اس کو صرف تمھارے لیے خوشخبری بنایا تھا۔ ﴿ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوبُكُمْ ﴾ تاکہ تمھارے دلوں کو اطمینان ہو جائے کہ فرشتے آئے ہوئے ہیں۔ ﴿ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾ [8:انفال:10] اگر میں نہ چاہوں تو فرشتے تمھاری مدد نہیں کر سکتے۔ مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ کوئی فرشتہ مدد نہیں کر سکتا' کوئی نبی مدد نہیں کر سکتا' کوئی پیر فقیر مدد نہیں کر سکتا۔ ﴿ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾ مدد تو اللہ کی طرف سے ہی آتی ہے۔ وہ کیا؟ چنانچہ پھر دیکھ لو نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ کے رسول ﷺ اپنے اس حجرے سے باہر نکلے' صفوں کو ترتیب دیا ہی ہوا تھا۔ اللہ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! مٹی اٹھا' ایک مٹھی بھر لے اور کافروں کی طرف پھینک دے' کافروں کی طرف پھینک دے' دنیا تو زہریلی گیس چھوڑ دیتی ہے تو ایک مٹھی مٹی اٹھا کر پھینک دے۔ ﴿ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ﴾[8:انفال: 17] تو دیکھ اس کا اثر کیا ہوگا۔ تیری ایک مٹھی ہر کافر کی آنکھ میں

ڈال دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا: ﴿ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ﴾ اے مسلمانو! تم نے جنگ بدر میں کافروں کے جو بڑے بڑے سردار مار دیے ہیں' اپنی اس کمزوری کے باوجود تو کسی غلط فہمی میں نہ آ جانا۔ حقیقت کیا ہے؟ ﴿ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ﴾ یہ کہ ان کو ان ہی نے قتل کیا ہے' کہیں تکبر نہ کرنے بیٹھ جانا کہ ان کو تم نے قتل کیا ہے۔ تم نے ان کو قتل نہیں کیا' تم میں طاقت نہیں تھی۔ ﴿وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ﴾ یہ سب اللہ کا کام ہے۔ زیادہ بھی نہیں مارے کہ سب کی صفائی کر دیتا۔ کیونکہ اللہ نے ان کو ہی مسلمان کر کے ان سے کام لینا تھا۔ ورنہ اللہ تو سب کو ایک ہی آن میں ختم کر دیتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ تھوڑے تھوڑے جو لیڈری کا فر تھے' جنھوں نے کفر پر ہی مرنا تھا وہ تو مار دیے اور جنھوں نے مسلمان ہونا تھا ان سے کہا کہ چھٹی' مزے کرو۔ ستر بہتر کے قریب ان کے آدمی مروا دیے اور تقریباً اتنے ہی ان کے قید کروا دیے۔ ﴿ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ ﴾ اے نبی! آپ نے جو مٹی پھینکی تھی وہ تو نے نہیں پھینکی تھی۔ ایک مٹھی کیا ہو سکتی ہے؟ یہاں سے اگلے پلڑ تک نہیں جائے گی۔ کون کون اندھا ہو جائے گا۔ ﴿وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ﴾ اگر اللہ چاہے تو وہی مٹھی بھر مٹی سب کی آنکھوں میں ڈال دے۔ ﴿وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ﴾ [انفال:8:18] یہ سب کچھ میں نے کیوں کیا؟ ورنہ میں ان سے بھی کر سکتا تھا۔ ایک فرشتے کو بھی بھیج کر سکتا تھا۔ لیکن ہم نے تمھیں درجہ دینا تھا۔ وہ باپ جس کا بیٹا پہلوان اور وہ اکھاڑے میں اترے تو باپ بیٹے کو داؤ تو بتاتا ہے لیکن یہ نہیں کرتا کہ دوسرے کو اٹھا کر نیچے کر دے اور اپنے بیٹے کو اوپر کر دے۔ پھر لوگ یہ نہ کہیں گے کہ یہ تگڑا ہے' بلکہ یہی کہیں گے یہاں تو باپ نے خیانت کی ہے۔ یہ اس کے باپ کی شرارت ہے' اللہ کہتا ہے کہ میں اس سے زیادہ زور نہیں لگاتا تاکہ تمھارا جوہر بھی واضح ہو جائے کوئی تم میں سے شہید ہو' کوئی غازی ہو' تمھارے حوصلے بڑھیں کافر تمھارے

ہاتھوں قتل ہوں۔ اس لیے میں کھڑا ہو کر تمھیں لڑاتا ہوں' میں تمھارے ساتھ ہوں۔ تم میری پارٹی ہو' تم ہی میری جماعت ہو' لیکن مسلمانو! اب دیکھو کیا ہو گیا ہے؟ آج بھی وہی کلمہ پڑھنے والے مسلمان ہیں' اور اہل حدیث بھی ساتھ ملے ہوئے ہیں' لیکن کفار سے جوتے کھا رہے ہیں' ماریں کھا رہے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ کو ہمارا ایمان پسند نہیں۔ یہ ایمان کیوں پسند نہیں' اس لیے کہ ہمارے دلوں میں انگریز بسا ہوا ہے۔ اپنے گھروں میں' اپنی بیویوں اور بچیوں کو دیکھ لو' اور گھر کا سازوسامان' چائے پینے کی کراکری' یہ سامان ہر سال نئی نئی پلیٹیں جو انگریز بناتا ہے' وہ آپ کے گھر میں پہلے آتی ہیں کہ آپ کا معیار زندگی (Standar of Liv-ing) بلند ہو۔ اور آپ اس پر فخر کرتے ہیں۔ اللہ آپ پر پھٹکار کرتا ہے کہ بے شرم تجھے شرم نہیں آتی۔ دین کی طرف سے تو پیچھے جا رہا ہے۔ اور دنیا کے معیار کو تو دیکھ رہا ہے۔ اپنی بچیوں کے کپڑے' رہن سہن دیکھ لو' تعلیم دیکھ لو' کیا آپ کے ذہن میں یہ نہیں ہے کہ میری بیٹی بالکل انگریز کی بچی نظر آنی چاہیے۔ اس کا معیار کافروں جیسا ہو۔ جب تک تمھارے دلوں میں کافر بسا ہوا ہے' اسلام کی بلندی آپ کے دل میں نہیں آسکتی۔ آپ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اللہ آپ کا کبھی ساتھ نہیں دے گا۔ سعودی عرب کی مثال آپ کے سامنے ہے' دیکھ لو! اللہ نے سعودیہ کو امریکہ کے سپرد کر دیا کہ تمھیں امریکہ بہت اچھا لگتا ہے' یہ لو امریکہ کے پاس چلے جاؤ۔ ورنہ اللہ یہ کہتا' جب میں نے پہلے بیت اللہ کو بچایا تھا' جب ابرہہ آیا تھا۔ تو اب تمھیں امریکہ کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ تم مجھ پر اعتماد کرو۔ لیکن انھوں نے کہا یا اللہ! تجھ پر ہمیں کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ کافروں پر بھروسہ ہے۔ عبدالمطلب کا اور اس زمانے کے کافروں کا تو اللہ پر بھروسہ تھا کہ اللہ خود ہی اپنے گھر کی حفاظت کرے گا۔ لیکن ہمارا تجھ پر بھروسہ نہیں ہے۔ ہم تو امریکہ کو ہی بلائیں گے۔ اب وہ آگیا ہے۔ آگے دیکھیے ہوتا کیا ہے؟ اللہ معاف کرے!

سو میرے بھائیو! خلاصہ یہی ہے کہ اس رسمی اسلام کو' اسلام نہ سمجھو۔ یہ دھوکے والا اسلام ہے۔ آپ کو یہ دھوکہ ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔ مسلمان کوئی کب ہوتا ہے۔ جب

اس کے اندر کفر نہ رہے۔ اگر اندر کفر ہو تو پھر کوئی آدمی کبھی مسلمان نہیں ہوتا۔ کفر اور اسلام کبھی جمع نہیں ہوتے۔ کبھی جمع نہیں ہوتے۔ ہمارا مولوی' میں آپ سے کیا عرض کروں چھوڑیے! اور لوگوں کو تو کیا یہ جو افسر ہیں' دفتروں میں ان کو بھی چھوڑ دیجیے' مولویوں پر آ جایئے۔ حدیث میں یہ مسئلہ بڑا صاف اور واضح ہے کہ اگر تو بڑا عالم ہے' اگر تو کوئی بڑا افسر ہے۔ یا کوئی بڑا استاد ہے' تجھے کبھی اس بات کی خوشی نہیں ہونی چاہیے کہ میں جاؤں اور لوگ کھڑے ہو جائیں کہ سر جی آ گئے ہیں' صاحب آ گئے ہیں۔ اور اگر تو چاہتا ہے کہ میں جاؤں اور لوگ سارے فوراً کھڑے ہو جائیں اور جب تک تو نہ بیٹھے وہ نہ بیٹھیں۔ اور تو دل میں خوش کہ میں بڑی شان والا ہو گیا۔ یہ طریقہ مسلمانوں کا نہیں۔ یہاں افغانی صاحب ہوتے تھے' دیکھ لو کتنا بڑا عالم تھا۔ لیکن اسے بھی یہ برا لگتا تھا کہ میں آؤں اور میرے شاگرد کھڑے نہ ہوں۔ اور آج کل جتنے ٹیٹ فیٹ مولوی ہیں' اور جتنے استاد مدرسوں اور سکولوں کے ہیں' جتنے پروفیسر ہیں' یا کوئی افسر ہے۔۔۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ میں آؤں اور میرے ماتحت جو ہیں وہ کھڑے ہو جائیں۔ اور اگر وہ نہ کھڑے ہوں تو وہ افسر یہی کہے گا کہ بڑے بدتمیز ہو' تمھیں شرم نہیں آتی' تم استادوں کا احترام نہیں کرتے۔ اپنی Logic اور اپنا ہی فلسفہ اور دیکھ لو یہ بیماری کتنی عام ہے۔ مولویوں میں بھی اور افسروں میں بھی۔ مشکوۃ شریف کی حدیث ہے اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں۔ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبُّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ کوئی آدمی مسلمانوں کو حضور ﷺ سے زیادہ پیارا نہیں تھا۔ یعنی صحابہ کے دل میں نبی ﷺ کی محبت سب سے زیادہ تھی۔ وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ اور صحابہؓ جب نبی ﷺ کو دیکھتے تو کبھی کھڑے نہ ہوتے۔ لَمْ يَقُوْمُوْا کبھی کھڑے نہ ہوتے۔ حضور ﷺ آ رہے ہیں' صحابہ بیٹھے ہیں اور آپ کی آمد پر کھڑے نہیں ہوئے۔ لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَةِ لِذٰلِكَ (رواہ الترمذی' مشکوۃ' کتاب الاداب ' باب القیام عن انس) کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی ﷺ اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ دیکھو! پہلے کیا کہا؟ تمہید کیا

باندھی؟ حضور ﷺ سب سے زیادہ پیارے تھے۔ لیکن صحابہ جو بڑے مخلص تھے' جن کا ایمان صحیح تھا' اور وہ نبی ﷺ کا سب سے زیادہ احترام اور عزت کرنے والے تھے۔ وہ نبی ﷺ کو آتے دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے کہ نبی ﷺ کو یہ عمل پسند نہ تھا۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَرَّهٗ' جس کو یہ بات اچھی لگے اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهٗ' رِجَالٌ قِيَامًا کہ لوگ اس کے لیے کھڑے رہے۔ جس کو یہ بات اچھی لگے کہ جب وہ آئے تو لوگ کھڑے ہو جائیں تو فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ' مِنَ النَّارِ (رواہ الترمذی و ابن ماجة ' مشکوٰۃ' کتاب الاداب' باب القیام عن معاویة) وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ اب دیکھیے! یہی مسئلہ چل پڑا' لوگ افغانی صاحب سے پوچھنے کے لیے گئے تو وہ بگڑ گئے۔ کیا یہ مولوی حدیثیں نہیں پڑھے؟ بالکل پڑھتے ہیں۔ پتہ بھی ہے مگر جان بوجھ کر یہ کام کیا جاتا ہے۔

اب جو افسر' استاد' اور جو عالم یہ چاہتا ہے کہ میں آؤں اور لوگ کھڑے ہو جائیں وہ تسلی رکھے کہ اس کا ٹھکانا دوزخ میں بن گیا ہے۔ وَ عَنْ اَبِیْ اَمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مُتَكِئًا عَلٰى عَصَاءٍ ابوامامہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ اپنی چھڑی کے سہارے نکلے۔ فَقُمْنَا لَهٗ' ہم آپ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ فَقَالَ آپ نے فرمایا لَا تَقُوْمُوْا اے میرے صحابہ نہ کھڑے ہوا کرو۔ كَمَا يَقُوْمُ الْعَاجِمُ جیساکہ ایرانی لوگ' عجمی لوگ کرتے ہیں' يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا ایک دوسرے کی ایسے تعظیم کرنا کافروں کا شعار ہے۔ عجمیوں کا طریقہ ہے۔ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں۔ (رواہ ابو داؤد عن ابی امامة رض) مشکوٰۃ شریف کا یہ صفحہ 403 ہے۔ اپنے گھروں میں جائیں' خصوصا آپ میں سے جو افسر ہو اللہ اس کا دماغ درست کر دے۔ ان حدیثوں کو پڑھیں اور اپنے ایمان

کو درست کریں۔ بالکل ایسا نہ کریں اور پھر اللہ میرا رحم کرے' شیطان بڑا دشمن ہے۔ میں چونکہ کالج میں جو بی اے کے کورس میں حدیث کا پورشن تھا اس میں یہ حدیثیں بھی تھیں۔ میں نے لڑکوں کو حدیثیں پڑھائیں اور ان کو سمجھایا۔ میں تو خیر ویسے ہی کھڑے نہیں ہونے دیتا تھا۔ جب کلاس میں جاتا تو پہلے ہی روک دیتا۔ لڑکے میری کلاس میں کھڑے ہوتے ہی نہیں تھے۔ ان کو پتہ چل گیا تھا۔ لیکن بعض لڑکے شرارتی بھی ہوتے ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں کہ مسئلے کے طور پر نہیں بلکہ شرارت کے طور پر کسی دوسری کلاس میں گئے' مثلاً اکنامکس کا پیریڈ ہے' یا فزکس کا پیریڈ ہے' یا کسی اور مضمون (Subject) کا پیریڈ ہے۔ پروفیسر آیا۔ آگے ہو کر بیٹھا' وہ کھڑا نہیں ہوا۔ وہ پروفیسر ناراض ہونے لگا۔ بڑے بدتمیز ہو۔ اس لڑکے نے میرا نام لیا کہ عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ کھڑے نہ ہوا کریں۔ مطلب کیا؟ کہ یہ پروفیسر چلے اور ان کی اور یہ جو ہمیں مسئلہ بتاتا ہے اس کی درگت بنے اور آپس میں چلے۔ اور سٹاف میں یہ بدنام ہوں۔ جو بے چارے مخلص لڑکے تھے' وہ دل سے یہ چاہتے تھے کہ یہ گناہ کا کام ہے۔ کھڑا ہونا ٹھیک نہیں' وہ بہت پریشان ہوتے تھے۔ اور سوچتے کہ اب ہم کیا کریں؟ بلکہ آپ حیران ہوں گے کہ ایک دفعہ ہمارے کالج میں فنکشن ہوا۔ باہر سے جو مہمان خصوصی تھے وہ آئے' پہلے ہال بھرا پڑا تھا' میں بھی اگلی سیٹوں پر جو استادوں کی سیٹیں تھیں' پروفیسروں کی میں اس پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نہ کھڑا ہوا اور وہ سارے کھڑے ہو گئے۔ پیچھے جو لڑکے بیٹھے ہوئے تھے کاغذ اور ماچسیں سگریٹ پینے کے بعد مجھ پر پھینکنے لگے کہ تو اٹھتا کیوں نہیں؟ تجھے شرم نہیں آتی۔ یعنی یہ حال میرے ساتھ لڑکوں نے کیا۔ تو تماشا دیکھنے کے لیے وہ ایسے کرتے تھے۔ پھر مجھ سے آکر لڑکے کہنے لگے کہ ہم اگر کسی کلاس میں جا کر کھڑے نہیں ہوتے تو استاد بہت ناراض ہوتے ہیں۔ یہ کام بڑا خراب ہے۔ میں نے ان کو پھر سمجھایا کہ یہ کھڑا ہونا کیوں منع ہے؟ اس لیے یہ منع ہے کہ نماز کی کوئی حالت مخلوق کے سامنے بنانا یہ جائز نہیں۔ نماز میں قیام کی دو ہی حالتیں ہیں ایک جو کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہہ کر ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہوتے

ہیں۔ یہ دونوں قیام ہیں۔ دونوں ہی قیام غیر اللہ کے لیے منع ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ کے لیے خاص ہیں۔ پھر جیسے التحیات میں بیٹھتے ہیں' جیسے یہ تبلیغیے' یہ بغلے بھگت بیٹھتے ہیں ایسی صورت بھی کسی کے سامنے بنا کر بیٹھنا منع ہے۔ بلکہ جبرائیل علیہ السلام ایک اجنبی کے طور پر آئے اور نبی ﷺ سے آکر باتیں پوچھیں۔ حضور ﷺ بیٹھے تھے' ایسے ہی جیسے التحیات میں بیٹھتے ہیں۔ وہ آئے اور آکر کیسے بیٹھے؟ انھوں نے حضور ﷺ کی رانوں پر ہاتھ رکھ کر بے تکلفی کا اظہار کیا۔ یوں نہیں بیٹھے کہ آپ بیٹھ گئے۔ اپنی رانوں پر ہاتھ رکھ کر نہیں۔ نبی ﷺ کی ران پر ہاتھ رکھ کر تاکہ وہ بیٹھک جو نماز میں ہوتی ہے وہ نہ ہو۔ میں نے لڑکوں کو سمجھایا کہ یہ کھڑا ہونا اس لیے منع ہے۔ کیونکہ نماز میں ہم اللہ کے سامنے یوں کھڑے ہوتے ہیں' اب تم مجبور ہو کہ تمھیں کھڑے ہونا پڑتا ہے تو کیا کرو۔ جب کوئی ایسا آجائے تو تم چالاکی کیا کرو۔ حیلہ کیا کرو۔ جیسے کو تیسا۔ تم کیا کیا کرو؟ وہ آئے تو تم کھڑے ہو جاؤ لیکن یوں کھڑے نہ ہوں جیسے سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ حرکت کرتے رہا کرو۔ یہ منع نہیں یہ ٹھیک ہے۔ اس کو بھی دھوکہ ہو جائے گا کہ کھڑا تو ہو گیا ہے۔ آپ کھڑے تو ہوئے ہیں' اس کا شوق بھی پورا ہو گیا۔ وہ دھوکہ میں مبتلا رہا۔ آپ بھی اس جرم سے بچ گئے کہ آپ میٹنگ کر رہے ہیں۔ یا مثلاً اٹھے اور کھڑے ہو کر آپ بنچ سے چیز اٹھا رہے ہیں' یا پھر سیدھے کھڑے نہ ہوں۔ کوئی ایسی صورت بنالیں۔ اور اگر استاد سمجھ جائے اور سمجھنے والا ہو تو اسے سمجھا دیں۔ اور اگر سمجھنے والا نہ ہو تو آپ چالاکی کریں۔ جیسا وہ ہے ویسا ہی اس کے ساتھ سلوک کریں۔ اب قیامت بہت قریب ہے۔ اب میدان تیار ہو رہا ہے۔ عالمی جنگ (World War) لگے گی۔ اس کے بعد یہ جنگ وہ صورت اختیار کر جائے گی جن میں پھر دجال کا خروج ہو گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔ پھر اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے بعد امام مہدی کی کامیابی ہو گی۔ ان کی حکومت ہو گی۔ پھر یاجوج ماجوج نکل آئیں گے۔ اللہ تم کو طور کی طرف مارچ کروا دے گا' تم کو طور کی طرف بھیج دے گا کہ وہاں چلے جاؤ۔ تم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے' تم وہاں جا کر پناہ لے لو۔ تو عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی اپنے ساتھیوں کو لے کر طور پر چلے جائیں گے اور پھر یاجوج ماجوج کا رخ نہیں ہو گا۔ یاجوج ماجوج کیا کریں گے۔ دیکھو یہ اج کل کی سائنس

کے لیے چیلنج ہے' خدا کبھی بے دخل نہیں ہوتا۔ یہ خدا کا چیلنج ہے کہ سائنس والو! تم نے ساری دنیا چھان ماری' زمین کا چپہ چپہ تم نے چھان مارا۔ ہاں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ خدا کہے گا کہ لو ابھی لو۔ میں تمھیں بتاتا ہوں' تمھارے جیسا تو بے وقوف ہی کوئی نہیں۔ خدا یاجوج ماجوج کو نکالے گا اور یاجوج ماجوج کی تعداد کتنی ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا جب تک ایک ایک کی اولاد کی تعداد ایک ہزار نہ ہو گی وہ مرے گا نہیں۔ اتنی ان کی تعداد ہے۔ یعنی یاجوج ماجوج میں سے ہر فرد جو ہے جب تک اس کی اولاد۔۔ پوتے پڑپوتے وغیرہ ایک ہزار نہیں ہو جاتے وہ مرتے نہیں۔ ان کی تعداد اتنی ہو گی۔ انسان ان کے مقابلے میں بڑے تھوڑے ہوں گے لیکن ہیں کہاں؟ زمین پر۔ اس نے ایسا پردہ ڈالا ہے کہ سائنس والوں کو چیلنج ہے کہ تلاش کر کے دکھاؤ۔ پھر خدا ان کو چھوڑ دے گا۔ ﴿ حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ ﴾ جب قیامت کی قریب ہو گی تو ہم یاجوج ماجوج کو کھول دیں گے۔ ﴿ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾ [21:الانبیاء:96] وہ ہر اونچائی سے آئیں گے۔ میدانی علاقوں کی طرف اور آ کر جو سمندر ان کے سامنے آ گیا۔ اس کا پانی پی کر ختم کر دیں گے۔ کسی انسان کو نہیں چھوڑیں گے۔ کسی جانور کو نہیں چھوڑیں گے۔ سب چیزوں کو کھا پی جائیں گے۔ پھر ان کے دل میں یہ شرارت آئے گی۔ وہ بھی انسان ہوں گے' اللہ کا تصور تو ہر ایک کے دل میں ہے۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے سنا ہوا ہے کہ اوپر فرشتے بھی ہیں' اللہ بھی ہے' ہم نے نچلے تو سب صاف کر دیے' ان کو بھی کیوں نہ صاف کر دیں۔ وہ تیر ماریں گے۔ تیر ماریں گے' اندھا دھند تیر چلا رہے ہیں' چل سو چل۔۔۔ چل سو چل۔۔۔ تیر پر تیر مار رہے ہیں اور ارادہ کیا ہے؟ جیسا یہ چاند پر دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں۔ اللہ کیا کرے گا؟ جو وہ تیر چلاتے ہیں خدا ان کو خون آلود کر کے لوٹاتا جائے گا۔ وہ کہیں گے کہ دیکھا۔۔۔ ہم نے اللہ کو مار دیا۔۔۔ نعوذ باللہ۔۔۔ ہم نے فرشتوں کو مار دیا۔ دیکھ لو ہمارے تیر خون سے لت پت ہو کر آ رہے ہیں۔ یعنی ان کا جو غلط یقین تھا کہ ہم اللہ اور اس کے فرشتوں کو بھی مار سکتے ہیں۔۔۔ اللہ ان کو اسی دھوکے میں رکھ کر ان کے تیروں کو خون آلود کر کے نیچے بھیجے گا۔ ان کو تسلی ہو جائے گی کہ

اب اللہ بھی مر گیا اب اس کے فرشتے بھی مر گئے۔ سب کو ہم نے صاف کر دیا۔ اب دندناتے پھریں گے۔ تھاپیاں ماریں گے اور یہ کریں گے اور وہ کریں گے۔ اس کے بعد ان کے ایک چھوٹی سی پھنسی نکلے گی۔ اب اتنی بڑی لاش کو معمولی سی پھنسی نکلے گی۔ اب وہ اس سے مر جائیں گے اور لاشیں ہی لاشیں پڑی نظر آئیں گی۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر سورہ یونس آیت:96) تو اللہ کے ساتھ جو دھوکہ کرتا ہے اللہ بھی اس کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ اللہ بھی ان کو دھوکہ دیتا ہے جو اس کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کہتے کہ ہم تو مسلمانوں کو مذاق کرتے ہیں۔ ﴿ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ہم تو ان کو ٹھٹھہ مذاق کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو پاگل بناتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ اللہ بھی ان کے ساتھ مذاق کرتا ہے۔ ان کے ساتھ ٹھٹھہ کرتا ہے۔

یاد رکھو! جب کوئی اللہ کے دین کے ساتھ مذاق کرتا ہے تو اللہ بھی ویسے ہی جواب دیتا ہے۔ یاجوج ماجوج کے ساتھ بھی اللہ ایسا ہی سلوک کرے گا۔ جو ان کے Belief اور ان کے Faith کہ "ہم نے اوپر والے کو مار دیا" کو مزید مستحکم کر دے گا۔ خدا تیروں کو نیچے خون آلود کر کے بھیجے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ چاند پر جانا بھی اسی قسم کا چکر ہے۔ ٹی وی پر دکھایا جا رہا ہے کہ دیکھو! ہم چاند پر Land کر رہے ہیں۔ اور خدا ان کو پاگل بنا رہا ہے کہ چلو لینڈ کرتا ہوا دکھا دیتا ہوں۔ تم کہہ دو چاند پر پہنچ گیا۔ ورنہ قرآن کیا کہتا ہے؟ قرآن یہ کہتا ہے کہ جب آدم کو زمین پر اتارا گیا تو فرمایا گیا: ﴿ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ انسانوں کا ٹھکانا زمین ہے، چاند نہیں ہے۔ ﴿ فِيْهَا تَحْيَوْنَ ﴾ اسی میں تم زندہ رہو گے، ﴿ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ ﴾ اسی میں تم مرو گے۔ ﴿ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴾ [7:الاعراف:25] اس زمین سے تم نکالے جاؤ گے۔ ﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ ﴾ اس

زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا۔ ﴿وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ﴾ اس زمین میں ہم نے تمھیں لوٹانا ہے ﴿وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ﴾ اور اسی سے ہم پھر زندہ کر کے تمھیں اٹھائیں گے۔ لوگ تو اب چاند پر الاٹمنٹوں کی باتیں بھی کرنا شروع ہو گئے ہیں۔ شاید اب شروع ہو جائے۔ اب دیکھو کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ موت تو گھر کے دروازے میں داخل ہوتے ہوتے بھی آجاتی ہے۔ گھوڑے پر آدمی ابھی مکمل طور پر سوار ہوتا بھی نہیں کہ موت کا فرشتہ آدبوچ لیتا ہے۔ یعنی جب وقت آجائے' جہاں آجائے' ملک الموت اپنا کام کر جاتا ہے۔ اب لوگ جو چاند پر جاتے ہیں تو کوئی چاند پر اگر مر جائے تو قرآن تو غلط ہو گیا جس میں یہ ہے کہ ہم نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور زمین پر ہی تم مرو گے اور جیو گے۔ اگر کوئی چاند پر مر جائے تو یہ بات غلط ہوتی نظر آتی ہے نا۔۔۔ لیکن ایسا نہیں ہو گا بالکل نہیں ہو گا۔ انسانی زندگی وہاں ہو سکتی ہی نہیں۔ اور یہ سب دھوکہ ہے۔ جیسا یہ دھوکہ اللہ کے ساتھ کرتے ہیں' اللہ بھی ویسا ہی دھوکہ ان کے ساتھ بھی کرتا ہے۔ خیر بات دور چلی گئی۔

میرے بھائی یہ جمعہ ہے' سمجھنے کی کوشش کرو۔ مسلمان ہونے کی کوشش کرو۔ جس طریقے سے میں آپ کو بتاتا ہوں' آپ مجھے یاد کریں گے۔ پھر دنیا سے تو مر کر چلے ہی جانا ہے۔ وہاں جا کر کیا ہو گا؟ جن مولویوں نے لوگوں کو دھوکے میں رکھا' لوگوں کو گمراہ کیا' لوگ کہیں گے ﴿وَ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ کافر کہیں گے۔ ﴿أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ﴾ ہمیں وہ لوگ دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا' اور وہ جن بھی دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا اور مولوی بھی دکھا ﴿نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا﴾ [حم سجدہ 41:29] ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم ان مولویوں کو دوزخ میں اپنے پاؤں کے نیچے رکھیں اور وہ ہم سے نیچے ہوں اور ہم ان کے اوپر ہوں۔

سو میرے بھائیو! خوب یاد رکھنا میں آپ کو اس چیلنج کے ساتھ یہ دین کی دعوت دیتا ہوں' یہ مسئلے بتاتا ہوں کہ آپ سے جو کہہ رہا ہوں' آپ وہاں جا کر میرا گریبان پکڑ سکتے

ہیں اور میں اللہ کے فضل سے کوئی بات کبھی ایسی نہیں کہتا جو مولویوں کی طرح بالکل گپ ہو یا بالکل بکواس ہو' میں جو بات آپ سے کہتا ہوں' بڑے وثوق کے ساتھ اور بڑی دلیل کے ساتھ اور اس عقیدے کے ساتھ کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ خدا ٹیپ کر رہا ہے' اور میں ہر بات جو میری زبان سے نکل رہی ہے اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ خدا اس پر مجھے پکڑ لے گا۔ لیکن یاد رکھو اگر میری باتیں ٹھیک ہوئیں تو آپ کا کوئی جواب نہیں ہو گا۔

و ما علینا الا البلاغ المبین

خطبہ نمبر23

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ وَ كُلَّ ضَلاَلَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [7:الاعراف:96]

جو اللہ کو راضی کرتا ہے' اللہ اس سے خوش ہوتا ہے' اور جو اللہ سے آنکھیں پھیر لیتا ہے' اللہ سے غداری کرتا ہے' بے وفائی کرتا ہے' اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ آدمی یہ خیال کبھی نہ کرے کہ وقت نکل رہا ہے' کھا پی رہے ہیں' مزے کر رہے ہیں' ہمیشہ یہ دیکھے کہ میں کام کیسے کر رہا ہوں' اپنے کاموں کو دیکھیے! یہ بات قطعی اور یقینی ہے۔ آدمی کو اس میں کبھی بھی تردد نہیں کرنا چاہیے' شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ "غلط کام سے اللہ ناراض ہوتا ہے' برا کام بہر کیف برا ہے۔ گناہ کو اللہ کبھی پسند نہیں کرتا' اس کا سراسر نقصان ہی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ بندہ گناہ کرے اور اللہ اس سے ناراض نہ ہو۔ گناہ بری چیز ہے۔

• گناہ کے معنی کیا ہیں؟ اللہ کی نافرمانی گناہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی مرضی کے خلاف کام کرنا۔ اللہ سے نڈر ہو کر اپنی مرضی کرنا اور یہ گناہ ہے۔ اور اللہ اس کو کب پسند کر سکتا ہے؟ اللہ نے جب لوگوں کو آباد کیا تو انکی پہلی اور بنیادی ضرورت یہ ہے کہ ان کو زندگی ملے اور زندگی کے لیے آپ جانتے ہیں کہ ہوا' پانی اور خوراک یہ چیزیں لازمی ہیں۔ پہلا انتظام اس نے یہ کیا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو بچہ دنیا میں آتا ہے' اس کو ہوا میسر آتی ہے۔ اس کو ماں کا دودھ میسر آتا ہے۔ کوئی دین کی دعوت نہیں ہے' کوئی پیغمبر والی بات نہیں ہے' کچھ نہیں ہے۔ والدین کو حکم ہے کہ بچے کو دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہیں۔ ساتویں دن اس کا عقیقہ کریں' ساتویں دن اس کا نام رکھیں' اس کی حجامت بنوائیں' اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کریں (مشکوۃ کتاب العید والذبائح باب عقیقۃ) والدین کو حکم دیا ہے لیکن بچے کے لیے کوئی حکم نہیں۔ اس کا کھانا' اس کا پینا' اس کی ضروریات ساری اللہ ہی پوری کرتا ہے۔ یہ زندگی کے لیے ضروری ہے۔ اب یہ ہے کہ جوں جوں وہ سنبھلتا جاتا ہے' اس کو ہوش آتی جاتی ہے' وہ دنیا کے اس نظام میں خود حصہ لینے کے قابل ہو جاتا ہے تو پھر اللہ کے احکام اس پر بھی جاری ہو جاتے ہیں۔ اب اگر بندہ اچھے کام کرے تو اللہ راضی ہوتا ہے۔ اگر برے کام کرتا ہے تو تنبیہ لازمی ہے۔ جیسے بچہ آپ کا چھوٹے ہونے میں وہ کوئی چیز توڑ دے' پھوڑ دے' کہیں ہاتھ مار دے تو آپ کیا کہتے ہیں؟ یہی نا کہ بچہ ہے' میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ آپ اسے کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن جب ذرا بڑا ہو جاتا ہے تو پھر آپ اسے مارتے ہیں' اسے ڈانٹتے ہیں' اسے تنبیہ کرتے ہیں' سزا دیتے ہیں لیکن پیار سے' پیار بھی رکھتے ہیں کہ میرا بچہ ہے مر نہ جائے۔ تھوڑا مارتے ہیں' ایسی سزا نہیں دیتے کہ جس سے اس کی جان نکل جائے۔ آخر آپ کا بچہ ہے۔ تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے بھی یہی نظام بنایا ہے۔ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ﴾

[7:الاعراف:94] ہم دنیا میں پیغمبروں کو بھیجتے ہیں کہ جاؤ جا کر لوگوں کو یہ بتاؤ کہ یہ کام صحیح نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔ صحیح کام یہ ہے اگر وہ ٹھیک چلیں تو ٹھیک اور اگر وہ نافرمانی کریں گے' تو پھر ہم تھوڑی مار مارتے ہیں اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ کبھی کوئی دکھ دے دیا' کبھی کوئی دکھ دے دیا' کبھی کوئی تکلیف دے دی' کبھی کوئی مصیبت ڈال دی' کبھی کوئی پریشانی' کبھی کوئی پریشانی۔ کیوں؟ ﴿لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ﴾ تاکہ باز آجائیں' گڑگڑائیں' روئیں اور کہیں اے اللہ! ہمیں معاف کر دے۔ ہم سے غلطی ہو گئی' اللہ معاف کر دے۔ بندہ جب غلطی کرتا ہے اور خدا سے معافی مانگتا ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے معافی مانگی ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾ یااللہ ہم سے غلطی ہو گئی۔ ﴿فَاغْفِرْ لَنَا﴾ ہمیں بخش دے! اللہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ تو ہمیں معاف کر دے۔ ﴿وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [7:الاعراف:23] اگر تو نے نہ بخشا تو کوئی ٹھکانا نہیں' ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔

اب دیکھیں جو بچہ پانچ چھ سال کا ہے جب اسے باپ مارتا ہے تو کیا کہے گا' اگرچہ وہ زبان سے نہ سہی لیکن زبان حال سے ضرور یہ کہتا ہے کہ ابا جی! معاف کر دیں' مجھ سے غلطی ہو گئی۔ ﴿وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا﴾ اگر تو نے ہمیں نہ بخشا' اگر تو نے ہم پر رحم نہ کیا' تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ ﴿لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ہمارا کوئی ٹھکانا نہ ہو گا لیکن اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو ہو جائے۔ اگر نہ ہو تو باپ کہتا ہے نکل جا' گھر سے دروازے سے باہر نکال دیتا ہے۔ کبھی کوٹھڑی میں بند کر دیتا ہے۔ کبھی ماں کوئی سزا دیتی ہے' کبھی باپ کوئی سزا دیتا ہے' مقصد کیا ہے؟ یہ سنبھل جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جتنی ہم دنیا میں چھوٹی چھوٹی تکلیفیں دیتے ہیں کہ جن سے آدمی بچ جاتا ہے پھر نکل آتا ہے۔ کبھی بیماری آ گئی' کبھی کوئی حادثے میں مر گیا۔ چوٹ لگ گئی' تھوڑا بہت زخم ہو گیا۔ لیکن جان بچ گئی' اسی طرح سے'

اور ایسا کوئی حادثہ کوئی مصیبت 'کوئی پریشانی آگئی تو پھر جان چھوٹ گئی۔ یہ وہی سزائیں ہیں۔ جیسے والدین اولاد کو سزائیں دیتے ہیں اور مقصد کیا ہوتا ہے؟ سزائیں ہیں۔ جیسے والدین اولاد کو سزائیں دیتے ہیں اور مقصد کیا ہوتا ہے۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ﴾ تاکہ اپنے رب کے سامنے رونے لگ جائیں۔ گڑگڑائیں کہ یااللہ! مجھے بخش دے 'مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ اور اگر یہ سٹیج گزر جائے 'باز نہ آئے 'اپنے گناہوں کو نہ چھوڑے 'بچہ بگڑتا ہی جائے تو پھر کیا ہوتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ پھر والدین کیا کرتے ہیں؟ بچے کو عاق کردیں گے 'گھر سے نکال دیں گے۔ اس سے بولنا بند 'اس سے میل جول بند۔ اس کو گھر نہیں آنے دیں گے۔ پھر اس کے بعد وہ جو کر سکتے ہیں کرتے ہیں۔

اب دیکھو! اللہ کیا کر سکتا ہے؟ اللہ جو چاہے کردے 'پھر وہ بڑا عذاب چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ﴾ پہلے ہم چھوٹی چھوٹی سزائیں دیتے ہیں 'بڑی سزائیں نہیں دیتے اور پھر جب بڑی سزا کا وقت آجاتا ہے۔ ﴿إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ﴾ [السجدة:32:32] میں مجرموں سے بدلہ لیتا ہوں 'یہ کون کہتا ہے؟ اس کو یاد کرلو 'خدا کہتا ہے۔ ﴿إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ﴾ شیطان ہمیں یہ دھوکہ دیتا ہے۔ اللہ غفور الرحیم ہے۔ اللہ بخشنے والا ہے۔ برائی کرتا رہ۔ جو تیری مرضی ہو 'یہ کسی کو یاد نہیں۔ ﴿إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ﴾ ہم مجرموں سے بدلہ لے کر چھوڑیں گے۔ اب سوچو! آدمی ڈٹ کر خدا کی نافرمانی کرے۔ بشری تقاضے کے تحت گناہ ہو جائے تو کوئی بات نہیں 'لیکن گناہ کو عادت بنا لینا' گناہ کو پیشہ بنالینا' گناہ کرتے ہی جانا۔ گناہ کرتے ہی جانا' گناہ کو چھوڑنا ہی نہیں۔ کیا یہ خدا کو چیلنج نہیں ہے؟ کیا یہ خدا کو للکارنا نہیں ہے؟ کیا یہ خدا سے مقابلہ نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، پھر تم سوچ لو اگر تم مجرم بن گئے اور میں انتقام لینے پر آگیا تو کون ہے جو تمھیں مجھ سے بچالے۔ پھر بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ والدین اپنے بچوں کو

پالتے ہیں' والدین یہ چاہتے ہیں کہ میرا بچہ ترقی کرے۔ اس کی صحت اچھی ہو' یہ کھائے پیئے' اس کا کاروبار ٹھیک ہو' اور اس کو فائدہ ہو اللہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی انسانوں کو اسی طرح سے ہی دیتے ہیں' عیش و عشرت کرواتے ہیں' خوشحال کرتے ہیں' مال دیتے ہیں' ان کو ترقی ہوتی ہے۔ ﴿ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ ﴾[7:الاعراف:95] غربت دور کر دیتے ہیں' کمزوری کو دور کر دیتے ہیں' طرح طرح کی نعمتیں دے دیکر ان کو خوب نوازتے ہیں' ﴿ حَتّٰى عَفَوْا ﴾ یہاں تک کہ وہ ترقی کر جاتے ہیں' بہت ترقی کر جاتے ہیں اور یہ ساری چیزیں ان کے امتحان کے لیے ہیں۔ یہاں تک جو بگڑنے والے ہیں بگڑ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ﴿ قَدْ مَسَّ اٰبَآءَ نَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ ﴾ غربت تو پہلے لوگوں کی تھی۔ ہم تو شاہی خاندانی لوگ ہیں' شروع سے چوہدری چلے آرہے ہیں' شروع سے امیر چلے آرہے ہیں۔ ہم تو بڑے خاندانی لوگ ہیں' غریب تو فلاں فلاں ہیں۔ ان کو اپنی پہلی زندگی بھول جاتی ہے' ان کو اپنا باپ بھول جاتا ہے۔ چنانچہ آپ سوچ لیں۔ کوئی بڑا افسر لگ جائے' اگر وہ شریف ہو' شریف النسل ہو' اس کی قسمت اچھی ہو' تو وہ اپنے باپ کو یاد کرے گا' میرا باپ بیچارہ ان پڑھ تھا' ہل چلایا کرتا تھا' جانوروں کو ہانکا کرتا تھا' دیہاتی آدمی تھا' اللہ نے مجھے علم دیا' اللہ نے مجھے عزت دی' میں اللہ کا شکر ادا کروں جس نے یہ سب کچھ مجھے دیا۔ اگر اس کے دل میں یہ آجائے۔۔۔ میں۔۔۔ ہیں میں۔۔۔ اور باپ اسے یاد ہی نہیں' خود بڑا بن گیا' اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے' لوگوں کو حقیر جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے یہاں بیان کیا۔ ﴿ قَدْ مَسَّ اٰبَآءَ نَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ ﴾ کہتا ہے پہلے غربت تھی' کسی زمانے میں ہمارے دادا' پردادا۔۔۔ لیکن اب تو ہم بہت اونچے چلے گئے۔ پھر خدا یاد نہیں رہتا۔ تو فرمایا کہ پھر کیا ہے؟ اب خدا کو ان سے سخت ناراضگی ہوتی ہے۔ خدا کا عذاب کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ ﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰىٓ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآئِمُوْنَ ﴾[7:الاعراف:97] کیا ان کو ڈر نہیں لگتا کہ میرا عذاب رات کو آجائے اور یہ سوئے ہوئے ہوں۔ معمولی۔۔۔ تھوڑا بہت

جھٹکا دینا ہو تو ہو سکتا ہے۔۔۔ جیسے زلزلہ آجائے' تباہی کرنی ہو جیسے کوئٹہ اور افریقہ میں آیا تھا۔ جہاں صفائی کرنی ہو تو اکثر رات کو ہی آتا ہے۔ پھر پتہ نہیں چلتا کہ مکان کہاں چلے گئے' بلڈنگیں کہاں چلی گئیں۔ جہاں آبادی ہوتی ہے وہاں پانی آجاتا ہے' اس قدر کہ اللہ تعالیٰ اس کو تہس نہس کر دیتا ہے۔ فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى ﴾ ان شہر والوں کو۔۔۔ یہ کراچی' یہ لاہور' یہ ملتان' یہ فلاں شہر' یہ فلاں شہر۔۔۔ کیا ان کو ڈر نہیں لگتا۔ ﴿اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا ﴾ ان شہر والوں کو ڈر نہیں لگتا کہ ان پر میرا عذاب آجائے۔ ﴿ بَيَاتًا﴾ رات کے وقت ﴿ وَ هُمۡ نَآئِمُوۡنَ ﴾ اور وہ سوئے ہوئے ہوں ﴿ اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًى وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴾ یا ہمارا عذاب دن میں آجائے' کب آجائے؟ تو دس بجے۔۔۔ ﴿وَ هُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴾ جب کہ وہ اپنے کاروبار کر رہے ہوں۔ اللہ نے دنیا کے دھندوں کو کھیلنا بتایا ﴿وَ هُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴾ کوئی دکان پر بیٹھا ہے' کوئی اپنے کھیت میں بیٹھا ہے' کوئی اپنے کھیت میں بیٹھا ہے' کوئی کہیں بیٹھا' کوئی کہیں بیٹھا ہے۔ اگر ہمارا عذاب اس وقت آجائے جب یہ اپنے دنیا کے دھندوں میں لگے ہوتے ہیں' اللہ نے اس کو کیا کہا؟ یہ خوب سمجھ لو دنیا کا سب کچھ کاروبار کھیل تماشہ ہے' یہ دنیا کا کاروبار ہے۔ یہ سارے کا سارا کھیل تماشہ ہے۔ ﴿اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًى وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴾ ہمارا عذاب دن کو آجائے' نو دس بجے' اور وہ کھیل رہے ہوں۔ اب دنیا کھیلتی تو نہیں ہے' کاروبار کرتی ہے۔ جوا چلتا ہے' سٹہ چلتا ہے' اب دیکھو! کاروبار یہاں پھٹی (کپاس) کا کاروبار کرتے ہیں' گندم کا کاروبار کرتے ہیں' سب سودی' جوئے کا' سب ناجائز' اور پھر بڑے بڑے کاروبار ہیں۔ ان کو دیکھ لو' کس طرح سے ان کا وہ کام چلتا ہے۔ یا پھر دفتروں میں دیکھ لو کیا ہوتا ہے؟ ہسپتالوں میں دیکھ لو' دنیا میں اور جگہ دیکھ لو کیا ہوتا ہے؟ اللہ اس کو کھیل بتاتا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی ہے' اس میں اگر خدا یاد نہ آئے تو پھر یہ کیا ہے؟ کھیل اور تماشہ ہی تو ہے۔

﴿وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ جبکہ وہ کھیل رہے ہوں۔ اب دیکھو! اگر چہ پڑھائی کرے' اور وہ کھیلے بھی تو وہ کھیل ٹھیک ہے' برا نہیں ہے' کبھی نہیں کہتے کہ لڑکا کھلنڈرا ہے۔ کھیلنے والا ہے' لا پرواہ ہے۔ اور اگر وہ اصل مقصد سے ہٹ جائے' سکول کا کام نہ کرے' سکول کی حاضری صحیح نہیں' تعلیم کا کام نہ کرے اور کھیل ہی کھیل ہو' یا آوارہ گردی ہو تو پھر کیا کہتے ہیں؟ زندگی برباد کر رہا ہے۔ بالکل یہی حال اللہ نے انسانوں کا رکھا ہے۔ اگر اللہ کو بھی یاد کرتے ہیں' مقررہ اوقات میں نمازیں پڑھتے اور پھر دکان کرتے ہیں تو یہ کھیل نہیں ہے' زمین دارہ کرتے ہیں اور دین کے کام بھی اپنے اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں تو یہ کھیل نہیں ہے۔ کوئی اور نوکری کرتے ہیں' خدا کو یاد رکھتے ہیں تو یہ کھیل نہیں ہے۔ اور اگر اللہ یاد نہیں۔ صرف اور صرف دنیا کا ہی دھندہ ہے' تو ہر کام کھیل تماشہ ہے' عبث ہے' بے کار ہے' وقت کا ضائع کرنا ہے۔ تو فرمایا میرا عذاب کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ رات کو جب کہ بالکل بے خبر ہوں' اور دن کو جب کہ بالکل غافل ہوں' کسی وقت بھی عذاب آسکتا ہے۔ ﴿اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ﴾ لوگوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈر نہیں لگتا؟ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے ﴿مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا﴾ [11: هود:56] کوئی چلنے پھرنے والا ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی پر خدا کا ہاتھ نہ ہو۔ اللہ نے یہ قرآن میں فرمایا ہے۔ اے بندے! تو کچھ بھی بن جا' تو جہازوں میں اڑے' تو کاروں میں بیٹھے' تو موٹر سائیکلوں پر چل لے' کسی اور چیز پر تو چل لے' زمین پر تو ویسے اکڑ کر چل لے۔ یاد رکھ میرا ہاتھ تیری پیشانی پر ہے۔ جب چاہوں تجھے جھٹکا دے دوں۔ ایک آن لگتی ہے کہ جب آدمی کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ دیکھ لو جہازوں کے حادثے' ہوائی جہازوں کے حادثے' گاڑیوں کے حادثے' بسوں اور کاروں کے حادثے' کوئی دیر لگتی ہے؟ خدا بات نہیں کرنے دیتا۔ ﴿اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ﴾ لوگوں کو میں یاد نہیں ہوں؟ ان کو مجھ سے ڈر نہیں لگتا' نعمتیں میری کھاتے ہیں اور مجھ سے ہی بغاوت کرتے ہیں۔ مجھے ہی یاد نہیں رکھتے۔ میری ہی نافرمانی کرتے ہیں۔ انسان اگر کبھی عقل سے بھی سوچ لے کہ ایک

آدمی کسی ملک میں رہتا ہو' وہاں کی حکومت سے ٹکر لے تو وہ کبھی بے فکر ہو سکتا ہے؟ کبھی اسے اطمینان ہو سکتا ہے؟ ہر وقت ڈر' پتہ نہیں حکومت کب پکڑ لے۔ اب اللہ کا نظام ہو' خدا کی بادشاہت ہو' جہاں کوئی خدا کے سوا پکڑنے والا نظر نہیں آتا۔ یہاں تو پولیس آئے گی' آپ بھاگ دوڑ کر سکتے ہیں چھپ چھپا سکتے ہیں۔ کچھ اور کر کروا سکتے ہیں لیکن اللہ کے پکڑنے والے کہاں ہیں؟ کوئی نظر آتا ہے؟ آپ بند کمرے میں ہوں۔ ﴿اَيۡنَمَا تَكُوۡنُوۡا يُدۡرِكْكُّمُ الۡمَوۡتُ﴾ اگر آپ بہت ہی محفوظ جگہ پر ہی کیوں نہ ہوں موت آپ کو آہی لے گی۔ اگر آپ اپنے آپ کو قلعہ بند بھی کر لیں ﴿يُدۡرِكْكُّمُ الۡمَوۡتُ﴾ خدا کا پکڑنے والا چھوڑے گا نہیں۔ ﴿وَلَوۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ بُرُوۡجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ [4:النساء:78] جتنے بھی مضبوط قلعوں میں اپنے آپ کو بند کر لو۔ فرمایا کہ بچ نہیں سکتے۔ نہ کوئی خدا سے دوڑ سکتا ہے کہ میں دوڑ کر کہیں اس کی سلطنت سے نکل جاؤں اور نہ ہی کوئی خدا سے چھپ سکتا ہے۔ اپنے ایمان کا اندازہ اسی سے لگایا کریں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم پولیس سے زیادہ ڈرتے ہیں' اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے۔ یہ کیوں؟ یہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ بہت طاقت والا ہے۔ اب ہم میں سے کون ہے جو تسلیم نہ کرتا ہو۔ اللہ بہت طاقت والا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ ہم پولیس سے تو ڈرتے ہیں مگر اللہ سے نہیں ڈرتے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ایمان نہیں ہے۔ زبان سے ہم مانتے ہیں کہ اللہ جیسا طاقت والا کوئی نہیں' لیکن عملاً ہمارا ایمان کمزور ہے۔ اس لیے اللہ سے ڈر نہیں لگتا۔ ایمان یہی ہے کہ چیز نظر نہیں آرہی لیکن ایمان کہتا ہے کہ ہے۔ زیادہ یقینی اور زیادہ لازمی اور ضروری ہے۔ اس لیے اس سے ڈر۔

میرے بھائیو! سوچ لیں۔ اگر گناہ کر کے آپ کو ڈر لگتا ہے تو آپ سمجھ لیں کہ آپ میں ایمان ہے اور اگر گناہ کر کے آپ کو ڈر نہیں لگتا تو سمجھ لیں کہ معاملہ صاف ہے۔ جو بھی آپ کیوں نہ بنے پھریں۔ دیکھ لو ہمارے جھگڑے' ہماری لڑائیاں' پیسے کے پیچھے لوگ لڑ رہے ہیں کہ جی! یہ آدمی میرے پیسے نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے کہ جی! میں نے اس کے دینے ہی نہیں۔ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ میرے ذمے اس کا کوئی پیسہ نہیں۔

اب دیکھ لو دونوں میں سے ایک ہے جو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اگر تو ایک نے واقعتاً دوسرے کے دینے ہیں تو دینے والا نہیں ڈرتا اور اگر وہ جھوٹ کہتا ہے' غلط طور پر دھونس سے پیسہ لیتا ہے تو بعد والا خدا سے نہیں ڈرتا' اس میں ایمان نہیں ہے۔ اس طرح ایک آدمی زنا کرتا ہے' اس کا سامان مہیا کرتا ہے' اور کوئی آدمی اس کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ زنا کار ہے۔ برا کام کرتا ہے' تو اگرچہ وہ اس بات کو ثابت نہ کر پائے لیکن اللہ کی عدالت میں تو ملزم نہیں چھوٹ سکتا۔

ایمان اس آدمی میں ہے جو گناہ کرتا ہے' یا جس سے گناہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب سے ڈرتا ہے' فوراً توبہ کرتا ہے۔ جب لوگ گناہ کر کے توبہ نہ کریں بلکہ نڈر ہو جائیں تو سمجھ لو کہ ایمان گیا۔۔۔ آج جتنی خرابی ہے' جتنی بربادی ہے' جو تباہی نظر آ رہی ہے یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ لوگ گناہ کر کے ڈرتے نہیں۔ زندگی ہماری انتہائی نافرمانی کی گزر رہی ہے۔ انتہائی نافرمانی کی زندگی گزر رہی ہے۔ صرف دولت سمیٹنے کی فکر لگی ہوئی ہے۔ دولت جمع کر لو۔ دولت حاصل کر لو۔ جس طرح سے ہو دولت جمع کر لو۔ ہائے پیسہ' ہائے دولت! نہ حلال کی تمیز' نہ حرام کی تمیز۔ اب یہ کس آدمی کا کردار ہے؟ جس میں ایمان نہیں ہے۔۔۔ اور یہ ہم سب کا کردار ہے۔ الا ماشاء اللہ! اللہ کا کوئی بندہ ہو جو اس سے بچ جائے' ہر وقت دنیا چاہنا' ہر وقت دنیا چاہنا اور آخرت کا ڈر نہ ہونا' آخرت کے حساب سے بے خوف ہونا یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ ہم میں ایمان نہیں ہے۔ یہ کافروں کی خصلت ہے۔ یہ مومن کی خصلت نہیں۔

میرے بھائیو! اپنی فکر کر لو۔ اللہ نے یہ جو دنیا کا نظام بنایا ہے جس میں آپ کو صرف دنیا ہی دنیا نظر آتی ہے' نہ اللہ نظر آتا ہے اور نہ آخرت تو یہ صرف امتحان ہے۔ جس کو اللہ نگاہ دے دیتا ہے' اپنی پہچان کی نگاہ دے دیتا ہے۔ اس کو پھر اللہ بھی نظر آتا ہے' اس کو آخرت بھی نظر آتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اور جس کی قسمت بدل گئی اور دوزخ میں جانا اس کا مقدر ہو گیا' اس کا پھر حال یہ ہے کہ اس کو ڈر نہیں لگتا۔ گناہ کرتا ہے' برائیاں کرتا ہے' دولت کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ بس دن رات اسکی یہی کوشش ہے' یہی اس کا عمل

ہے۔ تو یہ دوزخیوں کی نشانی ہے۔

اب بتایئے! اس سے زیادہ علم اور کیا آپ کو حاصل ہو گا اگر دنیا کے پیچھے مارے مارے پھر رہے ہیں تو سمجھو کہ یہ دوزخیوں والی خصلت ہے۔ یہ دوزخ میں جانے کی علامت ہے۔ اور اگر آپ دنیا کی پرواہ نہیں کرتے' آخرت کی فکر کرتے ہیں تو یہ جنت میں جانے کی نشانی ہے۔ اب آپ اپنے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتے کہ یہ معاملہ کیا ہے ؟ آخر آپ سوچ سے اب کام نہیں لیں گے جبکہ اللہ نے آپ کو کچھ اختیار دے رکھا ہے۔ اب یہ تو دیکھیں ہمیں اختیار ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں' کوئی اچھا کام کر لیں' کوئی برا کام کر لیں اور جب مر جائیں تو پھر یہ اختیار ختم۔۔۔ پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا جب تک یہ اختیار ہے اس وقت تک آپ کا امتحان ہے اور جب یہ اختیار ختم ہو جائے گا تو پھر سب پردے بھی اٹھ جائیں گے۔ فرشتے بھی سامنے آ جائیں گے۔ سب کچھ آپ کو نظر آئے گا۔ چنانچہ جب انسان کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ یہ جو آنکھیں پتھرا جاتی ہیں' زبان بند ہو جاتی ہے۔ گھر میں کوئی بیمار ہو جائے تو دیکھتے ہیں اگر اس کی آنکھیں ٹکٹکی لگا لیں' آنکھیں پتھرا جائیں' بولنا بند ہو جائے تو بس دنیا سے اس کا معاملہ ختم۔۔۔ کہتے ہیں کہ اب تو جا رہا ہے' مرنے کے قریب ہے۔ کیوں ؟ اب دنیا والا اس کا دروازہ بند ہو رہا ہے اور آخرت والا کھل رہا ہے۔ فرشتے آ جاتے ہیں حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان کی یہ کیفیت ہوتی ہے تو زبان بند ہو جاتی ہے۔ ورنہ وہ کہے کہ دیکھو فرشتہ آ گیا ہے۔ تو لوگ بھی کہیں۔ ہاں بھئی! فرشتے سچ مچ ہیں۔ (مشکوۃ کتاب الجنائز عند من حضر الموت رواہ مسلم' احمد' ترمذی' نسائی وغیرہ) میرا باپ جب مرنے لگا تو کہتا تھا کہ فرشتہ آ گیا' لیکن نہیں جونہی فرشتہ آیا' آنکھ لگی' زبان بند' بس یہ دروازہ بند ہو گیا اور وہ دروازہ کھل گیا۔ اب کان بھی بند' زبان بھی بند' نہ توبہ کر سکے' نہ معافی مانگ سکے' نہ کوئی نماز پڑھ سکے۔ نہ کوئی قرآن پڑھ سکے۔ بس ختم معاملہ۔۔۔ کیا اب وہ نہیں کہتا ہو گا ؟ وہ بار بار کہتا ہو گا۔ اللہ مجھے تھوڑی سے مہلت دے دے۔ تھوڑی سی مہلت دے دے۔ میں نماز پڑھ لوں' اللہ کہتا ہے کہ اب کیا پڑھے گا ؟ اب تو معاملہ ختم

ہے۔۔۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جابجا فرماتے ہیں جب ہم ہاتھ ڈال لیتے ہیں' پردہ ہٹ جاتا ہے' بندہ کہتا ہے کہ تھوڑی سی مہلت مل جائے۔ ﴿اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ﴾ [14:ابرھیم :44] تھوڑی سی مہلت اللہ دے دے' اللہ کہتا ہے کہ یہ تو بے وقوفی والی بات ہے۔ اللہ یہ کام کب ہوگا؟ ﴿اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا﴾ [23:ھود:100] ایک بات ہے جو تیرے منہ سے نکل گئی ہے۔ یہ کوئی پوری ہونی ہے؟ اب تیرا مہلت مانگنا بے کار ہے۔

اللہ اکبر! جب ہم بچوں کا کالجوں میں امتحان لیتے ہیں' وہ منظر بہت یاد آتا ہے۔ تین گھنٹے کا پرچہ ہوتا ہے اور ٹائم Annouce ہوتا رہتا ہے کہ آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ پون گھنٹہ پورا گزر گیا۔ ہاف ٹائم گزر گیا۔ جب تھوڑا سا وقت رہ جاتا ہے' دس بیس منٹ تو پھر بھی کہتے ہیں صرف بیس منٹ رہ گئے ہیں' پانچ منٹ باقی ہیں اب کاغذوں کو نتھی کر لو۔ کاغذوں کو ٹھیک کر لو۔ ایسے ہی انسان کی زندگی ہے۔۔۔ جب یہ بالغ ہوتا ہے تو ایک اعلان ہو گیا کہ اب تو کھلا نہیں ہے' تو آزاد نہیں ہے' تو آزادی نہ کر' میرے احکام مان' میں تجھ سے پوچھ کروں گا۔ جب تک تو نابالغ تھا' بے سمجھ تھا' تو میں تجھ سے نہیں پوچھتا تھا اور جب تو بالغ ہو گیا ہے تو تجھ پر میرے احکام جاری ہو گئے ہیں۔ اب میں تجھ سے پوچھ گچھ کروں گا۔ یہ پوچھوں گا کہ تو داڑھی کیوں منڈاتا ہے؟ اب میں تجھ سے پوچھوں گا کہ تو سینما کیوں جاتا ہے۔ آوارگی یوں کرتا تھا۔ یہ جب بالغ ہو گیا تو پہلا سگنل جیسے امتحان ہوتا ہے آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ اس طرح جوانی آجاتی ہے۔ یہ جوانی چڑھ رہا ہے' چڑھ رہا ہے۔ جب چالیس برس کا ہو گیا تو بال سفید ہونا شروع ہو گئے۔ یہ اعلان ہو گیا کہ اب ٹائم جو ہے گزر چکا ہے۔ تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔ ہوشیار ہو جا' سنبھل جا۔ اور جب آدمی پچاس سال کے قریب ہو جاتا ہے تو پھر بالکل کبڑا ہو گیا۔ دانت منہ سے نکل گئے۔ چلنا پھرنا مشکل' آنکھیں جواب دے رہی ہیں۔ کان جواب دے رہے ہیں اور انسان کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ ہر چیز کمزور ہو جاتی ہے۔ وہ وقت بھی آتا ہے جب ہر ایک کو نظر آتا ہے اور جب انسان عین بے کار اور ناکارہ ہو جاتا ہے' نہ گھر کے کام کا نہ باہر

کے کام کا' یہ بھی آپ کے سامنے ہے' اعلان ہو جاتا ہے۔ اس کو بھی پتہ لگ جاتا ہے۔ اب جب موت کا وقت آگیا۔ تو پھر جیسے لڑکا امتحان دیتا ہے' پرچہ دیتا ہے اور تین گھنٹے ہو جاتے ہیں پھر جو نگران ہوتے ہیں جو وہاں نگرانی کرتے ہیں وہ دھڑا دھڑ پرچے پکڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ لڑکا کہے جی! ایک منٹ' تھوڑا سا رہ گیا۔ میں نگاہ کر رہا ہوں' دوبارہ دیکھ رہا ہوں تو وہ کچھ نہیں سنتے اور پیپر چھین لیتے ہیں۔ بالکل یہی صورت حال موت کی ہے۔ اب دیکھو نا اگر اس وقت بھی مہلت مل جائے تو ہر ایک ہی توبہ کر لے۔ جب فرشتہ جان نکالنے کے لیے آئے وہ کہے ذرا تھوڑی دیر ٹھہر۔ میری جتنی دولت ہے' سب دے دوں۔ مسجد بنا دوں' پھر تو اس نے گھیر لیا۔ اللہ کو اس نے قابو کر لیا۔ اتنے پیسے مسجد بنانے کے لیے دے دیے' ساری دولت دے دی۔ اللہ کہتا ہے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بس زبان بند۔ سب کچھ ختم بلکہ یوں سمجھ لو حقیقت تو یہ ہے کہ جب انسان یہ دیکھے کہ اب میرا کام ختم ہے' میری زندگی اب باقی نہیں ہے' اس وقت صدقہ خیرات کرے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ آدمی نے مرتے وقت مرنے کے قریب کھجوروں کے کوٹھے لٹا دیے' موت کا وقت قریب تھا' کوٹھے اڑا دیے۔ پھر آپ ﷺ نے اسکے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ زندگی میں جب کہ اس کو ضرورت تھی اور چاہتا تھا کہ روٹی کے بعد میٹھے کو دل کرتا ہے' اس کا کھجور کھانے کو دل کرتا تھا' اس وقت ایک کھجور دے دیتا اور اب جبکہ مر رہا ہے۔ اس کو ضرورت نہیں ہے۔ ایک کوٹھا دے دیا۔ برابر کی بات ہے۔ (صحیح البخاری باب فضل الصدقة الشيخ الصحيح عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ' سنن ابی داؤد' مشکوة' باب الانفاق' كراهية الامساك فصل ثانی) خرچ کرنے کا مزا اس وقت ہے جس وقت آپ کو بھی اس کی ضرورت ہو۔ اور اس وقت خرچ کیا جبکہ آپ کو ضرورت ہی نہیں۔ اب آپ رہنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ بعض لوگ ہوشیاری کرتے ہیں۔ دیکھا کہ دو بیویاں ہیں' تین بیویاں ہیں یا ایک ہی ہے۔ اور اس سے کچھ ان بن ہے۔ اب اس نے دیکھا کہ میں تو مرنے لگا ہوں' اس کو طلاق دے دی تا کہ اس کو ورثہ نہ ملے۔ بیوی کی اگر اولاد ہو آٹھواں حصہ لازمی ہے۔

جان چھڑانے کے لیے کہ جب دیکھا کہ میری موت قریب ہے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے بیوی کو طلاق دے دی۔ یا اپنے وارثوں کو محروم کرنے کے لیے سارا پیسہ مسجد کو دے دیا۔ کوئی امید نہیں۔ مثلاً کینسر کا مرض ہے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ اب وہ اگر بیوی کو طلاق دے تو کوئی طلاق نہیں۔ اس وقت کوئی صدقہ خیرات کرے تو کوئی صدقہ نہیں۔ بس صدقہ خیرات کا وقت بھی پہلے ہی تھا۔ باقی کارروائیوں کا وقت بھی پہلے تھا۔

میرے بھائیو! اللہ کے نظام کو تسلیم کرلو کہ اللہ زندہ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اللہ ہے۔ اللہ کے بارے میں ہمارا ایمان درست نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جی! جو کام ہم کرتے ہیں اسے اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حالانکہ خدا" الحی القیوم " ہے۔ خدا" حی " ہے۔ خدا زندہ ہے۔ اور "القیوم " ہر وقت Alert' بالکل ہوشیار' خبردار ہے اللہ نے قرآن مجید میں بھی مثالیں پیش کیں ہیں۔ ﴿يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَاۚ﴾ [35:الفاطر: 41] اور موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں بھی آتا ہے۔ سن لو! خدا کے لیے موت کا تصور نہیں' اس کو تو نیند تک نہیں آتی اور نہ ہی اونگھ۔ غفلت تو کوئی چیز نہیں۔ ہر آن خدا زندہ الحی۔۔۔ بالکل ہوشیار اور خبردار ہے۔ ایک ایک پر نظر ہے کبھی آپ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کو پتہ نہیں ہے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ آپ خواہ لاکھوں کے مجمع میں بھی ہوں' آپ کوئی حرکت کرلیں۔ لوگ تو نہیں دیکھیں گے' کسی کو پتہ نہیں لگے گا۔ لیکن اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ خدا کی نگاہ سے کوئی اوجھل نہیں ہوسکتا۔

میرے بھائیو! اپنے ایمان کو زندہ کرو۔ اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ اپنی آخرت کی فکر کرو۔ یہ دنیا کی دوڑ صرف پچاس ساٹھ سال کی دوڑ ہے۔ وہ بھی اگر عمل مل جائے ورنہ آپ جانتے ہی ہیں۔ دیکھ لو کل شادی ہوئی' آج ایکسیڈنٹ ہوا اور قصہ صاف ہوگیا۔ ہمارے سامنے کی یہ باتیں نہیں؟ جوان لڑکا ہے' کل ملازم ہوا' سروس ملی' آج مر بھی گیا۔ زندگی کا کوئی پتہ ہی نہیں کہ کب ختم ہو جائے۔ لیکن اگر رہنے والی بات بھی ہو تو پچاس ساٹھ سال سے

زیادہ تو نہیں ہے۔ اب پچاس ساٹھ سال کی خاطر اپنی ابدی زندگی کو برباد کرنا یہ احمق کا کام ہے' یہ بے وقوف کا کام ہے' اگلی زندگی کیسی ہے۔ خوب سن لو' وہاں زمانے کا کوئی تصور ہی نہیں۔ وہاں دن رات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ مثلاً میں اب ساٹھ سال کا ہوں' آج سے دس سال کے بعد میں ستر سال کا ہو جاؤں گا۔ اس سے بہت کمزور' پتہ نہیں کہ بولنے کے قابل بھی رہوں گا یا نہیں۔ دس سال گزر جائیں' لیکن جب آپ اگلے جہاں میں پہنچ گئے تو آپ ایسے ہی جوان ہوں گے جیسے کوئی تیس سال کا نوجوان ہوتا ہے۔ فرمایا جنتی جو جنت میں جائیں گے ایسے جوان ہوں گے جیسے تیس سال کے ہوں۔ چھوٹی عمر میں' بیس سال کا ہو' بائیس سال کا کچا ہوتا ہے۔ پوری جوانی کی عمر تو تقریباً تیس سال کی ہے۔ تو جنتی جب جنت میں جائے گا تو ایسے ہو گا جیسے تیس سال کا ہے۔ ایک ہزار سال بعد تیس سال کا ہی رہے گا۔ دس ہزار سال گزرنے کے باوجود بھی تیس سال کا ہی رہے گا اور کروڑوں سالوں کے بعد بھی تیس سال کا ہی ہے نہ نگاہ میں کمی' نہ سننے میں' نہ سماع میں کمی' کسی قسم کی کوئی کمزوری نہیں۔ وہ تو بس عیش کی جگہ ہے (رواہ الترمذی ' مسلم' مشکوۃ کتاب صفة القیامة والجنة والنار باب صفة الجنة و اھلھا) یہاں اللہ اکبر! جسے دیکھو شادی پہ شادی۔۔۔ اگر شادی نہیں تو زنا پر زنا۔۔۔ چل سو چل۔۔۔ چل سو چل۔۔۔ اور پھر جیسا کہ امام غزالی نے لکھا ہے جوانی ہے تو پہلے زنا اور عیاشی اور پھر کمزوری ہوتی ہے۔ پھر حکیموں اور ڈاکٹروں کے پیچھے۔ امیروں کا یہ حال ہے کہ وہ ڈاکٹروں اور حکیموں کے چکر ہی لگایا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی دوا ایسی طاقت والی دو کہ زنا کا یہ سلسلہ جاری رہے۔ آخر کب تک۔ کب تک۔ چنانچہ راجے جو ہیں' مہاراجے جو ہیں' ان ریاستوں میں جو تھے ان کے بارے میں سنا ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو کر زنا کے قابل نہ رہتے تو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے سامنے زنا کرواتے اور لذت اٹھاتے۔ یعنی اندازہ کرو' زندگی میں اللہ نے دکھا دیا کہ یہ کام اب تیرے بس کا نہیں ہے۔ پھر کب تک یہ سلسلہ؟ آخر موت ہے خاتمہ ہے۔ اور وہاں کمزوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک عام آدمی کو دنیا میں تو یہ ہے کہ آپ چار سے زیادہ

بیویاں نہیں رکھ سکتے۔۔ وہاں ستر ستر حوریں۔ ہر کمزور سے کمزور کو بھی وہاں ستر ستر حوریں ملیں گی۔ وہاں سب سے زیادہ طاقت والا کون ہو گا؟ وہ جس کا ایمان سب سے زیادہ ہو گا۔ اور سب سے زیادہ ایمان کس کا ہے؟ اللہ کے نبی ﷺ کا۔ نبی ﷺ کے بعد دوسرے انبیاء کا۔۔۔ ان کے بعد اصحاب محمد ﷺ کا۔ دنیا میں جو جتنا نیک ہو گا اس کا اتنا ہی وہاں درجہ ہو گا۔ سب سے کم درجے والے کو ستر حوریں ملیں گی۔ دنیا کی بیوی اس کے علاوہ ہے۔ اب بتاؤ عیش ہو تو ایسی کہ آپ ڈاکٹروں کے پیچھے مارے مارے نہ پھریں۔ یہ دنیا کا عیش کوئی عیش نہیں۔ یہ بربادی ہے' یہ تباہی ہے۔ اصل عیش وہ ہے جو جنت میں ملے گا۔ اب جو آدمی ابدی عیش کو برباد کر کے اس عارضی عیش کو اپنائے گا تو وہ بد قسمت نہیں ہو گا؟ وہ احمق نہیں ہے؟ وہ بے وقوف نہیں ہے؟ بیشک وہ پروفیسر ہو' ڈاکٹر ہو' بے شک وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ احمق ہے اور بے وقوف ہے۔ اس لیے میں آپ سے کہا کرتا ہوں کہ دنیا میں بے وقوف بہت ہیں۔ عقل والا کوئی کوئی ہے۔ یہ تسلیم کر لو کہ دنیا میں بے عقل' بے وقوف بہت ہیں۔ عقل والا کوئی کوئی ہے۔ اور عقل مند کون ہے؟ وہ جو نیک ہے۔ بد کبھی عقل والا نہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ وکیل بہت عقل والے ہوتے ہیں' وہ بہت تیز ہوتے ہیں۔ سن لو اگر وہ صرف وکیل ہی ہے اور مسلمان نہیں ہے تو وہ بے وقوف ہے۔ اور اگر کوئی جج ہے' دنیا کے اعتبار سے بہت اونچا درجہ رکھتا ہے لیکن اگر نیک نہیں تو عقل والا بالکل نہیں۔ یہ کوئی گالی نہیں' یہ حقیقت ہے۔

اس لیے میرے بھائیو! آپ جمعہ پڑھنے آتے ہیں اپنے آپ کو مسلمان بنانے کی کوشش کرو۔ مسلمان کون ہوتا ہے؟ مسلمان کوئی قوم نہیں ہے' مسلمان کوئی خاندان نہیں ہے' اسلام عمل کا نام ہے۔ اگر آپ کا عمل نہیں ہے' آپ کے اعمال اسلام کے مطابق نہیں ہیں' تو آپ خواہ سید ہوں کافر ہیں۔ دیکھ لو کیسی سخت بات ہے۔ اگر آپ کا عمل اسلام والا نہیں ہے تو آپ خواہ نبی کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں کافر ہیں۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کا معاملہ آپ کے سامنے ہے' ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ آپ کے سامنے ہے۔ کبھی نہ سوچو کہ میں ارائیں ہوں' میں جاٹ ہوں' میں فلاں ہوں' میں فلاں ہوں۔ خدا کہتا ہے کہ تو یہ بتا کہ تو

مسلمان ہے کہ نہیں ہے؟ تو اس لیے مسلمان بننے کی کوشش کریں۔ باقی سب چیزوں کو بھول جاؤ۔ اگر آپ مسلمان بن گئے' اللہ آپ کی دنیا ٹھیک کر دے گا۔ اور آپ کی آخرت بھی درست ہو جائے گی۔ اب دیکھو! یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ آپ مسلمان ہوں اور اللہ آپ کو عیش نہ کروائے۔ ظاہر بات ہے کہ جب آپ نیک ہوں گے' مسلمان ہوں گے' اللہ آپ سے راضی ہو گا۔ اور جب اللہ آپ سے راضی ہو گا تو کیا آپ کو تنگ رکھے گا؟ یہ لوگ اگر سود چھوڑ دیں تو کاروبار ہی نہیں چل سکتا۔ اگر نیک بن جائیں تو زندگی نہیں گزر سکتی۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے جو آیتیں میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا﴾ اگر یہ شہروں والے ایمان لے آئیں۔ مومن ہو جائیں' متقی' پرہیز گار ہو جائیں ﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیں۔ اتنی دولت دیں' ان کو اسمان سے بارشیں وقت پر ہوں' اور زمین سے بہترین پیداوار ہو۔ اور مزے کریں۔ کوئی گھبراہٹ نہ ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ رات کو سو جائیں' اللہ کہتا ہے کہ رات کو بارش کر دوں' صبح کو تم اٹھو تو مطلع بالکل صاف ہو اور زمین بالکل خشک ہو تاکہ تم پھسلو بھی نہیں۔ (رواہ احمد' مشکوۃ کتاب الآداب' باب التوکل والصبر فصل ثالث عن ابی ہریرۃؓ) ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا﴾ اگر شہر والے ایمان لے آئیں ﴿وَاتَّقَوْا﴾ اور متقی بن جائیں۔ ﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ﴾ تو ہم برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیں۔ ﴿مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ آسمان کے اور زمین کے ﴿وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا﴾ لیکن وہ میری بات کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ مجھ پر اعتبار کرتے ہی نہیں۔ تو پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ ﴿فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [7:الاعراف:95] پھر میں ان کو پکڑ لیتا ہوں۔۔۔ اور سزا دیتا ہوں۔ اس لیے میرے بھائیو! اس بات کو توجہ سے سن لو۔ یہ

بہت ضروری ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان بنانے کی کوشش کرو۔ اور جب آپ مسلمان ہو جاتے ہیں تو کون سی چیز بیدار ہو جاتی ہے۔ آپ کا احساس بیدار ہو جاتا ہے کہ میں جو کرتا ہوں، کہیں گناہ تو نہیں ہے۔ یہ آپ کا شعور ہے۔ یہ آپ کا احساس ہے جو بیدار ہوتا ہے کہ آپ گناہ سے بچ جاتے ہیں۔ اور نیکی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ معیار ہے۔ اور اگر آپ کو گناہ سے ڈر نہیں لگتا، خوب توجہ سے سن لو اور کان کھول کر سن لو۔ جمعہ پڑھنے آئے ہیں۔ اگر آپ کو گناہ سے ڈر نہیں لگتا اور نیکی کا آپ کے دل میں شوق پیدا نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ آپ فیل ہو گئے ہیں۔ آپ دوزخ میں جانے کے لائق ہیں۔ ایمان اصل میں اس چیز کا نام ہے، یہ ایمان نہیں ہے۔ مسلمان کسی قوم کا نام نہیں۔ جیسے جی! پاکستان میں کون بستے ہیں ؟ جواب ملتا ہے کہ مسلمان۔۔۔ مسلمان تو جنتی ہیں۔۔۔ اگر یہ اسلام والی قوم ہوتی، تو پاکستان واقعی مسلمانوں کا ملک ہوتا۔۔۔ لیکن آپ کو پتہ ہے کہ خدا پاکستانیوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے؟ دوستوں والا یا دشمنوں والا ؟ یہ اندازہ باہر کے ملکوں میں جا کر ہوتا ہے۔ مسلمان کا کردار یہ کبھی نہیں ہوتا جو پاکستان کے مسلمانوں کا ہے۔ اس لیے خوب سمجھ لیجیے اسلام کوئی خاندانی چیز نہیں، اسلام کوئی قومیت نہیں، اسلام عمل کا نام ہے۔ مسلمان وہ ہے، جس کے اعمال کو اللہ پسند کرے، کافر وہ ہے، جس کی زندگی اللہ کو ناپسند ہو، اپنے لیے، قرآن و حدیث کو معیار سمجھو۔ یہ قرآن و حدیث اللہ کی حکومت کا ایک ضابطہ ہے، قانون ہے، اگر آپ دنیا میں چاہتے ہیں کہ اللہ کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ کے بندے بن کر رہیں تو اس کے لیے خدائی قانون کیا ہے ؟ اس جہان کا جو نظام ہے، اور اللہ بندوں سے جو توقع کرتا ہے کہ وہ اس پر چلیں، وہ قرآن و حدیث کا معیار ہے۔ شیطان نے جہاں ہمیں برباد کرنے کے لیے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارے، اس نے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ ہمیں قرآن و حدیث سے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، دولت کے ذریعے، عورت کے ذریعے بھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب مائی حوا پیدا ہو گئی تو شیطان بڑا ہی خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اب میرے ہاتھ کام کی چیز آ گئی ہے۔ عورت بہت بڑا فتنہ ہے۔ مردوں کے گمراہ کرنے کے لیے عورت بہت بڑا فتنہ ہے۔ اس کو لائن سے ہٹانے کے لیے یہ عظیم فتنہ ہے۔ پھر دنیا کی دولت بھی ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔

شیطان پہلا داؤ یہی مارتا ہے کہ میں اسے دنیا کے چکر میں ڈال دوں' اس کو دین کی طرف نہ آنے دوں۔ پھر اگر اس سے کام نہیں چلتا تو پھر کسی کو بریلوی بنا دیتا ہے' کسی کو شیعہ بنا دیتا ہے' کسی کو دیوبندی بنا دیتا ہے۔ اور دین ہی خراب کر دیتا ہے۔ اور اگر کوئی اس کے ہاتھ سے نکل جائے' تو پھر اس کا دین بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ دین کے رنگ میں بے دینی ہے۔ کیونکہ دین نام ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کا۔ انسانوں کی بات کا نام دین نہیں۔ خوب سمجھ لو' دین وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کہا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جو کہا' رسول ﷺ کی بات دین کیوں ہے ؟ اس لیے کہ اللہ اس کی گارنٹی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ باقی نہ وہ امام ابو حنیفہ کی گارنٹی دیتا ہے' نہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی گارنٹی دیتا ہے۔۔۔ اب جو بھی کسی امام کے پیچھے لگ جائے' حنفی بن جائے' دیوبندی بن جائے' بریلوی بن جائے' شیعہ بن جائے یا وہابی بن جائے' کچھ بھی بن جائے' اللہ کہتا ہے کہ یہ دین نہیں ہے۔ یہ بے دینی ہے' خوب سمجھ لو آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں' آپ کو ڈر نہیں لگتا۔ میں نے آپ سے عرض کر دیا اور خوب سمجھا دیا۔ یہ بات بھی ایسی پکی ہے' مدلل ہے کہ کوئی دنیا کا پروفیسر' دنیا کا کوئی ڈاکٹر اس بات کو رد نہیں کر سکتا۔ شیطان سب سے پہلے یہی کوشش کرتا ہے کہ دین کی طرف آنے ہی نہ دو۔ اگر وہ نہ ٹلے اور آ ہی جائے تو پھر دین کی شکل بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں ایک پرنسپل صاحب تھے۔ میں وہاں کسی کام سے گیا' ان کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ میں نے جماعت کروا دی۔ نماز کے بعد ان کے پاس ایک آدمی آیا' جس کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ وہ تسبیح کرنے لگ گیا۔ پرنسپل صاحب نے تعارف کروایا کہ پہلے یہ پولیس میں فلاں افسر تھے' اب یہ ریٹائرڈ ہو گئے ہیں۔ بہت نیک ہو گئے ہیں' بڑے شیخ ہیں۔ سچی بات ہے کہ میری طبیعت اس وقت ذرا ایسی ہی تھی کہ میں نے ان سے کہہ دیا کہ پہلے رشوتیں کھاتے رہے اور اب بدعتیں کر رہے ہیں۔۔۔ پہلے سے بھی زیادہ برباد ہو گئے۔ ہائے ہائے! مولانا یہ آپ نے کیا کہہ دیا۔ یہ تو ہر وقت اللہ کا ذکر اور تسبیح کرتے ہیں۔ سو بالکل یہ حقیقت سمجھ لیں کہ شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کو وہاں جانے ہی نہ دے' جہاں اس نے جانا ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے میری بات کو سمجھ لو اس میں فائدہ ہے۔ دین کو ٹٹول کر

دیکھو' اس کو پڑھ لو کہ میرا دین کیسا ہے ؟ میں کون ہوں' اگر آپ کا دین' قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات پر ختم ہے تو آپ کا دین اسلام ہے' کھرا ہے' اگر اس کے ساتھ ساتھ آپ حنفی بھی ہیں' چشتی بھی ہیں' سہروردی بھی ہیں اور رضوی بھی ہیں اور فلاں بھی ہیں فلاں بھی ہیں تو آپ کا دین پلید ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ ملاوٹی دین ہے۔ یہ اسلام نہیں۔ آپ کو میری بات بری لگے تو آپ کی مرضی۔ اگر آپ کو فٹ بیٹھ جائے تو آپ کی خوش قسمتی۔ اس لیے اپنے دین کے متعلق فکر کریں۔ ہم نے حج کے موقع پر دیکھا ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ حج کرنے جاتے ہیں لیکن اللہ کی قسم دیکھ کر رونا آتا ہے کہ یااللہ! ایسے احمق لوگ۔۔۔ کتنا پیسہ جمع کروایا' کتنی تکلیفیں برداشت کیں۔ وہاں کوئی کتنا بڑا چوہدری کیوں نہ ہو' کوئی کتنا بھی بڑا لیڈر کیوں نہ ہو' کوئی نہیں پوچھتا۔ اپنا سامان اٹھائے دھکے کھا رہے ہیں۔ ماریں کھا رہے ہیں۔ جانوروں کی طرح ہانکا جاتا ہے' بہت ذلیل ہوتے ہیں۔ کسی کی وہاں کوئی عزت نہیں ہوتی۔ پیسہ بھی اتنا خرچ کیا۔ تکلیف بھی اتنی اٹھائی اور حاصل بھی کچھ نہ ہوا۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے قریب لوگوں کا حال یہ ہو جائے کہ بڑے لوگ 'امیر لوگ تفریح کے لیے حج کریں گے۔ (رواہ ابن مردویہ و امام سیوطی الدرر المنثور' عن ابن عباس رضی اللہ عنہ) جیسے ضیاء اپنی بیٹری چارج کرنے جاتا ہے۔ کونسا خرچ ہوتا ہے' کیا تکلیفیں آئیں' لائنیں بالکل صاف ہیں' جاؤ سیر کرو' مزے کرو' چکر لگاؤ۔۔ اور درمیانے درجے کے لوگ تجارت کے لیے حج کریں گے۔ دیکھ لو' بازار پھرتے رہتے ہیں' حرم سے نکلے' چھوٹتے ہی بازار گئے' مال پہ مال اس طرح جیسے کھجوریں لدتی ہیں۔ ایسے سامان خرید خرید کر جمع کرتے ہیں۔ کیا عورتیں کیا مرد۔۔۔ اور غریب حج کریں گے پیسے مانگنے کے لیے۔ فرمایا' لوگ گھروں کو جائیں ایسے جیسے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہو۔ ثواب کا نام و نشان ان کے پاس نہیں۔ چنانچہ آپ نے دیکھ لیا جو حج کر کے آتے ہیں' بس وہیں سے اپنے زمزم کے ڈبے ہوتے ہیں اس پر لکھ دیتے ہیں حاجی فلاں بن فلاں۔۔۔ حج تو ہو ہی گیا۔۔۔ حاجی اور ایک مولوی اللہ بچائے ان مولویوں سے۔۔۔ اس دنیا کو ان مولویوں نے تباہ کیا ہے۔۔۔ عرفات

کے میدان میں ہمارا بھی ایک خیمہ تھا اور برابر کا خیمہ حنفیوں کا تھا۔ وہ مولوی کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا دیکھو یہ سارے لوگ دوسرے جو ہیں یہ ظہر اور عصر اکٹھی کر کے پڑھیں گے' اور قصر پڑھیں گے' ظہر کی دو رکعتیں' عصر کی دو رکعتیں۔۔۔۔ ظہر کے وقت عصر۔۔۔ یہ بالکل ٹھیک نہیں ہیں۔ ہم لوگ حنفی ہیں۔ ہم ظہر کے وقت ظہر پڑھیں گے' پوری پڑھیں گے' عصر کے وقت عصر پڑھیں گے اور وہ بھی پوری پڑھیں گے۔ اب کوئی پوچھے کہ اسلام کیا ہے؟ دیکھو نا۔۔۔! اگر ایمان ہے تو وہ فوراً کہے گا کہ اسلام وہ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے کیا' اور حضور ﷺ نے کیا کیا۔ عرفات میں ظہر کے وقت عصر پڑھی' پہلے دو رکعت ظہر کی پڑھائیں اور پھر دو رکعتیں عصر کی پڑھائیں۔ (رواہ مسلم مطولاً عن جابرؓ '

بلوغ المرام کتاب الحج باب صفۃ الحج و دخول مکۃ) مولوی کہنے لگا ہم اس طرح نہیں کریں گے' ہم حنفی ہیں۔ جو ہمارے امام کا مذہب ہے' ہم اس پر چلیں گے۔ خطبہ دیا' حج کو تو مانا ہی نہیں۔ وہ جو وہاں حج کا سرکاری خطبہ ہوتا ہے وہ تو سنا ہی نہیں۔ مولوی نے اپنا خطبہ شروع کیا' اور خطبہ کے دوران کیا کہا؟ میں نے اپنے کانوں سے یہ بات سنی کہ اور ایک دوساتھی جو میرے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے بھی یہ بات سنی۔ کہنے لگا تمھارا حج کیوں قبول ہوا؟ اس لیے کہ تمھیں اللہ نے بلایا ہے۔ حج کے لیے تمھیں اللہ نے بلایا ہے۔ یہ اللہ کی ضیافت ہے' دعوت ہے۔ آدمی جب کسی کی ضیافت کرتا ہے تو اپنوں کو بلاتا ہے' غیر کو کبھی نہیں بلاتا۔ جس سے وہ ناراض ہوتا ہے اس کو وہ کبھی نہیں بلاتا۔ جب اس نے تمھیں بلالیا' تمھارا حج ہو گیا۔ تم حاجی بن گئے۔ خوش ہو جاؤ۔ واہ' واہ! سارے حاجی بریلوی ہیں۔ تو حاجی شیعہ ہے' تو حاجی دیوبندی ہے' تو حاجی بے نماز ہے۔ حاجی کیا ہیں؟ سارے پاجی ہی پاجی ہیں۔ یعنی کبھی دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ میں اتنے پیسے خرچ کر کے آیا ہوں۔ پوچھوں تو سہی' نبی ﷺ کا طریقہ کیا تھا؟ سن لو اگر مسلمان ہونا ہے تو نماز پڑھو' تسلی کر کے کہ یہ نماز محمد رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہے؟ اگر آپ کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ میں حنفی ہوں' تو آپ کی نماز برباد ہو گئی۔ امام ابو حنیفہ

کون تھے؟ کوئی نبی تھے؟ اللہ نے کوئی گارنٹی دی ہے؟ انھیں تم نے ہی امام بنایا ہے۔ یہ جتنے امام ہیں' یہ تمھاری ہی مہربانیاں ہیں۔ اللہ نے ایک امام بنایا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اللہ کے لیے اپنے ایمان کو درست کر لو' حنفیت' دیوبندیت' اور شیعیت وغیرہ سے توبہ کر لو۔ ہر ایک مذہب سے توبہ کر لو۔ ایک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے والے بن جاؤ۔ باتیں بڑی سخت ہیں۔ بڑی کرخت ہیں۔ بعض کے سینے چیرتی ہوں گی۔ کچھ بھی کرتی ہوں مجھے یہ منبر مجبور کرتا ہے کہ یہاں سے وہ آواز بلند ہو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہو۔ آپ کا دل گواہی دیتا ہے کہ میں نے جو بات کہی ہے' وہ کیا کہی ہے؟ یہی کہ دین وہ ہے جو اللہ اور اس کا رسول ﷺ کہے' وہ دین نہیں جو کوئی امام کہے' کوئی پیر کہے' کوئی فقیر کہے' کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات بھی غلط ہو سکتی ہے؟ اپنے ایمان کی تجدید کرو۔ اپنے آپ کو مسلمان بنانے کی کوشش کرو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

خطبہ نمبر 24

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُولُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا﴾

[79:النّٰزعٰت:46]

میرے بھائیو! قیامت کا آنا بالکل یقینی بات ہے۔ اس قدر یقینی کہ کسی اور چیز کا اتنا یقین نہیں۔ جتنا قیامت آنے کا یقین کرنا چاہیے۔ قیامت کیوں آئے گی؟ اس لیے آئے گی کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ہم نے دنیا میں کیا کیا ہے؟ اچھے کام کیے ہیں یا برے کام کیے ہیں۔ ہم نے جو کچھ بھی کیا ہے ہمیں اس کا بدلہ مل جائے گا۔ جو پاس ہو گیا اس کے لیے جنت ہے۔ اور جو فیل ہو گیا اس کے لیے دوزخ ہے۔ ویسے بھی قرآن نے بہت کچھ بیان کیا ہے۔ حدیثیں اس سلسلے میں سب کچھ بیان کرتی ہیں۔ کوئی سی بات جو یاد رکھنے کی ہے جسے فار مولا سمجھ لیں۔ انسان کو اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے 'اپنا ٹیسٹ لیتا رہے' اپنے آپ کو چیک کرتا رہے۔ کہ میں دوزخی ہوں یا جنتی ہوں۔ اس کا معیار آدمی کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر وہ اس

زندگی میں آخرت کو ترجیح دیتا ہے تو وہ جنتی ہے اور اگر وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کو ترجیح دیتا ہے۔ تو وہ دوزخی ہے۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔ بڑی سادہ سی بات ہے۔ انسان کی جیسے جیسے عمر گزرتی ہے۔ زندگی میں بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اسے بڑے تجربات ہوتے ہیں۔ جو لوگ شوگر کے مریض ہیں ان کو روزانہ ٹیکہ لگوانا ہوتا ہے تو پھر وہ ڈاکٹر تلاش نہیں کرتے۔ وہ اپنا کام خود چلا لیتے ہیں۔ شوگر ٹیسٹ کرنے کے لیے انھوں نے اپنا ہی سامان رکھا ہوتا ہے۔ بلڈ پریشر بھی خود ہی چیک کر لیتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ پھر آدمی اپنے لیے کوئی ایک سادہ سی صورت اختیار کر لیتا ہے تاکہ اندازہ لگا سکے کہ مجھے شوگر کتنی ہے' بلڈ پریشر کتنا ہے؟ اسی طرح آدمی کو' اپنی آخرت کے لیے بھی یہ خود ہی جانچنا چاہیے۔ کہ دوزخ میں جانے سے بچنے کے لیے کیا کیا کروں؟ کسی مولوی سے پوچھوں' کسی عالم سے پوچھوں' اسے خود اپنا ٹیسٹ کرنا چاہیے۔ اگر اس کو آخرت کی فکر ہو' کہ واقعتاً مرنے کے بعد اٹھنا ہے۔ قیامت نے آنا ہے' امتحان ہو گا' پاس ہونے والے جنت میں جائیں گے اور فیل ہونے والے دوزخ میں جائیں گے۔ اور پھر سوچیں کہ میں پاس ہو جاؤں گا۔ اس کی امید ہے۔ یا اگر فیل ہو جاؤں گا تو اس کا معیار کیا ہے؟ جانچنے کا طریقہ بہت ہی سادہ سا ہے۔ اگر دنیا میں انسان کو آخرت کی فکر زیادہ ہے' دنیا سے بھی زیادہ ہے' ہر چیز سے زیادہ ہے تو سمجھ لو کہ ان شاء اللہ وہ جنتی ہے۔ اور اگر دنیا کی فکر ہی زیادہ ہے۔ آخرت کی فکر بالکل نہیں ہے یا آخرت کے لیے کچھ نہیں کر رہا۔ تو وہ دوزخی ہے۔ یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس پر غور کرو کہ اللہ عزو جل نے یہی بات کہی ہے۔ اب نماز کا بیان ہو' کہ نماز ایسی معیاری ہونی چاہیے' روزے رکھے' اور زکوۃ دے۔ تو کس طریقے سے' پھر حج کیسے ہو' اور اس کے علاوہ یہ کام بھی کیا ہو۔ یہ بھی کیا ہو' اعمال نیک ہوں تو پھر جنتی ہے۔ اب اتنے لمبے ٹیسٹ اور اتنا لمبا حساب بڑا مشکل ہے۔ اللہ نے سادہ سی بات کہی ہے۔ ﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ﴾ جب قیامت کا دن ہو گا' جسے بڑی آفت کہا ہے' اس دن لوگوں کو اپنا کیا دھرا سب یاد آ جائے گا۔ انسان یہ دیکھ لے گا کہ میں دنیا میں کیا کرتا رہا ہوں ﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ﴾ اور ہم بھی

دوزخ سامنے لا کر کھڑی کر دیں گے۔ اب تو نظر نہیں آ رہی لیکن اس وقت سامنے نظر آئے گی۔ ﴿ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ ﴾ اس کو سامنے کر دیا جائے گا۔ ﴿ لِمَنْ یَّرٰی ﴾ یہ ہے دیکھ لے ۔۔۔ مسلمان دیکھنا چاہے تو وہ دیکھ لے اور اگر کافر دیکھنا چاہے تو وہ بھی دیکھ لے۔ اب تو یقین نہیں آتا۔ اب تو صرف یہی کہتے ہیں کہ مولویوں کی صرف ڈرانے کی باتیں ہیں۔ لیکن اللہ نے فرمایا ہم دوزخ کو سامنے لے آئیں گے جس کی مرضی ہو دیکھ لے۔ ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ﴾ اور جس نے دنیا میں اپنی مرضی کی ہوگی' سرکشی کی ہوگی' اس کا ٹھکانا یہ دوزخ ہوگی ۔۔۔ دیکھیے میں نے اسلام کی تعریف کئی دفعہ آپ کو یاد کروائی ہے' سمجھائی ہے کہ اسلام کسے کہتے ہیں۔ اسلام کے معنی ہیں کہ اپنی مرضی کو اللہ کے تابع کر دینا۔ یہ اسلام ہے۔ صرف نماز اسلام نہیں' صرف روزہ اسلام نہیں' صرف حج اسلام نہیں۔ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دینا' آپ اپنے کو اللہ کے سامنے Surrender کر دینا۔ ﴿ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ ﴾ [البقرۃ:2:112] ہاں جس نے اپنے آپ کو سرنڈر کر دیا کہ یااللہ سب کچھ تیرے آگے ہے' تیرا حکم' میری گردن ۔۔۔ اگر ذبح کرنے کے لیے کہے تو ذبح کر دوں گا۔ اگر گردن جھکانے کے لیے کہے تو گردن جھکا دوں گا۔ اگر رکوع کرنے کے لیے کہے تو رکوع کروں گا' سجدے کے لیے کہے تو سجدہ کر دوں گا۔ اگر تلوار کے لیے کہے تو اس پر تلوار چلا دوں گا۔ یہ اسلام ہے۔ فرمایا: جس نے اسلام کو نہیں مانا' ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ﴾ اپنی مرضی کی' اللہ کے حکم کے تابع نہ کیا ﴿ وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴾ اور دنیا کی زندگی کو ہی آخرت پر ترجیح دی۔ ﴿ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴾ دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ دیکھ دو لفظوں میں فیصلہ ہے' نہ نماز کا ذکر' نہ روزے کا ذکر' نہ حج کا ذکر' نہ زکوٰۃ کا ذکر ۔۔۔ خلاصہ نکال دیا۔ کہ اے بندے سوچ دنیا میں کیوں آیا ہے؟ دنیا کمانے کے لیے' اب اس میں کمانا کیا ہے؟ دنیا میں تو آ گیا۔ زمین پر تو ہے'

آسمان کے نیچے تو ہے' سب کچھ تیرے لیے' سب کچھ کمالے' سب کچھ تیرے لیے ہے۔ خود کمالے نہیں تو لوگ تیرے منہ میں ڈالتے رہے ہیں آپ نے دیکھا نہیں کہ لولے' لنگڑے' اپاہج ان کو لوگ روٹی نہیں دیتے۔ دنیا کمانے کے لیے نہیں ہے۔ آخرت کمانے کے لیے ہے۔ اس کو اچھی طرح یاد رکھو۔ اگر آپ نے آخرت کمالی تو میدان جیت لیا کامیاب ہو گیا۔ اگر اس نے دنیا میں آکر دنیا ہی کی فکر کی' دنیا میں آنے کا اپنا مقصد سمجھا نہیں تو یہ ایسا بے وقوف اور جاہل ہے کہ ساری زندگی گزار دی اور کچھ حاصل بھی نہیں کیا۔ یہ تو ایسے ہے' جیسے ایک آدمی کوئی سفر شروع کر دے' چلتا جائے' اور اسے پتہ ہی نہ ہو کہ جا کہاں رہا ہے۔ دنیادار ایسی ہی زندگی گزارتا ہے۔ ایک پاگل کی سی زندگی۔۔۔ جس کو یہ پتہ ہی نہیں کہ سفر کر رہا ہوں اور کہاں جا رہا ہوں۔ دیکھو لو اللہ آدمی کو پیدا کرتا ہے' بچپن گزر گیا' پھر سنبھل گیا' پھر آدمی سوچتا ہے' کہ دنیا میں لوگ آتے ہیں' چلے جاتے ہیں' یہ کیا عجیب کام ہے۔ جوانی بھی آتی ہے اور بڑھاپا بھی آتا ہے اور آخر کار انسان مر جاتا ہے۔ کون یہاں لاتا ہے' کون لے جاتا ہے' دنیا میں کیوں آتے ہیں؟ یہ سوال انسان کے لیے لازمی ہے۔ اس پر غور کرنا' اس پر سوچنا' بہت ضروری ہے۔ مگر دنیادار بالکل نہیں سوچتا۔ اپنے سفر کرتا چلا جاتا ہے۔ جوانی آتی ہے' بڑھاپا آتا ہے' حتیٰ کہ سفر ختم ہو جاتا ہے' مگر اسے پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں آیا کیوں تھا؟ تو اس کی یہ زندگی جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ یہ دنیا اس لیے ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کر لے ورنہ اللہ نے شروع میں جنت میں آباد کیا تھا۔ آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کو جنت میں آباد کیا تھا۔ اور اولاد بھی وہیں رہتی جہاں باپ نے رہنا تھا۔ لیکن ابا جی سے غلطی ہو گئی۔ اللہ نے کہا چلو۔۔۔ اب جا کر دنیا میں رہو۔۔۔ پہلے میں نے مفت میں جنت دی تھی' آپ نے اس کی قدر نہیں کی۔ اب دنیا میں جا کر اسے محنت سے حاصل کرو۔ اب دیکھیں گے کہ اس جنت میں کون آتا ہے اور دوزخ میں کون جاتا ہے۔ دنیا میں آگئے' اب دیکھیے کہ آئے کیوں ہیں؟ اس لیے کہ دنیا میں رہ کر اچھے کام کریں۔ تاکہ اچھے ٹھکانے پر پہنچ جائیں اور جنت مل جائے' دوزخ سے بچ جائیں۔ مگر جس نے یہاں آکر سوچا ہی نہیں۔ اپنی من مانی کی۔ تو پھر جنت میں جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دیکھ لو' اس کو اللہ نے جنت سے نکال

دیا جس نے اللہ کی مرضی کے مطابق کچھ کیا تھا' صرف ایک پابندی تھی جو نہ کر سکے۔ اللہ نے کہا کہ نکل جاؤ۔ اب ہم اگر یہ سوچ لیں کہ آج کا بھولا بھالا مسلمان' بے وقوف' جاہل مسلمان' یہ سمجھتا ہے کہ زبردستی جنت میں جائیں گے۔ آدم علیہ السلام ایک غلطی کی وجہ سے جنت سے نکال دیا جائے اور تو ہزار نافرمانیاں کر کے یہ کہے کہ میں جنت میں زبردستی جنت میں جاؤں گا۔ یہ نہیں سوچتے کہ ہمارا باپ جس کو اللہ نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا' شیطان سے اللہ نے یہی تو کہا تھا کہ ﴿ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ [38:ص :75] اے شیطان تو نے اس ذات کو سجدہ کیوں نہیں کیا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ باقی چیزیں کن سے پیدا کر دیں' آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا۔ اتنا لاڈلا' اتنا پیارا' اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ اور اس سے کہا ﴿ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ﴾ جاؤ دونوں مزے کرو۔۔۔ جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن ﴿ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾[2:البقرة:35] ایک پابندی ہے۔ اس درخت کے قریب نہیں جانا۔ آدم علیہ السلام نے بغاوت کر کے نہیں' انسانی کمزوری کے تحت وہ غلطی کی اور اللہ نے وہاں سے نکال دیا۔ چنانچہ دیکھ لو ہم دنیا میں آ گئے۔ اب وہ تو اپنی غلطی کا ازالہ کر کے جنت میں چلے گئے۔ لیکن اب ان کی باقی اولاد کا یہ امتحان ہے کہ اچھے کام کرو گے تو جنت میں جاؤ گے ورنہ دوزخ میں دھکیل دیے جاؤ گے۔ تو یہی بات اللہ نے بیان کی ہے۔ ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴾ جس نے دنیا میں آ کر اپنی مرضی کی' اپنے آپ کو اللہ کے آگے نہیں جھکایا۔ ﴿ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴾ دنیا کی زندگی کو ہی ترجیح دی۔ زندگی میں جو کچھ کیا' دنیا کو سامنے رکھ کر کیا۔ اولاد ہے' تو ان کی یہ فکر کہ یہ پڑھ لیں' یہ کمائیں گے کیا؟ دنیا ہی کی ترقی پیش نظر ہے۔ یہ فکر نہیں کہ دین بھی ان کو آتا ہے کہ نہیں۔ دین کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ جیسے دیکھ لو ہمارے اکثر والدین یہی چاہتے ہیں کہ میرا بچہ سکول پڑھ جائے' کالج پڑھ جائے۔ لائق ہو جائے' میرا بچہ اچھا ملازم ہو جائے۔ میرا بچہ

ڈاکٹر بن جائے۔ میرا بچہ انجینئر بن جائے' پروفیسر بن جائے' ترقی کرتا جائے۔ دوزخ سے بچے یا نہ بچے۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں' اس کا کوئی خطرہ نہیں۔ اب اپنے دل ہی سے پوچھ لیجیے۔ جتنے یہاں بیٹھے ہیں کیا ہمیں یہ فکر ہے کہ میرا باپ دوزخ سے بچ جائے' یا میری ماں دوزخ میں نہ جائے۔ میری اولاد دوزخ کا ایندھن نہ بنے۔ کیا آپ کا دل یہ نہیں کہتا ہے کہ ہم اس طرف سے بالکل غافل ہیں۔ اپنے بارے میں بھی اپنے والدین' اور اپنی اولاد کے بارے میں بھی یہ بالکل سوچ ہی نہیں کہ ہم سب دوزخ سے بچ جائیں۔ ایسا ہم بالکل نہیں سوچتے۔ لیکن ہم اپنی اولاد کو جب سکول چھوڑ کر آئیں گے اور پھر بچہ سکول جانے سے انکار کرے تو آپ اسے ماریں گے۔ اگر نالائق ہو تو ماسٹروں سے جا کر پوچھیں گے۔ کہ یہ پڑھتا ہے کہ نہیں؟ پاس ہو جائے گا کہ نہیں؟ اس کی نوکری کے بارے میں سارے جتن کریں گے۔ مگر اس کی نماز اور اس کی دینداری کے بارے میں بالکل کچھ نہیں کریں گے۔ بتایئے آپ کا دل یہ فیصلہ نہیں کرتا کہ ہم دنیا کی زندگی کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ آخرت کی ہمیں بالکل کوئی فکر نہیں ہے۔ نہ اپنے والدین کے بارے میں نہ اپنے بارے میں' نہ اپنی اولاد کے بارے میں۔ اللہ اکبر۔۔۔ کمائی کمائی کمائی۔۔۔ ہائے اللہ کمائی۔۔۔ جسے دیکھو کاروبار کو ترقی دے رہا ہے' دن رات ایک کر رہا ہے' ترقی پر ترقی ہے۔۔۔ کسی کو ادھر ملازم کروایا' کسی کو ادھر ملازم کروایا۔ اتنی تعلیم۔۔۔ اتنی دنیا کی فکر اور آخرت کا بالکل خیال ہی نہیں۔ اور اللہ نے کیا کہا؟ ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴾ اے لوگو! دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ ﴿ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ اور آخرت بہتر ہے۔ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ پاگل ہو' بے وقوف ہو' اعلیٰ چیز کی فکر نہیں کرتے گھٹیا چیز کی فکر کرتے ہو' فنا ہونے والی چیز' برباد ہونے والی چیز اس کی تمھیں فکر ہے۔ اور جس کو کوئی زوال نہیں' جو کبھی ختم نہیں ہوگی اس کے بارے میں تمھیں نہ اپنی فکر ہے اور نہ اپنے والدین کی' نہ اپنی اولاد کی۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴾ [87:الاعلیٰ:16-19] اللہ یہ بات فرماتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بات میں نے ہر کتاب میں کہی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو کتاب دی اس میں بھی بتایا ہے' یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں بھی کہی ہے اور اب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب میں بھی کہی ہے۔ جیسے کوئی شکوہ کرتا ہے' کوئی اپنی بد قسمتی پر افسوس کرتے ہوئے بات کرتا ہے' اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَ هُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴾[76; الدھر: 27] یہ لوگ دنیا میں نقد چاہتے ہیں کہ جلدی مل جائے' لوگوں کو کیا چیز پیاری ہے؟ دنیا جو جلدی ملے۔ قیامت کا دن جو اتنا بھاری ہے اُس کی ان کو کوئی پرواہ نہیں اور وہ دن اللہ اکبر۔ فرمایا ﴿ وَ اَنْذِرْ هُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ ﴾ اے نبی ان کو حسرت کے دن سے ڈرا دو۔ حسرت کا وہ دن کب ہو گا؟ جب بعض گناہ گار ہوں گے اور بعض مومن ہوں گے۔ بعض ایسے نیک لوگ ہوں گے جو کہ بے احتیاطی کرتے ہوں گے۔ ویسے ان کو معافی نہیں مل سکے گی۔ ان کو اللہ دوزخ میں ڈال دے گا' جب دھل جائیں گے' گناہ جل جائیں گے' پاک صاف ہو جائیں گے' تو اللہ ان کو نکال لے گا۔ نکال کر ایک نہر میں غوطہ دے گا تاکہ دھل کر عین کندن ہو جائیں۔ پھر اللہ اس میں سے نکال لے گا اور اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ اسی طرح جب آخری دوزخی دوزخ سے نکلے گا اور وہ جنت میں چلا جائے گا۔ تو اس کے بعد دوزخ کو بند کر دیا جائے گا' تالا لگا دیا جائے گا۔ اب کوئی جنت میں نہیں جائے گا اور نہ ہی کوئی دوزخ سے نکلے گا۔ اللہ جنتیوں کو آواز دے گا کہ اِدھر دیکھو! اور دوزخیوں کو بھی آواز دے گا کہ اِدھر دیکھو۔ پھر موت کو ایک دنبے کی شکل میں ان کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا۔ (رواہ ابن ماجۃ ' کتاب الزھد' باب صفۃ النار' مسند احمد ' ج 2 ص 377) بس اب دوزخی ہمیشہ لیے دوزخ میں رہیں گے اور کبھی نہیں مریں گے۔ اور جنتی ہمیشہ کے لیے جنت میں رہیں گے اور انھیں بھی کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس دن لوگوں کو حسرت ہو گی کہ ہائے! ہمارا کیا ہو گا؟ جو نکلنے والے تھے وہ نکل گئے۔ اب کیا ہو گا؟ وہ کف

افسوس ملیں گے۔ہائے!ہائے! وہ دن حسرت کا دن ہوگا۔اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔﴿ وَ اَنْذِرْ هُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ ﴾ اے نبی ان کو حسرت کے دن سے ڈرا'ان کو تو یقین ہی نہیں آتا۔ ﴿ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ﴾ جب سب فیصلے ہو جائیں گے' آخری فیصلہ جو ہوگا وہ آخری دوزخی کا ہوگا جس کو نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔﴿ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ ﴾ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿ وَ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ وہ ایمان لاتے ہی نہیں۔دنیا میں بھی الجھے ہوئے ہیں کہ ہائے میری زمین' ہائے میرا مکان۔۔۔ہائے میرا کارخانہ۔۔۔فرمایا:﴿ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا ﴾ ارے پاگل اس کا مالک تو میں ہوں' تیری یہ کوٹھی' تیرے یہ بنگلے' تیرے یہ کارخانے' یہ تیری جائیدادیں' جو کچھ زمین پر ہے اس کا وارث تو میں ہوں۔ایک دن میں اگر چاہوں تو سب صاف کر دوں۔ چھوڑ دو یہاں۔۔۔ چلو' قصہ ختم ﴿ وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴾ [19:مریم:39-40]تم دنیا میں آکر بھول گئے تھے کہ ہم کہاں سے آئے تھے اور پھر وہیں جانا ہے۔تم نے تو سمجھا ہی نہیں۔ تو فرمایا: کہ اگر تم نے دنیا کی زندگی کو ترجیح نہیں دی' کہ یہاں رہتے ہوئے' دن رات یہی فکر ہے کہ یا اللہ' نجات ہو جائے' یا اللہ نجات ہو جائے۔ کوئی نیکی سن لی'اس کی طرف دوڑ رہے ہیں۔اپنی آخرت کی فکر ہے کہ چلو بیٹا اگر غریب رہا تو کوئی بات نہیں' محنت کر لے گا۔ مزدوری کر لے گا۔ کم از کم گناہوں سے تو بچ جائے۔اس لیے میں اپنے بیٹے کو نیکی کے کام پر لگاؤں' دین کے کام پر لگاؤں۔ اللہ اکبر۔۔۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ بہت بزرگ صحابی سے ملے۔بہت بوڑھے صحابی تھے۔اس سے پوچھنے لگے کہ تو مجھے بتا کہ سب سے بڑا بے وقوف کون ہے؟ وہ صحابی بڑے تجربہ کار تھے' بڑی عمر کے تھے۔ کہنے لگے کہ جو دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دے وہ سب سے بڑا بے وقوف ہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے میں تجھے اس سے بھی بڑا بے وقوف بتاؤں۔اس سے کہنے لگے۔بات تو بڑی

ٹھکانے کی ہے کہ بڑا بے وقوف تو وہ ہے جو دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر لیتا ہے لیکن میں تجھے اس سے بڑی بات بھی بتاؤں۔ اس سے بھی بڑا بے وقوف وہ ہے جو کسی کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر لیتا ہے۔ جیسے باپ ہے' مرنے کے قریب ہے' بیٹیوں کو محروم کر رہا ہے اور لڑکوں کے نام زمین لگا رہا ہے۔ لڑکیوں کو محروم کر رہا ہے۔ مکان بیٹوں کے نام لگا رہا ہے' بیٹیوں کو محروم کر رہا ہے کہ اگر بیٹیوں کو مل گیا تو یہ غیروں کو جائے گا' بیٹوں کو اس لیے دے رہا ہے کہ انھیں ہی مل جائے اور کوئی نہ لے جائے۔ اب کھائیں گے اس کے بیٹے' دنیا بیٹوں کی بنا دی اور اپنی آخرت برباد کر لی۔ یہ سب سے بڑا بے وقوف ہے۔ جیسے جھوٹ بولیں گے' جھوٹی گواہیاں دیں گے' ٹھگیاں ماریں گے' جائیداد بنائیں گے' کارخانے لگائیں گے' آخر یہاں سے چلے گئے' یہ سب ٹھگیاں' گواہیاں' جائیدادیں' کارخانے کسی اور کے کام آئیں' اولاد کے کام آئیں' یار دوستوں کے کام آئیں۔ مگر اپنی آخرت برباد کر لی۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے جب حضرت عبداللہ بن زبیر لڑائی میں مارے گئے' ان کی لاش کو کھجور پر لٹکا دیا۔ اور پیغام دیا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں کہ آ کر تماشہ دیکھ لے' تماشہ کیا دکھایا؟ یہ دیکھ تیرے بیٹے کو میں نے مار کر کیسے کھجور پر لٹکا دیا ہے۔ وہ نہ آئی۔ پھر پیغام بھیجا۔ وہ پھر نہ آئی۔۔۔ پھر پیغام بھیجا کہ تو آ کر دیکھ لے ورنہ تجھے بالوں سے گھسیٹ کر یہاں لایا جائے گا۔ اس نے کہا: کہ تو آ اور یہ کام بھی کر لے۔ مجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر وہاں لے جا۔۔ میں خود نہیں جاؤں گی۔ آخر شرمندہ ہوا اور خود چل کر گیا۔ جو دکھانا چاہتا تھا کہ میں اس کو لاؤں اور دکھاؤں وہ ایسا تو نہ کر سکا۔ کہنے لگا میں نے تیرے بیٹے کے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہنے لگی کہ تو مجھے یہ دکھا رہا ہے کہ وہ کھجور پر لٹکایا ہوا ہے۔ وہ تو سوار ہے جہاں بھی ہے۔ تو نے اس کی دنیا برباد کی' اس نے تیری آخرت برباد کی۔ وہ جیت گیا اور تو ہار گیا۔ تو نے اس کی دنیا ختم کر دی۔ اس نے تیری آخرت برباد کر دی (مستدرک حاکم تذکرہ ابن زبیرؓ بحوالہ سیرت صحابہ ص265ج 4) یہ تھی ایک عورت کی بات جس کی نگاہ صحیح تھی' سوچ صحیح تھی۔ لڑائی ہو رہی ہے۔ جب حضرت ابن زبیرؓ لاچار ہو گئے' گھر گئے۔ حجاج نے کہا کہ ہتھیار گرا دو اب بھی بچ سکتے ہو۔ ماں سے پوچھنے لگا اماں! جان بچا لوں؟ اماں

جان بچتی ہے تو بچالوں' ہتھیار گرادوں اس سے معافی مانگ لوں۔ اب دیکھیں اماں کیا کہتی ہے کہ یہ جو اتنے اپنے ساتھی مروائے ہیں یہ کیوں مروائے ہیں؟ اب تک تو لڑ تا رہا ہے' کیا سمجھ کر لڑتا رہا ہے؟ اب جو ہتھیار گرائے گا تو کیا سمجھ کر گرائے گا؟ صرف موت سے ڈرتے ہوئے؟ موت تو پھر بھی آجائے گی۔ اگر حق پر تھا تو جان دے دے۔ پھر موت سے نہ ڈر۔ (ابن اثیر ص :286 ج 4 ' مستدرك حاكم تذكره ابن زبير ؓ بحواله سيرت صحابه ص 262 ج 4' اسدالغابة ص:163 ج 3 ' الاستيعاب ص 366 ج 1) موت کیا ہے؟ اللہ کا بلاوا ہے۔ جب مرضی ہوئی بلا لیا۔ گھر بیٹھے کو بلا لے' سوئے ہوئے کو بلا لے' چائے پیتے ہوئے بلا لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمھاری روح کے ساتھ ہوں۔۔۔ ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ﴾ انسانو! تمھیں ڈر نہیں لگتا؟ جب تم سو جاتے ہو' تو تمھاری روح کس کے قبضہ میں ہوتی ہے؟ ﴿ وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ج وَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ [39:الزمر:42] تمھارے سامنے اذانیں ہوتی ہیں' تمھارے سامنے جماعتیں ہوتی ہیں۔ تمھیں پتہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ بلا رہا ہے' تم بے خوف ہو کر مزے کر رہے ہو۔ عیش کر رہے ہو۔ بیوی کے پاس بیٹھے ہو تو وہیں بیٹھے رہتے ہو۔ یا بچوں کے ساتھ کھیلے جا رہے ہو۔ کھانے پینے میں وقت اڑا رہے ہو' تمھیں ڈر ہی نہیں لگتا کہ میں آواز دیتا ہوں۔ دن میں پانچ بار آواز دیتا ہوں۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ لوگو! نماز کی طرف آجاؤ۔ تمھاری نجات ہو جائے گی۔' لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں رکھا ہی کیا ہے؟ اذان تو بتا رہی ہے کہ کیا رکھا ہے؟ دیکھیے! یہ دو کلمے اذان کے ہیں۔ اصل اذان یہ ہے۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ یہ اصل اذان ہے۔ باقی تو ساری سجاوٹ ہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ لوگو! نماز کی طرف آؤ تاکہ

تمھاری نجات ہو' تمھاری فلاح ہو۔ اور اس سے پہلے کیا ہے؟ اللہ اکبر۔۔۔ دیکھو اذان شروع کس کلمے سے ہوتی ہے؟ اللہ اکبر سے۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ تجھے اگر تھانیدار بلائے تو ہو سکتا ہے کہ تو نہ جائے' اللہ اکبر۔۔۔ اللہ تھانیدار سے بھی بڑا ہے اور وہ بلا رہا ہے۔ اب اگر تو نہیں جاتا تو اس کا مطلب ہے کہ تو بغاوت کر رہا ہے' اور یہ کتنا بڑا جرم ہے؟ دیکھیے اذان میں رکھا کیا ہے؟ اذان ہے کیا؟ یہ خدائی کلمات ہیں۔۔۔ کیا فرسٹ کلاس Setting ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اگر تو بیوی کے پاس بیٹھا ہے' خدا بیوی سے بھی بڑا ہے۔ اگر تو ماں کے پاس یا باپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے تو خدا ان دونوں سے بڑا ہے۔ خدا کے مقابلہ میں سب ہیچ ہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ وہ بلا رہا ہے۔ پھر نماز کو آ۔۔۔ لیکن نماز کا فائدہ کب ہے؟ اگر تیرا ایمان درست ہے' اگر تیرا عقیدہ درست ہے۔ اگر تیرا ایمان درست نہیں' اگر تیرا عقیدہ درست نہیں تو تجھے نماز میں فلاح نام کی کوئی چیز نہیں ملے گی۔ تو پہلے اپنا عقیدہ درست کر پھر فلاح کی طرف آ۔۔۔ میرے بھائیو! میں نے پچھلے جمعے میں بھی بتایا تھا کہ نماز تو مرزائی بھی پڑھتا ہے' نماز تو شیعہ بھی پڑھتا ہے' نماز تو بریلوی بھی پڑھتا ہے۔ ایسے ہی کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مرزائی بھی پڑھتا ہے' شیعہ بھی پڑھتا ہے' بریلوی بھی پڑھتا ہے۔ آپ بھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہیں' لیکن دیانتداری سے بتائیے کہ تمھارے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور شیعہ کے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں کچھ فرق ہے کہ نہیں؟۔۔۔ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا ہے اور بے مقصد کچھ فائدہ نہیں۔ اس میں جان ہی نہیں۔ کیوں؟ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر شرک کرتا ہے' جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی پڑھے اور شرک بھی کرے تو اس کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کچھ بھی نہیں کہتا اور کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا۔ اس کو کلمے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ فائدہ اسے ہوگا جو پکا موحد' توحید والا ہو جائے۔ اگر توحید نہیں' مرتے وقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لے تو کوئی فائدہ نہیں۔ زندگی میں پڑھ لے تو کوئی

فائدہ نہیں۔۔۔بے مقصد۔۔۔ میں یہ سمجھانے کے لیے آپ سے کہہ رہا ہوں۔ جو مزار پر جائے' ان سے مدد مانگے' وہاں جھاڑو دے' وہ رکوع کرے' وہاں جھکے' وہاں سجدہ کرے' وہ ہزار لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سب بے کار جائے گا۔ اسی طرح سے شیعہ کا معاملہ ہے۔ اس طرح عام لوگوں کا معاملہ ہے۔ تو اس لیے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح بعد میں اور پہلے اللہ اکبر' یہ اللہ کی طرف سے ہے' جو سب سے بڑا ہے۔ اس سے کوئی بڑا نہیں۔ پہلے عقیدہ درست ہو تو پھر نماز کو آ۔۔۔ ورنہ کوئی فائدہ نہیں۔ مشرک کی کوئی نماز نہیں' اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اپنے دل کو حاضر کر کے سن لے' میں تجھے نماز کے لیے بلانے والا ہوں۔ لیکن پہلے تجھے بتاتا ہوں کہ اسلام کیا ہے؟ اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اللہ کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے۔ اگر تیرا کوئی مشکل کشا ہے' حضرت علیؓ تیرے مشکل کشا ہیں' تو نماز کو نہ آنا نہ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھنا' کوئی فائدہ نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ دیکھو! حضرت یونس علیہ السلام سے معمولی غلطی ہوئی اللہ نے پکڑ کر مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ فرمایا لوگوں کی جیلوں کو دیکھو! دو' دو میل میں پھیلی ہوئی۔ پھر پہرے لگے ہوئے کہ قیدی بھاگ نہ جائیں۔ قیدی پھر بھی بھاگ جاتے ہیں۔ لیکن خدا کی جیل کو دیکھو' یونس علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں' کوئی بڑا گناہ نہیں کیا۔ صرف Station Leave نہیں لی۔ جہاں اللہ نے پوسٹنگ کی تھی' تقرری کی تھی وہاں اللہ کی اجازت کے بغیر ہی چلے گئے۔ پہلے قوم کو سمجھایا کہ شرک سے باز آجاؤ۔ توبہ کرو۔ اللہ سے ڈرو' اس کے عذاب سے ڈرو۔ قوم کو وارننگ دے کر وہاں سے چپکے سے چلے گئے۔ اللہ نے کہا کہ تو میرے پوچھے بغیر کہاں جا رہا ہے؟ جہاز پر سوار ہو گئے کہ دریا کو عبور کر لیں۔ لیکن دریا کے منجھدار میں ہی کشتی سے گرا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ جلدی کر' میرے قیدی کو پکڑ۔ ﴿ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ ﴾ مچھلی نے ایک ہی لقمہ بنایا۔ اپنے پیٹ میں بند کیا اور جا کر پانی کی

تہہ میں بیٹھ گئی۔ ﴿ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴾ اب ان کو سب کچھ یاد آگیا کہ میں نے کیا غلطی کی تھی۔ فرمایا: ﴿ فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴾ اگر وہ اس وقت تسبیح نہ کرتے' معافی نہ مانگتے ﴿ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [37:الصّٰفّٰت:144] تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔ لوگ قبروں سے اٹھتے اور میں اس کو وہاں سے اٹھاتا۔ وہ اس دن تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرتے۔ اب یونس علیہ السلام نے کیا پڑھا؟ وہی آیت کریمہ ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ﴾ لا الہ الا اللہ کے معنی سمجھ میں آئے۔ اللہ تیرے سوا کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔ کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔ کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ مچھلی کے پیٹ میں میری آواز کون سنے؟ ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ﴾ کہ تیرے سوا کوئی سہارا نہیں۔ ﴿ سُبْحٰنَكَ ﴾ تو پاک ہے' تیرا کوئی قصور نہیں ﴿ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [21:الانبیاء:87] غلطی میری ہی ہے۔ کوئی ہمارے جیسا ہوتا تو کہتا کہ دیکھو جی! نبی ہیں' کیسی اونچی شان ہے' کوئی گناہ بھی نہیں۔ نمازی بھی ہے۔ ہر کام نیکی کا۔ اللہ کا فرمانبردار' دیکھو جی! معمولی سی بات پر کیسی سزا دے دی۔ مگر دیکھو تو یونس علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں؟ ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ﴾ تیرے سوا کوئی چھڑانے والا نہیں' تیرا کوئی قصور نہیں' تو بے عیب ہے۔ ﴿ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ قصور میرا ہی ہے۔ بس اللہ نے مچھلی کو حکم دیا اے مچھلی! اسے باہر اگل دے۔ مچھلی نے باہر اگل دیا۔ انسان کی تو حیثیت ہی کچھ نہیں۔ مچھلی کے پیٹ میں تو پتھر بھی گل جائے' لوہا گل جائے' بالکل بوٹ جیسے۔۔۔ چڑیا کا بچہ جس کے ابھی پر بھی نہ نکلے ہوں' یہ حالت ہے۔ مچھلی نے باہر اگل دیا۔ اللہ کون ہے؟ رب وہ ہے جس نے فرمایا' میں پالوں گا' میرا بندہ ہے' موحد ہے' اللہ نے کیا گر اختیار کیا کہ مجھے اس نے لا الہ الا اللہ تسلیم کر کے دکھلایا۔ جو مصیبت میں غیروں کو پکارے' علی مشکل کشا' پیر دستگیر کہے وہ لا الہ الا اللہ پڑھے یا نہ پڑھے

اس کا کوئی فائدہ نہیں' سب بیکار ہے' عبث ہے۔ میرے بھائیو! صاف سن لو۔ بریلوی نماز پڑھے یا نہ پڑھے' شیعہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ کوئی بھی شرک وبدعت کرنے والا' نماز پڑھے یا نہ پڑھے کوئی بھی فرق نہیں پڑتا۔ آپ اذان کو نہیں دیکھ رہے۔ اذان کیا چیز ہے؟ اذان کی سیٹنگ ایسی ہے کہ صاف بتاتی ہے کہ دین یہ ہے۔ اللہ اکبر۔۔۔۔ یہ اعلان کس کی طرف سے ہے؟ جس سے بڑا کوئی نہیں۔ پھر پیغام کیا ہے؟ پیغام ابھی بتا دیتے ہیں۔ پہلے تو یہ تو بتا کہ تو مسلمان بھی ہے؟ مسلمان ہونے کے لیے کیا ضروری ہے؟ کہ تیرا لاالہ الااللہ سچا ہو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اللہ کے سوا کوئی کسی کا سہارا نہیں بن سکتا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس کے بعد اگلی بنیاد اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ بھی دل سے اقرار ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے برعکس اگر میں نے اور کوئی امام پکڑ لیا کہ میں تو حنفی ہوں' تو مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہاں رہا؟ نماز حنفی' روزہ حنفی' طلاق حنفی' نکاح حنفی۔۔۔۔ ہر مسئلہ حنفی۔۔۔۔ جب رسول' محمد ﷺ ہیں تو حنفی کیسا؟ وہابی کیسا؟ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کا پیغام لانے والے ہیں۔ وہی پیغام دینے والے ہیں' وہی اتباع کے لائق ہے۔ ا س کے سوا کوئی اتباع کے لائق نہیں۔ جب عقیدہ درست ہو گیا' اب اصل آواز حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ آتی ہے کہ اب نماز کی طرف آ۔ تو کامیاب ہے' تو پاس ہے۔ دیکھا آپ نے پھر آخر میں اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اور پھر اذان ختم۔۔۔۔ غور کیا آپ نے کہ اذان کے صرف دو ہی کلمے ہیں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ تو میرے بھائیو! نماز میں ہی نجات ہے۔ جو بے نماز ہے اس کی نجات نہیں ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ بے نماز کا جنازہ جائز نہیں۔ جس کی نجات نہ ہو سکتی ہو' اس کا جنازہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جنازہ دعا ہے۔ مرنے والے کی مغفرت کے لیے یہ دعا ہے۔ اور اس وقت یہ دعا کی جاتی

ہے جب امید ہو کہ اس کی نجات ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ ہو کہ نجات ہے ہی نہیں۔ جس طرح کافر کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا' غور کیا آپ نے کافر کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا ہے؟ اس لیے کہ اس کی نجات کی امید نہیں۔ جب نجات کی امید نہ ہو تو جنازے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ صرف نماز میں ہی نجات ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا اس کی نجات نہیں ہے۔ جب نجات نہیں ہے تو اس کا جنازہ کیسا؟ یہ مولوی ہیں جنھوں نے لوگوں کو چھٹی دے کر برباد کر دیا ہے۔ بے نماز کو بھی دھکیل دیا' اس کو بھی بلتی کر دیا اور نمازی کو بھی بلتی کر دیا۔ دیکھو نمازی کی نجات۔۔۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کافروں نے پکڑ لیا۔ اور پھر فروخت کر دیا۔ کس کے ہاتھ فروخت ہوئے؟ جن کے باپ کو' حضرت خبیبؓ نے جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ انھوں نے اسی لیے خریدا تھا کہ باپ کا بدلہ لیں گے۔ اس قاتل کو قتل کریں گے۔ اب بیڑیاں ڈال رکھی تھیں۔ مشکیں کس رکھیں تھیں۔ بہت زیادتی کرتے رہے' بہت ظلم کرتے رہے۔ انہی کی ایک لونڈی' ظلم کے سارے منظر دیکھتی تھی۔ وہ بعد میں مسلمان ہو گئی۔ اس نے یہ سارا واقعہ بتایا کہ روٹی کھانے کو نہ دیتے تھے۔ پینے کو پانی نہ دیتے تھے۔ لیکن میں ایک دن یہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کہ آدمی کے قد کے برابر انگور کا خوشہ میں نے وہاں دیکھا' مکے میں انگور کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ انگور کا گچھا ہے اور وہ توڑ توڑ کر کھا رہے ہیں۔ اس کے بعد ان کو وہ وہاں لے گئے جہاں پر انھوں نے ان کو پھانسی دینا تھا۔ قتل کرنا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ تمھارا تو ایمان نہیں ہے۔ اب تو مجھے مار ہی دو گے۔ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو' انھوں نے کہا پڑھ لے کیا فرق پڑتا ہے۔ دو رکعت نماز پڑھی' اب دیکھو نا۔۔۔ نمازی آپ کو قدر معلوم ہوئی کہ کیا ہے؟ جو سمجھتا ہے کہ نماز کیا چیز ہے؟ اس کا مرنا کافروں کا مارنا یقینی۔ ان سے کہہ رہے ہیں کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ اس صحابی کے دل میں کیا تھا؟ نماز اللہ سے ایک ملاقات ہے۔ بڑی پیاری اور اونچی چیز ہے۔ اسی سے نجات ہے۔ چنانچہ دو رکعت نماز پڑھی' دل لگا کر پڑھی۔ اس وقت موقع ہی ایسا تھا۔ دل خود بخود لگتا تھا۔ مختصر سی دو رکعت پڑھ کر' سلام پھیر لیا۔ کہنے لگے نماز میں لطف تو

بڑا آرہا تھا' لیکن میں نے یہ سمجھ کر' نماز کو مختصر کر دیا کہ یہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ ڈر کے مارے نماز لمبی کرتا ہے۔ میں نے نماز کو لمبا نہیں کیا' دو رکعت نماز پڑھی' اس کے بعد انھوں نے ان کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا خبیبؓ نے تمھارے لیے ایک سنت جاری کر دی ہے' کہ اگر موت کا وقت آجائے تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد') اور کیا ہوگا کہ وہ موت سے پہلے' اللہ سے ملاقات کرلے گا کہ یااللہ میں آرہا ہوں اور میری زندگی تیرے لیے وقف ہے۔ جب اس صحابی کو قتل کرنے لگے تو کافروں نے ان سے کہا کہ بتا اگر تجھے چھوڑ دیا جائے اور تیری جگہ محمد ﷺ پھنس جائیں تو کیا یہ پسند کرے گا؟ صحابی نے جواب دیا' میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ انھیں کانٹا بھی لگے اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ میری جگہ پھنس جائیں۔ کافر ایک طرف ہو کر کہنے لگے کہ پتہ نہیں ان کے دلوں میں محمد ﷺ کی کیسی محبت ہے؟ نہ ان کو ماں پیاری لگتی ہے' نہ ان کو باپ پیارا' نہ ان کو دنیا پیاری۔۔۔ کوئی چیز ان کو اتنی پیاری نہیں' جتنا ان کو نبی محمد ﷺ پیارا ہے۔ حضرت خبیبؓ نے جان دے دی اور جو شعر پڑھے وہ بخاری شریف میں موجود ہیں۔ اور کیا کہہ رہے ہیں؟ یااللہ! ان کو گن لے' شعر کافروں کو سنائے' اَللّٰهُمَّ احْصِهِمْ عَدَدًا اللہ! ان کی گنتی کرلے۔ ان کو دیکھ لے یہ کیا کر رہے ہیں؟ میں تو جان دے رہا ہوں اور یہ کیوں جان لے رہے ہیں؟ (صحیح البخاری' کتاب الجهاد' باب هل يستاسر و من صلى ركعتين عن القتل عن ابی هريرةؓ) خدا کو توجہ دلا رہے ہیں اپنا جو عقیدہ ہے وہ خدا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ میرے بھائیو! آج کا مسلمان کیوں مار کھا رہا ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ اللہ یاد نہیں۔ اللہ اسے بھول گیا ہے۔ اور یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ میں نے جب خطبہ شروع کیا تھا بہت تھوڑے سے لوگ تھے۔ میں نے پچھلے جمعے میں بھی عرض کیا تھا کہ آپ لوگ جلدی آیا کریں تاکہ جو ہمارا مقصد ہے وہ پورا ہو۔ جمعہ ہے بھی اسی لیے کہ تبلیغ ہو' ساتویں دن اللہ نے رکھا ہے' درسوں کا موقع آپ کو نہیں۔ نہ اتنی فرصت ہے۔ آج کل زندگی بڑی مصروف (Busy) ہے۔ کہاں لوگ وقت

نکالتے ہیں۔ اللہ نے اس دن خطبہ کو ظہر کی جگہ رکھا تاکہ لوگ آئیں اور سنیں اور اگر آپ نے وہی آکر چار کی بجائے دو فرض ہی پڑھنے ہیں تو آپ نے کیا کمایا؟ یعنی کوئی اچھا نتیجہ نہ نکلا۔ اگر آپ جلدی آیا کریں تو ہم جلدی کر دیں۔ آج جو بات ہوئی تھی اسے ذرا توجہ سے سن لیں۔ ﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ﴾ جس دن انسان یاد کرے گا۔ جو کچھ اس نے دنیا میں کمایا' قیامت آجائے گی۔ میدان محشر ہوگا۔ ﴿وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ﴾ خدا دوزخ کو سامنے لے آئے گا کہ جس کی مرضی دیکھ لے۔ اب وقت آگیا ہے' ﴿فَأَمَّا مَن طَغَىٰ﴾ جس نے دنیا میں اپنی مرضی کی ہوگی۔ سرکشی کی ہوگی' یعنی اپنی مرضی کی ہوگی ﴿وَآثَرَ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا﴾ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہوگی وہ دوزخ میں جائے گا۔ آپ نے سنا' میں نے کیا عرض کیا ہے؟ آپ جمعہ پڑھنے آئے ہیں؟ توجہ سے سنیں اور جاتے ہوئے اپنے دلوں سے پوچھیں کہ کیا لے کر جا رہے ہو۔ کسی چیز سے محروم اور خالی جا رہا ہوں یا کچھ لے کر جا رہا ہوں؟ یہ قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتا ہے' دوزخ اس کا مقام ہے۔ اب آپ سوچا کریں کہ چوبیس گھنٹوں میں آپ کا کتنا وقت دنیا کے لیے اور کتنا دین کے لیے خرچ ہوتا ہے؟ آپ کے روپے میں سے کتنا روپیہ چوبیس گھنٹوں میں اللہ کے لیے خرچ ہوتا ہے اور کتنا کھانے پینے میں اور دنیا کے دھندوں کے لیے خرچ ہوتا ہے۔ جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور آخرت کی فکر نہ کی وہ انسان خسارے میں رہا۔ ترجیح کے معنی کیا ہیں؟ ترجیح کے معنی یہ ہیں کہ بے شک وہ آخرت کو بھی مان لے' لیکن اس کی ساری کوششیں دنیا کے لیے۔ اس کے مقابل میں ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ﴾ [79: النازعات: 40] جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا۔ اور یہ خیال کیا کہ جب میں ملزم ہو کر اپنے رب کی عدالت میں جاؤں گا تو کیا حال ہوگا؟ کیسے کھڑا ہوں گا؟ جو

دنیا میں خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے۔ ﴿ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴾ اور اپنے آپ کو لگام دے کر رکھے۔ اپنے نفس کو لگام دے کر رکھے اس کو کنٹرول میں رکھے' اپنے دل کو سمجھائے کہ دیکھ تیری مرضی نہیں چلے گی' جو اللہ کہے گا وہی ہو گا۔ یہ اسلام ہے۔

﴿ فان الجنة هي المأوىٰ ﴾[79:النازعات:41] تو جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ آپ نے سن لیا یہ سبق ہے۔ اب آپ سوچ لیں۔ میں آپ کے لیے اور وضاحت کر دوں۔ حالانکہ میں پہلے بھی وضاحت کر چکا ہوں۔ دیکھ لیجیے! ہم اپنے بچوں کو تربیت کے لیے ان کی تعلیم کے لیے کس طرح محنت کرتے ہیں۔ کہ بچہ پڑھ جائے' بچہ یہ کر جائے' بچہ یہ کر جائے۔ اور ان کے دین کے لیے ہم بالکل کوئی فکر نہیں کرتے۔ اپنے بوڑھے والدین کے لیے ایسی فکر نہیں کرتے۔ جو آدمی یہ کام کرے وہ سعادت مند ہے۔ ایسا آدمی جوان کی خدمت کے ساتھ ساتھ یہ بھی فکر کرتا ہے کہ میرے باپ کی نجات ہو جائے۔ میرے بھائیو! آخرت کی فکر بہت زیادہ کرو۔ دنیا کی فکر بھی کرو' آخر دنیا گزارنے کے لیے تھوڑا بہت ہاتھ ہلانا ہی پڑتا ہے۔ لیکن جنتی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ ترجیح آخرت کو ہی ہو' کوشش آخرت کے لیے ہی ہو۔ جب نماز کو آؤ تو اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر آؤ۔ اپنی بیوی کو نماز کے لیے کہہ کر آؤ' اپنی بیٹیوں کو نماز کا کہو۔ تمھارے بیٹے بھی تمھارے ساتھ نماز پڑھیں۔ تمھارے ساتھ جمعہ پڑھیں۔ اپنے دوستوں کو جمعہ کے لیے ساتھ لاؤ تاکہ وہ وعظ سنیں' خطبہ جمعہ سنیں اور کیا پتہ اللہ ان کو ہدایت ہی دے دے ۔ اور یہ اللہ کا شکر ہے کہ پھالول پور میں اور ارد گرد کے سارے علاقے میں جمعہ ہی تو ہے جس کی وجہ سے اللہ نے لوگوں کو ہدایت نصیب کی ہے اور بہت حد تک لوگ سمجھ ہی گئے ہیں۔ یہ بہت اچھا ذریعہ ہے۔ بڑا اچھے سے اچھا' کوئی فاضل سے فاضل' سیکولر سے سیکولر کیوں نہ ہو' کتنا ہی پڑھا لکھا کیوں نہ ہو جب اللہ کے فضل سے ہماری اس مجلس میں آئے گا' جمعہ سنے گا' تو ان شاء اللہ محروم نہیں رہے گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہم قصے کہانیاں اور لغویات بیان نہیں کرتے۔ ہم قرآن و حدیث بیان کرتے ہیں اور وہ دین لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جو ملاوٹی نہیں ہے' جس میں لوگوں نے ملاوٹ نہیں

کی ہے۔ خالص' بالکل خالص۔۔۔ حنفی مذہب ملاوٹی ہے' بریلوی مذہب ملاوٹی ہے۔ وہابی اگر کوئی کہے تو ملاوٹی ہے۔ صرف محمد ﷺ کی بات پیش کرنا' یہ خالص ہے۔ ایسے جیسے تھنوں سے خالص دودھ نکلتا ہے۔ آپ کے سامنے دودھ دھویا جائے' آپ کے برتن میں نکال دیا جائے کہ ایک قطرہ پانی کا نہیں۔ قرآن وحدیث اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات ہے۔ اور پھر آپ اس کو عقلی لحاظ سے بھی چیلنج نہیں کر سکتے۔ انتہائی واضح اور صاف بات ہے ۔ ہماری دعوت کیا ہے ؟ ہم لوگ اہل حدیث ہیں اور اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں' یہ خالص اسلام ہے اہل حدیث کے معنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات ماننے والا۔ قرآن وحدیث پر چلنے والا۔ اپنا کوئی امام نہیں بناتا کہ امام بنا کر' اس کی پیروی شروع کر دے۔' جو بات اللہ کے ہاں' محمد ﷺ لے کر آئے اس کی دعوت پیش کرتے ہیں۔ دنیا میں کوئی جماعت ایسی نہیں جو یہ کام کرتی ہو۔ دیوبندی' حنفی ہوتا ہے' اور حنفی امام ابو حنیفہؒ کا مقلد ہوتا ہے۔ حنفی فقہ کا پابند ہوتا ہے۔ بریلوی ایک طرف احمد رضا کا پابند اور دوسری طرف امام ابو حنیفہؒ کا پابند۔ اور شیعہ کیا کہیں' عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ ہم نے جتنا جھوٹ شیعہ میں دیکھا ہے دنیا کے کسی فرقے میں اتنا جھوٹ نہیں دیکھا۔ اس قدر جھوٹ۔۔۔ آپ عقل سے سوچیں کہ حضرت حسینؓ کو شہید ہوئے کتنے سال ہو گئے' ان کی کہانیاں ختم نہیں ہوتیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید ہوئے کتنے سال گزر گئے' ان کی مجالس ہوتی ہیں۔ محرم کا عشرہ منایا جاتا ہے۔ نت نئی نئی کہانیاں اور قصے کہ ختم ہونے کو نہیں آتے۔ سب فرضی اور جھوٹے۔۔۔ اپنے بنائے ہوئے' اپنے اپنے علاقے کی ریاستی زبان میں' اپنا تمدن ظاہر کیا گیا ہے۔ دوسری طرف انھوں نے اپنا تمدن ظاہر کیا ہے' اپنے خیالات میں سب کچھ جھوٹ ہی جھوٹ۔ سارے کا سارا غلط ہی غلط۔ میرے بھائیو! اصل دین کیا ہے ؟ یہی جس کی اذان میں تبلیغ کی جاتی ہے۔ جس کی قرآن تبلیغ کرتا ہے' جس کی حدیث تبلیغ کرتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ نمبر 25

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾

[7:الاعراف:179]

میرے بھائیو! یہ دنیا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے' آدمی یہی محسوس کرتا ہے کہ بس یہ دنیا ہے' اس کو بہتر سے بہتر بناؤ۔ اس میں تمھاری زندگی جتنی کامیاب ہو جائے یہی کامیابی ہے۔ انسان کتنا بھی نیکی کی طرف راغب ہونے کی کوشش کرے' لیکن یہ دنیا ایسی چیز ہے کہ انسان کو غافل کر ہی دیتی ہے۔ دین کی طرف آخرت کی طرف آدمی کتنی بھی توجہ کرلے' پھر بھی یہ دنیا آدمی پر چڑھ جاتی ہے' آدمی پر غالب آجاتی ہے۔ یہ دنیا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اس پر ہمیں بہت زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔ غورو فکر کرنا

چاہیے' اس کو سمجھنا چاہیے۔ اگر کسی وقت غالب بھی ہو جائے' انسان غفلت میں پڑ جائے' بھول جائے تو پھر سوچے اور جب انسان عقل سے سوچے گا' پھر دنیا مغلوب ہو جائے گی۔ یہ دنیا عقل والے پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔ جب انسان صحیح سوچ سے غافل ہو جاتا ہے' تو پھر یہ دنیا چڑھ جاتی ہے۔ اس لیے آدمی کو سوچنا چاہیے۔ فکر کرنا چاہیے' انجام پر غور کرنا چاہیے۔ یہ تو طے ہے' کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا کچھ عرصہ کے لیے بنائی ہے۔ ہر چیز کی مدت ہے' عمر ہے۔ جیسے آپ دیکھتے ہیں کہ آدمی کی عمر ہے' جانوروں کی عمر ہے' مکانوں کی عمر ہے۔ ہر چیز کی ایک عمر ہے۔ اس کے بعد یہ چیز جو ہے اس کو زوال ہوتا ہے' اور وہ بالآخر ختم ہو جاتی ہے۔ اس دنیا نے ایک دن ختم ہو جانا ہے اور پھر اس کے بعد اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ جو لوگ جنت میں جانے والے ہوں گے وہ جنت میں چلے جائیں گے اور جو دوزخ میں جانے والے ہوں گے وہ دوزخ میں چلے جائیں گے۔ اور یہ ایسی پکی بات ہے' یہ ایسی یقینی بات ہے کہ جس کو آدمی اپنے مشاہدہ سے بھی زیادہ یقینی سمجھے کہ جس چیز کو آدمی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اگرچہ یہ یقین پیدا نہیں ہوتا' لیکن اگر آدمی کوشش کرے' تو آہستہ آہستہ آدمی یقین کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ ہم لوگوں کو دو حصوں میں کر دیں گے۔ کچھ جنت میں جائیں گے اور کچھ دوزخ میں۔ انسانوں کا ایک فریق' انسانوں کا کچھ حصہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ طے شدہ بات ہے۔ ویسے حدیثوں میں بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن چیزوں پر روشنی ڈالی۔ آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام انسانوں کو نکالا' جتنے بھی پیدا ہونے والے تھے۔ یہ جنت میں جائیں گے ۔(رواہ مالك' ترمذی' ابوداؤد' مشکوۃ' کتاب الایمان' باب الایمان بالقدر' عن مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ) اور کچھ کے بارے میں فرمایا کہ یہ دوزخ میں جائیں گے۔ اللہ کا علم ہے۔ اسے پتہ ہے وہ تو پہلے دن ہی سے جانتا ہے۔ ہمیں کسی چیز کا پتہ نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں' اپنے اندازے سے کرتے ہیں۔ آپ کو یہیں سے تقدیر سمجھ لینی چاہیے۔ تقدیر اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے۔ لیکن تقدیر کو سمجھنے کے لیے' آپ

ہمیشہ اپنے ارادے کو دیکھا کریں۔ تقدیر اپنی جگہ برحق ہے۔ لیکن آپ بے بس نہیں ہیں۔ یعنی بے اختیار نہیں ہیں۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ جب آپ نے کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو آپ کے دل میں تردد ہوتا ہے۔ مثلاً رشتے کا معاملہ ہوتا ہے کہ کروں یا نہ کروں' مشورے کرتے ہیں۔ سوچتے ہیں' پھر کبھی ارادہ کر لیتے ہیں' کبھی ارادہ بدل دیتے ہیں۔ سفر کا معاملہ ہے' کبھی ارادہ کر لیتے ہیں اور کبھی ارادہ بدل دیتے ہیں۔ پھر اگر آپ کو فائدہ نظر آئے تو کر ڈالتے ہیں۔ یہ بھی آپ جانتے ہیں تقدیر اٹل ہے۔ اللہ نے جو کرنا ہے' جو ہونا ہے وہ لکھا ہوا ہے۔ لیکن آپ پر اس کا کوئی اثر نہیں کہ اس تقدیر کو آڑ بنا کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چپکے سے بیٹھ جاتے ہیں۔ کبھی آپ نے کہا کہ تقدیر میں میرے لیے پانی پینا لکھا ہو گا تو پانی میرے منہ میں آ جائے گا۔ میں اٹھ کر کیا کروں؟ کیا فائدہ اٹھنے کا؟ روٹی اگر ملنی ہوئی تو مل جائے' اٹھ کر ڈیوٹی پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر کام کرنے والا اپنے کام پر پہنچتا ہے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ ہونا ہے وہ اللہ نے تقدیر میں لکھا ہوا ہے اور کبھی غلط نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود زندگی کی حرکت جو ہے وہ انسان سے کے ارادے پر ہے۔ اس کے اختیار کے ساتھ ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ کام کر لوں۔ میرے لیے اچھا ہے۔ میں یہ کام نہ کروں' میرے لیے یہ کام برا ہے۔ تو جو پکڑ ہے وہ ہمارے ارادے کی وجہ سے ہے۔ دیکھیے ہر آدمی کی موت کا وقت متعین ہے۔ اس مثال کو سمجھیے! اللہ کو پتہ ہے کہ مجھے کب مر جانا ہے۔ میری موت کب ہے' کل ہے' پرسوں ہے اتنے بج کر اتنے منٹ رہے۔ اب ایک آدمی مجھے گولی مار دیتا ہے اور میں مر جاتا ہوں۔ اب کوئی بندہ خدا سے یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ یا اللہ! اس کا وقت آ گیا تھا۔ اس کی موت کا وقت آ گیا تھا؟ خدا کہے گا ہاں' آیا تھا۔ یا اللہ! میں نے گولی مار دی' مجھے اس کی اجرت دے دی۔ میں نے تیرا کام کر دیا ہے تو نے اس کو مارنا تھا' میں نے گولی مار دی' مجھے اس کام کی اجرت دے دی۔ میں نے تیرا کام کر دیا ہے تو نے اس کو مارنا تھا' میں نے گولی مار کر تیرا کام کر دیا۔ کیا یہ ہو گا یا یہ ہو گا کہ خدا اس کو قاتل ٹھہرائے گا۔ اس نے مجھے گولی ماری اور اس کو سزا دے گا اور وہاں کوئی نہیں یہ کہہ سکتا کہ یا اللہ! جب اس کی موت کو وقت مقرر تھا' تو نے اسے مارنا بھی تھا تو کیا ہوا جو میں نے مار دیا۔ میں نے تیرا کام کر دیا' مجھے تو ثواب ملنا چاہیے۔ کبھی کوئی نہیں کہے گا۔ کیوں؟

اس لیے خدا کہے گا کہ تجھے پتہ تھا کہ وقت آگیا تھا۔ میں نے تجھے کہا تھا کہ گولی مار دے۔ تو نے اس لیے اسے مارا کہ تیرا دشمن تھا۔ تو نے اس لیے اس کو مارا کہ اس کی جیب میں پیسے تھے' تو نے اس لیے اس کو مارا کہ اس سے تجھ کو خطرہ تھا۔ تو نے اس لیے اس کو نہیں مارا کہ تجھے معلوم تھا کہ اس کا وقت آگیا ہے' اس کی تقدیر یہ ہے' تو جو پکڑا جائے گا' اپنے ارادے پر پکڑا جائے گا۔ اللہ نے جو لکھا ہے وہ اپنی جگہ پر ہے۔ اب ہمیں تو کوئی پتہ نہیں ہے میں آپ کے سامنے بول رہا ہوں' جو بات میری سمجھ میں آتی ہے' میرے ذہن میں بات آتی ہے میں وہی کرتا ہوں۔ اگرچہ تقدیر میں لکھا ہوا ہے' لیکن میں اس لیے نہیں کہہ رہا کہ تقدیر مجھے مجبور کر رہی ہے۔ اللہ نے مجھے ارادہ دیا ہے' اس اختیار کے تحت میں کام کر رہا ہوں' تو انسان جو مکلف ہے' انسان کے لیے جو پکڑ ہے' انسان کے لیے جو عذاب اور ثواب ہے وہ اسکے ارادے پر ہے۔ اور اس کا تجربہ تو ہماری روزمرہ زندگی میں بھی ہے۔ آپ شکار کرنے لگے' کسی جانور کو گولی ماری' اتفاق سے کسی انسان کو لگ گئی' آپ کے ہاتھ سے وہ آدمی مر گیا' اب قتل پایا گیا۔ آدمی مارا گیا لیکن آپ کا وہ جرم نہیں جو قصداً کیا جاتا ہے۔ فرق کیا ہے؟ ایک میں غلطی سے گولی لگ گئی جبکہ دوسری صورت میں قصد اور ارادہ بھی داخل تھا۔ جہاں قصداً گولی ماری گئی وہاں ارادہ قتل کے ساتھ قتل ہے' اور جہاں غلطی سے گولی لگ گئی' ارادہ قتل نہیں تھا۔ اب دونوں میں کیا فرق ہے؟ جہاں قصداً گولی ماری ہے وہاں اسے قصداً قتل کیا جائے گا اور جہاں اس نے قصداً گولی نہیں ماری' وہاں اس کو قصداً قتل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کہا جائے گا کہ تیرے ہاتھ سے نقصان ہوا ہے' چاہے غلطی سے ہی ہوا ہے' کسی کا باپ تھا' کسی کا بیٹا تھا' ان کا نقصان ہوا ہے قیمت ادا کر۔ قصاص نہیں لیا جائے گا۔ قتل خطاء میں قصاص نہیں ہے' لیکن اس کی قیمت ہے۔ کیونکہ نقصان ہوا تو ہے خواہ بلا ارادہ اور بے بسی میں ہی ہوا ہے۔ ہم جو مکلف ہیں وہ ارادہ کے ساتھ ہیں۔ اس لیے میرے بھائیو! جیسے ہم دنیا میں رہے' نفع و نقصان کا سوچ کر' صبح کو اٹھتے ہیں' اپنے اپنے کاموں پر جاتے ہیں' مزدور مزدوری کے لیے' نوکر نوکری کے لیے اور زمیندار اپنے کھیت میں۔ ہر کام کرنے والا کام کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر میں کام نہیں کروں گا' محنت نہیں کروں گا تو کھاؤں گا کہاں سے۔ ہم یہ سوچتے ہیں نا ــــــ دین میں

بھی ہمیں بالکل یہی سوچنا چاہیے۔ کچھ لوگ جنت میں جائیں گے اور کچھ دوزخ میں۔ میں وہ کام کروں جو جنت میں جانے کے لائق ہو۔ دوزخیوں کے کاموں سے مجھے بچنا چاہیے' یہ چیز اچھی نہیں ہے' مجھے اپنی زندگی کو ٹھیک کرنا ہے تاکہ میں دوزخ سے بچ جاؤں اور جنت میں چلا جاؤں۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت ساری نشانیاں بتائی ہیں۔ قرآن مجید سے جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں بڑی سخت قسم کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْإِنسِ ﴾ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے۔ خدا قسم کھا کر کہتا ہے۔ اس ﴿ وَ لَقَدْ ﴾ میں "لام" قسم کی تمہید کے لیے ہے۔ ﴿ وَ لَقَدْ ﴾ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم نے بہت سے انسانوں اور جنوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ یعنی بہت سے انسان اور بہت سے جن جہنم میں ضرور جائیں گے۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے اور طے شدہ بات ہے۔ اب نشانیاں بتائیں کہ نشانیاں کیا ہیں۔ جنھوں نے دوزخ میں جانا ہے ان کی نشانیاں یہ ہیں: ﴿ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ﴾ وہ لوگ ہیں جو سوچتے نہیں ہیں۔ اب سوچ لیجیے گا جو آدمی اپنے مستقبل کے بارے میں نہ سوچے تو یہ دوزخی ہونے کی علامت ہے۔ چلو دنیا کا معاملہ ہے' مجھے کھانسی ہے' دمہ ہے' میں نے ماش کی دال کھالی' میں نے چاول کھا لیے مجھے تکلیف ہو گئی۔ میں نے نہ سوچا کہ میں نے نقصان اٹھایا' مجھے سوچنا چاہیے کہ میں کھانسی کا مریض ہوں' مجھے چاولوں سے' بادی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس طرح سوچنا چاہیے۔ زنا کر کے آدمی پھر چاہے کہ میں جنت میں چلا جاؤں گا تو یہ دوزخیوں کا کام ہے۔ چوری کر کے میں جنت میں چلا جاؤں گا۔ ٹھگی کر کے' دھوکہ کر کے' فریب کر کے' اور مکاری سے اور آج کل ہماری زندگی کیا ہے؟ پیسہ کماؤ' پیسہ کماؤ ــــ خواہ کچھ کر لو۔ ہماری زندگی کا آج کل مقصد کیا ہے؟ وکیل ہو' پروفیسر ہو ڈاکٹر ہو' کوئی ہو' وہ بس یہی چاہتا ہے کہ پیسہ آیا' خواہ کسی طریق سے آئے۔ مرنے والا مر جائے' اس کو کچھ ہو جائے' کچھ نہ ہو جائے ــــ ڈاکٹر کا نظریہ یہ ہے کہ پیسہ' پیسہ بس پیسہ ــــ یہ نہیں سوچتا کہ اگر میں نے دھوکے سے پیسہ کمایا اور میں نے اپنا پیٹ بھرا' میری اولاد بھی دوزخی بنے گی اور میں

بھی دوزخ میں جاؤں گا۔ برے کام کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔ جو یہ نہیں سوچتا وہ دوزخی ہے۔ یہ دوزخیوں کی علامت ہے۔ آپ اپنے دل سے پوچھیں۔ جتنے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں کبھی سوچتے ہیں۔ آپ اگر نہیں سوچتے تو سمجھ لیں کہ آپ خطرہ میں ہیں۔ آپ دوزخ میں نہ چلے جائیں۔ کیا کریں' اور یہ قرآن کی بات ہے۔ آپ کو میں یہ سمجھا رہا ہوں' پڑھا رہا ہوں' ذہن نشین کروا رہا ہوں۔ اللہ نے فرمایا' جن لوگوں نے دوزخ میں جانا ہے' ان کی علامت کیا ہے؟

﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا﴾ دل ہے' عقل والا ہے' انسان ہے مگر سمجھتا ہی نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ میں برا کام کر کے جنت میں کیسے جاؤں گا۔ یہ جو میری زندگی غلط طریقے سے گزر رہی ہے۔ یہ دوزخ کا راستہ ہے یا جنت کا راستہ ہے۔ اگر وہ یہ نہیں سمجھتا تو سمجھ لو یہ دوزخی ہے۔ ﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا﴾ دوزخی وہ ہیں جن کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں' سوچتے نہیں ہیں۔ ﴿وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا﴾ ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ہیں۔ اب دیکھ لو اسی لیے ہم حکومت والوں سے کہتے ہیں کہ دیکھو: ویسے تو ہر ایک کو ہی دیکھنا چاہیے کہ فلاں ظالم تھا اس کا کیا حشر ہوا' فلاں آدمی یہ حرکتیں کرتا تھا' اس کا کیا انجام ہوا؟ خصوصاً حاکموں کو یہ سوچنا چاہیے۔ اسی لیے نیک لوگ بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں' بادشاہ کہتا ہے کہ آپ لوگ بڑے نیک' بزرگ ہیں' علم والے ہیں مجھے کوئی نصیحت کریں تو وہ نصیحت کرتے۔ بادشاہ کو نیک آدمی کہتے ہیں کہ تیری کرسی نے جس پر تو بیٹھا ہے پتہ نہیں کتنے لوگ اس پر بیٹھ چکے ہیں' اس کرسی نے کسی سے وفا نہیں کی' اس سے دل نہ لگانا۔ آنکھ یہ دیکھتی ہے کہ بھٹو آیا تھا' وہ بے نظیر سے زیادہ طاقت والا تھا۔ لیکن دیکھ لو کیا حشر ہوا؟ اب بے نظیر نہیں دیکھتی۔ ہتھکنڈے وہی' وہی طریقہ' وہی سب کچھ اور اللہ فرماتا ہے کہ یہ دوزخیوں کی علامت ہے۔ ﴿وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا﴾ ان کی آنکھیں ہیں' دیکھتے سب کچھ ہیں لیکن دیکھ کر سمجھ نہیں آتی۔ میں وہ راستہ اختیار نہ کروں جو میرے باپ نے اختیار کیا تھا' جو فلاں نے اختیار کیا تھا۔ اللہ نے دیکھ لو فرعون کا

ذکر کیسے کیا؟ فرعون کوئی بہت اچھا آدمی تھا کہ اللہ اس کی تعریف بیان کرے۔ اس کے حالات بیان کرے۔ صرف اس لیے کہ دیکھنے والا دیکھ لے۔ ایسے زبردست بادشاہ لیکن حشر کیا ہوا؟ انجام کیا ہوا؟ خدائی کا دعویٰ کرنے والا تھا' قرآن اس کا یہ جملہ نقل کرتا ہے۔

﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ اول تو کوئی میرے سوا رب ہے ہی نہیں' لیکن اے موسیٰ علیہ السلام اگر تو کہتا ہے کہ رب ہے' تو میں اس سے بھی بڑا ہوں' میں اس سے بھی طاقت والا ہوں۔ ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ [79:النازعات:24] میں تمھارا سب سے زیادہ اونچا اور زبردست رب ہوں۔ لیکن حشر کیا ہوا؟ اللہ نے سمندر میں غوطے دیے' جونہی پانی منہ میں پڑا' ﴿ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ﴾ جب وہ ڈوبنے لگا' کہنے لگا ﴿ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ' لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ ﴾ میں اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل' غریب لوگ ایمان لائے۔ اس وقت وہ کہنے لگا اللہ نے فرمایا اب تو وقت گزر گیا۔ اب تو ہم نے ہاتھ ڈال لیا' یاد رکھو' توبہ جب تک اللہ ہاتھ نہ ڈالے اس تک ہی فائدہ دیتی ہے اور جب اللہ ہاتھ ڈال لے پھر کوئی فائدہ نہیں۔ ہاتھ ڈالنے کا کیا مطلب؟ جب پکڑ آجائے' یا پردہ اٹھ جائے' فرشتے آنکھوں کے سامنے آجائیں۔ پھر معاملہ ختم۔۔۔ پھر کوئی توبہ نہیں۔ اللہ نے فرمایا: ﴿ آٰلْئٰنَ ﴾ اب ﴿ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ ﴾ تو پہلے نافرمانیاں کرتا رہا ہے ﴿ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ تو بڑی شرارتیں کرتا رہا ہے۔ فساد کرتا رہا ہے تیرے لیے کوئی معافی نہیں' کوئی توبہ نہیں۔ ﴿ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ﴾ [10:یونس:90-92] آج ہم تیرے ساتھ بالکل عجیب معاملہ کریں گے۔ ہم تیرے ساتھ یہ معاملہ کریں کہ تیری لاش کو محفوظ رکھیں گے تاکہ پچھلوں کے لیے نشانی بنے کہ بڑے خدا کی لاش ہے وہ داڑھی میں موتی پرو کر رکھتا تھا۔ لوگوں نے اس کا بال بال نوچ لیا۔ غریبوں نے موتی نکال لیے۔ بڑے قیمتی موتی تھے'

سب بال اکھاڑ اکھاڑ کر وہ موتی غرباء نے نکال لیے۔ یہ ذلت اور یہ رسوائی ہوئی۔۔۔ اب کون نہیں دیکھتا۔۔۔ اللہ نے اس کو قرآن میں بیان کیا۔ زمین' مکان بول بول کر کہہ رہے ہیں' یہ زمین جہاں تیرا باپ رہتا تھا' یہ وہ زمین ہے جہاں فلاں فلاں رہتا تھا۔ اب وہ کہاں ہیں؟ فرمایا: ﴿ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ ﴾[14:ابرھیم:45] تمھارے لیے ہم نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ جب تم کسی مکان میں آکر رہائش کرتے ہو' وہ زمین تمھیں زبان حال سے پکار پکار کر کہتی ہے کہ پہلے میں کسی کی تھی۔ اب میں تیرے پاس ہوں۔ اب سوچ لے' اس کو سمجھ لے' فخر نہ کر کہ یہ میرے پاس ہے' یہ تو چلتی چیز ہے' گئی آئی' گئی آئی۔ سوچ لو' سمجھ لو' دوزخیوں کی علامت کیا ہے؟ ان کی آنکھوں کے سامنے واقعات آتے ہیں۔ ان کے سامنے سب کچھ ہوتا ہے لیکن وہ نصیحت نہیں پکڑتے' ویسے کے ویسے ہی رہتے ہیں۔ اسی طرح چلتے ہیں۔ میرے بھائیو! یہ دنیا ایک کھلی کتاب ہے۔ کل کو خدا کے پاس جا کر کوئی نہیں کہہ سکتا' کوئی زمیندار' کوئی ان پڑھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یا اللہ! میں تو ان پڑھ تھا۔ خدا کہے گا کہ ٹھیک ہے کہ تو کتاب نہیں پڑھ سکتا تھا' یہ جو دنیا ہے' اس کے جو واقعات ہیں وہ تو دیکھ سکتا تھا۔ اس کے کیا اوراق ہیں۔۔۔ دن اور رات اس کے ورق ہیں۔ دن چلا گیا' ایک ورق الٹ گیا' رات چلی گئی اور اگلا ورق چلا گیا۔ پھر اگلا دن آگیا' پھر اگلی رات آگئی۔ دن جاتے ہیں' راتیں آتی ہیں' راتیں جاتی ہیں تو دن آتے ہیں۔ یہ ورق الٹے جا رہے ہیں۔ آپ کے سامنے صبح شام سب کچھ ہو رہا ہے۔ اگر اس کو بھی پڑھ کر آنکھیں نہیں کھلتی تو سمجھ لو کہ آپ دوزخی ہیں۔ ﴿ لَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا ﴾ دوزخی وہ ہیں جن آنکھیں تو ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ ﴿ وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ﴾ ان کے کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ اب دیکھ لو' ہم یہاں بیٹھے ہیں' سن لیا کہ فلاں جگہ زلزلہ آیا' یہ ہو گیا' وہ ہو گیا۔ ایسی تباہی آئی کہ پناہ خدا۔۔۔ ویسے ریڈیو میں سن لیا۔ مگر کوئی نتیجہ بھی اخذ کیا کہ عذاب یہاں بھی آسکتا ہے۔ فلاں جگہ طوفان آیا' ایسے ہو گیا' ایسے ہو گیا۔ کیا یہ عذاب یہاں بھی آسکتا ہے؟ یہ بات نہیں سوچتے۔ وہ آنکھوں کو دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتے۔ وہ کانوں سے سن کر سبق حاصل نہیں کرتے۔ ان کا کیا حال ہے

جانوروں جیسے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ آج کل کا پڑھا لکھا۔ اوپر کی سطح کے لے لو۔ صدر سے لے کر چپڑاسی تک یہ بات سب پر فٹ آتی ہے۔ ان کے کرتوت جانوروں جیسے ہیں۔ سوچتے ہی نہیں۔ ﴿ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ﴾ بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ دیکھو جانوروں کی کیا خصلت ہے، بھینس ہو گائے ہو گھوڑا ہو مارنے والا سانڈ ہو بڑے بڑے سینگ والا اور بڑا خطرناک لیکن جو اس کو روزانہ چارہ ڈالتا ہے، پٹھے ڈالتا ہے، اس کی خدمت کرتا ہے۔ وہ اس کو دور سے دیکھ کر پہچان جاتا ہے۔ کتا کتنا خطرناک ہوتا ہے لیکن جس نے رکھا ہوتا ہے جب وہ روٹی ڈالتا ہے، بس دیکھ لو کیسے اس کے آگے بچھ جاتا ہے۔ دم بھی ہلاتا ہے اور سر بھی ہلاتا ہے۔ جانور کی یہ خصلت ہے کہ اپنے محسن کو پہچانتا ہے، اپنے مالک کو پہچانتا ہے۔ اپنے کھلانے پلانے والے کو پہچانتا ہے۔ اپنے باندھنے کھولنے والے کو پہچانتا ہے۔ لیکن یہ جو چوہدری اور بڑے بڑے لاڈلے کوئی پتہ ہی نہیں کہ اللہ کون ہے؟ فرمایا: ﴿ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ ﴾ تم یہ نہ سمجھو کہ یہ بڑے بڑے لیڈر ہیں، بڑے افسر ہیں، بلکہ یہ تو جانور ہیں۔ بلکہ جانوروں سے بھی گزر گئے ہیں۔ ﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴾ یہ لوگ غافل ہیں۔ دوزخی کی نشانی کیا ہے؟ اسے پرواہ ہی کوئی نہیں، غفلت میں اسے فکر ہی کوئی نہیں۔ قرآن اسے نہیں جگا سکتا، قرآن کا وعظ اسے نہیں جگا سکتا۔ مولوی اسے نہیں جگا سکتا۔ غفلت میں ہے، گمراہی میں ہے اور ڈوبا ہوا ہے۔ دنیا ہی میں دن رات لگا ہوا ہے اور آخرت اسے بالکل ہی یاد نہیں۔ نہ زندگی کے واقعات اسے جگاتے ہیں اور نہ ہی کسی کا وعظ اسے جگاتا ہے۔ کوئی چیز اس پر اثر نہیں کرتی، غافل ہی غافل ہے۔ جو غافل ہے وہ دوزخی ہے۔ قرآن میں یہ بات اللہ نے کئی جگہ بیان کی ہے۔ اس آیت کو دیکھیں۔ موسیٰ علیہ السلام خدا کے بڑے پیارے پیغمبر تھے، موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی کو قتل کر کے بھاگ گئے، انھیں یہ خطرہ تھا کہ فرعون انھیں مار دے گا۔ اس لیے دور نکل گئے، فرعون کی عملداری سے، اس کی حکومت سے اس کی بادشاہت سے دور نکل گئے، وہاں سے مدین پہنچ گئے۔ وہاں شادی بھی ہو گئی۔ اپنی بیوی کو لے کر آ رہے تھے کہ راستہ بھول گئے۔ دور سے روشنی دیکھی تو یہ سمجھے کہ وہاں کوئی

ہو گا۔ میں جاتا ہوں راستہ وغیرہ پوچھ آؤں گا یا پھر آگ ہی لے آؤں گا۔ سردی کا موسم ہے' کچھ آگ تاپ لیں گے' سینک لیں گے اور راستہ بھی پوچھ لوں گا۔ حقیقت میں وہ اللہ کا نور تھا۔ موسیٰ علیہ السلام آگ لینے گئے۔ اللہ نے کہا: موسیٰ آگے آجا' قریب کر لیا' نبوت دے دی' اللہ نے نبی بنا لیا۔ اب دیکھ لو نبوت کیسی چیز ہے۔ یہ کوئی بی اے' ایم اے' پی ایچ ڈی کو نہیں ملتی۔ اللہ کے فیصلے ہیں' پہلے دن سے ہی ہیں۔ نبوت محنت سے کبھی نہیں ملتی۔ موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرانے والے' خدا کے علم میں پیغمبر ہیں۔ چنانچہ نبوت مل گئی۔ موسیٰ علی السلام حیران ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے پوچھا: اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ جوتا تو اتروا لیا۔ جوتا باہر کھول دے۔ کیوں؟ ﴿ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴾ تو پاک زمین میں آگیا ہے۔ جوتا پیچھے کھول دے۔ جو آج کل ہماری نئی پارٹی نکلی ہے' یہ جوتے مسجد میں لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ باہر کھولنے کا کہیں حکم ہی نہیں ہے۔ عقل سے دیکھو' خدا کی قدرت۔۔۔! جب آدمی کے دن برے آجاتے ہیں' عقل صاف ہو جاتی ہے تو آدمی ایسی ہی باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں ﴿ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ﴾ اپنے جوتے یہیں پیچھے اتار دے۔ تو اب پاک وادی میں آ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تو اتفاق معاملہ تھا' یہ جو لوگ مسجدوں میں جائیں گے وہاں فرمایا کہ اگر تیرا جوتا باہر کھولنے کی صورت نہ بنے' چوری کا خطرہ ہو تو اسے اندر لے آ۔ اس کا حل کیا ہے؟ جوتے پہن کر نماز پڑھ لے اگر مسجد کے حالات اجازت دیتے ہیں۔ صفیں خراب ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ ایسی صفیں نہ ہوں جو برباد ہوں' ایسے ہو جیسے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں تھا۔ یہی زمین تھی' ریتلی زمین تھی' چلے گئے' آگئے۔ کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ اگر جوتا پہن کر نماز نہ پڑھ سکے' تو اپنی بائیں طرف جوتے کو کھول دے۔ اور اگر اپنی بائیں طرف نہ رکھ سکے' تو اپنے پاؤں کے نیچے دبا لے تاکہ محفوظ رہیں' چوری سے بچ جائیں۔ اب عقل والوں نے کیا سوچا کہ باہر کھولنے کا حکم ہی نہیں ہے' لہٰذا جوتا مسجد میں ضرور لاؤ۔ حالانکہ قرآن میں یہ حکم ہے ﴿ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ﴾ اپنے جوتے یہیں اتار دے ﴿ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

طوًی ﴾ تو پاک جگہ میں داخل ہوتا ہے۔ یعنی کس قدر یہ مسئلہ واضح ہے۔ جوتے اتروا لیے۔ موسیٰ علیہ السلام جوتے پیچھے چھوڑ کر آگے آ گئے۔ اب آگے آ کر اللہ تعالیٰ سے بات شروع ہو رہی ہے۔ اللہ نے کہا: ﴿ وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴾ اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں یہ چیز کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿ هِيَ عَصَايَ ﴾ یا اللہ! یہ میری لاٹھی ہے' یہ میرا سوٹا ہے۔ اب موسیٰ علیہ السلام اس کے اوصاف گننے لگ گئے۔ ﴿ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴾ میں اس سے ٹیک لگاتا ہوں۔ اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑ لیتا ہوں۔ اس کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ وہ فائدے گنوائے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴾ [20:طہ:12-19] اے موسیٰ جہاں کھڑا ہے اس کو ڈال دے۔ چنانچہ تجربہ کروانا تھا۔ ایک امتحان کے طور پر۔ یونہی موسیٰ علیہ السلام نے وہ لاٹھی نیچے رکھی وہ سانپ بن گئی۔ پتلا سا سانپ بن گیا۔ اب موسیٰ علیہ السلام ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ یاد رہا' نہ جوتا یاد رہا' نہ لاٹھی یاد رہی۔ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آواز دی۔ ﴿ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ﴾ اے موسیٰ ڈر نہیں۔ اب آگے آ جا۔ ﴿ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ [27:النمل:10] میرے پاس آ کر کس چیز سے ڈرتا ہے؟ جو نقصان پہنچتا ہے' وہ میری طرف سے ہی پہنچتا ہے۔ اب تو میرے پاس ہے' تجھے سانپ کاٹ کھائے گا' یا کوئی اور نقصان پہنچ جائے گا۔ یہ سوچ بھی نہ۔ آگے آ جا۔ موسیٰ علیہ السلام آگے آ گئے۔ اللہ نے فرمایا: اس لاٹھی کو پکڑ' اب وہ سانپ ہے' اللہ کہہ رہا ہے' اب اللہ کہہ رہا ہے' موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ ڈال لیا' وہ جو سانپ کا منہ تھا ہینڈل بن گیا' اس میں ڈالا۔ ﴿ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴾ [20:طہ21] اے موسیٰ ہم اس کو ویسی ہی چھڑی بنا دیں گے جیسی یہ پہلے تھی۔ تجربہ کروا دیں۔ اب کہا فرعون کی طرف جا۔ دیکھو

موسیٰ علیہ السلام پہلی ملاقات میں ڈر گئے' بھاگ گئے' فرعون کے پاس وہاں کام کرتے رہے۔ تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ اللہ کا قرب حاصل ہوتا گیا' محبت بڑھتی گئی' قرب بڑھتا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بلایا' اے موسیٰ! میں تجھے کتاب دوں۔ اب میرے پاس آ۔ میں کتاب دوں گا۔ کتاب لے کر جانا' چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پاس آجاتے ہیں تو دیکھو انسانی فطرت ہے' انسان تو انسان ہے' نبی ہو یا کوئی اور ہو۔ انسانی فطرت تو ایک ہی ہے۔ ذکریا علیہ السلام پہلے تو کہتے ہیں کہ یا اللہ! لڑکا دے' لڑکا نہیں ہے' بڑا کام خراب ہے۔ اللہ نے کہا کہ اچھا! جا تجھے لڑکا دیں گے۔ یا اللہ! ہو گا کیسے؟ اب کہنے والا کہے۔ اگر تجھے نا امیدی ہے تو دعا کیوں مانگتا ہے؟ یا اللہ! میری بیوی بانجھ ہے اور آج تک اولاد نہیں ہوئی۔ میں بوڑھا۔۔۔ ہڈی بالکل بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ ﴿وَاشْتَعَلَ الرَّاسُ شَيْبًا﴾ [19:مریم :4] سر سفیدی کی وجہ سے شعلے مار رہا ہے۔ یا اللہ! لڑکے کیسے ہو گا؟ دیکھو انسانی فطرت ہے۔ اللہ نے فرمایا اے زکریا تیرے لیے مشکل ہے۔ ہمارے لیے تو کوئی مشکل نہیں۔ ہم تو جو چاہیں کر دیں۔ چلو یہ تسلی ہو گئی کہ مل جائے' یا اللہ! ملے گا کب؟ اب لڑکے سے کہہ دو کہ تو پاس ہے۔ لڑکا پوچھے گا کہ جی! میں پاس ہوں کہ فیل؟ اگر اسے یہ کہہ دیا جائے کہ تو پاس ہے تو پوچھے گا کہ میرے نمبر کتنے ہیں؟ بھئی! جب تجھے کہہ دیا کہ تو پاس ہے۔ اصل میں یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ تجسس کرتا ہے اور مزید کریدتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پاس پہنچے' جب بات چیت ہونے لگی تو ذہن میں خیال آیا کہ پہلے بھی باتیں ہوئیں لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ اللہ کو نہ دیکھا' اب وہی بات ہے' باتیں تو بعد میں ہوتی رہیں گے۔ اب کہنے لگے۔ ﴿رَبِّ أَرِنِي﴾ یا اللہ! تو مجھے اپنا آپ تو دکھا' میں تیرا نظارہ کروں کہ میرا رب کیسا ہے؟ یہ موسیٰ علیہ السلام خدا سے کہنے لگے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿قَالَ لَنْ تَرَانِي﴾ [7:الاعراف:143] اے موسیٰ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ اس دنیا کی زندگی میں تیری آنکھوں میں' وہ طاقت آ ہی نہیں سکتی جو اللہ کو دیکھ سکے۔ چنانچہ

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ معراج پر گئے' صحابی نے پوچھا یارسول اللہ!
هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ آپ نے فرمایا' هُوَ نُوْرٌ وہ نور ہے۔
(رواہ مسلم' مشکوۃ' کتاب صفة القیامة والجنة والنار باب رویة
اللّٰہ تعالیٰ عن ابی ذرؓ) وہ تو نوری نور ہے۔ میں کیا دیکھتا؟ میں کیسے دیکھتا۔ کیوں؟
انسان میں اتنی طاقت ہی نہیں کہ وہ اس دنیا کی زندگی میں اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ لے۔
جنتوں میں جا کر سب سے ٹاپ پر یہی نعمت ہوگی۔ جنتی جنت میں چلے جائیں گے' سب
نعمتیں مل جائیں گی۔ آخری نعمت خدا کا دیدار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو پہلے ہی اپنا آپ دکھا
دیا تو پھر سارا ہی کام ختم ہو گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار کسی کو نہیں کروایا۔ زندگی
میں نہ موسیٰ علیہ السلام اور نہ نبی ﷺ نے خدا کو دیکھا۔ مسلم شریف میں حدیث ہے کہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تین باتیں ہیں جس نے وہ کہیں اس نے خدا پر
جھوٹ باندھا۔ پہلی بات کیا ہے؟ جس نے یہ کہا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس
نے اپنے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جس نے یہ کہا کہ محمد ﷺ کو پتہ ہے کہ کل کو کیا ہوگا اس
نے بھی اللہ پر جھوٹ باندھا' تیسری بات جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اتارتا ہے' محمد ﷺ
نے اس میں سے کچھ چھپا لیا ہے وہ جھوٹ باندھتا ہے۔ یہ باتیں مسلم شریف میں کتاب
الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ (رواہ مسلم ' کتاب
الایمان' و الترمذی' مشکوۃ ' کتاب صفة الجنة والنار ' باب رویة
اللّٰہ تعالیٰ عن شعبةؓ) موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یا اللہ! تو اپنا
دیدار تو کروا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لَنْ تَرَانِيْ﴾ اے موسیٰ! تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔
دیکھو! یہ پھر جیسے بچہ اصرار کرتا ہے' ابا جی! چیز لینی ہے' ابا پیسہ لینا ہے' ابا غبارہ لینا ہے' اور
باپ کہتا ہے کہ نہیں' لیکن جب بچہ زیادہ اصرار کرتا ہے تو ایک دھر دیتا ہے۔ حکومت' بیٹا یہ
ٹھیک نہیں۔ نہیں نہیں۔۔۔ اس کو بہلا کر' پھسلا کر' تسلی دے کر اس کو مطمئن کر دیتا ہے۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لَنْ تَرَانِي﴾ اے موسیٰ! تو نہیں دیکھ سکتا۔ تجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ اچھا! جب موسیٰ علیہ السلام کا اصرار تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے موسیٰ تجربہ کر۔ ﴿وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ﴾ طور پہاڑ کی طرف دیکھ۔ میں تجلی ڈالتا ہوں' اگر یہ پہاڑ برداشت کر گیا' اگر یہ پہاڑ ٹکا رہا ﴿فَسَوْفَ تَرَانِي﴾ سمجھ لے کہ تو بھی نظارہ کر لے گا۔ لیکن اگر پہاڑ ہی چورہ چورہ ہو گیا تو پھر تو کیسے دیکھ لے گا۔ تو انسان اور یہ پہاڑ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی' ﴿جَعَلَهٗ دَكًّا﴾ تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ جیسے پہاڑ میں بارود ڈال دیا ہو بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ﴿وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا﴾ اور موسیٰ علیہ السلام چیخ کر نیچے گر گئے۔ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ﴿فَلَمَّا اَفَاقَ﴾ جب دیر بعد جا کر ہوش آئی تو بات بھی سمجھ میں آ گئی۔ نیک آدمی ہمیشہ سوچتا ہے' جو نہ سوچے وہ نیک نہیں' وہ تو پاگل ہوتا ہے اور پاگل کبھی مومن نہیں ہوتا۔ ﴿فَلَمَّا اَفَاقَ﴾ جب موسیٰ علیہ السلام کو افاقہ ہوا' ہوش آئی تو کہنے لگے' ﴿سُبْحٰنَكَ﴾ اللہ تو پاک ہے۔ ﴿تُبْتُ اِلَيْكَ﴾ میری توبہ! کہ میں نے اصرار کیا۔ میں ابھی اس قابل نہیں ہوں۔ میری توبہ! ﴿وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں' اس بات پر کہ تجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ بات کہی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کو موسیٰ علیہ السلام کی ادا بڑی پسند آئی۔ اب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو تھپکی دیتے ہیں' پیار کرتے ہیں تاکہ موسیٰ کی ذرا دلجوئی ہو جائے۔ ﴿يٰمُوْسٰى﴾ اے موسیٰ! تو مجھے کوئی کم پیارا ہے؟ جو تو کہتا ہے کہ مجھے اپنا دیدار کروا۔ اگر میں نے اپنا دیدار نہیں کروایا تو کیا تو مجھے کم پیارا ہے۔ ﴿اِنِّيْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ﴾ تو دیکھا

نہیں کہ میں نے ساری دنیا میں سے تجھے چھانٹا ہے' منتخب کیا ہے اور تجھے پیغمبر بنایا ہے۔ کیا میرا یہ سلوک تیرے ساتھ کم ہے؟ ﴿ وَ بِكَلَامِي ﴾ موسیٰ! پیغمبر میں نے بہت بنائے لیکن کلام ہر ایک کے ساتھ نہیں کیا۔ تجھ سے میں نے بلاواسطہ کلام کیا ہے۔ اپنے کلام کے لیے' گفتگو کے لیے' بات چیت کے لیے' میں نے تجھے منتخب کیا ہے۔ موسیٰ بات کرتے ہیں اللہ سنتا ہے' اللہ بات کرتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام سنتے ہیں۔ درمیان میں نہ جبرائیل علیہ السلام کا واسطہ اور نہ کسی اور فرشتہ کا واسطہ ہے۔ ڈائریکٹ دونوں میں گفتگو ہو رہی ہے۔ اگرچہ پردے کے پیچھے ہی۔ بس اے موسیٰ! تو مجھے بہت پیارا ہے۔ جس قابل تو تھا' جتنا تجھے دیا جانا چاہیے تھا' وہ میں نے تجھے دے دیا ہے۔ ﴿فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ ﴾ لے جو میں تجھے دیتا ہوں۔ یہ لے تورات ﴿ وَ كُنْ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ اور شکر ادا کر۔ اللہ! تو نے مجھے بڑی عزت دے دی ہے۔ اللہ! تو نے مجھے بڑا رتبہ دیا ہے۔ اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہیے۔ ایک تو اللہ ناراض نہیں ہوتا' دوسرا اللہ زیادہ حساب نہیں لیتا۔ سن لے' خوب سن لے' جو آدمی اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے' اللہ اس سے پھر زیادہ حساب بھی نہیں کرتا اور اس کو مزید کچھ دیتا ہے۔ سورہ ابراہیم میں ہے اگر شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا۔

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ [14:ابراھیم :7] اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں مزید دیا جائے گا۔ ﴿ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ ﴾ اگر ناشکری کرو گے۔ ﴿ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ پھر میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ اس لیے خدا نعمت دے' کوئی عزت دے' کوئی مال دے' کوئی خوشی دکھائے تو شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اور کبھی فخر نہ کریں کہ میرا کمال ہے' یہ میری محنت ہے' میں اس قابل نہیں تھا' اللہ تیرا فضل ہے' جو تو نے کیا ہے ورنہ میں اس قابل کہاں؟ یہ تیرا فضل ہے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ﴿فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ ﴾ میں جو تجھے دوں وہ لے لے۔ ﴿ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ اور شکر کرنے والوں میں سے

ہو جا۔ اس سے تیرا بڑا فائدہ ہوگا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ یہ لے کتاب' اس میں لوگوں کی ہدایت کے لیے سب کچھ ہے۔ لوگوں کے جتنے مسائل ہیں' ان کو یہ کتاب حل کرے گی۔ اب پتے کی بات جو خدا بتا رہا ہے وہ یہ ہے۔ ﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ اس کتاب سے محروم کون رہے گا؟ توجہ سے سنیے! ﴿ سَاَصْرِفُ ﴾ میں انھیں اس کتاب کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دوں گا۔ اس کتاب کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ میں ان کو ہٹا دوں گا۔ ہٹ جاؤ' یہ تمھارے لیے نہیں۔ اب دیکھو! قرآن سے محرومی کن لوگوں کو ہوتی ہے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی اور بتایا کہ یہ ہدایت کی کتاب ہے اور ہدایت کے تمام امور اس کے اندر موجود ہیں۔ بڑی جامع کتاب ہے' لیکن اس کتاب سے محروم کون رہے۔ ﴿ سَاَصْرِفُ ﴾ جو دنیا میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ اس کو قرآن کا' تورات کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ لیڈر کیوں محروم ہیں' یہ کیوں بدبخت ہیں؟ اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں۔ اور قرآن کو ہلکا سمجھتے ہیں' قرآن کو حاکم نہیں مانتے۔ قرآن کی حکومت زمین پر قائم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری اسمبلیاں ہیں' ہماری کابینہ ہے' ہمارا اپنا نظام ہے۔ فرمایا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے میں اس کو ہٹا دوں گا۔ کہ چل یہ کتاب تیرے لیے نہیں ہے۔ ان کا کیا حال ہوگا' ان کی زندگی کس قسم کی ہوگی۔ ﴿ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ﴾ ان کو ہر پریشانی پر دلیل جو وہ ثبوت مانگیں ان کو دکھا دو۔ اس کو کبھی اختیار نہیں کریں گے۔ ﴿ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ ﴾ ان کو گمراہی کی راہ دکھلاؤ' ﴿ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ﴾ فوراً اختیار کر لیں گے۔ دیکھا آپ نے کہ ہمارے ملک میں جو بڑے لوگ ہیں' وہ بدقسمت ہیں' بدبخت ہیں' محروم ہیں' ان کا حال کیا ہے؟ قرآن کیسے ان کو اچھا نہیں لگتا۔ امریکہ سے کوئی آ جائے' بدبخت سب پیچھے لگ جاتے

ہیں' برطانیہ سے کوئی آجائے' کسی طرف سے کوئی آجائے یہ ان کے پیچھے چلیں گے۔ اللہ کہتا ہے ان کو ہدایت کی راہ دکھلاؤ۔ وہ نہیں مانیں گے۔ ان کو گمراہی کی راہ دکھلاؤ فوراً اختیار کر لیں گے۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جن کے لیے قرآن نہیں ہے۔ جو بھٹے ہوئے ہیں' خدا کی طرف سے دھتکارے ہوئے ہیں' ملعون ہیں' یعنی اللہ نے ان پر لعنت کی ہے' اگر گمراہی کی راہ دیکھیں گے تو فوراً اس کو اختیار کر لیں گے۔ یہ کیوں؟ ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ یہ اس واسطے کہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں' مانتے ہی نہیں۔ ﴿ وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾[7:الاعراف:145-146] وہی غفلت کا لفظ آگیا۔ جہاں دوزخیوں کا ذکر ہوتا ہے' خدا دوزخیوں کے بارے میں کہتا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ جو غافل ہیں' جن کو دین کی پرواہ ہی نہیں' جن کو قرآن کی پرواہ ہی نہیں' جن کو صرف دنیا کی پرواہ ہے۔ اپنی دنیا بنانے کی فکر میں ہیں۔ یہ دوزخیوں کی علامت ہے۔

میرے بھائیو! یہ میں نے وعظ کیا ہے' آپ نے سنا' آپ نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ آپ غافل تو نہیں ہیں؟ جمعہ کا کیا فائدہ ہے؟ اس قرآن کو سننے کا کیا فائدہ ہے؟ یہی کہ جب یہ قرآن بولے' قرآن جو کہتا ہے وہ ہمارے سامنے آئے۔ ہم اس کو فوراً اپنے اوپر Apply کر لیں گے۔ اس کو فٹ کر کے دیکھیں گے کہ کہیں یہ ہم پر فٹ تو نہیں آتا۔ میرے بھائیو! جو آدمی آخرت سے غافل ہے اور دنیا بنانے کی فکر میں ہے' وہ دوزخی ہے۔ اب آپ جمعہ پڑھ لیں' نماز پڑھ لیں اور روزے رکھ لیں۔ لیکن روزے رکھ کر بھی دوزخی ہوں گے۔ نماز پڑھ کر بھی دوزخی ہوں گے۔ قرآن پڑھ کر بھی دوزخی ہوں گے۔ آپ ﷺ نے بیان کیا کہ علم اٹھ جائے گا' ایک ایسا وقت آئے گا کہ علم اٹھ جائے گا۔ صحابی کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ یہ کیسے ہو جائے گا؟ ہم پڑھتے ہیں' اپنی اولادوں کو پڑھاتے ہیں' ہماری اولادیں اپنی اولادوں کو پڑھائیں گی۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا' علم پھر کیسے اٹھ جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو تمہیں بڑا عقل والا سمجھتا تھا تو نے پوائنٹ کو سمجھا ہی نہیں۔ (متفق علیہ' مشکوۃ کتاب الفتن'

باب اشراط الساعۃ عن انسؓ) یہودیوں کو دیکھو' ان کے درس نہیں ہیں؟ ان کے اساتذہ نہیں ہیں' یہ بڑے بڑے ان کے علامہ فہامہ ہیں۔ ان کی پگڑیاں نہیں بندھتیں؟ ہاں ان میں بھی علماء ہیں' علم والے ہیں' ان کے ہاں بھی دساتیر فضیلت بندھتی ہیں' بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں' کیا نہیں ہوتا۔ سب کچھ ہوتا ہے۔ بتاؤ ان میں علم ہے؟

میرے بھائیو! علم روشنی ہے۔ اب رستہ نظر آ جائے تو روشنی ہے' اور اگر آپ اندھیرے میں ہی ہوں تو روشنی کہاں ہے؟ قرآن پر ایمان کس کا ہے؟ توجہ سے سنیے! سوچیے۔ قرآن پر ایمان اس کا ہے جس کو آخرت کی راہ نظر آتی ہے۔ جس کو آخرت کی راہ نظر نہیں آتی۔ قرآن اس کے لیے نہیں ہے۔ اس کے لیے قرآن کی روشنی ہے ہی نہیں۔ اس کے اندر ایمان ہے ہی نہیں۔ دیکھو! سورج کی روشنی تو ہے لیکن اندھے کے لیے کوئی روشنی نہیں۔ اب یہ کیوں؟ اس لیے کہ اس کی اپنی آنکھیں نہیں ہیں۔ قرآن سورج ہے۔ اب جو کوئی اس سے روشنی نہیں حاصل کرتا وہ تو چمگاڈر ہے۔ اس کی آنکھیں ہی نہیں کھلتیں۔ سورج کا اس میں کیا قصور ہے؟ سورج تو سورج ہے۔ چمگاڈر کو دن میں نظر نہیں آتا۔ قصور کس کا ہے' کہ اس میں صلاحیت ہی نہیں ہے۔ سو میرے بھائیو! جو قرآن آنے کے بعد بھی اندھیرے میں ہی رہے' اس کی زندگی آخرت کی زندگی نہ ہو' وہ صحیح سیٹ ہو کر کام نہ چلائے تو پھر یہ سمجھ لو کہ اس کا ایمان نہیں ہے۔ اس کے اندر لائٹ نہیں ہے۔ آپ نے کبھی سوچا کہ انسان دیکھتا کیسے ہے؟ دیکھیے! اللہ نے دیکھنے کا یہ نظام کیسے بنایا ہے۔ ویسے جو پڑھنے والے ہیں' ڈاکٹر خوب سمجھتے ہیں کہ لائٹ باہر کتنی بھی ہو' کتنی ہی پاور کا بلب کیوں نہ ہو' سورج بھی ہو' لیکن آپ کو تب نظر آئے گا جب آپ کے اندر دیکھنے کی صلاحیت ہو گی' آپ کے اندر لائٹ ہوتی۔ اور اگر آپ والی لائٹ ختم ہو جائے تو بس قصہ ختم ہے۔ جس کے اندر صلاحیت نہیں ہے' لائٹ نہیں ہے' قرآن سورج ہے' لیکن اس کے لیے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اور ہمیں ان کو دیکھ کر کیا صدر کیا وزیراعظم' کیا فلاں' کیا فلاں۔۔۔ ان کو دیکھ کر ترس آتا ہے۔

میرے بھائیو! یہ بھی سن لو۔ آدمی گندھا ہو' آدمی برا ہو' اس کو خوش نصیب سمجھنا' اس کی تعریف کرنے سے خدا کا عرش ہل جاتا ہے۔ جب ایک آدمی خواہ وہ بادشاہ ہی

کیوں نہ ہو' کتنا ہی بڑے سے بڑا کیوں نہ ہو' کبھی اس کی تعریف نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارا بھی پتہ کٹ جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ بہت گناہ گار ہیں' لیکن یقین جانیے ان کو اوپر سے لے کر نیچے تک دیکھ دیکھ کر خدا کی قسم ترس آتا ہے۔ غلام اسحاق خان کیا' بے نظیر کیا' کیا فلاں' کیا فلاں --- ان کو دیکھ کر ترس آتا ہے کہ یا اللہ! ان جیسا بھی کوئی بد بخت ہو گا! زندگی کیا ہے؟ کتنی دیر کی زندگی ہے؟ لیکن حشر کیا ہو گا؟ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کسی کو حکومت دے دے' تحصیلدار بنا دے' ڈی سی بنا دے' کمشنر بنا دے' حاکم بنا دے۔ چھوٹا بن جائے' قاضی بن جائے' مجسٹریٹ بن جائے' اس کو حکومت مل جائے --- فرمایا وہ سمجھ لے کہ مجھے قیامت کے دن کند چھری سے ذبح کیا جائے گا۔ (رواہ احمد والترمذی ' و ابوداؤد ' و ابن ماجة مشکوۃ کتاب القضاء ' باب العمل فی القضاء والخوف عن ابی ھریرۃ رض) یہ اتنا خطرناک کام ہے' بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ ہمارے ہاں یہ تفریحاً تھوڑے سے پیسے پاس آجائیں' یا وکیل صاحب کی پریکٹس ذرا زیادہ ہو جائے' تو اسے کھجلی ہونے لگ جاتی ہے کہ الیکشن میں کھڑا ہو جاؤں' وہ کہتا ہے کہ میں الیکشن میں کھڑا ہو جاؤں' پھر میں وزیر بن جاؤں اور دل میں کیا ہے کہ دنیا میں عزت ہو گی اور پیسے کمائیں گے۔ خدا کا رسول ﷺ کیا کہتا ہے؟ اگر اختیار تیرے قبضے میں آگیا' کرسی تجھے مل گئی' حاکم تو بن گیا۔ بڑا بن گیا یا چھوٹا بن گیا' سمجھ لے کہ کند چھری سے تجھے ذبح کیا جائے گا۔ اب پھر یہ دیکھا جائے گا کہ تو نے حکومت کیسے کی ہے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مثال موجود ہے۔ چونکہ خاندانی شہزادے تھے' جسم اتنا پلا ہوا تھا کہ پیٹ نیچے گر رہا ہے اور اس قدر لحیم تھے کہ پناہ بخدا! حدیث میں آتا ہے کہ یہ دوزخیوں کی علامت ہے۔ جیسے تھانیداروں کے ہوتا ہے۔ مشکوۃ شریف میں حدیث ہے کہ یہ دوزخیوں کی علامت ہے۔ (مشکوۃ کتاب صفة القیامة والجنة والنار ' باب صفة النار وا ھلھا) اتنے پلے ہوئے' اتنے پلے ہوئے لیکن دیکھو کہ جب خلیفہ بن گئے تو جسم کے کسی حصے سے چٹکی

پھر وہ گوشت ہاتھ میں نہیں آتا تھا۔ یعنی سوکھ گئے۔ یہ حالت تھی غم اور فکر کی وجہ سے۔ تاریخ بدایہ والنھایہ میں ان کے حالات کے بارے لکھا ہے کہ نو سال بعد وہ کسی کو خواب میں ملے' پوچھا سنا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے کہ میرے زمانے میں ایک پل ٹوٹ گیا تھا' اس کے حساب میں پھنسا رہا' اب چھوٹا ہوں۔ (البدایہ والنھایہ' ترجمہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز) اب دیکھو نا۔۔۔ سارا ملک ٹوٹ گیا۔ دوسروں کی ذمہ داری ہے' لیکن بالآخر ذمہ داری سب سے بڑے حاکم پر آتی ہے کہ جب تو خلیفہ بنا تھا' یا حاکم تھا' تیرا فرض تھا کہ ہر چیز کی دیکھ بھال کرتا' ایسا کیوں ہوا؟ یعنی اگر لوگوں کے دلوں میں ایمان ہو کہ یہ چیز کیا ہے تو پھر یہ حالت ہو جو آج ہماری ہے؟ سو اللہ نے قرآن میں یہ بات نشانی کے طور پر فرمائی کہ اس کو خوب سمجھ لو' جو غافل ہے' جس کو آخرت کی فکر نہیں ہے۔ وہ دوزخی ہے۔ سو میرے بھائیو! خوب توجہ کے ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔ ادھر اگر آپ کا دل نہ تڑپے' تو آپ سمجھتے نہیں کہ یہ بد قسمتی ہے۔ ایک آدمی اگر بیمار ہو جائے' ہومیو پیتھک علاج کروا لیا' ایلو پیتھک اور یونانی علاج بھی کروایا' بیماری ٹھیک ہی نہ ہو تو پھر وہ کیا سوچتا ہے؟ یہی نہ شاید میں مر ہی جاؤں۔ کوئی دوائی فٹ نہیں آتی۔ بڑا غم ہوتا ہے' بڑا فکر ہوتا ہے۔ اب آپ جب مسئلے سنتے ہیں' باتیں سنتے ہیں' جمعہ پڑھ لیتے ہیں' درس سن لیتے ہیں' لیکن اگر کلی وہیں کی وہی رہے' اور آپ کے اندر کچھ حرکت پیدا نہ ہو تو پھر یہ بد قسمتی کی علامت ہے۔ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔ آپ کو فکر کرنی چاہیے اور پھر بعض لوگ جو غافل ہیں' اب دیکھو جو داڑھی منڈاتا ہے' اس گناہ بے لذت کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ مفت کا مجرم ٹھہرا۔ آپ دیانت داری سے بتائیں آپ کا دل کیا کہتا ہے کہ داڑھی رکھنا مسلمان کی نشانی ہے' اسلامی شعار میں یہ چیز شامل ہے تو وہ کیوں نہیں رکھتا؟ یہی ہے کہ آخرت کا ڈر نہیں' ورنہ دیکھو' معمولی معمولی غلطیوں سے تائب کیوں نہ ہوں۔ سب لوگ جب میدان محشر میں جمع ہوں گے' حساب کتاب شروع نہیں ہوگا' نیک بھی ہوں گے اور بد بھی' تپش اور گرمی اتنی ہوگی کہ اپنے اعمال کے تحت کوئی اپنے پسینے میں پاؤں تک ڈوبا ہوا ہوگا' کوئی کمر تک' کسی کا کچھ حال ہوگا اور کسی کا

کچھ۔ بہت بری حالت میں ایک گروپ تیار ہوگا' ایک وفد بنے گا۔ وہ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ آپ ہم سب کے ابا ہیں' ہم بڑی مصیبت میں ہیں اور اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ آپ اللہ کے بڑے پیارے ہیں' اللہ سے کہیں کہ فیصلہ کرے' جنت میں جانے والے جنت میں جائیں اور دوزخ میں جانے والے دوزخ میں جائیں۔ ہماری جان چھوٹے' یہ کام پورا ہو جائے' آدم علیہ السلام کہیں گے۔ بھئی! ٹھیک ہے' میں تمھارا باپ ہوں' لیکن کیا کروں؟ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اللہ نے مجھ سے کہا تھا: ﴿ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾ [2:البقرة:35] اس درخت کا پھل نہ کھانا۔ میں کھا بیٹھا' مجھے ڈر لگتا ہے' اب آپ دیانتداری سے بتائیں۔ داڑھی منڈانا بڑا ہے یا وہ زیادہ بڑا گناہ تھا جو آدم علیہ السلام نے کر لیا؟ آدم علیہ السلام ڈر کے مارے' اللہ کے پاس نہیں جا رہے کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے معاف بھی کر دیا تھا۔ کیونکہ آپ نے یہ دعا مانگی تھی ﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا ﴾ اللہ مجھ سے بھی اور میری بیوی سے بھی غلطی ہو گئی۔ ﴿ وَ إِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا ﴾ اگر تو نے ہمیں بخش نہ دیا' ہم پر رحم نہ کیا ﴿ لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [7الاعراف:23] تو ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ﴿فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ [2:البقرة:37] اللہ مہربان ہو گیا۔ لیکن دل میں ابھی داغ موجود ہے' شرم کے مارے ابھی اللہ کے سامنے نہیں جاتے۔ فرمایا: مجھے اللہ کے پاس جانے سے ڈر لگتا ہے' یہ وقت بڑا سخت ہے' اللہ کہیں ڈانٹ نہ دے' اس لیے میں نہیں جا سکتا۔ تم آدم ثانی (نوح علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ۔ اب وہ وفد نوح علیہ السلام کے پاس جائے گا کہ آپ اللہ سے کہیں کہ حساب کتاب کرے' حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سال اللہ کے دین کی خاطر قوم سے پتھر کھائے۔ کتنی بڑی محنت ہے؟ اور قرآن کہتا ہے' ﴿ فَلَبِثَ فِيْهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ﴾ [29:العنكبوت:14] ساڑھے نو سو سال اپنی قوم میں

رہ کر وعظ کرتے رہے۔ اور پتھر پر پتھر مارتے اور مذاق کرتے تھے۔ نوح علیہ السلام کہیں گے کہ سب باتیں ٹھیک ہیں۔ لیکن میں نے اپنے بیٹے کے لیے' اللہ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ! ہائے میرا بیٹا ڈوب رہا ہے۔ اللہ! فضل کر۔ اللہ نے مجھے ڈانٹ دیا تھا۔ مجھے ڈر لگتا ہے' میں نہیں جا سکتا۔ اندازہ کریں! جن کو یہ احساس ہے کہ یہ گناہ ہے' یہ غلطی ہے ان کا یہ حال ہے۔ اب آپ سوچیں! نوح علیہ السلام کا وہ معاملہ بڑا ہے یا جو آپ دندنا کر روزانہ شیو کرتے ہیں۔ شیشے کے سامنے بیٹھ کر' پینترے بدل بدل کر' اس لیے کہ لوگ مجھے مولوی نہ کہیں۔ داڑھی میجر نہ کہیں' مجھے فلاں نہ کہیں۔ اور آپ کو پھر بھی فکر نہیں کہ میری آخرت برباد ہو رہی ہے۔ دیکھیے! گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو' بار بار کرنے سے بہت بڑا بن جاتا ہے۔ حتیٰ کہ کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس۔۔۔! پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف گائیڈ کر دیں گے کہ ادھر چلے جاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ مجھے ڈر لگتا ہے اس لیے کہ میں اپنی بیوی کو بہن کہہ بیٹھا تھا۔ جب بادشاہ نے میری بیوی کو پکڑ لیا' اور مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے یہ کہہ دیا کہ یہ میری بہن ہے۔ اس لیے کہ میری جان بچ جائے' مجھے ڈر لگتا ہے' میں اللہ کے پاس نہیں جا سکتا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی ڈریں گے' کہ ایک دفعہ ایک قبطی آدمی ظلم کر رہا تھا میں نے اس کے مکا مار دیا' وہ وہیں مر گیا تھا۔ میں یہ کام کر بیٹھا' مجھے بھی ڈر لگتا ہے' میں اللہ کے پاس نہیں جاتا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ڈریں گے کہ میری قوم نے مجھے خدا بنا دیا تھا' وہ مجھے اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے' اسی وجہ سے شرم آتی ہے۔ میں اللہ کے پاس اسی وجہ سے نہیں جا سکتا۔ (متفق علیه' مشکوۃ کتاب القیامة و الجنة و النار' باب الحوض و الشفاعة عن انس رضی اللہ عنہ' فصل اول) تو اندازہ کر لیں کہ جس کے دل میں ایمان ہوتا ہے' آخرت کی فکر ہوتی ہے' وہ ہماری طرح سے نڈر نہیں ہوتا۔ یہ میں بھی تسلیم کرتا ہوں' قرآن و حدیث اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ انسان آخر انسان ہے' غلطی اس سے ہو ہی جاتی ہے۔ گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ اس

سے زنا بھی ہو جاتا ہے' چھوٹے بڑے اور گناہ بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو مسلمان ہو گا' مومن ہو گا' گناہ بار بار کبھی نہیں کرے گا۔ اب مجھے حیرانی ہوتی ہے یہ اہل حدیث اور ہمیشہ داڑھی صاف۔۔۔ یہ نمازی اور داڑھی ہمیشہ صاف۔۔۔ یا تو اس میں ایمان نہیں' اس کو اللہ سے ڈر نہیں لگتا۔ یا اس کو برائی نہیں سمجھتا۔۔۔ حدیث میں دیکھ لیں' براز کا حال یہ ہے' ایران کا آدمی آیا اور اس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے منہ ہی پھیر لیا' اس کی شکل دیکھنا پسند نہ کی (تاریخ ابن جریر ص 90-91' تاریخ البدایہ والنھایہ ج 4 ص 270) اتنی بری چیز۔۔۔ اس کے باوجود جو جہاں لگا ہوا ہے وہ وہیں فٹ ہے۔ میرے بھائیو! جس کو آخرت کی فکر ہوتی ہے' اس کو گناہوں کا بہت ڈر ہوتا ہے۔ اپنی آخرت کی فکر کرو۔ نہ بیوی کی اتنی فکر کرو' نہ اپنے بچوں کی اتنی فکر کرو۔ کوئی پتہ نہیں کہ کب موت آ جائے۔ موت ہر چیز سے قریب ہے۔ اولاد سے' ماں سے' باپ سے' اپنے ہاتھ سے' اپنے جسم سے' ہر چیز سے۔۔۔ موت جو ہے وہ ہر چیز سے قریب ہے۔ پتہ نہیں کہ کب آ جائے۔ اس لیے آپ ضرور فکر کریں کہ میری آخرت جو ہے وہ برباد نہ ہو۔ مجھ سے کوئی گناہ ہو جائے تو میں فوراً توبہ کروں اور جس کو ایک دفعہ کر بیٹھوں اس کو پھر نہ کروں۔ اس سے پرہیز کروں۔ کہ کہیں اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔۔۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ ثانی

س: کیا ہمارے نبی ﷺ کا جنازہ ہوا تھا' اگر ہوا تھا تو کس صحابی نے پڑھایا تھا؟

ج: رسول اللہ ﷺ کا جنازہ نہیں ہوا' جیسے ہمارے جنازے ہوتے ہیں۔ ایک آدمی آگے ہوتا ہے اور باقی آدمی صفیں باندھ کر پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا جنازہ ایسے نہیں ہوا تھا۔ آپ کی میت آپ کے حجرہ میں تھی اور دس دس کی ٹولیاں آتی تھیں اور درود پڑھ کر چلی جاتی تھیں۔ اس طرح سے ایک رات گزر گئی اور دن بھی گزر گیا۔ کچھ حصہ اور اس طرح لوگ آ کر درود پڑھ کر چلے جاتے تھے۔ بلکہ یہ اقرار بھی کرتے تھے یا اللہ! تو نے محمد

ﷺ کو پیغام دیا انھوں نے وہ ہم تک پہنچادیا۔ اور اس طرح وہ تصدیق بھی کرتے جاتے تھے۔ یہ اس طرح سے ہوا ہے' یہ ایسے ہوا ہے۔ (الرحیق المختوم ص :755) آپ ﷺ کا جنازہ اس لیے نہیں ہوا کہ آپ کا کوئی امام نہیں ہو سکتا' نہ زندگی میں نہ زندگی کے بعد۔ جس طرح ہماری نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے ایسے نہیں ہوئی۔۔۔

س: اگر ایک نماز قضا ہو جائے تو دوسری کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟ یعنی فجر ظہر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟

ج: نمازوں کے بارے میں یہ مسئلہ سن لیں کہ اکثر لوگوں کو سفر بھی کرنا پڑتا ہے' تو ان کی جب نماز قضا ہو جائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ جونہی اسے موقع ملے تو وہ فوراً اسے پڑھ لے۔ مثلاً اگر سو گیا' سورج نکل آیا' جب آنکھ کھلے گی تو وہی اس کا وقت ہوگا۔ صرف یہ دیکھنا ہوگا کہ سورج تو نہیں نکل رہا۔ جب سورج پورا باہر نکل آئے تو پھر پڑھے۔ ایسے ہی سورج بالکل سر پر ہو تو اس وقت بھی نہ پڑھے۔ سورج جب ڈھل' یعنی پانچ چھ منٹ انتظار کر لے' ظہر پڑھے' اس طرح سے سورج غروب ہو رہا ہو' تو ابتدا نہ کرے' جونہی غروب ہو جائے' تو وہ نماز پڑھ لے اور پھر قضا کی صورت یہ ہونی چاہیے اگر آدمی سفر میں ہو' تو یہ سہولت بھی ہے۔ اور اس کو اجازت ہے کہ آدمی ظہر اور عصر کو جمع کر لے۔ مغرب اور عشاء کو جمع کر لے۔ اور فجر اکیلی پڑھے۔ مثلاً آپ کو سفر درپیش ہو گیا' گیارہ بجے آپ کی گاڑی کو روانہ ہونا ہے' تو آپ سفر شروع کر دیں۔ ابھی ظہر کا وقت نہیں ہے' آپ جہاں پہنچ جائیں وہاں اگر عصر کا وقت ہو جائے' تو عصر کے ساتھ ظہر ملا کر پڑھ لیں۔ اور اگر آپ نے دو اڑھائی بجے کہیں جانا ہو تو ایک بجے ظہر کا وقت شروع ہے' ظہر کے ساتھ ہی عصر پڑھ لیں پھر اپنے سفر کو جاری رکھیں۔ یہ جمع تقدیم اور پہلی صورت جمع تاخیر کی ہے۔ یہ نبی ﷺ کا طریقہ ہے کہ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ جب آپ سفر میں ہوتے تو نمازوں کو جمع کر لیتے۔ مغرب عشاء کے ساتھ اور ظہر کو عصر کے ساتھ۔ اور اس کے علاوہ کوئی مجبوری کی اور صورت ہو جائے تو۔ (رواہ البخاری' مشکوۃ کتا ب الصلوۃ باب الصلوۃ

السفر عن ابی عباسؓ) جیسا کہ جنگ خندق میں حضور ﷺ ایسے مصروف ہوئے' جنگ میں خندق کھدوا رہے ہیں' ادھر کافروں کا خطرہ ہے' کوئی ادھر سے پڑھ رہا ہے' کوئی ادھر پڑھ رہا ہے ادھر جو اندر یہودی جمع تھے' انھوں نے غداری کر دی۔ آپ کی ظہر رہ گئی' عصر رہ گئی' مغرب رہ گئی' عشاء کے وقت آپ نے یہ ساری نمازیں پڑھیں۔ سنتیں نہیں پڑھی جاتیں۔ جب ایک نماز رہ جائے تو سنتیں نہیں پڑھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دعا بھی ﴿مَلَأَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَ قُبُورَهُمْ نَارًا﴾ اللہ ان کافروں کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔ انھوں نے ہمیں ایسا الجھایا کہ میری نمازیں جو ہیں وہ وقت پر ادا نہ ہوئیں۔ (صحيح البخاری' كتاب المغازی' باب غزوة الخندق عن علیؓ) اور یہ جو تبلیغی جماعت والے ہیں' یہ کتنا تکلف کرتے ہیں' دیکھو! اللہ سفر میں روزے چھوڑنے کی اجازت دیتا ہے' خصوصاً اگر تکلیف ہو' تو روزہ رکھنا منع ہے۔ اگر تکلیف نہ ہو' آپ روزہ نباہ سکیں اور سمجھیں کہ پھر بعد میں رکھنا مشکل ہو گا تو آپ روزہ رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر تکلیف کا ڈر ہو' گرمیوں کا سفر ہو اور تکلیف کے بڑھ جانے کا خدشہ ہو تو روزہ رکھنا گناہ ہے۔ ایک آدمی' گرمی کا موسم تھا' بے ہوش ہو گیا' لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے' آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگ اس کے گرد کیوں جمع ہو گئے ہیں۔ فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ یہ روزے دار ہے جو بے ہوش ہو چکا ہے۔ فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی ہے؟ (بخاری شریف' مشکوۃ' کتاب الصوم' باب صوم المسافر عن جابرؓ) اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہا ہے' یہ کوئی نیکی ہے؟ اسی طرح سے نماز کا معاملہ ہے۔ کیا اللہ کے رسول ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نماز کی زیادہ فکر ہو سکتی ہے؟ آپ نمازوں کو جمع کر لیتے تھے۔ یہ ہماری تبلیغی جماعت ہے۔ گاڑی میں ہی باتیں شروع ہو گئیں۔ کبھی ڈرائیور سے کہیں گے کہ روک لے۔ یہ سب تکلفات ہیں۔ خواہ مخواہ اپنے گلے میں مصیبت ڈالنے والی بات ہے۔ جب نبی ﷺ رخصت دے رہے ہیں' اپنا عمل کر کے دکھا رہے ہیں' تو

زیادہ نمازی بنتا، زیادہ پکا بنتا یہ کوئی اچھی بات ہے؟ خواہ مخواہ اپنے آپ کو تکلیفوں میں ڈالتے ہیں۔ اور بدعتیوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ کہ سنتیں ان سے رہ جاتی ہیں اور بدعتیں ان سے چلتی ہیں۔ اسی طرح، تبلیغی جماعت والے نیکیاں اکٹھی کرتے ہیں، ساری سواریوں کو اٹھا دیتے ہیں، وہیں اذانیں دیتے ہیں۔ خواہ کچھ ہو سکے یا نہ، ڈرائیور سے کہیں گے کہ روکو۔ اگر نہ روکے تو کہیں گے دیکھو جی! یہ کافر، یہ بے ایمان ہمیں نماز نہیں پڑھنے دیتا۔ تو یہ تکلفات ہیں، اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ دین آسان ہے۔ وَ لَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنُ اَحَدٌ جو بھی دین سے جنگ کرے گا وہ ہار جائے گا۔ جہاں اللہ تعالیٰ آسانی دے۔ (رواہ البخاری، مشکوۃ، کتاب الصلوۃ، باب القصد عصر، فی العمل، فصل اول عن ابی هریرہؓ) ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ﴾[2:البقرۃ:185] اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے۔ تمہیں تنگ نہیں کرنا چاہتا۔ جہاں رسول اللہ ﷺ اجازت دیں، تو آدمی اس سے کیوں فائدہ نہ اٹھائے۔ پھر اس کے ہوتے ہوئے، مصیبت اور تنگی میں پڑنا کوئی عقلمندی کی بات نہیں۔ یہ بے وقوفی کی بات ہے۔

ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان۔۔۔۔

خطبہ نمبر26

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ وَ كُلَّ ضَلاَلَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾[37:الصّٰفّٰت:102]

میرے مسلمان بھائیو! یہ عید الاضحیٰ ہے' بعض پڑھے لکھے لوگ اس کو عید الضحیٰ کہہ دیتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے' اس کا نام عید الاضحیٰ یا عید الضحایا ہے۔ یہ قربانی کی عید ہے۔ قربانی کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: هٰذِهٖ سُنَّتُ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (رواہ احمد' ابن خبان مشکوۃ کتاب الصلوۃ' باب فی الاضحیۃ عن زید بن ارقم رض فصل ثالث) عرب جو تھے' مکے کے لوگ' ان سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اب ابراہیم علیہ السلام

کی سنت تو یہ تھی کہ انھوں نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیا' ان کے گلے پر چھری چلائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس میں کچھ ترمیم کر کے' ہمارے لیے یہ سنت بنادیا۔ کہ آپ جانوروں کے گلے پر چھری چلائیں۔ خواب میں دکھایا کہ میں اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہا ہوں۔ اپنے بیٹے سے خواب بیان کیا' ﴿اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی﴾ اے بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو بتا تیری رائے کیا ہے؟ دونوں کا یہ امتحان تھا۔ اسماعیل علیہ السلام سنبھلے ہوئے جوان تھے اور ابراہیم علیہ السلام بوڑھے تھے تو بیٹے نے کہا ﴿یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ اے ابا جان! جو حکم ملا ہے اس کو پورا کریں' نبی کا خواب وحی ہوتی ہے' اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: ابا جان! جو حکم آپ کو ملا ہے' اس کو کر پورا کر دیجیے۔ اگر آپ نے مجھے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہے کہ میں ذبح ہو رہا ہوں تو آپ یہ کام کر ڈالیے۔ ﴿سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ اگر اللہ نے چاہا تو آپ دیکھیں گے کہ میں بالکل صبر کروں گا۔' جزع فزع کا اظہار نہیں کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بیٹے کو لٹا لیا۔ ﴿فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا﴾ جب دونوں مسلمان ہو گئے' اور مسلمان کوئی کب ہوتا ہے؟ جب اللہ کا حکم مان لے۔ اور جب نہ مانے تو گیا۔ اب دونوں تیار ہو گئے' اللہ نے کیا الفاظ استعمال کیے: ﴿فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا﴾ اگر باپ کہتا کہ ہائے میرا بیٹا! میں نہیں ذبح کرتا۔ مجھے بڑھاپے میں ملا ہے۔ اور یہ بیٹا کہ ابا میں یہ ظلم نہیں ہونے دوں گا' میں چھری نہیں چلانے دوں گا تو دونوں کافر ہو جاتے۔ لیکن ہوا کیا؟ دونوں تیار ہو گئے۔ اللہ نے بھی کیسے پیارے الفاظ استعمال کیے تاکہ لوگوں کو اسلام کے معنی کا پتہ چل جائے۔ چلے آرہے تھے۔ دونوں مسلمان تھے' باپ نبی۔۔۔ بیٹا نبی ہونے والا۔۔۔ دونوں مسلمان۔۔۔ اب امتحان آرہا ہے۔ اللہ ایک حکم دے رہا ہے' اگر وہ حکم مان لیں تو وہ مسلمان اور اگر انکار کر دیں تو پچھلا اسلام بھی گیا۔ اور

آگے کے لیے بھی نام خارج ہو گیا۔ ﴿فَلَمَّا اَسۡلَمَا﴾ جب وہ اللہ کا حکم ماننے کے لیے تیار ہو گئے۔ ﴿وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ﴾ اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا لیا اور چھری پھیر دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے آواز دی۔ ﴿قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا﴾ تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ اب یہ ہمارا فضل ہے' تو اپنی آنکھوں سے پٹی کھول اور دیکھ کیا ہوا ہے؟ چنانچہ وہ دیکھتے ہیں' ﴿وَ فَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ﴾ [37:الصفت 102-107]

: کیا دیکھتے ہیں ایک دنبہ ذبح کیا ہوا آگے پڑا ہے۔ بیٹے کو ایک طرف کر دیا اور پتہ بھی نہیں لگا۔ چھری چلانے والے بیٹے پر چھری چلا رہا ہے' لیکن اللہ اس کو بدل کر دنبے پر چلا رہا ہے۔ جب آنکھیں کھولی تو دیکھا کہ دنبہ ذبح ہوا پڑا ہے۔ اب ہمارے لیے سنت یہ ہو گئی۔ کہ تم جانور ہی ذبح کر دیا کرو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے مسلمان ہو۔ قربانی کرنے سے پہلے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اگر مسلمان نہیں تو پھر خواہ کچھ بھی کر لو۔ کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ چونکہ یہ جو اعمال ہیں' یہ اللہ کے ذمے ہمارا قرض ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں ہر عمل کی جزا دوں گا' اس کا بدلہ دوں گا' لیکن کس کو؟ جس سے میرا کنٹریکٹ ہوا ہے۔ میرا جس سے معاہدہ ہے۔ میرا معاہدہ مسلمان سے ہے۔ کافر سے میرا کوئی معاہدہ نہیں۔ اس کو دنیا میں ہی دے کر اس کا بدلہ چکا دوں گا۔ عزت' اقتدار' شہرت' کاروبار میں ترقی۔۔۔ دنیا میں سب کچھ دے دوں گا۔ لیکن آخرت میں ﴿اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ﴾ [3:ال عمران:77]

آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ صرف مسلمان ہیں جس سے میرا وعدہ ہے کہ تیری نماز کا تجھے اجر ملے گا' تیری قربانی کا تجھے اجر ملے گا' سو میرے بھائیو! یہ قربانی ہے۔ اس کے لیے پہلے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ آپ نے کبھی غور کیا ہے؟ اب آپ قربانی کے لیے کوئی بھی جانور خریدیں' آپ اس کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھیں گے۔ دوسروں کو بھی دکھائیں گے ۔۔۔ اس کے سینگ' اس کی چال' اس کی آنکھیں۔۔۔ کہیں لنگڑا تو نہیں۔۔۔ دم کٹا تو نہیں۔۔۔ سینگ تو نہیں ٹوٹا ہوا۔۔۔ اور کسی قسم کا کوئی عیب تو نہیں۔ جب ہر طریقے سے'

ہر طرف اطمینان سا ہو جاتا ہے تو پھر اس کو خریدا جاتا ہے۔ یہ تسلی کیوں کی جاتی ہے؟ کیونکہ وہ اللہ کو دینا ہوتا ہے۔ یہ گوشت تو فروخت نہیں کرنا' نہ اس کی کھال کو بیچنا ہے۔ خود کھاتا ہے اور مسلمانوں کو کھلاتا ہے۔ یہ کہ وہ اللہ کا مال ہے۔ اللہ مال ایسا ہی لیتا ہے جو بالکل صحیح سالم ہو۔ اللہ کہتا ہے' تو قربانی میرے لیے کرتا ہے؟ تو جانور کو دیکھ' کہ کیسا ہے؟ صحیح سالم ہے؟ میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو پورا مسلمان ہے۔ تیرا میرے ساتھ کنٹریکٹ ہے کہ اگر جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو' حالانکہ سینگ آپ کے کسی کام نہیں آئے گا۔ اس طرح کوئی اور نقص ہو' تو آپ قربانی نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ بالکل ناقص ہے۔ اور ناقص چیز اللہ قبول نہیں کرتا۔ جس طرح تو جانور کو دیکھتا ہے کہ کیسا صحیح سالم ہے۔ اسی طرح میں بھی تجھے دیکھتا ہوں' کہ تو مسلمان ہے کہ نہیں۔ جس طرح نقص دار جانور قربانی کے لائق نہیں' اسی طرح اگر تو بے نماز ہو' تیرا پیسہ حرام کا ہو' تیرا دین ایمان خراب ہو' تو آدھا' پونا' یا چوتھائی مسلمان ہو' تو تیری قربانی کیسے ہو جائے گی؟ کیا یہ ٹھکانے کی بات نہیں ہے؟ ایسی بات کو لوگ یوں ٹال دیتے ہیں کہ جی! مولویوں کا کیا اعتبار ہے؟ مولوی انتشار اور اختلاف کی باتیں کرتے ہیں۔ مولوی اپنی اپنی چلاتے ہیں۔ بتائیے یہ Common Sense کی بات ہے کہ نہیں؟ آپ کی عقل اس اصول کو تسلیم کرتی ہے کہ نہیں؟ اگر آپ کی عقل اس اصول کو تسلیم کرتی ہے کہ یہ اصول' بالکل صحیح ہے' تو پھر قربانی کرنے سے پہلے اپنے آپ کو' مسلمان کرنے کی کوشش کیا کریں۔ دیکھیے اللہ کے دین کا نظام کیسا ہے؟ اگر توحید ٹھیک نہیں' یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ اس کے لوازمات' اس کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ اس کا مفہوم اس کے عمل سے ثابت نہیں ہوتا' تو توحید برباد۔۔۔ اب اس پر جو تعمیر ہوگی' کلمے کے بعد نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ سب بے کار ہے' باطل ہے' سب بے کار' کوئی عمل قبول نہیں۔ آپ مانتے ہیں' آپ کا بچہ بی اے کا امتحان دینا چاہتا ہے' بی اے کا ایڈمیشن فارم پر کر کے داخلہ لے۔ اور اگر پہلے ایف اے نہ ہو تو رد ہو جائے گا۔ یا ایف اے کا امتحان دے' اور پہلے میٹرک نہ کیا ہو' تو آپ کی درخواست Reject ہو جائے گی۔ یہ درجہ بدرجہ ہے۔ پہلی چیز کیا ہے؟ توحید۔۔۔ توحید صحیح ہو تو پھر بات بنے گی۔ توجہ سے سن لو کہ لا الہ الا اللہ کہنے سے توحید صحیح نہیں ہو جاتی۔ توحید

شرک چھوڑنے سے صحیح ہوتی ہے۔ توحید کیسے صحیح ہوتی ہے ؟ اس وقت جب آدمی شرک سے بالکل پاک ہو جائے۔ اور اگر کوئی کہے کہ میں لا الہ الا اللہ پڑھتا ہوں۔۔۔ اور میں موحد ہو جاؤں گا۔۔۔ یہ دھوکہ ہے' فریب ہے' کتنے مسلمان ہیں جو لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں' اور علی مشکل کشا کہتے ہیں۔ مشکل کشا کے معنی مشکل حل کرنے والا۔۔۔ مشکلیں دور کرنے والا' وہ سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی لا الہ الا اللہ کے معنی ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے' تو لا الہ الا اللہ کا پڑھنا بے کار۔۔۔ توحید بالکل نہیں۔ توحید کب آئے گی ؟ جب وہ شرک سے پاک ہو جائے گا۔ جب وہ یہ جانے گا کہ اللہ کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ سارے اللہ کے محتاج ہیں اور اللہ کسی کا محتاج نہیں۔ اللہ ہر ایک کی سنتا ہے' دوسرے نہیں سن سکتے۔ زندہ ہو تو قریب کی آواز سن سکتے ہیں۔ مر جائیں تو وہ بات بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور آج کا مسلمان لا الہ الا اللہ بھی پڑھتا ہے' شرک بھی کرتا ہے۔ تو نتیجہ کیا ہے ؟ نماز' روزہ' حج' زکوۃ' اور قربانی' سب برباد ہو گیا۔۔۔ توحید صحیح ہو جائے' تو پھر اگلا عمل کیا ہے ؟ پھر نماز کا مسئلہ آئے گا۔ اور جب نماز صحیح ہو جائے تو پھر زکوۃ کا مسئلہ آئے گا۔ قربانی فرضوں میں شامل نہیں ہے۔ نماز فرض ہے' زکوۃ فرض ہے' روزہ فرض ہے' حج فرض ہے' جب تک یہ تسلسل قائم نہ ہو' پہلے توحید' پھر نماز اس وقت تک کام صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا: معاذ! ان کو پہلے لا الہ الا اللہ کی تعلیم دینا۔ اگر وہ لا الہ الا اللہ کو تسلیم کر لیں تو پھر ان کو بتانا کہ تم پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اور اگر وہ نماز کو قبول کر لیں' تو پھر ان کو زکوۃ کے بارے میں کہنا۔ (صحیح البخاری ' کتاب الزکوۃ ' باب لا تاخذ کرائم اموال الناس فی الصدقۃ) سو میرے بھائیو! یہ ایمان کا تسلسل ہے' یہ اسلام کی درجہ بندی ہے۔ کہ سب سے پہلے توحید' پھر نماز' پھر اس کے بعد کوئی اور عمل ہے۔ مؤطا امام مالک اور ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ بندے کا نامہ اعمال جب اللہ کے سامنے پیش ہو گا' تو سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر وہ نماز میں پاس ہو گیا تو پھر دوسری چیزیں دیکھی جائیں گی۔ توجہ سے سن لیں اگر وہ نماز میں پاس ہو جائے گا

تو پھر خدا اس کے باقی اعمال دیکھے گا۔ اس کا روزہ' اس کا حج' اس کی زکوٰۃ' اس کی قربانی' اور اس کے دیگر اعمال۔ اگر وہ نماز میں فیل ہو گیا تو سب کچھ Cancel سب پر لائن پھیر دی جائے گی۔ خط تنسیخ کھینچ دیا جائے گا۔ یہ فیل ہے۔ اب دیکھیے نا Chemistry ایک لازمی مضمون ہے' اس میں اگر آدمی فیل ہو جاتا ہے جو کہ ایک لازمی مضمون ہے تو اب وہ سب میں فیل ہوا۔ کسی عمل کو دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ (جامع ترمذی' ابواب الصلوۃ' باب ما جاء اول ما یحاسب به العبد) مسلمانوں کو برباد کیا ہے۔ اس خوش فہمی نے کہ سب کلمہ گو مسلمان ہوتے ہیں۔ میرے بھائیو! اسلام مذاق نہیں ہے۔ توجہ سے سن لیجیے گا۔ جو باتیں میں آپ سے عرض کر رہا ہوں' وہ سمجھیے۔ قربانی کے جانور کو کیوں دیکھا جاتا ہے۔ کیوں اسے اتنی گہری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے کہ مسلمان سمجھ جائے کہ خدا بھی مسلمان کو ایسے ہی دیکھتا ہے۔ جب میرے عمل کی مارکنگ ہو گی' میرے اعمال کے نمبر لگیں گے' میرے اجر' بدلے کا جزا و سزا کا سوال پیدا ہو گا تو خدا مجھے دیکھے گا کہ یہ کون ہے؟ اس کے میرے ساتھ کیا تعلقات ہیں- میرے بھائیو! اسلام اللہ اور بندے کی دوستی کا نام ہے- اللہ ہماری کوئی چیز کب قبول کرتا ہے؟ جب اللہ ہمیں دوست سمجھے۔ اگر ہم اللہ کے دوست نہ ہوں تو اللہ ہمارا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ وہ سب کو Reject کر دیتا ہے۔ جیسے بھائی سے بہن ناراض ہو' بہن کے بیٹے کی شادی ہو' آپ اس کو تحفہ بھیجیں' پیسے بھیجیں' اور خود نہ جائیں۔ تو وہ کیا کرتی ہے؟ وہ تحفے واپس کر دیتی ہے' پیسے واپس کر دیتی ہے کہ جب تو نے میرے گھر ہی نہیں آنا تو میں تیرے پیسوں کی بھوکی ہوں' تیرے تحفے کی مجھے کوئی قدر نہیں۔ وہ اس کے تحائف کو واپس کر دیتی ہے۔ ایسے ہی اللہ دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ [2:البقرة:27] اللہ مومنوں کا دوست ہے۔ ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾ اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا۔

میرے بھائیو! یہ عید کا موقع ہے۔ سال میں ایسے دو ہی مواقع آتے ہیں۔ آپ کو

کم ہی فرصت ہوتی کہ ہمارے پاس آئیں اور دین سیکھیں اور سمجھیں۔ میرے بھائیو! خوب سن لو۔ دین اب تقریباً اٹھ چکا ہے۔ مولوی لوگ دین نہیں سمجھاتے' دین نہیں سکھاتے' کیا کرتے ہیں؟ لوگوں کو خوش کرتے ہیں۔ اس پر تنخواہیں لیتے ہیں۔ اگر مولوی صحیح ہوتے' دین صحیح طریقے سے سمجھاتے' تو آج کا مسلمان اس مغالطے میں کبھی نہ ہوتا کہ سبھی مسلمان ہیں۔ ارے کالج میں دو سو لڑکا پڑھتا ہے کبھی کسی کے منہ سے یہ سنا کہ جی! سب پاس ہیں۔ پاس کب ہوں گے؟ جب امتحان ہوگا اور امتحان میں نمبر پورے لیں گے' اس لیے کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ سب پاس ہیں۔ لیکن ادھر مسلمانوں کو بغیر امتحان کے کہتے ہیں کہ سب پاس ہیں۔ سارے مسلمان ہیں۔ اور پھر دیکھا کہ پٹائی کیسے ہو رہی ہے؟ دیکھ لو' پولیس پھر رہی ہے' بموں کا ڈر ہے۔ یہ اللہ کا عذاب ہے' اور اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے' جب انسان میرا نافرمان اور دھوکہ دینے والا ہو جائے تو پھر کیا ہوتا ہے؟ ﴿ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴾[النحل:16: 112] میں ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیتا ہوں۔ کبھی ان کی جان کو سکون ہوتا ہی نہیں۔ یا فاقے کا ڈر' یا خوف' ہائے بم آیا' ہائے یہ ہوا؟ دیکھ لو پولیس کے لاکھوں سپاہی ہیں' لاکھوں ہی فوج کے سپاہی ہیں۔ صدر موجود ہے' پرائم منسٹر موجود ہے' لیکن احساس کیا ہے؟ ہائے! دہشت گردی۔۔۔ حکومت ہوتے ہوئے پتہ نہیں کیا ہو جائے گا' یہ اللہ کا عذاب ہے' یہ کیوں ہے؟ کوئی سبب ہوتا ہے۔ بسا اوقات سبب نظر نہیں آتا۔ جیسے کسی نے گڑھا کھود دیا ہو' کسی نے راستے میں کنواں کھود رکھا ہو' اب یہ پتہ نہیں کہ یہ کام کس کا ہے؟ یہ ہلاکت کا سبب ہے۔ پتہ کب لگے گا؟ جب کوئی کسی کو دھکا دے کر اس میں پھینک دے گا۔ دھکا دینا ہلاکت کی علت ہے۔ ہماری یہ جو حالت ہے' یہ ایک قسم کا عذاب ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ ہمارے گناہ ۔۔۔ اس کی علت کیا ہے؟ ۔۔۔ یہ جو سامنے نظر آ رہا ہے' روس خلاف ہے' افغان مہاجرین آ گئے ہیں۔ فلاں یوں کرتا ہے' پیپلز پارٹی یوں چاہتی ہے۔ ایم آر ڈی یہ چاہتی ہے۔ یہ ظاہری اسباب ہیں۔ اصل سبب یہ ہے کہ اللہ ہم سے ناراض ہے۔ وہ ہم کو عذاب دینا

چاہتا ہے۔ وہ کسی اور کے ہاتھ سے بھی عذاب دے سکتا ہے۔ میں یہ بات عرض کر رہا تھا۔ اس کو توجہ سے سنیں۔ قربانی آپ کی کب قبول ہو گی؟ اس وقت جب جانور صحیح ہو۔ صرف یہی نہیں' قربانی آپ کی اس وقت قبول ہو گی جب آپ صحیح مسلمان بن جائیں گے۔ اور اللہ کے حکموں کو مان لیں گے۔ اور اگر وہ ایسا مسلمان ہو کہ جو دل کو اچھا لگے' وہ مان لوں گا باقی نہیں مانوں گا۔ وہ تو پھر کافر ہو گیا۔ اب آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ ہم مسلمان ہیں کہ کافر ہیں۔ میرے خیال میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو یہ کہے کہ میں نے طے کر رکھا ہے کہ اللہ کا جو حکم آئے گا میں اسی کو مانوں گا۔ اگر ہم ایسے ہو جائیں' تو پھر ہم رنگ برنگے نہیں ہو سکتے۔ کوئی انگریز سے ملتا ہے' کوئی ہندو سے ملتا ہے' کوئی سکھوں سے ملتا ہے' اسلامی رنگ شاید ہی کسی پر ہو۔ اور اسلام کا ایک ہی رنگ ہے۔ ﴿صِبْغَةُ اللّٰهِ﴾ [البقرة :2: 138] اللہ کا ایک ہی رنگ ہے۔ لیکن آج کا مسلمان کئی رنگوں والا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آج کا مسلمان اصل میں مسلمان نہیں۔ وہ اسلام کو سمجھا ہی نہیں۔ اور یہ قربانیاں۔۔۔ آپ سوچیں قربانی کیا چیز ہے؟ جانور ذبح کرنا۔ قربانی کے دنوں میں قربانی کے جانور اکثر مہنگے ہو جاتے ہیں اور ہم گلے شکوے شروع کر دیتے ہیں' اور چیختے ہیں کہ ہائے اللہ مر گئے۔ اتنی مہنگائی! اور مہنگے مہنگے جانور بھی ہم قربان کر دیتے ہیں۔

میرے بھائیو! اسلام کوئی رسمی چیز نہیں ہے' کوئی خاندانی چیز نہیں ہے۔ اسلام محنت سے آتا ہے۔ اسلام کمانے سے آتا ہے۔ پورے کے پورے مسلمان ہو جاؤ۔ جس طرح قربانی کے جانور کا ہر لحاظ سے پورا اور صحیح سالم ہونا ضروری ہے اس طرح آپ کا پورے کا پورا مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔ ایسے آپ تب بنیں گے جب اپنی طرف سے کوئی غلطی' کوتاہی نہ کریں۔ گناہوں کو اپنی عادت نہ بنائیں۔ یہ مجرموں کا کام ہے۔ یہ دوست کا کام نہیں۔ میرے دوستو بات غلط ہے کہ صحیح ہے؟ یہ اپنے بیٹوں پر آزمائیں۔ بیٹا ایمان کے جانچنے کا بہترین معیار ہے۔ آپ اپنے بیٹے کو کوئی بات کہا کریں ۔ پھر بیٹا انکار کرے' اس کے انکار کی نوعیت کیسی ہے؟ آپ کو غصہ کب آتا ہے؟ آپ کا دل کب ٹوٹتا ہے؟ آؤ میں آپ کو

سمجھاتا ہوں۔۔۔ آپ بیٹے کو کوئی کام کہتے ہیں۔ بعض کاموں میں بیٹا سستی کر جاتا ہے' اور آپ اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بعض کاموں میں آپ ناراض ہو جاتے ہیں' اور بعض کاموں میں آپ بیٹے کو گھر سے بھی نکال دیتے ہیں۔ اسی طرح سے اللہ کے احکامات ہیں۔ اللہ کے حکموں کو ٹالنا بالکل ایسے ہی ہے۔ جیسے آپ کا بیٹا آپ کے حکموں کو ٹالتا ہے۔ اور مسلسل اگر وہ نافرمان ہے اور آپ کی بات مانتا ہی نہیں تو آپ اس کو اپنے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ اس مثال سے آپ اندازہ لگائیں کہ اللہ مجھ سے ناراض ہے یا راضی ہے اگر ناراض ہے تو کس قدر اور اگر راضی ہے تو کس قدر۔ میرے بھائیو! ہم مسلمان ہیں۔ میں آپ کو جانور کی مثال بار بار اس لیے دیتا ہوں کہ یہ معیار ہے۔ سینگ پورے کان صحیح' آنکھیں صحیح' ٹانگیں صحیح' کوئی اس کے اندر نقص نہ ہو۔ اگر اس کی ایک ٹانگ نہ ہو تو اس کی قربانی ہو جائے گی؟ نہیں ہو گی۔ اللہ ادھوری چیز نہیں لیتا۔ اسی طرح اگر آپ کا اسلام' لنگڑا لولا ہو یا کوئی اور عیب ہو تو کیا اللہ قبول کر لے گا؟۔۔۔ یہ الگ بات ہے کہ بکرے کا قد چھوٹا ہے یا بڑا۔۔۔ اگر وہ شرطیں پوری کرے گا تو اللہ قبول کر لے گا اور اگر وہ شرائط ہی پوری نہ کرے تو اللہ کبھی قبول نہیں کرتا۔ اب آپ کے اعمال بہت اعلیٰ ہیں یا درمیانی درجے کے لیکن آپ کا اسلام تو پورا ہونا چاہیے۔ اگر آپ کا اسلام ہی لنگڑا ہے تو آپ کا اسلام قبول نہیں۔ جب آپ کا اسلام قبول نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ نہ نماز' نہ روزہ' نہ حج' نہ زکوۃ نہ قربانی۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔ اول تو ہمارے اندر' کوئی ایسی خوبی ہی نہیں کہ ہم مسلمان کہلائیں۔ لیکن اگر بہت ہی تکلف کریں تو کلمہ پڑھ کر ٹوٹی پھوٹی نماز پڑھ لے گا اور رمضان شریف کے تھوڑے بہت روزے رکھ لے گا۔ یعنی عبادت کا جہاں تک تعلق ہے' پوناپونا مسلمان ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب یہ مسجد سے نکل گیا تو پھر کس کو مانے گا؟ انگریز کو' اس کے قانون کو' ہمارے جتنے مقدمات ہیں ہم مسلمانوں کے جتنے جھگڑے ہیں ہم ان کے قرآن و حدیث سے فیصلے نہیں کرتے۔ آپ ان کو حاکم نہیں مانتے۔ بلکہ آپ انگریز کی عدالت میں جا کر ان سے کہتے ہیں کہ ہمارا فیصلہ کر دے اور اللہ یہ کہتا ہے کہ جو میرے اسلام کو حاکم نہیں بناتا مجھے حاکم نہیں بناتا۔ جو قرآن و حدیث کو حکومت کا درجہ نہیں دیتا وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ بس قصہ ختم۔۔۔ میرے بھائیو! جو لوگ کفر کی عدالتوں

سے 'انگریزی قوانین کے تحت فیصلے کرواتے ہیں میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ان کا قرآن و حدیث پر ایمان نہیں ہے۔ان کی کوئی قربانی قبول نہیں۔ سورہ نساء دیکھ لو' سورہ المائدہ دیکھ لو﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [5:المائدہ :44]۔۔۔﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾[5:المائدہ:45] ﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [5:المائدہ :47] جو میرے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے' وہ کافر بھی ہیں' ظالم بھی ہیں اور فاسق بھی ہیں۔ ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴾ [4:النساء:61] اگر وہ قرآن وحدیث سے فیصلہ نہیں کرواتا تو وہ منافق ہے' مسلمان نہیں۔ میرے بھائیو! آپ کہیں گے کہ پڑھنے تو ہم عید آئے تھے' مسئلے تو ہم کو قربانی کے سنانے چاہئیں تھے مگر سنانے کچھ اور ہی لگ گئے۔

کون ہے جو قربانی کے مسئلے نہیں جانتا۔ ہم سب مسئلے جانتے ہیں۔ لیکن مسلمان نہیں ہیں۔ اس لیے میرا زیادہ زور عید کا خطبہ ہو یا جمعہ کا ہو اس پر ہوتا ہے کہ ہم اپنی بنیاد کو مضبوط کریں۔ جس سے ہمارے اعمال قبول ہوں' عقل سے سوچیے کہ اللہ ہمارے عملوں کو قبول نہیں کرتا۔ اتنے ہاتھ اٹھے ہوئے اللہ کو پسند ہوں تو کبھی یہ حالت ہو ؟ ارے کون سمجھائے ؟ آپ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ اللہ ہمارے حجوں کو قبول نہیں کرتا۔ آپ ہزاروں روپیہ حج پر برباد کرتے ہیں۔ میرے بھائیو! پہلے مسلمان ہو۔ پھر حج کرو' پھر قربانی کرو۔ پھر نمازی ہو' پھر زکوۃ دو۔ قرآن مجید کی یہ آیت۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔﴿ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾[5:المائدہ :27] دو بھائی قربانی پیش کرتے ہیں' ایک کی قربانی اللہ قبول کر لیتا ہے اور ایک کی Reject کر دیتا ہے۔ اب ان میں سے جس کی قربانی رد

کر دی جاتی ہے اس کو غصہ آجاتا ہے۔ ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ اللہ نے کیا سنایا۔ اللہ ہر ایک کی قربانی قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی قربانی ہی قبول کرتا ہے جس کے دل میں اس کا خوف ہوتا ہے۔ میرے بھائیو! آپ کو یہ مسئلے بڑے کڑوے نظر آئیں گے۔ قربانی پر یہ پیسہ ضائع نہ کرو۔ پہلے اپنے دل کو دیکھ لو۔ اپنے ایمان کو دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے: ﴿لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَ لَا دِمَاؤُهَا﴾ [22:الحج :37] اے قربانی کرنے والو! اس کا گوشت میرے پاس نہیں آئے گا۔ یہ جو پانچ ہزار کا بکرا لے کر ذبح کرتا ہے، اور یہ جو گائے ہے۔۔۔ ان کی کھالیں میرے پاس نہیں آئیں گی۔ ﴿وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ مجھے تو صرف تقویٰ پہنچتا ہے۔ اگر تیرے دل میں میری محبت ہے تو میں تیری قربانی قبول کروں گا ورنہ کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ کے لیے دین کو دین سمجھو۔ اس کو ہی اہمیت دو۔ یہ جو ماڈل ٹاؤن اے ون والے امیر لوگ ہیں، وہ تو اس کا اللہ پر احسان دھرتے ہیں کہ اے اللہ ہمارا تیرے اوپر کتنا احسان ہے کہ کبھی کبھی عید پڑھ لیتے ہیں۔ یا کبھی کبھی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ اور جو بے چارے ادھر شہروں کے غریب رہنے والے ہیں۔ وہ اللہ پر اسی طرح احسان جتلاتے ہیں کہ جو تھوڑا بہت ٹوٹا پھوٹا نام لیتے ہیں تو یہ تجھ پر کچھ کم احسان ہے؟ اور اللہ نے فرمایا: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا﴾ [49:الحجرات:17] بعض لوگ مجھ پر احسان جتلاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور اللہ ان پر یہ احسان جتلاتا ہے کہ اگر وہ ان کو تھوڑی بہت توفیق دے دے تو یہ ان کے لیے خوش قسمتی ہے۔ اللہ کے لیے ان اکڑوں کو چھوڑ دو۔ میں آپ سے دو باتیں عرض کروں گا اور پھر ختم کر دوں گا۔ اللہ نے قرآن میں یہ بات کہی ہے، ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا﴾ [28:القصص:83] جو دنیا میں بڑائی چاہتا ہے کہ میں دنیا میں بڑا بن جاؤں، لوگ مجھے

سلام کریں۔ اور لوگوں کو وہ حقیر اور گھٹیا جانتا ہے۔ فرمایا' وہ یقین کر لے وہ طے کر لے کہ وہ جنت میں کبھی نہیں جائے گا۔ یہ قرآن پاک کی آیت ہے۔ اور ایک بات جو ہماری Politics ہے' ہماری سیاست ہے' ہماری پارٹی بازی ہے' حسد ہے' شرارت ہے' دلوں میں بغض ہے۔ زندگی میں بڑے مواقع آتے ہیں جب اللہ کی طرف سے عام معافی ہوتی ہے۔ لیلۃ القدر میں عام معافی ہے' شب قدر میں عام معافی ہے' اور بہت سے مواقع ہیں جب اللہ فرشتوں کو بھیجتا ہے۔ اور جب معافی کا عام اعلان ہوتا ہے' اور فرشتوں کو خاص ہدایت کی جاتی ہے کہ جو دل میں بغض رکھنے والا ہے' دل میں اس کا بالکل نام نہ رکھنا۔ مگر ہمارے ہاں دشمنی ہی دشمنی ہے۔ ہاں دین کی دشمنی ہو تو اللہ بہت ہی خوش ہوتا ہے۔ آپ اپنی بیوی سے نماز پر لڑیں پھر اللہ آپ سے خوش ہوگا اور اسی طرح نماز نہ پڑھنے پر اپنی اولاد کو ماریں تو اللہ خوش ہوگا کہ ہاں یہ میرا سپاہی ہے۔ آپ رشتے ناطے پر لڑائی کریں' بات بات پر بغض رکھیں۔ تو ایسے شخص کو اللہ معاف نہیں کرتا بلکہ لعنت بھیجتا ہے۔ اور دوسرا جو دل میں بڑا بننا چاہتا ہے' اس میں سیاست کی بنیاد پر ہی یہ تصور ہے۔ وکیل ہے تو پیسہ کما لیا' الیکشن میں کھڑا ہو گیا' زمیندار ہے' آمدنی اچھی آنے لگی۔ الیکشن پر کھڑا ہو گیا۔ بعض کا تو اللہ علاج کرنے کے لیے ان کو الیکشن پر کھڑا کر دیتا ہے۔ کہ جو کئی سالوں کی کمائی ہے اللہ صاف کروا دیتا ہے۔ اور بعض جن کو اللہ نے زیادہ برباد کرنا ہو ان کو کامیاب کر دیتا ہے۔ اور پھر جو کامیاب ہو جاتا ہے' تو وہ سوچتا ہے کہ میں نے دس لاکھ خرچ کیا ہے' دس کروڑ نہ کماؤں تو میرا نام ہی نہیں۔ یہ مسلمان کے لچھن نہیں ہیں۔ یہ لوگ جنت میں جانے والے نہیں۔ اور یہی حال ہے جس کی وجہ سے ہم پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنتیں برستی ہیں۔ قربانی کرو تو پہلے اپنے آپ کو دیکھو' پھر جانور کو دیکھو۔ پہلے اپنے پیسے کو دیکھو کہ حلال کا ہے یا حرام کا پھر جانور کو دیکھو۔ اگر گائے میں حصہ ڈالتے ہو اس کا اگر ایک سینگ نہ ہو تو قربانی نہیں ہوتی' اور اگر ایک حصہ دار ہی ایسا ہو کہ اس کا حصہ اللہ قبول ہی نہیں کرتا' وہ حصہ ہی مردہ ہے تو کیا وہ قربانی قبول ہو جائے گی۔ گائے میں سات حصے دار ہیں' ان میں ایک بے نماز ہے' سب کی قربانی برباد۔ کیونکہ ایک حصہ ہی غائب ہو گیا۔ بے نماز کی قربانی اللہ قبول نہیں کرتا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے' جس طرح گائے کا ایک

سینگ نہ ہو' تو قربانی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر ساتواں حصہ غائب ہو جائے تو قربانی بالکل نہ ہو گی۔ اب بعض آدمی جن کو دین کی سمجھ نہ ہو' شاید ان کو جوش اور غصہ آتا ہو' لیکن میرے بھائیو! میں کیا کروں' میری بھی یہ مجبوری ہے۔ مولویوں نے جب سے لوگوں کو خوش کرنے کا مشن بنایا ہے۔ دین برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ وعظ کیا ہوتا ہے؟ یہ اپریشن ہوتا ہے۔ یہ چیر پھاڑ ہوتی ہے' مریض بے شک شور مچائے' چیخے چلائے' لیکن ڈاکٹر یا حکیم یا جراح کا کام تو یہ ہے کہ اسے اپریشن کر کے ہی چھوڑے گا تاکہ گندگی نکل جائے' صالح مادہ رہ جائے۔ جس سے وہ تندرست ہو جائے۔ اور وہ کام کا مسلمان بن جائے۔

میرے بھائیو! رسمی اسلام چھوڑ دو' صحیح مسلمان بننے کی کوشش کرو۔ وہ مسلمان ہی کیا جس کے چہرے پر داڑھی ہی نہ ہو۔ کبھی آپ دیکھیں اخباروں میں فوٹو آتے ہیں' منہ چہرہ بالکل صاف' جیسے انگریز امریکہ یا برطانیہ سے آیا ہو۔ ہمارا لیڈر ایسے ہی ہوتا ہے۔ سب ایک ہی Catagory کے معلوم ہوتے ہیں۔ ہائے اللہ! کون سمجھائے؟ آپ کو کیسے ان باتوں کا یقین آئے' دیکھ لو' سکھ ہیں' مونچھیں بھی رکھتے ہیں' داڑھی بھی رکھتے ہیں' کوئی کچھ کرتا ہے اور کوئی کچھ کرتا ہے مگر جو یونیفارم اللہ نے مسلمان کو دی ہے وہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ لیکن آج کا نقلی مسلمان' اللہ کی یونیفارم کو پسند نہیں کرتا۔ کافروں کی شکل وصورت' ان کی وضع قطع کو بہت پسند کرتا ہے۔ سو قربانی کے لیے دیر ہو رہی ہے آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ توجہ دلانا مقصود تھا۔ اللہ کرے آپ کے دل میں کوئی خیال پیدا ہو کہ یہ عید کا موقع آپ کے لیے ایک ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہو جائے۔ آپ کی طبیعتوں میں انقلاب آ جائے۔ اللہ آپ کو مسلمان ہونے کی توفیق دے۔ میرے بھائیو! قربانی کا مسئلہ تو آپ نے سن ہی لیا ہے کہ قربانی بالکل بے عیب ہونی چاہیے' صحیح سالم ہونی چاہیے۔ گائے ہو' اونٹ ہو' بکرا ہو' اگر دو دانت نہیں ہیں۔۔۔۔ بے شک آپ نے گھر پالا ہوا ہو' ایک سال' دو ماہ یا تین چار مہینے کا ہو گیا ہو' اگر اس کے دو دانت نہیں ہیں تو قربانی بالکل نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً (رواہ مسلم' مشکوۃ' کتاب الصلوۃ' باب فی

الاضحیۃ' فصل اول عن جابرؓ) دو دانت والا ہی ذبح کرو۔ ہاں اگر تنگی وقت ہو جائے' تو چھترا یا دنبہ یا ان کی مادہ ہو وہ اگر جذعہ ہو۔۔۔ ایک سال کا۔۔۔ بے شک اس کے دو دانت نہ ہو تو قربانی ہو جائے گی۔ یہ جو ہمارے حنفیوں کی وجہ سے چھ مہینے کا قول ہے یہ بالکل غلط ہے صحیح نہیں ہے۔ ایک سال کا ہونا چاہیے جسے جذعہ کہتے ہیں۔ پھر اگر گائے یا اونٹ ہے تو حصے دار تسلی کر لیں۔ اپنی دینی حالت کے بارے میں' اگر کوئی بھی قربانی قبول ہونے والی نہ ہو تو ایسے آدمی کو حصہ دار نہ بنائیں اب قربانی کے دن گنتے ہیں۔ اصل تو اول دن ہی ہے۔ دسویں تاریخ ہے' مگر اس کے بعد گیارہ' بارہ اور تیرہ تاریخ بھی قربانی کے دن ہیں۔ اس طرح قربانی کے چار دن ہو گئے۔ لیکن ثواب سب سے زیادہ پہلے دن کا ہے۔ اب مولویوں نے تیرھویں تاریخ کو بالکل ہی ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اس سنت کو زندہ کرنے کے لیے' اگر کوئی تیرھویں کو قربانی کرے' اس کو بھی ثواب کم نہیں ملے گا۔ چار دن قربانی کے ہیں۔ چاروں دن زندہ رہنے چاہئیں۔ ان چاروں دنوں میں تکبیریں کثرت سے پڑھی جاتی ہیں۔ اس لیے ان کو ایام تشریق بھی کہتے ہیں۔ صرف ان تکبیرات کو نمازوں کے بعد ہی ایک دو مرتبہ نہیں کہہ کر بس ہو جانا چاہیے بلکہ کھیتوں میں چلتے پھرتے' بازار میں جاتے ہوئے' جب بھی موقع ملے یا جب یاد آ جائے' وضو ہو یا نہ ہو' یہ تکبیریں پڑھتے رہیں۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے۔ عید پڑھنے کے لیے' جب آئیں' جو جس رستے سے آئیں' جاتے ہوئے رستہ بدل کر جائیں۔ یہ آپ کے دو راستے' قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔ دعا کریں اللہ ہمیں صحیح اسلام کی توفیق دیں' اللہ ہمارے عملوں کو قبول فرمائے۔

ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان۔۔۔

خطبہ نمبر 27

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ وَ كُلَّ ضَلاَلَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمُ [3:ال عمران:31]

یہ قرآن وحدیث کی دعوت کے لیے اجتماع کیا گیا ہے۔ اور اگر آپ اس کو ہماری نیتوں سے دیکھیں' اس جذبے سے دیکھیں' اس نگاہ سے دیکھیں جس نگاہ کے تحت ہم یہ سلسلہ شروع کر رہے ہیں تو آپ کو یقیناً یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ اجتماع اپنی نوعیت کا ایک خاص اجتماع ہے۔ یہ صرف ایک معمولی جلسہ ہی نہیں بلکہ اس جذبے کے تحت یہ کام کیا گیا ہے کہ منڈی یزمان مستقل ایسی جگہ ہے جس کے ساتھ بہت سا علاقہ ہے اور بڑی زرخیز علاقہ ہے۔ دنیا اس کی زرخیزی کو دیکھ کر یہ کوشش کر رہی ہے کہ منڈی یزمان تحصیل بن جائے۔ اس کو یہ مقام حاصل ہو جائے اور ہم خواہش کر رہے ہیں کہ منڈی یزمان دین کا ایک بہت بڑا مرکز بن جائے۔ یہاں سے دین کی آواز اٹھے اور پھر آپ اس حقیقت کو خوب

سمجھ لیں کہ جب ہم دین کا لفظ کہتے ہیں تو اس سے ہماری مراد کیا ہے ؟ آج کا مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ ہم سارے ہی مسلمان ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کا مسلمان مسلمان نہیں ہے۔ یہ انگریز کے رجسٹر میں تو مسلمان ہو سکتا ہے۔ یہاں ہندوستان کی نگاہ میں تو مسلمان کہلا سکتا ہے لیکن یاد رکھیے اللہ کے نزدیک جب آدمی مسلمان نہ ہو تو مسلمان نہیں ہوتا۔ جب تک اللہ اسے مسلمان نہ کہے اس وقت تک آدمی حقیقتاً مسلمان نہیں ہو سکتا تو ہم دین سے مراد کون سا دین لیتے ہیں ؟ وہ دین مراد نہیں لیتے جو دنیا نے خود بنایا ہو یا رسمی طور پر چلتا ہو۔ جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں یا دین کا نام لیتے ہیں تو اس سے ہماری مراد وہ دین ہے جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تھے۔ یاد رکھیے' میرے بھائیو! جان اسی دین میں ہے جو رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا۔ لوگ نام تو لیتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا۔ نعرہ بھی لگاتے ہیں' کلمے بھی پڑھتے ہیں لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ کو بالکل بھلا چکے ہیں۔ ہم نے ان کو بالکل پردوں میں چھپا رکھا ہے کہ باقی سارے ہمارے سامنے ہیں اور حضور ﷺ ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ اور ہمارا مشن جو ہے وہ یہ ہے کہ ہم وہ دین پیش کریں کہ ہر وقت آپ کے سامنے یہ رہے کہ ہم مسلمان جو ہیں وہ مسلمان ہیں۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے اور صحابہ کیسے مسلمان تھے۔ کہ چوبیس گھنٹے ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہوتی تھی۔ آپ دیکھتے ہیں یہ آج ہمارے اختلاف کیوں ہیں ؟ یہ مسجد کا اختلاف' فلاں مسئلہ کا اختلاف۔ اب ایک اختلاف آپ دیکھتے ہیں تو معاً آپ کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ہم تو فلاں ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ ہم تو فلاں ہیں۔ تیسرا کہتا ہے کہ ہم تو فلاں ہیں۔ اب سوچیے! اگر دل سے سارے ایک کو ثالث مانتے ہوں تو کبھی اختلاف ہو سکتا ہے ؟ دنیا کے مقدمات کا' دنیا کے جھگڑوں کا فیصلہ کب ہوتا ہے ؟ جب دو آدمیوں میں جھگڑا ہوتا ہے تو اگر تیسرے کو ثالث مان لیں۔ تو اسی وقت اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ ہمارا فیصلہ کیوں نہیں ہوتا۔ ہمارا فیصلہ اس لیے نہیں ہوتا کہ ہم کسی کو ثالث نہیں مانتے۔ ہمارے لیے کوئی Common نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا امام' وہ کہتا ہے کہ ہمارا امام' کوئی ایسی ذات ہمارے اندر ایسی نہیں جو سب کی مشترک ہو جس کو ہم سب دل سے مان لیں۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ سارے فرقے رسول اللہ ﷺ کو دل سے

مانتے ہوں۔ ثالث مانتے ہوں' حاکم مانتے ہوں اور پھر آپس میں جھگڑتے رہیں' ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ سلسلہ کیوں چل رہا ہے؟ صرف اسی لیے چل رہا ہے کہ ہم نے اپنا علیحدہ امام مقرر کر لیا ہے۔ انھوں نے اپنا علیحدہ امام مقرر کر لیا ہے۔ انھوں نے اپنا فرقہ علیحدہ بنا لیا' انھوں نے اپنا مرشد الگ بنا لیا مسجدیں علیحدہ' درس علیحدہ' آوازیں علیحدہ' نعرے علیحدہ' سب کچھ علیحدہ علیحدہ' ویسے ہم کہہ رہے ہیں' ہم مانتے ہیں۔ آج ہمیں اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہم دل سے اپنے اختلافات کو ختم کرکے تہیہ کریں اور اس کا صرف ایک حل ہے کہ ہم ایک ثالث تسلیم کر لیں۔ وہ ثالث کون ہو سکتا ہے؟ وہ کوئی ایک امام نہیں ہو سکتا۔ اگر کچھ لوگ کہیں کہ ہم امام ابو حنیفہؒ کو ثالث مانتے ہیں تو کچھ لوگ یہ بھی کہیں گے کہ نہیں جی! امام شافعی کو ثالث ہونا چاہیے۔ اور امام شافعی کو اپنا ثالث مان لیں تو حنفی کہیں گے کہ ہمارے امام صاحب کدھر گئے؟۔۔۔ ایک ہی ذات ثالث بن سکتی ہے جس کو سب مان جائیں گے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔ جس شخص کے دل میں ذرا بھی ایمان ہے وہ اس ثالث کا کبھی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ ہے اتحاد کا اصول۔۔۔ یہی چیز ہے جو ہمیں زندہ کرنی چاہیے۔ ہم آج اگر رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو لوگوں کے سامنے پیش کریں' ہمیں دھوکے میں رکھا جاتا ہے' ہمیں مغالطہ دیا جاتا ہے ورنہ اگر رسول اللہ ﷺ کی بات لوگوں کے سامنے آجائے' آخر ہر ایک تھوڑا بہت ایمان تو رکھتا ہے۔ اگر اس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی بات آجائے تو پھر وہ نہ کسی چھوٹے کو دیکھتا ہے' نہ کسی بڑے کو دیکھتا ہے' کیوں؟ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑا ہے ہی کوئی نہیں۔ آج اس غلط فہمی کو بالکل دور کر دیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہے۔ وہ بھی مسلمان ہے' میں بھی مسلمان ہوں' آپ بھی مسلمان ہیں۔ نہیں۔۔۔ جب تک آپ یہ فیصلہ نہیں کر لیتے کہ جو بات حضور ﷺ کی ہوگی' جو وہ فیصلہ کر دیں گے وہ مجھے منظور ہے۔ اور قرآن نے یہی فیصلہ کیا ہے۔ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ [النساء 4: 65] اے نبی! جب تک آپ کو یہ فیصل تسلیم نہیں کر لیتے' آپ کو حاکم نہیں مان لیتے' خدا قسم کھا کر بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ

کبھی ایمان والے نہیں ہو

سکتے۔اب آپ سوچیں۔جب آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی بات آجائے' پھر کیا وجہ کہ آپ سب کو نہ چھوڑ دیں۔اپنے ہیڈ کو نہ چھوڑ دیں' اپنی پارٹی کو نہ چھوڑ دیں' اپنی جماعت کو نہ چھوڑ دیں۔جو کسی خاص نام پر بنی ہو۔آپ کو اس بات کو تلاش کرنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ کیا ہے ؟افسوس تو یہ ہے کہ ہم کلمہ تو محمد رسول اللہ ﷺ کا پڑھتے ہیں اور مسئلہ مانتے ہیں کسی اور کا؟ ثالث مانتے ہیں کسی اور کو۔حاکم مانتے ہیں کسی اور کو۔آپ دیکھ لیں' بیاہ شادی کرتے ہیں تو اپنے رسم ورواج کے مطابق' نماز پڑھتے ہیں تو اپنے مسلک کی' آخر سوچیں' مسلمان کون ہوتا ہے ؟ یقین جانیں یہ سارا کفر کا پروپیگنڈہ ہے جو ہمیں سکھایا جاتا ہے کہ جاٹ پہلے' مسلمان بعد میں۔۔۔ ہم راجپوت پہلے مسلمان بعد میں' ہم ریاستی پہلے' مسلمان بعد میں۔۔۔ ہم بلوچ پہلے اور مسلمان بعد میں۔۔۔ ہم پنجابی پہلے اور مسلمان بعد میں۔جو مسلمان ہوتا ہے وہ پہلے مسلمان ہوتا ہے اور بعد میں کچھ اور۔۔۔ صحیح معنوں میں مسلمان کون ہوتا ہے ؟ وہ جو سب کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کی بات کو ترجیح دیتا ہے۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے۔اس فیصلے کے بغیر ہمارا ایمان' ہمارا اسلام کبھی درست نہیں ہو سکتا۔یہ ایمان کی بات ہے' یہ عقیدے کی بات ہے۔اپنے ذہن میں اس بات کو راسخ کرلیں' اپنے دل میں اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ میں مسلمان ہوں۔کس قسم کا مسلمان ہوں ؟ جب رسول اللہ ﷺ کی بات میرے سامنے آجائے گی' میری ماں مخالفت کرے' جو مرضی اس کی کرتی رہے' میرا باپ مخالفت کرے' جو وہ مرضی کرتا رہے' امام کی بات اس کے خلاف ہو تو بالکل میں نہیں لوں گا۔کسی بزرگ کی بات' نبی ﷺ کے اگر خلاف ہو تو بالکل نہیں لوں گا۔جب تک آپ اپنے دل میں یہ فیصلہ نہیں کر لیتے' آپ کا اسلام جو ہے وہ کبھی درست نہیں ہو سکتا۔اور سوچیں' غور کریں' یہ کسی فرقے کی بات نہیں۔۔۔ یہ محمد ﷺ کی دعوت ہے۔ میں کسی امام کی طرف نہیں بلا رہا کہ لوگو! آؤ۔۔ فلاں امام کی پیروی کرو۔امام بخاریؒ کی پیروی کرو' امام شافعیؒ کی پیروی کرو۔۔۔ امام ابو حنیفہؒ کی پیروی کرو۔یا فلاں کی پیروی کرو' فلاں کی پیروی کرو۔میں نے یہ چند کلمات آپ کے سامنے کہے ہیں۔۔ آپ نے سنے ہیں۔ توجہ سے

سنیں۔۔۔میں آپ کو کیا بتانا چاہتا ہوں؟ محمد رسول اللہ ﷺ کو تسلیم کرو۔ محمد رسول اللہ کے معنی کیا ہیں؟ یہ کہ آپ کا فیصلہ' آپ کا حکم آخری ہے' حتمی ہے۔ جب آپ کے سامنے یہ آئے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے' تو سب باتوں کو چھوڑ کر اس کو تسلیم کریں۔ جب تک آپ کا ذہن یہ فیصلہ قبول نہیں کرتا' آپ کا ایمان درست نہیں ہوگا۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو توحید پر پختہ کرے۔ کیونکہ یہ بنیاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا مشن ہی یہی تھا۔ آپ دنیا میں آئے ہی اسی لیے تھے' بلکہ دنیا کے سب پیغمبر اسی مقصد کے لیے آئے تھے کہ آکر توحید کا سبق سکھائیں۔ جب ان کی توحید درست ہو گئی تو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! اب میری پیروی کرو۔ تمھاری توحید درست ہو گئی ہے۔ تم نے اللہ کے حق کو پہچان لیا ہے' اب آکر میری اتباع کرو۔ جو میں کہتا ہوں اس کے مطابق زندگی گزارنا' اسلام کے یہ دو جزو ہیں۔ جیسے ایک انسان روح اور جسم سے بنتا ہے' اسلام بھی دو چیزوں سے بنتا ہے۔ ایک توحید اور دوسری نبی ﷺ کی اتباع۔۔۔ مصیبت یہ ہے کہ اب ہم ان دونوں چیزوں میں فیل ہو چکے ہیں۔ آپ نے مولوی صاحب کی تقریر سن کر اندازہ لگا لیا کہ ہماری توحید کا کیا حال ہے؟ کس طرح ہم توحید کے اندر مفلس ہیں۔ کس قدر ہم لٹے ہوئے ہیں۔ کونسا ایسا کام ہے جو پہلے زمانے کے مشرک کرتے تھے' مگر ہم آج نہیں کرتے۔ یاد رکھو ان باتوں میں کبھی نہ پڑیں کہ فلاں یوں کہتا ہے اور فلاں یوں کہتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو آدمی توحید والا ہوتا ہے وہ بہت دلیر ہوتا ہے۔ اس کی یہ حالت کبھی نہیں ہوتی جو آج کے مسلمان کی ہے۔ آج کا مسلمان شرک کرتا ہے' کبھی کسی مزار پر' کبھی کسی طریقے سے۔ اسی لیے اپنے اندر غیروں کا خوف رکھتا ہے۔ یہ چیز توحید کے منافی ہے۔ صحابہؓ کو کس چیز نے دنیا میں اونچا کیا؟ صرف ایک توحید تھی۔ اور آج کا مسلمان توحید سے کس طرح عاری ہے؟ جیسے اس سے کوئی چیز چھین لی گئی ہو۔ کپڑے اتار کر ننگا کر دیا گیا ہو۔ توحید کو درست کریں' توحید کیا ہے؟ قرآن دیکھیے! ﴿ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [5:المائدہ:23] اگر تم میں ایمان ہے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اب بتایئے

اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے۔ آپ دیکھ لیں کوئی تکلیف آجائے' کوئی پریشانی آجائے تو ہمارا کیا حال ہوتا ہے ؟ آدمی کو چاہیے کہ کبھی کوئی صدمے کی بات سنے تو فوراً کہے ﴿ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ [60:الممتحنة:4] اللہ ہمارا بھروسہ تجھ پر ہے۔ تیرے سوا ہمارا کوئی سہارا نہیں۔ تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف بعد میں جانا ہے۔ لیکن ہمارا کیا حال ہے ؟ کوئی مزاروں پر جاتا ہے' کوئی کسی جگہ جاتا ہے۔ اللہ کے پاس جانے کا ہمارے ہاں تصور ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ کوئی پریشانی ہو' کوئی تکلیف ہو' تو آکر دو رکعت نماز پڑھو۔ اللہ کے پاس پہنچ جاؤ' اس سے آکر فریاد کرو۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجة' مشکوۃ کتاب الصلوۃ' باب التطوع فصل ثانی عن عبداللّٰہ بن اوفی)

اب سوچیں کوئی مزار پر جاتا ہے تو ہم اسے کہتے ہیں کہ مشرک ہو گیا' کافر ہو گیا۔

اب سوچیں' جو مزار پر بھی نہ جائے' نماز بھی نہ پڑھے' وہ کس کے پاس جاتا ہے ؟ مومن تو وہ ہوتا ہے جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ ﴿ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ اللہ کے پاس ہی آکر مانگتا ہے۔ اور جو نماز کے قریب تک نہیں جاتا' نہ کوئی نفل پڑھتا ہے' نہ کوئی فرض پڑھتا ہے' ایسا آدمی مومن نہیں ہے۔ مومن تو وہ ہوتا ہے جس کا صرف اللہ پر بھروسہ ہو۔ یہی توحید کا معیار ہے۔ جب کوئی آدمی موحد ہو جاتا ہے' جب کسی کے اندر توحید بس جاتی ہے' اس وقت کیا ہوتا ہے ؟ وہ متوکل ہوتا ہے۔ اللہ پر بھروسہ کرنے والا ہوتا ہے۔ کام کرتا ہے' ہاتھ ہلاتا ہے مگر کبھی اس پر Depend نہیں کرتا' کبھی اس پر بھروسہ نہیں کرتا۔ ہمیشہ یہ کہتا ہے اللہ! ہر کام میں تاثیر پیدا کرنا تیرا کام ہے۔ کام میں کرتا ہوں اس کو کامیاب کرنا۔ اس کا نتیجہ نکالنا' یہ تیرے بس کی بات ہے۔ جب تک یہ Spirit پیدا نہ ہو آدمی موحد نہیں ہوتا۔ پہلے توحید سیکھیں' پھر اس کے بعد ہم یہ سیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کیسے گزاری۔ آپ کی نماز' روزہ' حج' کیسا تھا ؟ آپ کی دوسری عبادات کیسی تھیں ؟

ہمارے ہاں کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں تو حنفی ہوں' میں تو اپنے طریقے پر کام کروں گا۔ جس طرح ہمارے مولوی بتاتے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں شافعی طریقے کے مطابق کام کروں گا۔ اللہ کے بندے' پڑھتا تو "محمد رسول اللہ" ہے اور نام تو تلاش کر کر کے دوسروں کی باتیں پوچھتا ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ امام شافعی بھی وہی کہتا ہے' تو پھر دوسرا کہے گا کہ ہمارا امام ہی غلط کہتا ہے؟ پھر اختلاف کیوں ہے؟ ان ائمہ سے جو اختلاف ہوا ہے تو کس وجہ سے ہوا؟ غلط فہمی میں' یا حدیث نہ پہنچنے کی وجہ سے ہو۔ وہ لوگ بد نیت نہیں تھے' ان سے جو اختلاف' جو غلطی ہوئی ہے وہ اتفاقی ہوئی ہے۔ اللہ ان کو اس غلطی پر بھی اجر دے گا۔ لیکن اگر ہم نے ان کی غلطی میں ان کی ہی پیروی کی تو ہماری نجات کبھی نہ ہو گی۔ اس لیے کہ ہمارا کلمہ "محمد رسول اللہ" ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟ یہ کہ جب بھی تو کسی بات کا فیصلہ کرے تو محمد ﷺ کی رہنمائی میں کر اور جب تیرے کان میں یہ بات پڑے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے تو بالکل انکار نہ کر۔ لیکن اگر تجھے سنت معلوم ہو جائے' پھر بھی تو یہ کہے کہ ہمارے بزرگ یہ کہتے ہیں' ہمارے امام یہ کہتے ہیں' پھر تیری خیر نہیں' تیری نجات نہیں' یہ سمجھنے کی بات ہے' میرے دوستو! ہم یہاں صرف اس لیے اکٹھے نہیں ہوئے کہ کچھ عرصہ کے لیے آپ کے دل کو بہلائیں' آپ لچھے دار باتیں سنیں' ہنسیں اور خوش ہو کر گھر جائیں۔ نہیں' ہم اصل میں یہ چاہتے ہیں کہ جیسے ایک حکیم بیمار کا علاج کرتا ہے' اس طرح سے آپ کا علاج کیا جائے۔ جو خامیاں ہوں ان کو دور کیا جائے' جو خوراک کے طور پر مقوی' طاقت دینے والی چیزیں ہیں وہ آپ کو دی جائیں۔ وہ کونسی چیزیں ہیں؟ یعنی توحید اور سنت۔۔۔ شرک اور بدعت ان کی ضد ہیں' یہ بہت زبردست بیماریاں ہیں۔ ان دونوں سے آپ بچ جائیں' طاقت کی چیزیں' توحید اور نبی ﷺ کی پیروی' یہ دونوں بڑی طاقت کی چیزیں ہیں۔ ان سے آپ کی قوت ایمانی بڑھے گی۔ شرک کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ کسی کو ملا دینا۔ اللہ کے حقوق میں کسی کو داخل کر دینا۔ اور بدعت کیا ہے؟ نبی ﷺ کی پیروی میں کسی اور کو شامل کر دینا۔ جب آپ ان دونوں چیزوں سے بچ کر چلیں گے تو توحید اور سنت پر آپ کا ایمان درست ہو جائے گا۔ یہ سبق ہے جو قرآن سکھاتا ہے' یہی سبق ہے جو حدیث سکھاتی ہے۔ اور یہی دعوت ہم آپ کے

سامنے پیش کرتے ہیں۔ اللہ مجھے اور آپ کو بھی سمجھنے کی توفیق دے۔ اس کے بعد ہم ان چیزوں پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ نجات اسی چیز میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں۔ ہماری سب سے بڑی کوتاہی یہی ہے کہ ہم جو کام کرتے ہیں' اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں' یہ ہم بالکل نہیں دیکھتے کہ ہم مسلمان ہیں' اور مسلمان کون ہوتا ہے؟ جو نبی ﷺ کی پیروی کرتا ہے۔ قرآن مجید کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی تھی' اور مولانا نے بھی وہی پڑھی تھی' اس کو ذرا دوبارہ دیکھیے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ﴾ اگر تمھیں اللہ سے محبت ہے' ﴿ فَاتَّبِعُوْنِىْ ﴾ تو نبی ﷺ کی اتباع کرو۔ بات ختم ہو گئی۔ دیکھیے! یہ کسی بزرگ کا' کسی مولوی کا قول نہیں کہ جس کو چیلنج کیا جا سکے۔ امام کے مقابلے امام پیش کر دے۔ یہ اللہ کا کلام ہے' صاف' سادہ اور بغیر اختلاف کے ہے' لفظ کیا ہیں؟ ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ﴾ اگر تمھیں اللہ سے محبت ہے' ﴿ فَاتَّبِعُوْنِىْ ﴾ نبی ﷺ کی پیروی کرو۔ یعنی اندازہ کیجیے بات کس طرح سے صاف اور واضح ہے' اب لوگ کہتے ہیں وہ تو بڑا اللہ کا پیارا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کو قرآن کے معیار پر پرکھیں۔ اگر وہ نبی ﷺ کی پیروی نہیں کرتا تو وہ اللہ کا پیارا کبھی نہیں ہو سکتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ جی! فلاں جگہ بہت بڑا بزرگ رہتا ہے' اس کو بالکل لالچ نہیں ہے' دنیا پیسے دیتی ہے' وہ لوگوں کو کھلا دیتا ہے۔ لنگر لگا رکھا ہے' دھڑ دھڑ لوگ آرہے ہیں' لوگ کہتے ہیں کہ وہ بہت پہنچا ہوا ہے۔ کس بات پر فیصلہ کر لیا؟ کہ اس کو لالچ نہیں ہے۔ جو آتا ہے وہ لوٹا دیتا ہے۔ یاد رکھو یہ کوئی معیار ولایت نہیں ہے' یہ کوئی ولایت کا معیار نہیں ہے۔ یہ اللہ کی محبت کا کوئی معیار نہیں ہے۔ اللہ کی محبت کا معیار کیا ہے؟ ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ ﴾ اگر وہ نبی ﷺ کی پیروی نہیں کرتا' وہ اللہ کا پیارا بالکل نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ پیٹ کو کاٹ دے' روٹی بالکل نہ کھائے' اس کے ساتھ نفس بالکل نہ ہو۔ کوئی لالچ نہ ہو' اگر وہ نبی ﷺ کی پیروی نہیں کرتا' وہ بالکل اللہ کا پیارا نہیں۔ ایک دفعہ کسی جگہ جانا ہوا' وہ ڈیرہ

ایک پیر کا تھا۔ لوگ اس سے بڑی عقیدت رکھتے تھے' اس نے بڑے عجیب طریقے سے نماز پڑھائی جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق نہیں تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اس بزرگ کی بڑی تعریف کرتے ہیں' نماز تو اس نے ٹھیک پڑھائی ہی نہیں۔ یہ پہنچے ہوئے بزرگ کیسے ہو گئے ؟ مگر انھوں نے یہی جواب دیا کہ نہیں جی! یہ تو بہت پہنچا ہوا بزرگ ہے۔ جہاں بھی کہیں اس طرح کے آدمی کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو لوگ یہی جواب دیتے ہیں۔ میں نے کہا' اللہ کے بندے! پہنچے ہوئے بزرگ ہونے کا' ولی ہونے کا' معیار قرآن تو یہ بیان کرتا ہے کہ اگر نبی ﷺ کی پیروی کی ہے تو پہنچا ہوا ہے ورنہ ڈوبا ہوا ہے۔ اس کو اصولوں سے جانچو۔ اس کی نماز کو دیکھو' اس کے ہر طریقے کو دیکھو' اگر اس کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق ہے تو وہ ولی ہے' وہ پہنچا ہوا ہے' اگر نبی ﷺ کی اتباع نہیں تو یہ پہنچا ہوا بالکل نہیں۔ وہ ڈوبا ہوا ہے۔ قرآن کہتا ہے ﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ﴾ [3:ال عمران : 31] اے لوگو! اگر تمھیں اللہ سے محبت ہے' تو جو نبی ﷺ تم کو حکم کر دے' اس کے پیچھے لگ جاؤ اور کوئی راستہ نہیں۔ اب سوچیے! کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگر تمھیں اللہ سے محبت ہے تو میرے امام کی پیروی کرو۔ کوئی یہاں اس آیت کے اس جملے کو فٹ کر سکتا ہے ؟ کہ اگر کوئی اللہ سے محبت کرتا ہے تو اس امام کی پیروی کرے۔ کوئی کہہ سکتا ہے تو کہہ دے۔ یہ بات پھر کس کے لیے کہی جا سکتی ہے ؟ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔ پھر کیا ہو گا ؟ ﴿ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ اللہ تم سے محبت بھی کرے گا۔ وہ جانتا ہے کہ تو انسان ہے۔ تجھ سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ ﴿ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ اللہ گناہ بھی بخش دے گا۔ گناہ کب بخشے جاتے ہیں ؟ جب نبی ﷺ کی پیروی کی جائے' تو اس کی برکت سے گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر آدمی توبہ توبہ کرتا رہے اور نبی ﷺ کی اتباع نہ کرے' تو اس کے گناہ نہیں بخشے جائیں گے۔ گناہوں کی بخشش کی کیا بات ہے۔ ایک آدمی آتا ہے' آکر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ إِنِّیْ أَصَبْتُ ذَنْبًا مجھ سے گناہ ہو گیا۔ مجھے پاک کر دیجیے۔ آپ ﷺ

خاموش رہے' اس نے آپ ﷺ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی' اس کے بعد وہ فارغ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تو نے میرے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں یارسول اللہ ﷺ ۔۔۔ میں نے آپ کے ساتھ ہی نماز پڑھی ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تیرا گناہ معاف کر دیا۔ (صحیح مسلم' کتاب التوبة باب قوله تعالیٰ ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾) گناہ کس طرح معاف ہو گیا؟ اس طرح کہ تو نے میرے ساتھ میرے طریقے پر نماز پڑھی ہے۔ تیرا گناہ معاف ہو گیا۔ یہ اتباع سنت کی برکت ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ بھی۔ قرآن نے بھی یہی بات کہی ہے۔ ﴿ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ اگر نبی ﷺ کی اتباع کرو گے تو اللہ تم سے محبت بھی کرے گا ﴿ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ اور اللہ تمھارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔ ﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ ﴾ اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

اب دوسرے انداز سے دیکھیے! ﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ ﴾ اے نبی ﷺ کہہ دیجیے! اطاعت کرو اللہ کی۔ اب حاکمانہ انداز سے بات ہو رہی ہے۔ پہلے سمجھانے کے طور پر بات ہو رہی تھی۔ اس جملے میں مفہوم وہی ہے لیکن انداز حاکمانہ ہے۔ اے نبی! سب لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا ہم تمھیں حکم دیتے ہیں۔ ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا ﴾ اگر تم نے یہ کام نہ کیا؟ تو یاد رکھو! ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [3;ال عمران :32] تو پھر کافر ہو گیا اور اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔ یہ قرآن کہہ رہا ہے' میں نہیں کہہ رہا' لوگ کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو جی! یہ فنافٹ کہہ دیتے ہیں۔ اب یہ قرآن کے لفظ ہیں۔ ﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ﴾ اے نبی! آپ ان سے کہہ دیں کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی۔ اگر تم نے رسول ﷺ کی اطاعت سے اعراض کر لیا' اگر تم نے منہ پھیر لیا' اگر تم نے اس میں غفلت کی تو پھر ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ

لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ﴾ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ تم کافر ہو جاؤ گے۔ اب بتائیے اگر ہم اپنے دوستوں' بھائیوں اور ہر کلمہ پڑھنے والے کو یہ دعوت دیں کہ اے اللہ کے بندو! اپنے اسلام کی تجدید کرو۔ کفر سے دور ہٹتے جاؤ۔ کفر سے بھاگتے جاؤ۔ اس کا طریقہ کیا ہے؟ یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی اصل اسلام ہے۔ آج اسلام کسے کہیں گے؟ اسلام صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو کہیں گے۔ اب آپ اندازہ کیجیے کہ مرزائیوں کو تو کافر کہا' کبھی آپ نے غور کیا کہ فرق پڑ گیا ہے۔ اس نے کہہ دیا کہ یہ جو نبی ہے۔۔۔ جو ہمارا نبی ہے۔۔۔ مرزا غلام احمد۔۔۔ اس کی بھی پیروی کرو۔ چونکہ نبی تو ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور اگر پیروی نہیں تو نبی نہیں۔ مرزائیوں نے کہا کہ جس کو ہم نبی مانتے ہیں وہ بھی قابل اطاعت ہے' وہ بھی اتباع کے قابل ہے۔ مرزائی کا کفر بس یہی ہے۔ مرزائی یہی کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی اطاعت کے لائق ہیں اور مرزا بھی۔۔۔ یہ ایک "چھوٹا سا یہ" بھی قابل اطاعت ہے۔ باقی سب باتیں ان کی ٹھیک ہیں' ان کا کفر صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ مرزا کو بھی قابل اطاعت سمجھتے ہیں۔ قرآن کی یہ آیت بتا رہی ہے کہ ﴿ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ﴾ کہ اگر اطاعت رسول سے روگردانی ہو گی' تو کفر لازماً ہو گا۔ مرزائی کا کفر یہی ہے کہ نا۔۔۔ کہ اس نے ایک نیا نبی مان لیا۔ اور نیا نبی ماننے کے معنی کیا ہیں؟ یہ کہ اس کو قابل اتباع سمجھ لیا کہ جب یہ نبی ہے تو ضرور قابل اتباع ہو گا۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی قابل اتباع ہو ہی نہیں سکتا۔ صرف حضور ﷺ ہی قابل اتباع ہیں۔ باقی کوئی قابل اتباع ہی نہیں۔ سو اس لیے میرے بھائیو! آپ نے اندازہ کیا' ویسے میں چاہتا تو نہیں تھا کہ یہ چند باتیں آپ کے سامنے عرض کروں۔ یہ رنگ میں بھنگ ڈالنے والی بات ہے۔ آپ کا دل خوش تھا کہ آپ نے میٹھی میٹھی باتیں سنیں۔ اب اس کے بعد میں نے کوئی دوسرے ہی رنگ میں باتیں کرنا شروع کر دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں میٹھا میٹھا کھائیں وہاں کچھ کڑوا کڑوا بھی ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپ ڈاکٹروں سے مشورہ

کر کے دیکھیں۔ ڈاکٹر اکثر یہی کہتے ہیں آج کل لوگ بچوں کو میٹھا زیادہ کھلاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اندر زہریلا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بیماریاں زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ کبھی کبھی بچوں کو کڑوی چیز بھی کھلانی چاہیے تاکہ خون جو ہے اس کے اندر زیادہ میٹھا پن نہ ہونے پائے' زیادہ بیماریاں نہ ہو جائیں۔ کڑوی چیز دینے سے اعتدال رہتا ہے۔ اس لیے میں نے جو باتیں آپ سے عرض کی ہیں کہ آپ صرف اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کی بہت شان ہے' اس امت محمدی کی بہت شان ہے لہٰذا ہمارا بیڑا پار ہے۔ اس خوش فہمی میں نہ رہیں' اسی خوش فہمی نے یہودیوں کو تباہ کر دیا۔ اس خوش فہمی نے عیسائیوں کو تباہ کر دیا۔ میں آپ کے سامنے جو حقیقت پیش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیسی شان کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اور امت محمدیہ کی شان تمام امتوں سے زیادہ ہے' بشرطیکہ حقیقت میں امت محمدیہ بن جائے۔ بننے کی صورت یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی جائے۔ اور میرے بھائیو! اتباع رسول ﷺ کا نام ہی اسلام ہے' آپ سے مولانا نے بیان کیا کہ قبر میں پوچھا جائے گا مَنْ رَّبُّكَ ' مَنْ نَبِيُّكَ (رواہ احمد ' ابو داؤد' عن ابی براء بن عازب رض مشکوۃ باب اثبات القبر فصل ثانی کتا ب الایمان) تیرا رب کون ہے ؟ تیرا دین کون کیا ہے ؟ تیرا نبی کون ہے ؟ اب یہ سوال بڑا ہی سادہ سا سوال ہے۔ بڑا ہی آسان سا سوال ہے۔ اس کا جواب میرے خیال میں ہر آدمی دے سکتا ہے۔ لیکن قبر میں اس کا جواب صرف اسی کو دینا نصیب ہو گا جو اللہ کو ہی اپنا رب سمجھتا ہو گا۔ جس نے صرف زبان سے رب کہا' عملی طور پر اس نے اپنے رب کو نہ مانا تو اس کو اس سوال کا جواب نہیں آئے گا۔ صرف وہی آدمی جواب دے سکے گا جس نے حقیقتاً اللہ کو رب مانا ہے۔ جس نے صرف زبان سے رب کہا' عملی طور پر اس نے اللہ کو رب ثابت نہیں کیا' اس کی زبان سے یہ جواب بالکل نہیں نکل سکے گا۔ جس نے اپنے دنیا کے رسم و رواج کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے جس نے اپنے طریقوں کو دین کی طرح سے لازمی کر رکھا ہے' جس نے اپنے اماموں اور اپنے پیروں کی پیروی کو نبی ﷺ کی اتباع کی طرح لازمی قرار دے رکھا ہے ان سوالوں کا بالکل

جواب نہیں دے سکے گا۔ ان سوالوں کا جواب وہی دے سکتا ہے جس نے عملی زندگی کے اندر ان سوالوں کی خوب Practice کی ہے۔ پھر مشق کی ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں اگر ایک جملہ آپ کسی ان پڑھ کو پڑھائیں' اس کی زبان سے کہلوائیں' ایک دفعہ' دو دفعہ کہہ دے ۔اس کے بعد کچھ دیر کے بعد کہلوائیں وہ کبھی صحیح نہیں کہہ سکتا۔ اور جس نے خوب پڑھ رکھا ہے اور ہمیشہ پڑھتا رہتا ہے وہ فٹافٹ جملہ ٹھیک دہرا دے گا۔ بالکل اسی طرح سے جس نے ان تینوں سوالوں کی خوب تیاری کی' خوب مشق کی ہے' عملی طور پر خوب ان کا استعمال کیا ہے وہ ان کا جواب دے سکتا ہے۔ اور آج صرف نعرے لگانے والا' خالی دعوے کرنا والا' صرف کلمہ پڑھنے والا ان سوالوں کے جواب نہیں دے سکتا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ ثانی

اب یہ نماز جنازہ کے بارے میں پہلے بھی ہمیں یہ اطلاع ملی تھی۔ اپنی مصیبت یہ ہے کہ کوتاہی اور سستی ہماری ہوتی ہے کہ ہمیں مسائل کی واقفیت نہیں ہوتی' لیکن اس کے بعد جب ہمیں مسئلہ معلوم ہو جاتا ہے تو ہم جو مسئلہ بتانے والا ہے اس پر ناراض ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ۔۔۔ ہیں ۔۔۔ ہم نے تو یہ مسئلہ سنا ہی نہیں' یہ تو نے کہاں سے کہہ دیا؟ میں مسلمان ہوں اور مسلمان اسے کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے' جو کام جیسے رسول اللہ نے کیا ویسے کیا جائے۔ اب بخاری شریف اٹھا کر دیکھیے۔۔ مشکوۃ شریف میں جس کے اندر بخاری و مسلم وغیرہ کتابوں کی حدیثیں ہیں اسے اٹھا کر دیکھیے۔ حضرت عوف بن مالک کہتے ہیں کہ ایک آدمی کا رسول اللہ ﷺ نے جنازہ پڑھایا' جس انداز سے آپ نے دعائیں مانگی وہ سنتے رہے۔ جنازہ پڑھ لینے کے بعد کہنے لگے یا رسول اللہ! کاش! میں میت ہوتا اور یہ دعائیں آپ میرے لیے کرتے۔ (رواہ مسلم' مشکوۃ کتاب الجنائز باب مشی بالجنازۃ' والصلوۃ علیھا فصل اول عن عوف بن

مالک رض) اندازہ کیجیے! یعنی یہ رسول اللہ ﷺ کا جنازہ پڑھانے کا انداز تھا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ ہمارے ہاں جنازے کا کیا حال ہے؟ پھر' یہ کیا' وہ کیا' بالکل ایک منٹ میں ختم کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جنازہ کیا ہے؟ ایک آخری احسان ہے' جو میت پر کیا جاتا ہے۔ اور پوری توجہ کے ساتھ کسی نیک آدمی کو جسے دعائیں یاد ہوں' خشوع و خضوع کے ساتھ جو نماز پڑھے اس آدمی کو کھڑا کرنا چاہیے۔ اور چونکہ آج کل جہالت عام ہے' دعاؤں کا پتہ نہیں' طریقے کا پتہ نہیں۔ نسائی شریف میں حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرأت بالجہر کی' اونچی آواز سے قرأت کی۔ الحمد شریف پڑھی' پھر اس کے بعد کوئی اور سورہ پڑھی۔۔۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ الحمد شریف بھی پڑھی' کوئی اور سورہ بھی پڑھی آپ نے دعائیں بھی کیں' قرأت اونچی آوز سے کی۔ ابو امامہ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے جنازہ آہستہ بھی پڑھایا' یہ دونوں طریقوں سے ثابت ہے۔ (رواہ النسائی' کتاب الجنائز' باب عدد التکبیر علی الجنازہ) اب ہمارے بھائی یہ دیکھ لیں کہ جب جنازہ اونچی آواز سے پڑھایا جائے تو ناراض ہوتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے یہ چیز سمجھی ہی نہیں۔ اگر وہ پہلے والا اصول' ذہن نشین کر لیں' تو فوراً پوچھنا چاہیے کہ مولوی صاحب' حضور ﷺ نے جنازہ ایسا پڑھایا تھا۔ اگر مولوی صاحب آپ کے سامنے حضور ﷺ کا ریکارڈ پیش کر دیں کہ ہاں رسول اللہ ﷺ نے ایسے جنازہ پڑھایا ہے' تو آپ کی پیشانی سے شکن بالکل دور ہو جانا چاہیے۔ آپ کا غصہ بالکل دور ہو جانا چاہیے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہی ایسے کیا ہے تو یہ بالکل ٹھیک ہے۔ انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ آپ سوچیں تو سہی۔ حضرت ابو بکر صدیق رض سے ابو جہل ہی نے کہا تھا کہ ہاں تو دیکھ آج اس نبی نے یہ بات بھی کہہ دی کہ ہم تو معاذ اللہ پہلے ہی کہتے تھے کہ یہ پاگل یا دیوانہ ہے۔ وہ کبھی کوئی بات کہہ دیتا ہے اور کبھی کوئی بات کہہ دیتا ہے۔ آج اس نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں آسمانوں کی سیر کر آیا ہوں۔ آج اس نبی نے یہ دیوانگی نہیں کی تو اور کیا ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رض نے اس کی زبان سے سن کر یہ کہا کہ حضور ﷺ سے

سن کر تم نے کہا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ہاں' میں خود حضور ﷺ سے سن کر آیا ہوں' اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا تو پھر یہ بات بالکل ٹھیک ہے' (سیرت النبی ص335ج3) اب اگر ہمارے اندر ایسا جذبہ پیدا ہو جائے' ہم حضور ﷺ کو آخری شخصیت تسلیم کر لیں' تو پھر دین آپ کے ساتھ ہے۔ جب آپ نے کوئی کام کیا ہے' تو وہ بالکل فائنل اتھارٹی ہے' اس کے بعد کسی اور کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ نسائی شریف کے اندر حدیث موجود ہے' حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جنازہ پڑھایا اور اس میں انھوں نے بلند آواز سے الحمد شریف پڑھی۔ اور جنازہ پڑھانے کے بعد کہنے لگے' میں نے یہ اس لیے ایسا کیا ہے کہ لِتَعْلَمُوْا تمھیں معلوم ہو جائے اِنَّهَا سُنَّةٌ یہ سنت ہے۔ (رواه البخاری' مشكوة كتاب الجنائز' باب مشي بالجنازة والصلوة عليها عن طلحه بن عبداللهؓ فصل اول رواه النسائي كتاب الجنائز باب عدد التكبير علي الجنازة) تو سمجھنے کی چیز یہ ہے۔ کہ جیسے میں نے شروع میں عرض کیا' ہمارے اختلافات کب ختم ہوں گے' اس وقت ختم ہوں گے کہ جب ہم طے کر لیں کہ پیروی حضور ﷺ کی ہی کرنی ہے۔ اور اگر کسی اور کی نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر یہ رہے کہ میرا یہ دھڑا' میری یہ پارٹی' کوئی کہے کہ میرا یہ فرقہ' پھر یہ جھگڑے یونہی چلتے رہیں گے۔ اور دین ہم سے دور ہی رہے گا۔ اور جب ہم نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جو بات رسول اللہ ﷺ نے کہہ دی ہے بس اسی پر فیصلہ ہے تو معاملہ سارا ختم ہو جاتا ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ میں رہتے ہیں' ان سے کسی نے آکر مسئلہ پوچھا کہ میں نے کسی عورت سے نکاح کیا تھا' یہ اس کی پچھلگ بیٹی ہے۔ میں نے اس کی تربیت نہیں کی۔ وہ میری گود میں نہیں پلی' میں اس کی ماں کے بعد اس سے نکاح کر لوں؟ انھوں نے کہا کہ کر لے کوئی حرج نہیں۔ قرآن مجید کے ایک لفظ سے ﴿فِيْ حُجُوْرِكُمْ﴾ سے ان کو مغالطہ ہوا۔۔۔ کیونکہ قرآن نے کہا ہے وہ بیٹیاں جو ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ﴾ [4:النساء:23] جو تمھاری گود میں پلی

ہیں' ان سے نکاح حرام ہے۔ تو انھوں نے پوچھ لیا کہ تو نے اس کو پالا تو نہیں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ بالکل نہیں' وہ ادھر سے جوان ہو کر آئی ہے۔ اس پر آپ نے کہا کہ اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ نکاح ہو گیا۔۔۔ وہ مدینہ منورہ چلے گئے' وہاں جا کر ان کو یہ بات صحابہؓ سے معلوم ہوئی کہ نبی ﷺ نے فرمایا' کہ جب ماں سے نکاح کر لیا جائے اور وہ ماں گھر میں آباد ہو جائے' تو پھر اس کی بیٹی سے نکاح حرام ہے۔ واپس کوفے میں آ کر اس آدمی سے کہنے لگے کہ اس کو طلاق دے دے یہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔ کیوں بھئی! کیا بات ہے؟ آپ اتنے بڑے فقیہ ہیں۔ تو فرمانے لگے' مجھے حضور ﷺ کی بات اب پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا میری بات غلط ہے۔ (موطا امام مالك' كتاب النكاح' باب لا يجوز من النكاح الرجل امراة) تو یعنی اگر انسان کا دل صحیح ہو جائے' دلوں سے یہ جو ہمارے ہاں فرقہ پرستی' یہ جو آفت ہمارے ذہنوں میں' یہ جو بغض منافرت' ضد اور تعصب' جو ہمارے دماغ میں بھرا ہوا ہے اگر یہ ختم ہو جائے' اللہ کی قسم ہم فوراً مسلمان ہو جائیں۔ یہ ایمان کی زندگی کی علامت ہے۔ یاد رکھنا کہ جیسے جیسے ایمان زندہ ہوتا ہے' ویسے ویسے دل نرم ہوتا ہے۔ خوف زیادہ آتا ہے۔ آدمی ڈرتا ہے کہ کہیں نبی ﷺ کی نافرمانی نہ ہو جائے اور جوں جوں ضد ہوتی ہے ایمان گھٹتا جاتا ہے۔ ایمان کم ہوتا جاتا ہے' ضد سے سارے کام چلتے ہیں' میں کوئی چوٹ کی بات نہیں کرتا۔ یہ جو آج کل اذان سے پہلے درود پڑھا جاتا ہے یہ کیوں پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہ بھی جانتے ہیں کہ سنت نہیں ہے۔ درود پڑھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان سے پہلے کوئی درود نہیں پڑھا جاتا تھا' اس کے بعد صحابہ میں سے بھی کسی نے نہیں پڑھا' ائمہ میں سے بھی کسی نے نہیں پڑھا' لیکن یہ بات وہ کیوں کرتے ہیں؟ صرف اس لیے کہ اس درود الصلوة والسلام عليك يارسول الله سے دیوبندی اور اہل حدیث جلتے ہیں۔ اور چونکہ فرقوں میں ضد چلتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جلتے کو جلاؤ اور حلوہ پوری کھاؤ۔ ہم کہتے ہیں یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ یہ صرف ایک ضد کی بات

ہے۔اب ضد میں آکر دوسروں کو چڑانے کیلیے اپنے دین ایمان کا ستیاناس ہو رہا ہے۔ اور یہ صرف انہی کی بات نہیں۔ آپ شیعہ کی اذان دیکھ لیں' اب شیعہ کی اذان کیا ہے ؟ وَ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيٌّ وَلِيُّ اللّٰهِ خَلِيْفَةُ بِلاَ فَصْلٌ ۔ اذان کے اندر یہ کلمات کہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کلمات رسول اللہ کے زمانے میں' اذان میں یہ کلمات نہیں کہے جاتے تھے۔ یہ کلمات حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے زمانے میں نہیں کہے جاتے تھے۔ یہ کلمات حضرت علی ؓ کے زمانے میں نہیں کہے جاتے تھے۔ انھوں نے یہ کلمات کیوں کہے۔ وہ کیوں کہتے ہیں ؟ اس لیے کہ چونکہ خلافت کے بارے میں ہمارا جھگڑا ہے' سنیوں کو چڑانے کے لیے یہ ضرور کہو۔ جب ضد آجاتی ہے تو پھر ایمان والی بات دور ہو جاتی ہے۔ پھر ضد کام کرتی ہے۔ میں اس کے خلاف' وہ میرے خلاف۔ بس یونہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ خدا کے لیے اس ضد کو چھوڑ دیں۔ ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اگر آپ کو نجات کی ضرورت ہے۔ وہاں کوئی فرقہ آپ کے کام نہیں آئے گا۔ وہاں پر مولوی یا کوئی اور آپ کے کام نہیں آئے گا۔ اگر کوئی چیز کام آئے گی تو وہ محبت کے ساتھ نبی کی اطاعت کام آئے گی۔ دیکھیے! مولانا نے بہت تغیر کی ہے۔ کوئی بات ادھوری رہ گئی ہے۔ اصل میں بات کیا ہے ؟ اطاعت۔ قرآن حکم دیتا ہے۔ ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی' قرآن حکم دیتا ہے' اب جو اطاعت بغیر محبت کے کی جاتی ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر اطاعت بغیر محبت ہو تو پھر اس طاعت کا کوئی فائدہ نہیں۔ جیسا کہ ایک ماتحت اپنے افسر کا حکم مانتا ہے۔ اگر وہ اس کا حکم مان لے تو اسے کیا کہیں گے ؟ اس کو اطاعت کہہ دیتے ہیں۔ لیکن اس اطاعت کی نبی ﷺ کو ضرورت نہیں۔ نبی کے لیے کس اطاعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی کہ آپ نبی کی بات کو دل سے مانیں۔ اگر صرف محبت ہو جیسے کہ ہمارے بہت سے دوست محبت کا دعویٰ کرتے ہیں' الفت کا دم بھرتے ہیں لیکن وہ صرف محبت کرتے ہیں اطاعت نہیں کرتے' اتباع نہیں کرتے۔ اگر محبت ہو' اتباع نہ ہو' تو عیسائیوں والی خصلت پیدا ہو جاتی

خطبہ نمبر 28

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِيْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَہٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِيْكَ لَہٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ وَ كُلَّ ضَلاَلَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلاَ كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ج وَ اِنَّا لَہٗ كٰتِبُوْنَ ○ وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لاَ يَرْجِعُوْنَ○ حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُالَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِيْنَ [21:الانبیاء:94-97]

میرے بھائیو! ہماری عبادتوں کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی موت کو نہ بھولیں اور آخرت کی فکر کریں۔ آج دنیا اللہ کو بھول چکی ہے اور اللہ کو بھول جانا بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ ہم اس دنیا میں رہنے کے لیے نہیں آئے' یہ دنیا جو ہے اس میں چل سو چل ہے۔ اگر یہاں کسی کو ٹھہرنا ہوتا تو نبی علیہ السلام سب سے بڑھ کر تھے۔ اور جب نبی اس دنیا میں نہ رہے' اور

چلے گئے تو پھرباقی کون ہے جو اس دنیامیں رہ جائے اور ٹھہر جائے۔ یہ دنیادکھوں کی جگہ ہے کوئی آدمی اس دنیامیں سکھی نہیں ہے۔ کوئی بادشاہو کوئی امیر ہو کوئی غریب ہو کسی طبقے سے تعلق رکھتاہو کوئی بھی اس دنیامیں ایسا نہیں ہے کہ جسے کوئی غم فکر اور پریشانی نہ ہوبلکہ جو جتنا امیر ہے وہ اتناہی پریشان ہے۔ بادشاہ تو ویسے ہی ایک عذاب میں ہوتا ہے۔ ایک مصیبت میں ہوتا ہے۔ ہر وقت اس کو اپنی جان کا خطرہ۔ آج رات یہاں سوئے گا کل رات پتہ نہیں کہاں سوئے گا۔ کیا اس کا حال ہے؟ یہ کیوں؟ تا کہ اس دنیامیں کوئی دل نہ لگائے۔ لیکن دیکھ لو پھر بھی سب دل لگائے بیٹھے ہیں۔ حتی کہ فکر ہی اس دنیا کی ہے کہ ہماری یہ دنیابن جائے حالانکہ یہ دنیاناپائیدار ہے۔ اس کو بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر کسی کی دنیابن بھی جاتی ہے تو خود نہیں رہتا' بناتے بناتے مرجاتا ہے۔ دیکھ لو کپڑا سل جاتا ہے مگر پہننا نصیب نہیں ہوتا۔ یہ اس دنیاکا حال ہے۔ عقل والا وہی ہے جو ہر وقت اپنی تیاری میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہ اصول بیان فرمایا ہے۔ یہ جو آیتیں میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں۔ ﴿فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ﴾ جو آدمی بھی اچھا کام کرے گا بشرطیکہ وہ مومن ہو' ایمان توشرط ہے' ایمان توشرط ہے۔ ایمان توزمین ہے جس میں عمل صالح کا بیج بویا جاتا ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو اعمال کا کوئی فائدہ نہیں۔ دنیامیں ہر امت' ہر قوم کافر سے کافر بھی اچھے سے اچھا عمل کرتے ہیں لیکن ان کو عمل صالح نہیں کہتے۔ ان کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلتا۔ عمل صالح کا فائدہ اسی کو ہے جس کا ایمان درست ہو۔ یہاں بھی اللہ نے یہی بات کہی۔

﴿فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ﴾ جو آدمی بھی اچھا کام کرے ﴿وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ﴾ اور وہ مومن ہو۔ یہ حال ہے اور حال عربی میں قید ہے۔ شرط کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی ترجمہ ہم یوں کریں گے جو آدمی نیکی کا کام کرے بشرطیکہ مومن ہو ﴿فَلَا كُفۡرَانَ لِسَعۡيِهٖ﴾ پھر اس کی محنت کی بے قدری نہیں کی جائے گی۔ جو بھی اس نے عمل کیا ہے' تھوڑا کیا ہے یا بہت کیا ہے' ہم اس کی بہت قدر کریں گے۔ اس کا اجر اس کو دیں گے۔ جتنا اس نے کیا ہے اتنا نہیں دیں گے بلکہ اس سے زیادہ دیں گے۔ مثلاً ایک زمیندار ایک سیر بیج کھیت میں ڈالتا

ہے اور اگر وہ فصل تیار ہونے پر بھی ایک سیر دانے پائے تو پھر فصل بونے کا فائدہ ہی کیا ہے؟ عمل صالح کی مثال بالکل بیج جیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی مثال دی ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ﴾ [2:البقرۃ:261] ایک دانہ ڈالا جاتا ہے' اس کے سات بٹے' سات بالیاں اس کی ہوتی ہیں۔ اور ہر بالی میں سو سو دانہ۔۔۔ سات سو ہو گیا۔

﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ اللہ سات سو کا چودہ سو کر دے۔ اگر ایک سیر بیج ڈالا جاتا ہے تو ایک سیر فصل نہیں کاٹی جاتی۔ فصل اس سے کئی گنا زائد کاٹی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندو! میں تمھیں آخرت میں اس حساب سے اجر دوں گا۔ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گنا۔۔۔ اور اگر وہ عمل پاس ہو جائے' تو زیادہ کے تو کیا کہنے! سات سو گنا۔۔۔ چودہ سو گنا۔۔۔ ﴿يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ کوئی حساب ہی نہ ہو' اللہ اتنا دے دے۔ فرمایا مومن ہو کر جو نیک عمل کرے گا' اس کے عمل کی بے قدری نہیں کی جائے گی۔ اس کی بہت قدر و قیمت' اس کا اجر بہت بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا۔ اس سے بھی کہیں زیادہ جتنا ایک زمیندار بیج ڈال کر فصل حاصل کرتا ہے اور ﴿وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾ [21:الانبیاء:94] ہم نوٹ کرتے رہتے ہیں۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔ اللہ کا علم اتنا محیط ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ لیکن پھر اللہ کہتا ہے کہ ﴿وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾ ہم ہر ایک کا حساب علیحدہ لکھتے رہتے ہیں۔ اس نے کتنا کیا ہے' اس نے کتنا کیا ہے۔ کوئی نیکی ایسی نہیں جو نوٹ ہونے سے رہ جائے۔ فرمایا اس دنیا میں پھر کسی نے واپس نہیں آنا۔ ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ [21:الانبیاء:95] جو یہاں سے چلا جاتا ہے واپس کبھی نہیں آتا۔ یہ حرام ہے کہ وہ واپس آ جائے۔ ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ جس قوم کو' جس بستی کو' جس شہر کو' ہم نے

موت دی، ہلاک کر دیا، حرام ہے کہ وہ واپس آئیں۔ ﴿بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾[23: المؤمنون :100] مرنے کے بعد اٹھنے تک کا پردہ ہے۔ یہ جاہلوں کی باتیں ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جی! روحیں آتی ہیں۔ میرے باپ کی روح مولوی کو آکر ستاتی ہے۔ یہ مولوی لوگوں کو بے وقوف بنانے اور دھوکے دینے اور ٹھگنے کے لیے کہتے ہیں کہ تیرے باپ کی روح آج میرے پاس آئی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ باپ میرا، روح تیرے پاس آتی ہے ؟اس کا مطلب کیا ہے ؟وہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ صدقہ خیرات کر، اپنے مال میں سے کچھ نکال۔۔۔ یہ صرف کھانے پینے کا ایک بہانہ ہے۔ اللہ نے قرآن مجید میں کن لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے ﴿وَ حَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ﴾ یہ حرام ہے کہ کوئی گیا ہو اور وہ واپس آجائے۔ فرمایا: قیامت تک واپس نہیں آسکتا۔ دوسری جگہ سورہ المومنون میں ہے۔ ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ بس مر گیا اور پردہ لٹک گیا۔ یہ پردہ کب تک رہے گا؟ جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے، یہ بڑی جہالت کی بات ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جمعرات کو روحیں گھروں کو آتی ہیں، یہ سب کھانے پینے کے بہانے ہیں، اصل میں اسلام، اس قسم کی چیز ہے کہ یہی ہمیشہ حاکم رہے، تو کام ٹھیک چلے گا، اگر یہ حاکم نہ ہو تو کام خراب ہو جاتا ہے۔ جب سے اسلام کی حکومت ختم ہو گئی، اسلام یتیم ہو گیا، سارے کا سارا کام خراب ہو گیا، ورنہ جب اسلام زندہ تھا، اس کے سر پہ ہاتھ تھا، تو اس وقت تک انصاف اور ہمدردی کا حال یہ تھا کہ بچہ جب دودھ پینا چھوڑ دے تو فوراً اس کا وظیفہ لگ جاتا تھا، بالکل ایسے ہی جس طرح باپ بیٹے کا ذمہ دار ہے۔ ہم انگلینڈ کی تعریفیں اس لیے کرتے ہیں کہ وہاں جو کوئی چلا جائے وہ بھوکا نہیں مر سکتا جب تک اس کو کوئی سروس نہ مل جائے حکومت اس کو خرچہ دیتی رہتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایسے ہی ہوتا تھا کہ جونہی بچہ دودھ چھوڑے، حکومت اس کو خرچہ دے، حضرت عمرؓ رات کو اکثر چکر لگایا کرتے تھے، لوگوں کے حالات دیکھنے کے لیے۔ ایک دن دیکھا کہ گھر میں بچے رو رہے ہیں، رونے کی آواز سن کر آپ نے پوچھا کہ کیا بات ہے ؟ وہ ماں کہنے لگی کہ حضرت عمرؓ نے قانون بنایا ہے

کہ بچہ دودھ چھوڑ دے تو وظیفہ لگ جاتا ہے' ہم اس وجہ سے بچے کا دودھ جلدی چھڑا دیتے ہیں کہ اس کا وظیفہ جلد لگ سکے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا! میرے اس قانون کی وجہ سے بچوں کو اتنی تکلیف ہوتی ہے' والدین ایسا لالچ کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہہ دیا کہ جس دن بچہ پیدا ہوا اسی دن اس کا وظیفہ شروع ہو جائے گا۔(الفاروق ص 591) تو پھر مولوی کیسے بھوکا مر سکتا ہے۔ لیکن جب سے اسلام یتیم ہو گیا ہے' اسلام کے سر پر کسی کا ہاتھ نہ رہا' اسلام لوگوں کے تابع ہو گیا تو معاملہ بگڑ گیا۔ جب لوگ اسلام کے تابع ہوتے ہیں تو گاڑی فرسٹ کلاس چلتی ہے اور جب اسلام لوگوں کے تابع ہو جاتا ہے تو وہ جیسے چاہیں اسے مولڈ(Mold) کرتے رہیں تو پھر اسلام کا حلیہ بھی بگڑ جاتا ہے اور پھر مولوی بھی حرام کھانے لگ جاتے ہیں۔ اور اسی طرح کے مسئلے بناتے ہیں کہ روح جمعرات کو آتی ہیں' پھر ختم چلتے ہیں' گیارھویں چلتی ہے' دیگیں۔۔۔ یہ اور وہ۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ جو لوگ صدقے کرتے ہیں نا۔۔۔ یا دیگیں چڑھاتے ہیں یہ سب بدعتوں کی صورتیں ہیں۔ مسلمان بڑی عقل والی امت تھی۔ لیکن جب اسلام کو نا سمجھا تو بے وقوف سے بے وقوف تر ہو گئے۔ اب دیکھ لو' کیسے کیسے بے وقوفی والے اور احمقانہ کام ہوتے ہیں۔ ہماری حکومتوں کو دیکھ لو' کیسی کیسی پلاننگ کرتی ہیں۔ کیسے کیسے کام کرتی ہیں۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ سراسر نقصان ہی ہوتا ہے۔ اب دیکھ لو' تعلیم میں کتنی ترمیمیں ہوتی ہیں' کتنے منصوبے بنتے ہیں۔ لیکن بیڑا غرق ہو رہا ہے' تعلیم کا معیار دن بدن گر رہا ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ جب بچہ چھوٹا ہو تو اس کا حافظہ بہت تیز ہوتا ہے اور سمجھ بہت کم ہوتی ہے' جوں جوں عمر بڑھتی ہوتی جاتی ہے' عقل پختہ ہوتی جاتی ہے اور حافظہ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اب مجھے ہی دیکھ لو' حافظے والا معاملہ تقریباً ختم ہے۔۔۔ سمجھ پوری کامل ہے۔ بچے کو سمجھ کم ہوتی مگر حافظہ زیادہ ہوتا ہے۔ عقل مندی یہ ہے کہ اس عمر میں بچے کو زیادہ سے زیادہ یاد کروایا جائے۔ مگر ہمارے ہاں کیا ہے؟ اتنے بڑے بڑے بستے اور پنسلیں شروع ہو جاتی ہیں کہ ان کو دھڑا دھڑ لکھایا جاتا ہے جس سے بچوں کو بالکل کچھ نہیں آتا۔

میں جب آٹھویں جماعت میں پڑھا کرتا تھا' بڑا Cmpitition تھا' بڑا مقابلہ

تھا‘ ہندوؤں سے بڑی ٹکر تھی۔ ایک ڈاکٹر کا لڑکا ہمارے مقابلے کا تھا۔ وہ اس لڑکے کو بڑی تیاری کروایا کرے اور نظمیں یاد کروایا کرے‘ ایک دن وہ میرے ابا جی سے ملا اور کہنے لگا آپ لوگ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کے پاس قرآن ہے‘ آپ نے پہلے بچے کو قرآن حفظ کروایا‘ پھر سکول کی پڑھائی شروع کروائی۔ قرآن حفظ کر لینے سے حافظہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ سارے علم آسان ہو جاتے ہیں۔ وہ نظمیں یاد کروایا کرے کہ بچہ جتنا حفظ کرے گا‘ اتنا ہی اس کا حافظہ (Memory) تیز ہو جائے گا۔ اور اس کی ضبط کی قوت‘ فہم کی قوت بڑھتی چلی جائے گی۔ اور اسلام کا انداز بھی بالکل اسی قسم کا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں یہ باتیں بالکل ہی ختم ہیں۔

بچوں کو قرآن یاد کروایا جائے‘ اور چیزیں بچوں کو یاد کروائی جائیں۔ بچپن جو ہے وہ اس طرح سے گزارہ جائے۔ اب ہمارے یہاں ایف اے میں فلسفہ وغیرہ یا اس قسم کی اور چیزیں ہیں۔ ایسی تہذیب کے متعلق باتیں جو بچوں کو سمجھ نہ آنے والی ہیں۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ بچوں کو قرآن کا ترجمہ یاد کروایا جائے‘ حدیثیں یاد کروائی جائیں اور چیزیں جو ہیں وہ بچوں کو یاد کروائی جائیں۔ اور جوں جوں آگے بڑھتے جائیں تعلیم کا لیول بھی بڑھتا جائے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ جو باتیں ایم اے میں ہونا چاہئیں وہ ایف اے اور میٹرک میں ہوتی ہیں۔ اب معاشرتی علوم جو پرائمری میں پڑھائی جاتی ہے‘ کیا بچوں کو اس کی سمجھ آجائے گی؟ کیا بچہ اور کیا معاشرت کوئی تک ہے؟

میرے بھائیو! ہماری حکومتوں کا حال یہ ہے کہ جس چیز کا جتنا علاج کرتے ہیں وہ اتنی ہی خراب ہوتی ہے۔ دیکھ لو جتنے ہسپتال زیادہ اتنی ہی بیماریاں زیادہ ۔۔۔ جتنی پولیس زیادہ اتنے ہی کیس زیادہ۔ جتنے جج زیادہ‘ اتنے ہی مقدمے زیادہ‘ جتنے وہ علاج کرتے ہیں‘ اتنی ہی بیماریاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ زندگی کے جس شعبے میں چاہو دیکھ لو‘ حکومت جہاں بھی کام کرتی ہے‘ جو بھی شعبہ ہے‘ وہ بالکل برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ سارے پاکستان کا یہی حال ہے۔ پولیس کی کوئی حد ہے؟ ججوں کی کوئی حد ہے؟ ہسپتالوں کی کوئی حد ہے؟ لیکن بیماروں کا حال بھی دیکھ لو‘ مرض کے علاج کے لیے تشخیص صحیح ہونی چاہیے۔ اگر تشخیص صحیح نہیں‘ تو

پھر علاج صحیح کیسے ہوگا؟ دوسرا نمبر تدبیر کا آتا ہے۔ پہلے تشخیص ہو پھر تدبیر ہو' پھر جا کر خاطر خواہ نتیجہ نکلے گا۔ لیکن نہیں' تو اسلام کا جو معاملہ ہے وہ بالکل اور ہے۔ مسلمان کبھی بے عقل نہیں ہوتا۔ اللہ اکبر۔۔۔! حضرت عمرؓ جب شہید ہو گئے' تو ایک صحابی بے چارہ بہت رونے لگا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو اس قدر رو رہا ہے جتنے ان کے گھر والے بھی نہیں روتے' کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ وہ اس لیے روتے ہوں گے کہ ہمارا باپ مر گیا' کوئی اس لیے روتا ہوگا کہ میرا چچا فوت ہو گیا' کوئی کہہ رہا ہوگا کہ میرا بھائی فوت ہو گیا' رشتے دار تو رشتے داری کی وجہ سے رو رہے ہوں گے مگر میں اس لیے رو رہا ہوں کہ حضرت عمرؓ کے بعد اسلام کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں رہا۔ اسلام یتیم ہو گیا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو حالت ۔۔۔ زوال آتا گیا اور آتے آتے یہ دور آ گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی میں بات کر رہا تھا۔۔۔ یہ دیگیں چڑھانا' صدقہ کرنا ہے۔۔۔ تو دیگیں چڑھا دے' کیا فائدہ ہوا اس کا؟ اگر بندہ عقل سے سوچے' اگر تو صدقہ کرنا چاہتا ہے' خیرات کرنا چاہتا ہے' تو دیکھ مسلمانوں کی ضرورت کیا ہے۔ اس ضرورت کو پورا کر۔۔۔ تیرے صدقے کا تجھے ثواب ہوگا' اور اگر لوگوں کو کھانا ہی کھلا دیا۔۔۔ وہ کھانا تو لوگ ہر وقت ہی کھاتے ہیں۔ ہاں کھانا کھلانا اس وقت بہتر عمل ہے جب قحط سالی کا دور ہو' جب مہاجروں کا فلڈ آ رہا ہو۔۔۔ ایسی پریشانی کی کوئی صورت ہو تو اس وقت کھانا کھلانا بہتر کام ہے' چونکہ لوگ بھوکے مر رہے ہے' فاقوں مر رہے ہیں اس لیے کھانا کھلانا بہتر ہے۔ لیکن عام دنوں میں' نارمل حالات میں دیگیں چڑھا دینا' کھانا کھلا دینا بجمہ صدقہ ہے کہ ایسے ہی اس کا بجمہ ثواب مل جائے گا۔ کیا اس کا ثواب ملتا ہے؟ سب بے کار جاتا ہے؟ کیا ثواب ملتا ہے؟ سب بے کار جاتا ہے؟ کوئی ضرورت پوری ہوئی؟ عقل سے کام لو۔ جب تم صدقہ کرو تو یہ دیکھو کہ کوئی کام اس سے پورا ہوا؟ جو خرچ کیا جا رہا ہے' پانچ سو' ہزار' دو ہزار۔۔۔ کوئی موری بند ہوئی' کوئی دروازہ بند ہوا؟ کوئی کام پورا ہوا؟ لوگ آخر اپنے اپنے گھروں میں کھاتے ہی ہیں۔۔۔ آج بھی کھا لیا' اللہ اللہ خیر سلا۔۔۔! اور پھر یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ صدقے کا تعلق خاص اللہ سے ہوتا ہے۔ صدقہ جو ہے صدق سے بنا ہے۔۔۔ صدقے کا روٹ کیا ہے؟ وہی صدق ۔۔۔ سچ ۔۔۔ کہ بندہ مال خرچ کر کے یہ بتاتا ہے کہ

یااللہ! میں نے جو تیرا کلمہ پڑھا ہے' میں جو تیرا نام لیتا ہوں' تجھ سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہوں' میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔۔۔ اور تیری راہ میں مال خرچ کر کے' تیرے ساتھ وفاداری کا دم بھرتا ہوں کہ میں تیرا وفادار ہوں۔ صدقہ اس کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے' اس کے عقیدے کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کی دوستی کی تصدیق کرتا ہے' یہ جو اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ دیکھو نا۔۔ لا الہ الا اللہ کے کیا معنی ہیں؟ نہیں ہے کوئی پیارا مگر اللہ۔۔۔! الہ کے ایک معنی محبوب ہونا اور عاشق ہونا بھی ہے۔ کسی پر عاشق ہونا' الہ مفعول ہے۔ اس میں عبادت کا مفہوم بھی آجاتا ہے اور عبادت بھی وہ جس میں محبت ہو۔ جس عبادت میں محبت نہیں وہ عبادت بھی کچھ نہیں۔ ہم نماز پڑھنے آئے ہیں' ٹھونگے ماریں گے' اللہ اللہ خیر سلا۔۔۔ ملتا بھی کچھ نہیں' اور جس عبادت میں محبت ہے' لذت ہے' جوش آرہا ہے' زیادہ سے زیادہ محبت پیدا ہو رہی ہے تو پھر وہ الہ معبود کے ساتھ محبوب بھی ہو گیا۔ اور عبادت میں بھی مزا آئے گا۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا: ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾ [2:البقرة:165] اور لوگوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں ﴿مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا﴾ جنھوں نے اللہ کے سوا دوست بنا رکھے ہیں ﴿يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾ اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کی جاتی ہے۔ دیکھو! کیسا کھلا شرک ہو رہا ہے؟ وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں' جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔ مشرک وہ بھی ہوتا ہے جو اللہ کی نسبت بیوی سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوسرے معبودوں سے محبت کرتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ اور جو مومن ہوتا ہے ﴿اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ وہ اللہ سے بڑی شدید محبت کرتے ہیں' بیوی سے' اولاد سے' مال و دولت' عزت اور ہر چیز سے زیادہ اسے اللہ سے محبت ہوتی ہے۔ اور اگر کسی نے اللہ کا شریک بنا دیا تو برباد ہو گیا۔ اللہ نے انسان کی محبت کو تقسیم کیا ہے۔ اجازت دی ہے کہ تیری بیوی ہے تو اس سے محبت کر' تیری اولاد

ہے اس سے محبت کر' تیرے ماں باپ ہیں' تیرا چھوٹا بھائی ہے تو ان سے محبت کر' اللہ نے ہر ایک کی حد مقرر کی ہے۔ اور پھر اسکے بعد کہا کہ دیکھ تو ماں سے محبت کرے گا اس لیے کہ تیری ماں ہے۔ مجھ سے بھی محبت کر۔۔۔ لیکن ان سب سے زیادہ۔ اگر ماں جنتی کی تو پھر شرک ہو گیا۔ اور اگر ماں کچھ کہے اور اللہ کچھ کہے اور تو نے ماں کی بات کو ترجیح دی تو فیل ہو گیا' برباد ہو گیا۔ ہمارا یہی حال نہیں ہے؟ دیانت داری سے بتلایئے! آپ داڑھی کیوں نہیں رکھتے؟ اس لیے کہ بیوی ناراض ہو جائے گی۔ جب تجھ سے نکاح کیا تھا تو تجھے داڑھی منڈا دیکھ کر نکاح کیا تھا کہ یہ ماڈرن ہے' اپ ٹو ڈیٹ ہے۔ اور اگر داڑھی رکھ لی تو بیوی ناراض ہو جائے گی۔ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ بیوی ناراض نہ ہو اللہ ناراض ہو تا ہے تو ہو جائے کیا فرق پڑتا ہے' اللہ کہتا ہے پھر ٹھیک ہے' مزے کر' اور دوسری چیزوں کا بھی یہی حال ہے۔ اللہ کہتا ہے تیری بیٹی کی شادی ہے' تیرے بیٹے کی شادی ہے' تو فضول خرچی نہ کر۔۔۔ وہ کہتا ہے کہ بیوی نہیں مانتی میں کیا کروں۔۔۔ اللہ کہتا ہے کہ پھر ٹھیک ہے اس کی مان لے' میری بے شک نہ مان۔۔۔ آنا تو تو نے میرے پاس ہی ہے۔ پھر تو مجھ سے لے لینا جو تو چاہتا ہے۔ میرے بھائیو! دین سمجھ والوں کے لیے ہے۔ بے سمجھوں کے لیے دین نہیں آیا۔ مسلمانوں نے جب دین کو نہیں سمجھا تو وہ دنیا بھی نہ سمجھ سکے۔ دیکھ لو کیسے فیل ہو رہے ہیں؟ اب صدام ہی کو دیکھ لو' اس کی حماقت کی وجہ سے' اس کی غلطی کی وجہ سے ساری دنیا کے مسلمان ذلیل ہو رہے ہیں۔ بے وقوف! اگر تیرے پاس طاقت تھی اور تو کچھ دکھانا چاہتا تھا تو مسلمانوں سے مشورہ کر اور اسرائیل پر چڑھ جا۔۔۔ جس طرح تو نے کویت کو ہڑپ کیا ہے اگر تو ایسا کرے گا تو دیکھ سارے مسلمان بھی تیرے ساتھ ہوں گے۔ لیکن اب دیکھ لو کیا حال ہو گیا ہے۔ مسلمان بھی ہٹ گئے۔ مسلمان بھی پھٹ گئے اور اس کا بھی ستیاناس ہو رہا ہے۔ اور ادھر اسرائیل کو مسلح کیا جا رہا ہے۔ یہ پیٹریاٹ میزائل جو کہ اچانک میزائلوں کو روکتے ہیں' اسرائیل کو دیے جا رہے ہیں۔ یہ اس دور کی ایجاد ہے۔

پھر عقلوں کا حال بھی دیکھ لو! لوگ ہمارے ملک میں لڑ لڑ کر مر رہے ہیں۔ یہ

صدام کا حامی ہے' یہ امریکہ کا حامی ہے۔بتایئے آپ کس کی حمایت کرتے ہیں ؟ارے پاگل تو مجھ سے حمایت پوچھتا ہے ؟ میری تیری حمایت سے ہو گا کیا ؟نواز شریف نے اتنے ملکوں کے چکر لگا لگا کر کیا کر لیا۔۔۔یہ جب تک مشورہ کریں گے اتنے میں ان کا کونڈا ہو جائے گا۔یہ اسلامی مجلس' اسلامی کانفرنس قائم کر لیں گے تو پھر کیا ہو گا ؟اس کا حال چھوٹو رام جیسا ہو گا۔۔۔یعنی

زیرو+زیرو+زیرو+زیرو۔۔۔=زیرو

یہ اسلامی کانفرنس والے کیا کریں گے ؟ جب تک انھوں نے مشورے کرنے ہیں' میٹنگیں کرنی ہیں اس وقت تک کام تمام ہو جائے گا۔مسلمانوں میں اب عقل نہیں رہی۔یہ بے عقل ہو گئے ہیں۔اس لیے کہ انھوں نے دین ہی نہیں سمجھا۔یہ عقل دین سے آتی ہے۔جو دین دار ہے وہ عقل والا ہوتا ہے۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔چنانچہ دیکھ لو! صحابہؓ کو۔۔۔اس وقت تو کوئی میٹرک بھی نہیں تھا۔اس وقت تو کسی قسم کی تعلیم بھی نہیں تھی۔اب تو ہر چیز میں اسپیشلائزیشن ہو رہی ہے۔اس وقت کچھ بھی نہ تھا۔جنگیں ہو رہی تھیں' حضرت عمرؓ خط لکھتے تھے قبائل کو کہ بھئی! آدمیوں کی ضرورت ہے' بھیجو۔دھڑا دھڑ لوگ آرہے ہیں' جنگوں میں شریک نہیں ہوئے' کوئی ٹریننگ نہیں ہوئی' اس کے باوجود نتیجہ دیکھ لو قیصرو کسریٰ کو ہلا کر رکھ دیا۔۔۔روم کو فتح کر لیا' ایران کو فتح کر لیا۔سارے کافر موجود' مگر خوف زدہ۔آج کفر کے دل میں اسلام کا کوئی ڈر نہیں۔اس لیے کہ اسلام کا نام لیوا سچا مسلم نہیں ہے۔سعودی عرب کے مسلمانوں کا حال دیکھ لو۔۔۔اسلام کا کوئی نام و نشان ہے ؟ ٹھیک ہے یہ رسمی کام ہے' رسمی چیز کے متعلق سن لو۔۔۔رسمی چیز کو اللہ کبھی پسند نہیں کرتا۔سعودی عرب نے بڑی مساجد تعمیر کروائیں۔بڑے قرآن تقسیم کیے' جب حاجی جاتے ہیں اور وہ جدے آنا شروع ہوتے ہیں تو گیٹ پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔۔۔ان کا آدمی ہر ایک کو ایک ایک قرآن' دو دو قرآن دیتا جاتا ہے کہ جی! شاہ فہد کا یہ تحفہ ہے۔کروڑوں قرآن تقسیم کر دینے سے کیا اللہ راضی ہو گیا ؟اللہ راضی ہوتا تو کیا یہ حال ہوتا ؟اب دیکھ لو' کروڑ پتی مسجد بنا

دے ' تو کیا فرق پڑتا ہے؟ اگر ایک مل مالک (Mills Owner) کوٹھی کا مالک ' بڑی بڑی جائیداد والا۔۔۔ ایک مسجد بنادے تو اللہ راضی ہو جاتا ہے؟ اللہ کہتا ہے جب تو پیسے دیتا ہے تو خود بھی آ۔۔۔ پانچوں وقت مسجد میں حاضری دے۔۔۔ پھر تجھے مانوں ' پھر تجھ سے خوش ہوں۔ یہ لوگ جو بڑی بڑی مسجدیں بنانے والے۔۔۔ سالوں کے بعد ان کی شکلیں مسجدوں میں دیکھی جاتی ہیں۔ کوئی عید کا موقع ہو' کوئی خاص موقع ہو' یا کوئی ووٹ وغیرہ لینے ہوں تو پھر کہیں جا کر شکل دکھاتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ مجھے تیرے پیسے کی ضرورت نہیں۔ تو خود مسجد میں آ۔۔۔ پانچوں وقت میرے گھر میں آکر میری عبادت کر۔ میں پھر تیرے پیسے قبول کروں گا ورنہ کیا فائدہ؟

اب کویت ۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔ کویت نے اربہا ارب روپیہ مسلمان پر خرچ کر دیا۔ سعودی عرب نے بھی پیسے خرچ کرنے کرنے کی کوئی کسر چھوڑی ہے؟ فلپائن پر' فلاں جگہ' فلاں جگہ۔۔۔ جہاں بھی مسلمان قوم کو ضرورت پڑی' سعودی حکومت نے' کویت حکومت نے بہت پیسہ خرچ کیا' لیکن رسمی۔ اور خود انگریزوں سے بہت محبت کرتے ہیں۔ سیر کرنے جاتے ہیں تو لندن میں جاتے ہیں' وہاں جا کر جوا کھیلتے ہیں' وہاں جا کر عیش کرتے ہیں' وہاں جا کر میمیں اڑاتے ہیں اور ایک طرف مسجدیں بنائے جاتے ہیں۔ اگر حرام اور حلال اکٹھے ہو جائیں' تو دونوں ہی خراب ہو جاتے ہیں' بدبو اور خوش بو کو اکٹھا کیا جائے تو بدبو غالب آجاتی ہے اور خوشبو اڑ جاتی ہے۔۔۔ چوہا مرا ہوا ہو اور جتنی مرضی اگر بتیاں لگا لو بدبو چڑھتی ہی جائے گی۔ ہمیشہ یاد رکھو' اعلیٰ اور ادنیٰ چیز کو ملا کر دیکھ لو باسمتی کے اعلیٰ درجے کے چاولوں میں گھٹیا درجے کے چاول ملا دو کیا قیمت اعلیٰ درجے کے چاولوں کی لگے گی؟ وہ جو گھٹیا درجے کا چاول ہے وہ اس کو نیچے گرا دیتا ہے کہ تو بھی میرے ساتھ ڈوب۔۔۔ اب اگر اعلیٰ درجے کا چاول بارہ روپے میں ملتا ہے اور جو گھٹیا چاول ملایا جارہا ہے' جو آٹھ روپے میں مل جاتا ہے تو قیمت بارہ روپے نہیں لگے گی۔ نو یا دس روپے ہی لگے گی۔ اعلیٰ مقام ختم ہو جائے گا۔ جو مسلمان کفر سے Shake Hand کرتا ہے' اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر خوش ہوتا ہے پھر وہ خواہ کتنا ہی مومن بنے سارا ہی معاملہ ختم ہو جائے گا۔ وہ تاثیر ہی باقی نہیں رہتی۔ اور

غیرت کی تو اصل قیمت ہے۔ جس مسلمان کو غیرت نہیں ہے' کفر اور باطل سے نفرت نہیں ہے' اللہ اس کی کسی نیکی کو قبول نہیں کرتا۔ اس کے کسی صدقے کو' اس کی کسی خیرات کو' بالکل قبول نہیں کرتا۔ یہ سعودی عرب اور کویت کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ دنیا ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جس کو ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ ایم اے پاس بھی اور ان پڑھ بھی۔ جو دنیا کی اس کھلی کتاب کو نہیں پڑھ سکتا وہ بے وقوف ہے۔ اللہ تو ہمارے سامنے سب چیزیں لا کر دکھا دیتا ہے۔ ان کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں' اپنے کانوں سے سب کچھ سنتے ہیں' جو اس سے سبق حاصل نہیں کرتا وہ بے وقوف ہے' احمق ہے۔ مسلمان کون ہوتا ہے؟ مسلمان کبھی احمق نہیں ہوتا۔ اور میں یہ بات تقریباً ہر جمعہ میں کہتا ہوں کہ ہم جو احمق ہیں' بے وقوفی کے کام کرتے ہیں۔ اب دیکھ لو! ہمارے کالجز میں' تعلیمی اداروں میں سیاست آ گئی۔ الیکشن آ گئے' یونینز بن گئیں' بتایئے! دیانت داری سے بتایئے کہ تعلیم کا ستیاناس ہوا ہے یا تعلیم میں لڑکوں کو کچھ فائدہ ہوا ہے؟ بیڑا غرق ہو گیا۔ لیکن عقل کے مارے ہوئے پھر بھی یونینز ہی بناتے ہیں۔ لڑکے بھی کہتے ہیں کہ یونینز بنے ہی بنے' یہ ہمارا حق ہے اور حکومت بھی کہتی ہے کہ نہیں یونین بنانا ہی چاہیے تاکہ گولیاں چلیں' طلبا مریں۔ تعلیم ختم ہو جائے' دیکھ لو کس قدر مضر چیز ہے؟ لیکن کسی کو نہیں سوجھتی۔۔۔ بڑے بڑے مدبر' بڑی بڑی عقلوں والے' لیکن بالکل احمقانہ کام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بات بڑی اچھی طرح سے واضح کی ہے' میں آپ سے کیا عرض کروں' الفاظ ہی ایسے نہیں کہ تمھارے دل میں ڈال دوں۔۔۔ لوگو! مسلمان ہونے کی کوشش کرو۔ رسمی اسلام کا کوئی فائدہ نہیں۔ صدام بھی مسلمان ہی ہے نا۔۔۔ لیکن اس کو اسلام کا نام ہی پسند نہ تھا۔ بے شک اب اللہ اکبر بھی کہے' نعرے بھی لگائے' اسلام کا نام بھی لے' لیکن اس کو اسلام کا نام بھی پسند نہیں تھا۔ اور اسی طرح سعودیہ کو اسلام کا نام پسند تھا' اور دل میں اسلام نہیں تھا۔ وہاں بھی کھیل تماشہ ہی ہے۔ اسلام کیا چیز ہے؟ یہ وہ چیز ہے' جو اللہ نے بھیجی تھی۔ محمد ﷺ لے کر آئے تھے اور صحابہ نے اس کو سینوں سے لگایا۔ دنیا پر چڑھ گئے۔ ساری دنیا پر اسلام کا علم بلند ہو گیا۔ صحابہ بالکل ان پڑھ تھے' لیکن اللہ نے ان کو دین

کی وجہ سے ایسی سمجھ دی تھی کہ بڑے بڑے مدبر ان سے کان کتراتے تھے۔ یعنی گریز کرتے تھے۔ اور ان کے سامنے جھک جاتے تھے کہ بھئی! نہیں تمھارا کوئی جواب نہیں۔ مسلمان آج جو کر رہے ہیں' اب جو یہ کو در ہے ہیں' رضاکار یہاں کے۔۔۔ اپنے نورانی صاحب کی پارٹی ان کو پتہ ہے کہ جانا وانا کچھ نہیں۔۔۔ لڑائی وغیرہ کچھ نہیں۔ بھئی تمھارے اگر دو کروڑ آدمی بھی چلے جائیں تو وہ دو منٹ میں صاف کر دیں گے۔ تم اپنے ملک کو دیکھ لو۔۔ یہاں کیا حال ہو گا۔ جب تمھارے پلے ہی کچھ نہیں تو جتنے بھی آدمی جائیں گے۔ ایک جہاز آئے گا سب کو صاف کر کے چلا جائے گا۔ یہ سب باتیں ہیں کہ ہم جا رہے ہیں' ہم یوں کر دیں گے' ہم یوں کر دیں گے۔ اور تو کوئی اس جنگ میں کود ہی نہیں رہا۔ ہمارے پلے ہی کچھ نہیں۔ آج تک عیش ہی کرتے رہے۔ کفر طاقت بناتا رہا اور مسلمان عیاشی میں لگے رہے۔ اور قرآن کا حکم ہے ﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ ﴾ [8:الانفال:60] اے مسلمانو! تم اپنے اندر طاقت پیدا کرو تاکہ تمھارا دشمن تم سے خائف رہے۔ اب اپنے نواز شریف صاحب "بش" سے ٹیلی فون پر بات کرتے ہیں اور وہ ان سب کو احمق سمجھتا ہے۔ سب کو بالکل احمق' کیا کر لے گا یہ ایران' کیا کر لے گا یہ پاکستان۔۔۔ کسی میں کیا طاقت ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں تو کچل کر چھوڑوں گا۔ اب بھی ہمارا حال دیکھ لو' کوئی خیال ہی نہیں' کوئی فکر ہی نہیں۔ وہی عیاشی' وہی بد معاشی' وہی آوارگی' کوئی غیرت نہیں' کوئی جذبہ نہیں' کوئی کچھ نہیں ہے۔ انداز بھی وہی۔ یعنی جب ہماری حکومت غیر اسلامی لائن پر چلے گی' اس سے مسلمان کیسے پیدا ہو جائیں گے۔ ہمارے بچوں کی تعلیم و تربیت بالکل انگریز کے طریقے کی اور انگریز نے جو طریقہ ہمارے لیے رائج کیا اور جو طریقہ اس نے اپنی قوم کے لیے رائج کیا وہ مختلف ہے۔ وہ تو قوم کو ابھار رہا ہے۔ دیکھ لو اسرائیل کو۔۔۔ خیرات ہو رہی تھی کہ روحیں نہیں آتیں۔ یہ اسلام کا بگاڑ نہیں ہے۔ یہ مولوی کے ذہن کا بگاڑ ہے۔ ﴿ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ

اَهۡلَكۡنٰهَا اَنَّهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴾ [21:الانبیاء:96] فرمایا قیامت آجائے گی' یہ لوگ قیامت تک واپس نہیں آئیں گے۔ جب تک یہ نشانی پوری نہ ہوگی۔ ﴿حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ ﴾ یہاں تک کہ ہم یاجوج و ماجوج کو کھول دیں گے۔ اب اللہ نے ان کو بند کر رکھا ہے۔ اللہ اکبر۔۔۔! آپ دیکھتے ہیں دنیا کی حکومتیں' دنیا کی ترقی' دنیا کے چیلنج' اللہ بھی ان حرکات کو دیکھ رہا ہے۔ اب سائنس نے اتنی ترقی کی ہے' کہ سب چیزوں کو کنٹرول کر لیا ہے۔ اللہ دکھائے گا' جب یاجوج ماجوج نکلیں گے اور نکلیں گے کہاں سے؟ وہ اس زمین سے نکلیں گے۔ وہ ایک مخلوق ہی ہیں۔ وہ انسان ہی ہیں۔ وہ نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اور اس زمین پر رہتے ہیں۔ ان کی تعداد کتنی ہے؟ ساری دنیا کی تعداد سے ان کی تعداد زیادہ ہے۔ جتنے براعظم ہیں' ایشیا' یورپ' امریکہ' اور کیا افریقہ۔۔۔ سب سے زیادہ ان کی تعداد ہے اور ہیں وہ زمین پر ہی۔ سائنس دان کہتا ہے کہ ہم نے بڑی ترقی کی۔۔۔ اور اللہ دکھانا چاہتا ہے کہ دیکھ تیری ترقی کا پتہ لگ جائے گا جب یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ تو کہے گا کہ یہ کہاں سے آ گئے؟ اتنی مخلوق۔۔۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تک ایک ایک کے ہزار ہزار بچے پیدا نہ ہو جائیں مریں گے نہیں۔ اتنی ان کی تعداد ہے۔ اور قرآن کے الفاظ ہیں ﴿حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ ﴾ جب یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے' ان کو کھول دیا جائے گا۔ ﴿وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ يَّنۡسِلُوۡنَ ﴾ اور وہ ایسے نیچے کو آئیں گے جیسے پہاڑ چلے آ رہے ہیں۔ اب قرآن یہ کہتا ہے یاجوج ماجوج ایک قوم ہیں۔۔۔ قیامت کی نشانی ہیں۔۔۔ ہمارے مسلمانوں نے کیا کیا؟ کیا کہا؟ یہ کہ وہ چائنہ ہے۔۔۔ کسی نے کہا کہ وہ روس ہے۔ کسی نے کسی پر فٹ کر دیا' کسی نے کسی پر فٹ کر دیا۔ کیوں؟ آج کل تو پتہ پتہ چھان مارا ہے' زمین کا چپہ چپہ چھان مارا ہے؟ زمین کی انچ انچ چھان ماری ہے۔۔۔ وہ آخر رہتے کہاں ہیں؟ قرآن جھوٹ تو نہیں کہتا۔۔۔ لیکن تاویل کرو اس کی۔ ایسے توڑ مروڑ کرو۔۔۔ اور کہہ دو کہ وہ چائنہ ہے۔ حالانکہ قرآن کے الفاظ اس کو

قبول نہیں کرتے۔ پھر یہ بات بھی واضح ہے' قرآن میں دو جگہ ذکر آتا ہے۔ دونوں جگہ قیامت کے ساتھ ہی اس کا ذکر آتا ہے۔ اور یہاں یعنی قیامت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ مر کر دوبارہ اٹھنا اور واپس آنا یہ کب تک نہیں ہوگا۔۔۔ اس وقت تک جب تک قیامت کی یہ نشانی پوری نہ ہو جائے۔ یعنی یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا۔ اور اس طرح لڑھکتے آئیں گے جیسے پہاڑ ہیں۔۔۔ ﴿ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ﴾ [21:الانبیاء: 97] جب یاجوج ماجوج آگئے' سمجھ لو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے جو آن پہنچا ہے۔ ﴿ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ [21:الانبیاء: 27] کافروں کی نگاہیں اٹھی کی اٹھی ہی رہ جائیں گی۔ ہائے! یہ کیا ہو گیا؟ ہمارے تو وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا۔ یہ دنیادار لوگ اللہ کو جو بھولے ہوئے ہیں کیا کہیں گے؟ ﴿ يَٰوَيْلَنَا ﴾ اے افسوس ہم پر! ﴿ قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا﴾ ہم تو اس سے غافل ہی رہے۔ ہم نے تو کبھی خیال ہی نہیں کیا کہ قیامت بھی آجائے گی۔ ہم تو یہی سمجھ رہے تھے کہ ہر صبح کے بعد شام اور ہر شام کے بعد صبح آتی رہے گی۔ ﴿ قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا﴾ ہم تو اس سے غفلت میں تھے۔ ﴿ بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ﴾ بلکہ ہم تو ظالم تھے' بہت قصوروار تھے۔ ہم نے تو کوئی تیاری ہی نہیں کی۔ میرے بھائیو! آپ جو بیٹھے ہوئے ہیں' اپنے دل سے پوچھیں کہ آپ نے آخرت کی کوئی تیاری کی ہے؟ آپ کی تیاری سے' آپ کو جواب یہی ملے گا' آپ کی تیاری ایسی ہی ہے۔ جیسے آپ کا بیٹا امتحان دینے کی تیاری کر رہا ہے' آپ کہتے رہتے ہیں کہ یہ خبیث پڑھتا ہی نہیں۔ امتحان سر پر آرہا ہے' اور یہ کھیلتا پھرتا ہے۔ آپ کی تیاری بھی ایسی ہی ہے۔ جیسی اولاد' ویسا باپ۔۔۔ جیسا آپ کا بیٹا اپنے امتحان' میٹرک' ایف اے' بی اے اور ایم اے کی تیاری نہیں کرتا۔ ایسے ہی والدین ہیں جو آخرت کی فکر نہیں کرتے۔ کوئی آخرت کی تیاری نہیں کرتے۔

ایسے میں امتحان آجاتا ہے تو پھر چہ' ناجائز ذرائع (Unfaire Means) کی

طرف دوڑتا ہے' گٹھ جوڑ ہوتے ہیں' پیسے مخصوص ہوتے ہیں۔ چالاکیاں کی جاتی ہیں۔ وہاں تو چالاکیاں نہیں چلیں گی۔ اس وقت کیا بات کہیں گے؟ یہ دنیادار لوگ یہ کہیں گے: ﴿يٰوَيْلَنَا﴾ ہائے افسوس! ﴿قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ ہائے ہمارا ستیاناس ہو' ہم تو غفلت میں رہے۔ ہم نے تو کبھی خیال ہی نہیں کیا۔ ہم قصوروار تھے۔ اور ہمارا یہ حال ہے۔

ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے کہ کافروں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ذوالقرنین کون تھا؟ یہ انھوں نے یہودیوں کے اکسانے پر' یہودیوں کے شہ دینے پر کہا کہ جاؤ اس نبی کا ٹیسٹ تو لو۔۔۔ یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں' اس سے پوچھو کہ وہ کون تھا؟ اصحاب کہف کون تھے؟ اور "روح" کیا چیز ہے؟ اگر یہ نبی ہوگا تو صحیح جواب دے گا۔ تو کافروں اور مشرکین نے یہ سوال کیے۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر سورہ الکہف آیت :83-84) اللہ نے ذوالقرنین کا حال بیان کیا کہ وہ بہت نیک بادشاہ تھا' بڑا زبردست فاتح تھا۔ اور جب وہ دنیا کی چاروں طرف پھر گیا اور جب وہ ایک خاص علاقے کی طرف گیا اور جا کر اس نے اس کو فتح کیا تو وہاں کچھ لوگ کہنے لگے: ﴿قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ﴾ اے ذوالقرنین! ﴿اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ کہ یاجوج ماجوج نے بڑا فساد مچا رکھا ہے۔ ﴿فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا﴾ کیا ہم تیرے لیے کوئی چندہ وغیرہ جمع کریں ﴿عَلٰى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا﴾ [18:الکھف:94] کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں' تاکہ یہ ہمیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں۔ یہ ادھر ہی بند رہیں۔ ادھر آ ہی نہ سکیں۔ تو ذوالقرنین کہنے لگے: ﴿قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ﴾ اللہ نے جو طاقت ہمیں دے رکھی ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ تم مجھے کیا چندہ دو گے؟ ﴿فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ﴾ میں سفر میں ہوں۔

مجھے لیبر کی ضرورت ہے' چندے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ ﴿ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا﴾ [18:الکھف:95] میں تمھارے اور ان کے درمیان ایک ایسی دیوار کھینچ دوں گا کہ یہ لوگ ادھر نہیں آسکیں گے۔ کیا کرو؟ ﴿اٰتُوْنِیْ زُبَرَالْحَدِیْدِ﴾ اب دیکھو سائنس کی ترقی۔ ﴿اٰتُوْنِیْ زُبَرَالْحَدِیْدِ﴾ تم میرے پاس لوہے کی شیٹیں لاؤ۔ لوہے کی بڑی بڑی چادریں لاؤ۔ ﴿حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ﴾ انھوں نے جو درہ تھا اس کو بند کر دیا۔ لوہے کی شیٹیں لگا دیں۔ ﴿حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا﴾ اندازہ کیجیے ان کے پاس کتنی طاقت ہوگی۔۔۔ جب اس کو گرماؤ۔۔۔ اس کو گرم کرو ﴿ حَتّٰی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا﴾ یہاں تک کہ یہ لوہا آگ بن جائے۔ اب وہ کتنا لمبا ہوگا؟ سارے کو ہوا میں آگ بنانا کتنا مشکل کام ہے؟ ﴿قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا﴾ کہا میرے پاس تانبا لاؤ تاکہ میں اس کو ٹانکا لگا دوں۔ اور پھر اس لوہے پر تانبا بہا دیا گیا۔ جو جوڑ تھے ان کو ٹانکا لگا دیا گیا۔ جب ٹانکا لگ گیا' وہ بالکل مضبوط ہو گیا۔ اب کیا کہنے لگے' ﴿ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا﴾[18:الکھف :97] اب نہ دیوار کے اوپر سے پھلانگ سکتے ہیں اور نہ ہی اس کو سوراخ کر سکتے ہیں۔ ﴿ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ﴾ وہ کوئی صدام تو نہیں تھے۔ کہنے لگے کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ میں نے جو یہ کام کیا تو یہ اسی کی عطا کردہ طاقت سے کیا ہے۔ ﴿ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ﴾ جب میرے رب کا وعدہ آجائے گا' قیامت آجائے گی تو اللہ اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر دے گا۔ ﴿ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا﴾ اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔ وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا' ﴿ وَ تَرَكْنَا

بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِي بَعْضٍ ﴾ ہم یاجوج ماجوج کو چھوڑ دیں گے۔ اس دیوار کو توڑ دیں گے۔ اب وہ اس طرح سے نکلیں گے جیسے سمندر کی لہریں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ وہ اس طرح گتھم گتھا ہوئے ہوئے ہیں۔ جیسے جلوسوں میں ہوتا ہے کہ لوگ گر گر کر مر جاتے ہیں۔ وہ اس طرح جوش میں نکلیں گے۔ ﴿ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ﴾ ادھر قیامت کا صور پھونک دیا جائے گا۔ یعنی قیامت کے بالکل متصل ہی یہ یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ ﴿ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴾ اور ہم ان کو جمع کر دیں گے۔ ﴿ وَ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ ﴾ اور جہنم کو سامنے لائیں گے۔ ﴿ يَوْمَئِذٍ ﴾ اس دن' کس کے سامنے؟ کافروں کے سامنے۔ ﴿ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴾ ان کے سامنے پیش کریں گے کہ تم اس کو نہیں مانتے' کہتے تھے کہ یہ تماشہ ہے؟ دوزخ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ یہ سب مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ اب کافر کسے کہتے ہیں؟ اپنے آپ پر فٹ کیجیے گا۔ ﴿ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِي غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِي ﴾ کافر کون ہوتا ہے؟ جس کی آنکھوں پر پردہ ہوتا ہے۔ نمازی بھی کافر ہے' وہ گناہ ویسے ہی کرتا ہے جیسے کافر کرتے ہیں' چوریاں کرتا ہے' ٹھگیاں مارتا ہے' دھوکے کرتا ہے' شرک کرتا ہے' وہ زنا بھی کرتا ہے' وہ سب برائیاں کرتا ہے۔ فرمایا جس کی آنکھوں پر پردہ چڑھا ہوا ہے اور میں اسے یاد نہیں وہ کافر ہے۔ ﴿ وَ كَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴾ [الکہف:18:101] دنیا میں یہ میری باتیں سن نہیں سکتے تھے۔ دیکھ لو کوئی بڑا آدمی۔ کسی سے کہو کہ چلو جی! جمعہ کے لیے' وہ کہے گا چھوڑو مولویوں کو۔ اسی جگہ جائیں گے' جہاں دو منٹ میں کام ہو گا۔ جیب سے باقاعدہ استری کیا ہوا رومال نکالیں گے' سر پر ڈال لیں گے' دو ٹھونگیں ماریں گے اور چلے جائیں گے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔۔۔ مسجدوں میں رکھا ہی کیا ہے؟ وہ سننا برداشت نہیں کرتے۔ انھیں پتہ ہی نہیں ہے' اپنی اپنی لائنوں میں لگے ہوئے ہیں' اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اجی! ہمیں

بہت کام ہے' فرصت نہیں ہے۔ ہمیں سیاست سے بالکل فرصت نہیں۔ قرآن نے دونوں باتیں بتائی ہیں کہ وہ میرے ذکر سے غافل ہیں اور میری بات نہیں سن سکتے۔ اب اللہ کی باتیں کہاں سنی جاتی ہیں۔ یہ جو ریڈیو پر آتا ہے' وہ کہتے ہیں پہلے لکھ کر دکھا۔۔۔ ہمیں منظور نہ ہوگا تو ہم نشر نہیں کریں گے۔ اللہ کی بات ہم لوگوں کو نہیں سنانا چاہتے۔ ہم وہ بات سنانا چاہتے ہیں جو ہمیں منظور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے لکھ کر دکھاؤ۔ اگر ہمارے مطلب کی ہوئی' اس کو ہم پاس کریں گے' اور ریڈیو پر نشر کریں گے ورنہ بالکل نشر نہیں ہوگی۔ انھوں نے مسجد میں تو بالکل نہیں آنا۔ ریڈیو نے انھیں کھری باتیں نہیں سنانا۔ اب دیکھو ریڈیو پر شیعہ آئے گا اور اپنا اودھم مچائے گا' بریلوی آئے گا تو اپنی بات سنائے گا۔ دیوبندی آئیں گے اپنی غلط سلط باتیں سنائیں گے۔ لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ اہل حدیث کو موقع دو تو کہیں گے یہ ہم سے نہیں برداشت ہو سکتا۔ اگر اہل حدیث آیا تو طوفان مچ جائے گا۔ ساری دنیا خلاف ہو جائے گی۔ ساری دنیا کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حق بات ہم تک پہنچ جائے۔ آج وہ بات سنانے کے لیے قبول ہے' جس سے لوگوں میں انتشار پیدا نہ ہو۔ تو بات جو ہے وہ یہ ہے۔ خوب سمجھ لو' میرے بھائیو! رسمی اسلام کام نہیں دیتا۔ اگر رسمی اسلام کام دیتا ہوتا۔۔۔ کہ سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھ لو۔۔۔ اگر یہ چیز کام دیتی تو سعودی کو بہت کام دیتی۔۔۔ کویت کو بہت کام دیتی۔ وہ بہت خرچ کرتا ہے۔ وہ بھی نیکی کے کام پر لگے ہوئے ہیں اور صدام کو بھی کام دیتی۔ مگر وہ کام اسی کو دے گی جو اللہ کا نام لے کر اٹھے گا۔ اپنی بڑائی مقصود نہ ہوگی۔ اللہ کے دین کی سربلندی مقصود ہوگی۔

حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر ایک آدمی اپنی قوم کے لیے لڑتا ہے' جیسے جاٹوں کے حقوق کے لیے' گجروں کے حقوق کے لیے' ارائیوں کے حقوق کے لیے' یہ سرائیکی والوں کے حقوق کے لیے اور پنجابیوں کے حقوق کے لیے لڑا جاتا ہے۔ پھر جلوس نکالتے ہیں' گولیاں چلتی ہیں اور کچھ مر جاتے ہیں۔۔۔ کیا ایسے لوگ شہید ہیں؟ سکھ بھی شہید' ہندو بھی شہید' جاٹ بھی شہید' ارائیں بھی شہید' گجر بھی شہید۔۔۔ حضرت عائشہؓ پوچھتی ہیں کہ یا رسول اللہ! اگر کوئی ملک کے لیے لڑ کر مر جائے تو کیا شہادت ہے؟ یہ جہاد

ہے؟ فرمایا نہیں۔ یہ کوئی جہاد نہیں۔ اگر کوئی اپنی قوم کے لیے لڑ کر مر جائے' تو یہ بھی کوئی شہادت نہیں ہے۔ یا رسول اللہ پھر جہاد کیا ہے' شہادت کیا ہے؟ فرمایا شہید وہ ہوتا ہے جو ﴿ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ﴾ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑتا ہے اور چاہتا ہے کہ اللہ کی بات بلند ہو' یہ شہادت ہے۔ (صحیح بخاری کتاب العلم باب من سأل و هو قائم عالمًا جالسًا' صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب من قاتل ﴿لتكون كلمة الله هى العليا﴾) ہمارے لڑکے سٹرائیک (Strike) کرتے ہیں جلوس نکالتے ہیں گولیاں کھاتے ہیں۔ شہید۔۔۔ شہید۔۔۔ یہ مسجد شہید۔۔۔ پکنک پر گئے اور دریا میں ڈوب گئے تو شہید۔۔۔ یہ اسلام سے مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید وہ ہوتا ہے کہ جب وہ لڑتا ہے تو اس کے دل میں یہ جذبہ ہوتا ہے ﴿ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ﴾ اللہ کا کلمہ بلند ہو' اسلام کی عزت ہو۔ اگر کوئی اپنی ٹور کے لیے لڑتا ہے کافر ہے۔ کوئی جہاد نہیں ہے۔ اپنی قوم کے لیے' اپنے ملک کے لیے لڑنا جہاد ہے تو ہندو بھی جہاد کرتا ہے' سکھ بھی جہاد کرتا ہے۔ سن لو! اگر ملک کے لیے لڑنا جہاد ہے تو پھر ہر ایک کا جہاد ہے' نہیں زمین سے محبت کفر ہے' اپنے وطن سے محبت صرف وطن کے لیے ہو تو یہ جہالت ہے' یہ کفر ہے۔ اگر وطن کے لیے' محبت اس لیے ہے کہ مسلمانوں کا وطن ہے' یہ اسلام کے لیے بنا ہے' ہم یہاں کفر کو نہیں آنے دیں گے' اس کی حفاظت کریں گے۔ اسلام کا جذبہ مقدم ہو تو پھر شہادت بھی اور جہاد بھی ہے۔ میرے بھائیو! آج کے جمعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رسمی چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔ رسمی اسلام' رسمی قرآن خوانی اللہ کو پسند نہیں۔ اب دیکھو رمضان آئے گا تو دیکھنا کتنے قرآن ختم ہوں گے۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ لوگ کتنی تراویح پڑھیں گے بیس۔۔۔ کوئی فائدہ ہوگا؟ بیڑا غرق۔۔۔ حج کتنا ہوتا ہے اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ رسمی عمل کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور مثال میں نے دی ہے۔ یہ مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ سعودی عرب اور کویت کی مثالیں

ہمارے سامنے ہیں۔ جب تک آپ دین کو نہیں سمجھیں گے' دین کی حقیقت کو نہیں سمجھیں گے اور دین کی خاطر بغیر کسی شہرت کے خیال کے' بغیر نیک نامی کے خیال سے' صرف دین کی خاطر کریں گے' تو پھر اللہ راضی بھی ہو گا اور آپ کا ساتھ بھی دے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ ثانی

میرے بھائیو! ہمیں اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ پہلا قدم جو ہمیں اٹھانا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی لائن کو درست کریں۔ ہم اپنے مذہب کو درست کریں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بھئی اللہ کی عبادت کرو۔ جہاں کوئی لگا ہوا ہے ٹھیک ہے۔ اس طریقے کی عبادت کرتے رہو۔ عقل سے سوچ لو' توجہ کے ساتھ کہ مسلمانوں میں یہ جو اختلاف ہے' کیا اس کا سبب اسلام ہے؟ کیا اسلام کے اندر Contradiction ہے کہ اللہ کبھی کچھ کہہ دیتا ہے اور کبھی کچھ کہہ دیتا ہے۔ نہیں نہیں۔ اسلام میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اسلام ایک ہے۔ یہ تضاد لوگوں کا پیدا کردہ ہے۔ اس پر غور کیجیے کہ دونوں میں کونسا جواب صحیح ہے۔ یہ جو مسلمانوں میں اتنے فرقے بنے ہوئے ہیں۔ کوئی دیوبندی ہے' کوئی بریلوی ہے' کوئی شیعہ ہے' کوئی فلاں ہے' کوئی فلاں ہے۔ اس قدر فرقے' جس کی کوئی انتہا نہیں۔ کیا یہ اسلام کا خاصہ ہے؟ یا اسلام کے اندر کوئی ایسی خرابی موجود ہے۔ جو مسلمان ہو جاتے ہیں وہ خود بخود بٹتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی تقسیم در تقسیم' ان کی Sub-Division ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسلام میں تضاد بالکل نہیں ہے۔ اسلام واحد ہے' ایک ہے' سارا قصور جو ہے وہ مولویوں کا ہے اور مولویوں کے پیچھے اندھے ہو کر لگنے کا ہے۔

میرے خیال میں اگر ذرا بھی سوچیں تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ یہ اسلام کا قصور نہیں ہے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا: ﴿وَ مَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ﴾ [البقرۃ:2:213] یہ جو اسلام میں فرقے پیدا کیے ہیں یہ مولویوں نے کیے ہیں۔ جن کو

کتاب پکڑائی گئی۔ جاہل کبھی اختلاف پیدا نہیں کر سکتا ہمیشہ مولوی اختلاف پیدا کرتا ہے۔ اور پھر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی۔ میں نے کوئی مسئلہ بیان کر دیا' کسی نے کوئی مسئلہ بیان کر دیا' میں اڑ گیا کہ ہیں۔۔۔ لوگ مجھے کہیں گے تو نے غلط کہا۔۔۔ میں اسی پر ہی پوری منطق' اپنا پورا علم لگا دیتا ہوں کہ میں اس کو سیدھا کر دوں گا۔ میرے پیروکاروں کا ایک فرقہ بن گیا۔ ادھر جو میرے مقابل ہے اس کا دوسرا فرقہ بن گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے: ﴿وَ مَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلاَّ الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ یہ جتنے فرقے بنے ہیں یہ آپس کی ضد کی وجہ سے' عالموں اور مولویوں کی شرارت کی وجہ سے بنے ہیں۔ آپ نے کبھی سوچا کہ آپ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں؟ جب فرقے کا جواز ہی کوئی نہیں' وہ لائن ہی غلط ہے تو پھر آپ کو یہ فکر ہونی چاہیے کہ میں کہاں ہوں۔ جب تک میں صحیح اسلام پر نہیں آؤں گا۔ میری نماز' میرا حج' میری زکوٰۃ' میرے رمضان شریف کے روزے' میری تراویح' میرا یہ سب کچھ برباد ہو جائے گا۔ تو پھر آپ کو سمجھنا پڑے گا کہ اسلام اصل میں ہے کیا؟ میرے بھائیو! خوب سمجھ لو' مجھے یہ دیکھ کر بہت کوفت ہوتی ہے' بہت افسوس ہوتا ہے کہ ہمارا جتنا پڑھا لکھا طبقہ ہے' وکیل ہوں' ڈاکٹر ہوں' پروفیسر ہوں' جو کچھ بھی ہوں' سب اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ بڑی بنیادی چیز ہے۔ لیکن ہم نے کبھی یہ فیصلہ نہیں کیا' اور جب تک آپ یہ فیصلہ نہیں کریں گے' اپنی اس لائن کو درست نہیں کریں گے اس وقت تک آپ کے اعمال کا کوئی نمبر نہیں لگے گا۔ سب بیکار جائے گا۔ یہ دنیا کی ذلت ہے ہی اسی وجہ سے ہے۔ آپ کو یہ پہنچانا چاہیے کہ اسلام کہتے کسے ہیں؟ اسلام کسی امام کے پیچھے چلنے کو نہیں کہتے۔ خوب سن لو۔ اسلام کسی پیر فقیر کے' کسی مرشد کسی ولی کے پیچھے چلنے کو نہیں کہتے۔ اسلام محمد ﷺ کی پیروی کا نام ہے۔ لہٰذا وہ ایک ہے۔ وہ دو کبھی نہیں ہو سکتے۔ دیکھو نا۔۔۔ بریلوی دونوں حنفی ہیں' دونوں کا امام ایک ہے۔ امام ابو حنیفہؒ۔۔۔ لیکن دیکھ لو دونوں میں کتنا فرق ہے؟ ان دونوں بھائیوں میں آپس میں کتنی دشمنی ہے؟ بریلوی دیوبندی کو کافر کہتے ہے' دیوبندی بریلوی کو کافر کہتا ہے اور دونوں کا لبادہ ایک ہی ہے۔ اب قیامت کے

دن جب یہ جائیں گے' وہاں دیوبندیوں کو امام ابو حنیفہؒ لے کر جائیں یا بریلویوں کو لے کر جائیں گے؟ اکٹھے تو یہ ہوں گے نہیں۔۔۔ اس لیے وہ ان کے نزدیک کافر اور یہ ان کے کے نزدیک کافر۔۔۔ اب امام ابو حنیفہؒ کن کو لے کر جائیں گے؟ وہ کن کے امام ہوں گے۔ وہاں جاکر پتہ چلے گا؟ دونوں مغالطے میں ہیں۔ یہ تو کسی کے بھی نہیں ہیں۔ وہ تو برات کریں گے کہ میں نے تمھیں کب کہا تھا کہ میرے پیچھے چلنا۔ نبی ﷺ کے سوا کس میں یہ طاقت ہے کہ کہہ دے کہ لوگو! مجھے Follow کرو۔ نبی کے سوا اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ لوگو! میری پیروی کرو' وہ تو برباد ہو گیا۔ وہ تو کافر ہو گیا۔ چہ جائیکہ کہ کوئی امام ہو۔ ان اماموں کے ناموں پر لوگوں نے دکانیں بنائی ہیں۔ بہت سلسلے چلائے ہیں۔ میرے بھائیو! خوب سمجھ جاؤ۔ جو آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے بعد کسی اور نام کی تجویز دیتا ہے کہ تو حنفی بن جا۔ تو وہابی بن جا' چشتی بن جا' تو سہروردی بن جا' تو قلندری بن جا' تو فلاں بن جا تو وہ آپ کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے' آپ کو گمراہ کرتا ہے۔ اپنے ایمان کو درست کرو۔ اپنی لائن کو ٹھیک کرو۔ لائن صرف ایک ہے اور وہ محمدی لائن ہے۔ محمد ﷺ کی پیروی۔ اگر آپ اپنے آپ کو درست نہیں کریں گے' اور نمازیں نہیں پڑھیں گے تو آپ کو آگے چل کر پتہ چل جائے گا کہ یہاں ہمیں کچھ نہیں ملنا۔

س: قبرستان میں جاکر اہل قبور کو السلام علیکم یااھل القبور کہا جاتا ہے تو کیا مردے اسے سنتے اور جواب دیتے ہیں؟ اگر سنتے ہیں تو کتنے فاصلے سے سنتے ہیں۔

ج: میرے بھائیو! قبرستان میں جاکر ہم جو کہتے ہیں کہ السلام علیکم یااھل القبور تو اس لیے نہیں کہتے کہ یہ سنتے ہیں اور ہم ان کے جواب کے منتظر ہوتے ہیں۔ یہ دعائیہ کلمہ ہے۔ یہ بس ان کے لیے دعا کی ایک صورت ہے۔ دیکھو! ایک ہوتا ہے "سلام تحیہ"۔ ایسا سلام آپ اسے کہتے ہیں جو سنتا ہو اور جواب دیتا ہو' اور اگر آپ کو یہ پتہ ہو کہ یہ مجھ سے ناراض ہے جواب نہیں دے گا تو آپ اسے سلام نہیں کہتے۔

صرف اسے ہی سلام کہیں گے جس نے جواب دینا ہو۔ ایسے ہی آپ کو پتہ ہے کہ مردے جواب نہیں دیتے' تو آپ انھیں سلام کیسے کہہ دیں گے۔ یہ "سلام تحیہ" نہیں ہے بلکہ یہ "سلام دعا"۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَاأَهْلَ الْقُبُوْرِ " اے قبروں والو! تم مر چکے ہو' اللہ کی سلامتی تم پر ہو۔ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ اس میں تو خطاب پایا جاتا ہے' یعنی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔۔۔ تو آپ دیکھیے! جب آپ کسی دوست کو یا عزیز کو کوئی خط لکھتے ہیں تو اس میں یہ نہیں لکھتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وہ سن رہا ہے؟ وہ دعا ہے جب خط ملے گا تو دعا بھی مل جائے گی۔ وہ سلام تحیہ نہیں کہ فافٹ آپ کو جواب دے دے۔ وہ سلام دعا ہے۔ لہذا فاصلے کا سوال ہی نہیں۔ آپ قبر کے اوپر چڑھ کر بھی کہیں تو نہیں سنے گا۔ اور ہمارے یہ بھولے بھالے بریلوی بھائی' ان کے لیے قبرستان میں جا کر سلام کہنے کا یہ جواز ہے کہ کوئی حضور ﷺ کی قبر پر جا کر یہ کہے " اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ " یہ ٹھیک ہے۔ لیکن صبح کو اٹھے اور آنکھیں ملتا ہوا کہے اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تو پھر اس کو اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو بھی سلام کہنا چاہیے۔ السلام علیکم اباجی' السلام علیکم اباجی! اگر یہ بے تکا ہے تو وہ بھی بے تکا ہے۔ ان کو سلام یہیں سے پھینک رہے ہیں' اس کا کوئی جواز نہیں۔

س: میلاد کا بنیادی فلسفہ کیا ہے اسلام میں اس کی کوئی مثال دیجیے؟

ج: یہ میلاد عیسائیوں کا کام ہے' مسلمانوں کا کام نہیں ہے۔ اسلام میں میلاد کا کوئی تصور نہیں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی تو پیدائش کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ 9 ربیع الاول ہے اور کوئی کہتا ہے کہ 12 ربیع الاول ہے۔ اگر یہ عید میلاد مسلمان کرتے ہوتے' تو کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ اب یہ چودہ

اگست جب پاکستان بنا۔ سو سال گزر جائیں' دو سو سال گزر جائیں کوئی اس میں اختلاف ہو سکتا ہے کہ پاکستان کس تاریخ کو بنا۔ کیونکہ یہ پہلے دن سے ہی منایا جا رہا ہے۔ اس لیے اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ کسی نبی کا میلاد نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کبھی رسول اللہ ﷺ کا میلاد ہوا۔ یہ مولوی' یہ کھیریں کھانے والے' انھوں نے ہی یہ میلاد بنایا ہے۔ ابو سعید کوکبوری بن ابی الحسن مظفر الدین' یہ ایک پلید بادشاہ تھا' بڑا ہی فاسق و فاجر۔۔۔ یہ بدعت سب سے پہلے اس نے جاری کی تھی۔ تاریخیں اٹھائیں اور دیکھیں۔ ابن خلکان ص 381۔

س: کیا مؤذن اذان کا معاوضہ لے سکتا ہے؟

ج: دیکھیں حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص ایک صحابی ہیں۔ یہ ثقفی تھے' یہ کہنے لگے' یا رسول اللہ ﷺ مجھے میری قوم کا امام بنا دیں۔ آپ نے فرمایا جا' میں تجھے امام مقرر کرتا ہوں لیکن مؤذن وہ رکھنا جو پیسے نہ لے۔ (رواہ احمد' ابی داو'د و النسائی' مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب فضل الاذان و اجابت المؤذن عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ) تو نتیجہ کیا نکلا؟ یہ کہ امامت کے پیسے لینا' جمعہ پڑھانے کے پیسے لینا یہ سب ناجائز ہے۔ جو آدمی نماز پڑھاتا ہے' وہ ایکسٹرا ڈیوٹی دیتا ہے جو لوگوں سے پیسے مانگتا ہے۔ اب یہ جمعہ ہے میں اگر یہاں نہ پڑھاتا وہاں بیٹھ کر پڑھ لیتا۔ جتنی دیر مجھے یہاں لگی اتنی ہی دیر مجھے وہاں لگنی تھی۔ بلکہ میرا یہ اعزاز ہے کہ اللہ نے مجھے موقع دیا ہے کہ میں دعوت کا کام کرتا ہوں۔ تبلیغ کرتا ہوں' مجھے اللہ سے لینے چاہئیں یا لوگوں سے لینے چاہئیں۔ یہ دین بکنے والی چیز نہیں ہے۔ اور جب سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے اسلام یتیم ہو گیا ہے۔ پھر مولویوں کی تنخواہوں کا سوال پیدا ہو گیا۔ مؤذن بھی پیسے لے' امام بھی پیسے لے' خطیب بھی پیسے لے' نکاح پڑھانے والا بھی پیسے لے' مردے بلٹی کرنے والا بھی پیسے لے۔ وہ بھی

پیسے لے' یہ بھی پیسے لے۔ ہر کام کے پیسے' ہر کام کے پیسے۔ جب دیکھا کہ رشوت عام ہو گئی ہے تو ہر ایک نے لینی شروع کر دی۔ مولوی سے فتویٰ لکھوا لو اور پیسے دے دو۔

س: عبداللہ بن عمرؓ سے کیا داڑھی کٹوانا ثابت ہے؟ کیا اسے دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے؟

ج: دیکھیے! جب نبی ﷺ کا فرمان آجائے' تو صحابی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا جاتا۔ ٹھیک ہے' عبداللہ بن عمرؓ بہت بڑے صحابی تھے' بڑے نیک تھے' بڑے متقی اور پرہیز گار تھے' لیکن نبی ﷺ کی جب حدیث آگئی تو واعفوا اللحی (متفق علیه ' مشکوۃ کتاب الباس' باب الترجل عن ابن عمرؓ) داڑھی کو معاف کر دو' اوفروا اللحی داڑھی کو زیادہ کرو' ارخوا اللحی (صحیح مسلم عن ابی هریرةؓ) داڑھی کو لٹکاؤ۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کے یہ الفاظ آگئے تو پھر کسی صحابی کو نہیں دیکھا جائے گا کہ فلاں صحابی کیا کہتا ہے اور کیا کرتا ہے؟

خطبہ نمبر29

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ [المؤمنون:23:115-118]

میرے بھائیو! ان آیات میں اللہ عزوجل نے ہم سے پوچھا ہے ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾ اے لوگو! کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ ہم نے تمھیں بے کار پیدا کیا ہے؟ ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ ایسے احمقانہ کام سے بچوں والے کام سے

اللہ کی ذات بہت بلند ہے۔ یعنی لا یعنی کام اللہ کبھی نہیں کرتا۔ وہ سکول جہاں محنت کرنے والے کی قدر نہ ہوں، محنتی لڑکے پاس نہ ہوں، انھیں آگے ترقی نہ دی جائے، انھیں انعام نہ ملے، اور ان کا نتیجہ کام نہ کرنے والوں کے برابر ہی نکلے تو ایسے ادارے میں ہم اپنے بچوں کو کبھی داخل نہیں کرواتے۔ آدمی ہمیشہ یہ دیکھے گا کہ اس کام سے مجھے کوئی فائدہ ہوگا؟ کوئی ترقی ہوگی تب ہی آدمی اس کام کو کرتا ہے۔ بے مقصد کھیل تماشہ ہو، کوئی لا یعنی کام ہو، بچوں والا کام ہو، ایک سنجیدہ آدمی اسے نہیں کرتا۔ آپ دیکھتے ہیں بچے گھر سے نکل جاتے ہیں، مٹی کے گھروندے بناتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے گھر بناتے ہیں، اور جب اٹھنے لگتے ہیں تو سب پر پاؤں مار کر ان کو ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴾ [68:القلم:35] کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کر دیں گے کہ دونوں مر جائیں، مٹی ہو جائیں، ختم ہو جائیں۔ ﴿مَالَکُمۡ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ﴾ تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے، تم میرے بارے میں کیسی بات کہتے ہو؟ کیا میں ایسا کروں گا؟ ﴿ اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحۡیَاهُمۡ وَ مَمَاتُهُمۡ ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴾ [45:الجاثیہ:21] کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو اچھے کام کرتے ہیں۔ جب ہم مر جائیں تو دونوں ختم۔۔۔ نہ ان کا حساب، نہ اس کا حساب۔ نہ اس کو انعام، نہ اس کو سزا۔ نہ اس کو جزاء کچھ بھی نہ ہو۔ ﴿اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا ﴾ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ ہم نے تمھیں بے کار پیدا کیا ہے؟ ﴿وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴾ تم نے ہمارے پاس نہیں آنا۔ ﴿ فَتَعٰلَی اللّٰهُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ ﴾ اللہ کی ذات ایسے غلط کاموں سے بہت بلند ہے۔ ﴿ وَ مَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَهُمَا بَاطِلًا ﴾ [38:ص:27] ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور

جو کچھ مخلوق اس کے اندر ہے اس کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ ﴿ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ اگر کسی کا یہ گمان ہے تو وہ کافر ہے۔ دیانت داری سے سوچیں! کیا آج کل مسلمان یہی نہیں سوچتا۔ کچھ نہیں ہوگا۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ قیامت آنے والی ہے' وہ کہتے ہیں' ﴿ مَا نَدْرِىْ مَاالسَّاعَةُ ﴾ [45:الجاثیه :32] ہم تو نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے۔ ﴿ اِنْ نَّظُنُّ اِلاَّ ظَنًّا ﴾ خیال آتا ہے کہ شاید ہو۔ مولوی سارے ہی کہتے ہیں۔ ﴿ وَ مَا نَحْنُ مُسْتَيْقِنِيْنَ ﴾ اور ہمیں یقین نہیں ہے۔ سو میرے بھائیو! اپنے ایمان کو کبھی چیک کرنا ہو مجھے ایمان ہے یا نہیں تو اس بات کو دیکھا کرو کہ مجھے یقین ہے کہ مر کر اٹھنا ہے اور اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے؟ اگر آپ کو یہ یقین ہے تو ایمان ہے اور اگر یہ یقین نہیں تو کوئی ایمان نہیں۔ بے شک آپ پانچ وقت کے نمازی ہوں' روزے رکھنے والے ہوں' حج کرنے والے ہوں اور اگر آپ کو یقین ہے کہ مر کر اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے' کھڑے ہونا ہے۔ اس کا پتہ کس سے لگتا ہے؟ اپنے اعمال سے۔ اگر گناہ کرنے سے آپ کو ڈر لگتا ہے تو سمجھ لو کہ آپ کو یہ ڈر ہے کہ اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اللہ پوچھے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟ اور اگر آپ کو گناہ سے ڈر نہیں لگتا تو پھر آپ زبان سے خواہ کچھ بھی کہیں' آپ بے ایمان ہی ہیں۔ آپ کو ایمان بالکل نہیں۔ میرے بھائیو! یہ بات جو میں نے عرض کی ہے بڑی یقینی اور قطعی بات ہے۔ اس میں بال برابر بھی شبہ نہیں۔ ﴿ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [69:الحاقة:50] اللہ فرماتے ہیں کہ کافروں پر حسرت ہے۔ ﴿ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴾ [69:الحاقة:51] مر کر اٹھنا' اللہ کے سامنے کھڑے ہونا اور اللہ کا یہ پوچھنا کہ میرے بندے کیا کر کے آیا ہے؟ یہ یقینی ہے۔ اور یقینی بھی کیسا؟ حق الیقین۔ اور اول تو اللہ نے ایمان کو یقین سے تعبیر کیا' جیسا کہ موت یقینی ہے ایسے ہی ایمان بھی یقینی چیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ واضح طور پر فرمایا۔۔ اس وقت آپ رو رہے

تھے اور لوگوں سے کہہ رہے تھے: اَسْئَلُو اللّٰهَ الْعَافِيَةَ (رواہ الترمذی و ابن ماجة ' مشکوٰۃ کتاب الاسماء اللّٰہ تعالی باب جامع الدعا ' عن ابی بکرؓ) لوگو! اللہ سے صحت مانگا کرو' کہ اللہ مجھے صحت دے۔ کیونکہ یقین کے بعد صحت جیسی کوئی نعمت نہیں۔ یقین کے معنی ایمان کے ہیں۔ سب سے اعلیٰ نعمت کیا ہے؟ ایمان۔۔۔ اور پھر دوسرے نمبر پر نعمت کیا ہے؟ صحت۔۔۔ لیکن یہ کس کی بات ہے؟ اس کی بات ہے جو اُمّی تھا' ان پڑھ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی ہر بات اللہ کی طرف سے ہوتی تھی۔ اس لیے اگر ان کو دیکھا جائے کہ پڑھے تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ نہ لکھنا جانتے ہیں' نہ پڑھنا جانتے ہیں' نہ ہی کسی سکول میں پڑھے ہیں۔ کسی کے سامنے دو زانو نہیں ہوئے' کسی کو استاد نہیں بنایا' شاگرد کسی کے نہیں بنے' کسی سے ایک لفظ تک نہیں پڑھا لیکن زبان سے بات وہ نکلتی ہے جو کبھی غلط نہیں ہوتی۔ اب دیکھو! سب سے بڑی نعمت کیا ہے؟ ایمان۔۔۔ ہدایت۔۔۔ دین کی سمجھ۔۔۔ اللہ مسلمان بنادے' تو یہ نعمت سب نعمتوں سے اعلیٰ ہے۔ صحت سے بھی اچھی' پانی سے' ہوا سے' روشنی سے' دھوپ سے' گرمی اور سردی سے' ماں سے' باپ سے' ہر نعمت سے اعلیٰ نعمت ایمان ہے۔ مثلاً اگر ہوا بند ہو جائے یا کسی نے سانس بند کر دیا تو مر جائے گا۔ پھر کیا ہوا؟ لیکن اگر ایمان ہے' تو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ مرنا تو آخر ہے ہی۔ اگر ایمان کے ساتھ جان گئی تو خیر ہے۔ آخر اس نے جانا ہی ہے' رہنے والی چیز ہی نہیں۔ اس طرح سے کوئی نعمت کسی انسان سے روک دو' بند کر دو تو کیا نتیجہ نکلے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ موت آ جائے گی۔ لیکن اگر انسان مرتے ہی آرام میں چلا جائے تو اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہے؟ اللہ نے قرآن میں فرمایا ﴿ لَا يَسْتَوِىٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ﴾ [الحشر :59:20] دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہیں۔ کیوں؟ ﴿ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ جنتی پاس ہو گئے۔۔۔ اور دوزخی فیل۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔ میرے بھائیو! اگر آپ اگلے جہان میں جا کر پاس ہو جائیں' پھر آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ تیرے

پاس کیا نہیں ہے؟ تیرے پاس رہنے کے لیے جنت ہے۔ تیرے پاس بیویاں ہوں گی۔ تیرے کھانے کے لیے' تیرے پینے کے لیے' ہر چیز موجود ہو گی۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے:﴿ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَ تَلَذُّ الْأَعْيُنُ ﴾[43:الزخرف:73] جو تیرا دل چاہے' جس سے تیری آنکھوں لذت ملے' جو چیز تو کھانا چاہے' بہتر سے بہتر' شکل وصورت بہتر سے بہتر۔۔۔ عیش و آرام کے لیے' تو جیسا معیار چاہیے' دیکھو نا۔۔۔ ﴿ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَ تَلَذُّ الْأَعْيُنُ ﴾ جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہو' ﴿ وَ أَنتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ اور اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔ دنیا میں دیکھ لو' جوانی ہے' لیکن کب تک؟ آپ مجھ سے پوچھ کر دیکھ لیں جوانی کب تک ہے؟ ہم سمجھا کرتے تھے بوڑھے بس بوڑھے ہی رہیں گے اور ہم جوان ہیں اور جوان ہی رہیں گے۔ کبھی بڑھاپے کا خیال ہی نہیں آتا تھا۔ لیکن اب پتہ چلتا ہے کہ یہ سب احمقانہ باتیں ہیں' یہ بچگن کی باتیں ہیں۔ جو بھی اٹھا ہے' پیدا ہوا ہے' سب جا رہے ہیں گاڑی جا رہی' آ رہی ہے' پھر جا رہی ہے۔ آخر ایک دن سب کو بڑھاپا آنا ہی ہے۔ ایک لطیفہ۔۔۔ کسی نے کسی بوڑھے سے مذاق کیا وہ کبڑا ہو کر' ٹیڑھا ہو کر چلتا تھا۔۔۔ کوئی چھوکرا کہنے لگا کہ بابا یہ کمان کتنے میں آئی ہے؟ بوڑھا سمجھ والا تھا۔ کہنے لگا: بیٹا مفت میں مل جائے گی کچھ دیر انتظار کر لے۔ یہ حال تو سب کا ہونے والا ہے۔ اللہ اکبر۔۔۔ ۔ ہسپتال چلے جاؤ' اگر انسان سمجھ والا ہو' تو وہاں موت یاد آ جاتی ہے۔ کسی کو پیشاب نہیں آ رہا ہے' کسی کو کوئی تکلیف ہے' اور کسی کو کوئی تکلیف ہے۔ یہ دنیا کے دھندے ہیں۔ اب بوڑھے سے کہو' ابا جی! یہ حلوا کھالو۔۔۔ ہائے بیٹا! حلوہ مجھے حکیم نے منع کیا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ چینی نہ کھاؤ۔ گھی نہ کھاؤ' کوئی چکناہٹ نہ کھاؤ۔۔۔ میرے لیے دنیا کی یہ نعمتیں کہاں ہیں؟ اور وہاں؟؟۔۔۔ ؟ اللہ اکبر۔۔۔ قرآن پڑھ کر دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے کیسا کیسا نقشہ کھینچا ہے۔ کیا کیا اعلیٰ درجے کی نعمتیں ہیں۔ اس قدر نعمتیں۔۔۔ ؟ اللہ کہتا ہے۔ اور تجھے کیا تصور دوں؟ بس تو یہ سمجھ لے کہ تو میرا ہی مہمان ہو گا اور میں تیرا میزبان۔۔۔ یہ کتنا بڑا تصور ہے کہ آپ اللہ کے مہمان ہوں۔ اگر کسی حکومت کا کوئی آدمی کسی دوسری حکومت کے ہاں مہمان بن کر

جائے تو آپ اندازہ کر لیں کہ اس کے لیے کیا کیا انتظامات ہوتے ہیں۔ کیسے کیسے کھانے' اچھے سے اچھے۔۔۔ اس کے لیے سیر کے لیے بڑے اچھے انتظامات۔۔۔ اور جو اللہ کا مہمان ہو تو تصور تو کر لو کہ اسکی مہمانی کیسی ہو گی؟ ﴿ مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴾[71:نوح:13] اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے یہ بات کہلوائی۔ اے دنیا کے لوگو! تمھیں کیا ہو گیا ہے' تمھارے دل میں ہر ایک کا وقار ہے' کہ وہ بڑا ہے۔ تمھیں اللہ کا خیال کیوں نہیں' اللہ بڑا نہیں ہے؟ اللہ سے کوئی بڑا ہے؟ ﴿ مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴾ تمھارے دلوں میں اللہ کا وقار کیوں نہیں ہے؟ تم کیوں نہیں سمجھتے' اللہ سب طاقتوں کا مالک ہے۔ تم آسمان کو نہیں دیکھتے؟ تم زمین کو نہیں دیکھتے' تمھارے سامنے روزانہ' شب و روز کیا ہوتا ہے؟ ﴿ مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا وَ قَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴾ دیکھو! تو سہی اللہ نے ہمیں کیسے کیسے پیدا کیا ہے؟ اہل چین کی شکلیں دیکھ لو' جاپان والوں کی شکلیں دیکھ لو' ایرانیوں کی شکلیں دیکھ لو' ترکیوں کی شکلیں دیکھ لو' کیا کیا عجیب ماڈلز ہیں۔ ہر ایک کے چہرے پر ایک ہی ناک ہے۔ لیکن دیکھ لو مختلف۔۔۔ ہونٹ بھی سب کے دو ہی ہیں۔ اور آواز۔۔۔ کمال یہ ہے کہ آواز سے پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں آدمی بول رہا ہے۔ ہر ایک ہی آواز مختلف ہے۔ یہ اللہ کی قدرت ہے۔ اس کے کمالات ہیں' اس کی قدرتیں ہیں۔ میرے بھائیو! مومن کون ہوتا ہے؟ مومن وہ ہوتا ہے جو اللہ کو مانتا ہے اور اللہ کو ماننے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ "اللہ موجود ہے"۔ یہ بات تو ایک ہندو بھی کہتا ہے' آپ دیانت داری سے بتایئے! ہندو کافر ہے یا مسلمان۔ وہ اللہ کو نہیں مانتا' عیسائی اللہ کو نہیں مانتا۔ بات ساری یہ ہے کہ اللہ کو کیسا مانتا ہے؟ ایمان کسے کہتے ہیں؟ اللہ کو ایسے مانو جیسے حضرت محمد ﷺ نے بتایا ہے۔ اگر تم نے اللہ کو ایسے مانا جیسے حضرت محمد ﷺ نے بتایا ہے تو تو مسلمان ہے' اور اگر تو نے اللہ کو ایسے مانا جیسے سائنس دان کہتا ہے' جیسے ہندو مانتا ہے' جیسے عیسائی مانتا ہے یا کوئی اور مانتا ہے تو تو کافر ہے۔ مانتے تو دونوں اللہ ہی کو ہیں۔ کوئی ہے جو اللہ کو نہ مانے؟

اور میرے بھائیو! ایمان کسے کہتے ہیں؟ بات یہ چل رہی تھی کہ ایمان یقین ہے۔ ایمان جو ہے وہ یقین ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث جو میں نے آپ کو ابھی ابھی سنائی ہے کہ یقین کے بعد سب سے بہتر نعمت جو ہے وہ کیا ہے؟۔۔۔ صحت ہے۔ صحت ہو گی تو انسان کچھ کر سکے گا۔ بڑے نیکی کے کام کر سکتا ہے' اور تو بیمار ہو جائے گا تو کیا کرے گا؟ نماز بھی نہیں پڑھی جاتی۔ اب ہم سے پوچھ کر دیکھو! مسئلے ہم بہت بتائیں گے لیکن جب نماز پڑھیں گے تو کیسی؟ اٹھتے بھی ہائے اور بیٹھتے بھی ہائے۔۔۔ یہ سجدہ اچھا نہ رکوع اچھا۔۔۔ ان میں جان ہی نہیں ہے۔ ہاتھ جواب دے رہے ہیں۔ صحت ہو تو انسان ہر چیز کا حق ادا کر لیتا ہے اور اسی لیے جس کو حق ملے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو نعمتوں کو غنیمت جانو۔۔۔ صحت اور فراغت کو۔۔۔ (رواہ البخاری' مشکوۃ' کتاب الرقاق' فصل اول' عن ابن عباسؓ) اگر فراغت ہے تو غنیمت جان۔ قرآن پڑھ لے' کوئی نیکی کا کام کر لے۔ اب دیکھو! ماں بچوں میں الجھی ہوئی ہے' جی! بچہ بیمار ہے' ابا جی بیمار ہیں۔ بیوی بیمار ہے' اجی! کاروباری پریشانی ہے۔ فرصت نہیں ہے۔ نیکیوں سے رہ گیا۔ اگر فراغت ہو' گھر میں سب صحیح ہوں' تندرست ہوں' فارغ البال ہوں' گزارے کا بڑا معقول انتظام ہو تو آدمی اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس فرصت کو غنیمت جانے۔۔۔ یہ دونوں نعمتیں غنیمت ہیں۔ انسان کو ایک صحت مل جائے اور دوسری فراغت مل جائے تو یہ دونوں بڑی نعمتیں ہیں۔ میرے بھائیو! صحت بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن دوسرے نمبر پر ہے۔ پہلے نمبر پر کیا ہے؟ ایمان۔۔۔ اور میں نے آپ کو معیار بتایا تھا۔ قریب قریب ہر جمعے میں ہمارا ایک سبق ہوتا ہے' Lesson ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے فضل سے جو ہمارے ہاں جمعہ پڑھتا ہے' ایک تو ہے مولوی نے جمعہ پڑھایا' سننے والے محظوظ ہوئے' لذت اٹھائی اور چلے گئے اور جب کبھی مسئلے کی بات آئی تو مولوی صاحب سے پوچھ لو۔ اور یہی وجہ ہے لوگوں کے لیے بے دین ہونے کی کہ خود ان کو کچھ نہیں آتا اور مولوی وکیل ہے۔ اور اصل دین کی تبلیغ کیا ہے؟ یہ کہ نمازی بن جائے' ان کو دین کا پتہ لگ جائے' ان کو مسئلے مسائل سے واقفیت ہو جائے۔ اسلام بہت Rational مذہب ہے' بڑا معقول مذہب ہے۔ بڑا Logical مذہب ہے۔ جو بہت مدبر تھے' جو بہت عقل والے اور سمجھ والے تھے' اسلام کی

باتیں سن کر بھڑک جاتے اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ ہاں یہ تو بالکل آسانی ہے۔ مجھے یاد ہے' ہمارے کالج میں ایک پروفیسر تھے' ملحد' کیمونسٹ' کوئی اس کو مذہب سے سروکار نہیں تھا۔۔۔ اور بھی کچھ نمونے تھے۔۔ کوئی بریلوی ٹائپ' کوئی آدھا بریلوی اور آدھا شیعہ۔۔۔ بحثیں ہوتی رہتی تھیں اور یہ ملحد کہتا کہ چپ کر' یہ پاگل ہیں۔۔۔ یہ بحثیں کرتے اور وہ لطف اٹھاتا۔۔۔ وہ Enjoy کرتا رہتا اور دونوں کو پاگل سمجھتا اور پھر سن سنا کر کیا کہتا؟ مولانا اگر میں مذہب کو مانوں' تو مذہب آپ کا کھرا ہے' باقی تو سب ہوائی باتیں ہیں۔ فرضی باتیں ہیں جن میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ جن میں کوئی جان نہیں۔ عقل کو اپیل کرنے والا صرف حق ہے۔ حق اتنا وزنی ہے' اتنا وزنی ہے کہ کوئی ضدی نہ ہو تو حق کو کوئی اٹھا نہیں سکتا۔ اے انسانو! تمھیں عقل دی ہے' تم کبھی سوچو تو سہی۔ سب سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ کیونکہ نعمتوں سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے یا نہیں؟ اللہ مجھ سے محبت کرتا ہے کہ نہیں؟ آپ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی کو یہ جانچنا ہو کہ وہ میرا خاص دوست ہے تو کیسے پتہ چلتا ہے؟ اس کے سلوک سے' وہ اپنے سے رعایت کرتا ہے' اپنے کو خاص چیزیں دیتا ہے جو وہ دوسروں کو نہیں دیتا۔ یہی امتیاز ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ اے بندو! اگر تم یہ جانچنا چاہتے ہو کہ میں تم سے راضی ہوں یا ناراض تو ہمیشہ میری نعمتوں کو دیکھا کرو کہ میں تمھیں کیا دیتا ہوں۔ اگر میں تمھیں وہی نعمتیں دیتا ہوں جو دشمنوں کو دیتا ہوں کافروں کو دیتا ہوں تو تم یہ کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ تمھارا دوست ہے۔ تم اللہ کے پیارے ہو۔ بات کی معقولیت کو دیکھیں' وزن کریں۔ اللہ کیا کہتا ہے؟ اگر کبھی تمھارے دل میں یہ خیال آئے کہ اللہ مجھ سے محبت کرتا ہے کہ نہیں' میں اللہ کا قریبی ہوں کہ نہیں تو کس چیز سے تم اندازہ کر سکتے ہو؟ اپنے آپ کو دیکھا کرو کہ اگر اللہ تمھیں وہ نعمتیں دیتا ہے جو وہ دشمنوں کو دیتا ہے کافروں کو دیتا ہے' تو کبھی خوش نہ ہو۔ تیری نوکری بڑی زبردست ہے' یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔ فخر کی بات نہیں ہے۔ خدا اعلیٰ سے اعلیٰ نوکریاں کافروں کو بھی دیتا ہے۔ تو الیکشن میں کامیاب ہو گیا' کوئی خوشی کی بات نہیں' یہ معیار نہیں کہ اللہ تجھ سے راضی ہو اور گاندھی کا بدترین دشمن ہو۔ کیونکہ الیکشنوں میں تو اندرا بھی کامیاب ہو جاتی ہے اور راجیو گاندھی ہار بھی جاتا ہے

جیت بھی جاتا ہے۔ جو نعمت اللہ کافر کو بھی دے دے وہ کوئی نعمت ہے؟ وہ کوئی نعمت نہیں ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ اگر تو جانچنا چاہتا ہے تو اس کو دیکھ کہ میں نے تجھے وہ نعمت ہے جو میں کافر کو نہیں دیتا۔ اگر یہ صورت حال ہے تو تو سمجھ لے کہ تو میرا پیارا ہے۔ وہ خاص چیز جو ہوئی۔ خاص خاص لوگوں کو ہی وہ دیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ چیز جو میں اپنے پیارے کو ہی دیتا ہوں وہ ایمان ہے' وہ دین کی سمجھ ہے' اور میں جس کو دے دیتا ہوں وہ میرا ہو جاتا ہے۔ تو میں اس کو دشمن کبھی نہیں سمجھتا اور جس کو میں یہ ایمان اور مذہب اور ہدایت نہیں دیتا اس کو صدارت دے دیتا ہوں اور اس کو وزارت دے دیتا ہوں' اس کو بادشاہت دے دیتا ہوں۔ کبھی نہ کہنا کہ اللہ اس سے خوش ہے۔ اللہ اکبر۔۔۔ بے چاری ایک عورت آئی۔ کہنے لگی: دعا کریں مولوی صاحب میری لڑکی کو میڈیکل میں داخلہ مل جائے' اس کے نزدیک میڈیکل کا داخلہ ہو گیا تو زندگی بن جائے گی۔ مولوی صاحب! یہ دعا کرنا۔ سچی بات ہے کہ اس میں کبھی کسی کے لیے ایسی دعا نہیں کرتا۔ اگر مجھے زیادہ کہا جائے تو میں کہا کرتا ہوں یا اللہ! اسے ہدایت دے وہ جو کچھ کہہ کر جاتا ہے وہ دعا میں کبھی نہیں کرتا۔ یہ بے وقوف ہے' اسے پتہ نہیں۔ اگر میڈیکل کا داخلہ مل گیا اور وہ لیڈی ڈاکٹر بن گئی تو جنت سے دور ہو گئی اور دوزخ کے قریب ہو گئی۔ جنت سے دور ہو جانا کوئی فائدے والی بات تو ہے نہیں۔ پھر پتہ نہیں اس نے کیا کیا؟ مولویوں سے وظیفے پوچھے۔ بے چاری نے بڑی ٹکریں ماریں کہ اس کی بیٹی کو میڈیکل میں داخلہ مل جائے۔ پھر اس کے بعد وہ ایک دفعہ آئی' بڑی خوش' بڑی خوش اور کہے کہ جی! اللہ کا ہم پر بڑا احسان ہو گیا۔ اللہ نے ہم پر بڑا فضل کیا ہے۔ میری بچی کو سب عورتیں کہتی ہیں کہ تیری ماں کے وظیفوں کا اثر ہے۔ اس کی دعاؤں کا اثر ہے جو اللہ نے تجھے میڈیکل میں داخلہ دلا دیا ہے۔ کہنے لگی مولوی صاحب اب تو کام ہو گیا۔ میری لڑکی بے ادب بڑی ہے۔ میری بالکل عزت نہیں کرتی۔ میری بڑی توہین کرتی ہے۔ میں نے کہا ابھی تو ابتداء ہے جس پر تو خوش ہوتی ہے۔ تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ الیکشن میں کامیاب ہو جائیں اور وزیر بن جائیں' صدر بن جائیں' کبھی یہ نہ سمجھیں کہ تجھ سے اللہ راضی ہے وزیر تو خدا اندرا کو بھی' کافروں کو بھی' دشمنوں کو بھی بنا دیتا ہے۔

خدا کہتا ہے کہ اگر تم نے میری دوستی اور محبت دیکھنی ہے تو یہ دیکھو کہ میں تجھے وہ نعمت دیتا ہوں جو کافروں کو نہیں دیتا۔ دیکھو! میرا نبی پیٹ پر پتھر باندھتا ہے لیکن وہ مجھ کو کتنا پیارا ہے؟ میرے نبی ﷺ کو دیکھ۔۔۔ محمد ﷺ ساری مخلوق میں نمبر 1 اور حالت کیا ہے؟ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ کہیے! مسلمانو! ہے ہمیں کوئی خیال؟ ہم سب خوش ہیں' ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک۔ جسے دیکھو دنیا کی ریس (Race) میں لگا ہوا ہے۔ اپنا بھی زور وظیفوں پر۔۔۔ کس لیے؟۔۔۔ بس ترقی ہو جائے' ترقی ہو جائے۔۔۔ اور کبھی نہیں سوچتے کہ دین میں میرا نمبر کیا ہے؟ کہیے! یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آتی وہ مسلمان ہی کیا ہوا جو یہ نہیں دیکھتا کہ دین میں میرا نمبر کیا ہے؟ میرا درجہ کیا ہے؟ چلو پاس ہونے کے لیے تھرڈ کلاس' سیکنڈ کلاس یا فرسٹ کلاس۔۔۔ میرے بھائیو! تھرڈ کلاس بھی وہ مسلمان ہوتا ہے جو دنیا کا کتا نہیں' جو دنیا کا طالب نہیں۔ دیکھو قرآن پڑھ کر' دیکھو اللہ کہتا ہے۔ دوست بنانا' آخر انسان سوشل جو ہے۔ بغیر دوستی کے' بغیر تعلقات کے گزارا تو ہوتا نہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ اگر دوست تجھے بنانا ہے تو اسے نہ بنا جو مجھے یاد نہیں کرتا۔ ﴿فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی عَنۡ ذِکۡرِنَا﴾ [53: النجم:29] جسے میں یاد نہیں اسے بالکل دوست نہ بنانا۔ ﴿وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا﴾ جس کا مقصد زندگی' ساری دوڑ دھوپ دنیا کے لیے ہو' وہ اپنا دوست کبھی نہ بنانا۔ اس سے منہ پھیر لے۔ آئے سامنے سے چلا گیا۔ دیکھو! یہ قرآن ہے ﴿فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی عَنۡ ذِکۡرِنَا﴾ منہ پھیر لے اس شخص سے جو میرے ذکر سے منہ پھیرتا ہے۔ ﴿وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا﴾ اور دن رات اسے یہی فکر ہے کہ میرا ایک بیٹا میڈیکل میں چلا جائے' ایک ڈاکٹر بن جائے' ایک انجینئر بن جائے۔ کوئی مسلم لیگ میں ہو اور کوئی جماعت اسلامی میں ہو۔ کسی کی بھی حکومت آجائے' اپنا الو سیدھا رہے گا۔ ﴿وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا﴾ وہ تو صرف دنیا کی زندگانی کا ہی خیال رکھتے ہیں۔ ﴿ذٰلِکَ مَبۡلَغُہُمۡ

مِنَ الْعِلْمِ﴾ ایسے علم کی انتہاء کیا ہے؟ دنیا۔۔۔اب ہم کتنے بیٹھے ہیں؟ سوچیں! آپ اپنے بچے کو کیوں پڑھاتے ہیں؟ اس لیے کہ اسے علم آ جائے؟ نہیں۔۔۔ پیسے کھرے کرنے کے لیے۔ جس کا مبلغ علم یہ ہو کہ دنیا کمائے' دنیا آئے وہ دوستی کے لائق بالکل نہیں۔ تو رشتہ داری کے لائق کیا ہے؟ میرے بھائیو! میں کیا عرض کروں؟ کون ان داڑھی والوں 'ان حاجیوں کو' جو بالکل پہلی صف میں کھڑے ہوتے ہیں سمجھائے؟ دنیاداروں کو دیکھ کر ان کے منہ سے بھی رالیں ٹپکتی ہیں۔ ہاں! لڑکی دو تو اس کو دو۔ اللہ اکبر۔۔۔ حضرت بلال کا رنگ کالا۔۔ جیسے الٹا توا ہو۔۔۔ نقش و نگار موٹے موٹے' ہونٹ موٹے موٹے۔۔۔ حبشی کالا اور قریشی حضرت عبدالرحمن بن عوف جیسے اور بڑے بڑے کمانڈر تھے' جو دنیا میں Lead کرنے والے تھے وہ کہتے ہیں کہ اے بلالؓ اگر رشتے کی ضرورت ہو تو میری بیٹی حاضر ہے۔ میری بہن حاضر ہے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث ص 169 سیرت صحابہ جز دوم ص215) اور ہم یہاں کس کو رشتہ دے کر راضی ہوتے ہیں دیکھ لو قرآن پڑھ کر۔ میرے خیال میں یہ اشتباہ آپ کے دل میں کبھی نہیں ہونا چاہیے کہ مرنے کے بعد کس کھاتے میں جاؤں گا؟ کوئی شبہے کی بات ہے۔ رزلٹ تو بالکل صاف اور واضح ہے کہ ہمارا حال منافقوں والا ہے اور کافروں والا ہے۔ اور پھر خدا کا معاملہ کیا ہوگا؟ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جلوہ فرمائیں گے تو لوگ دھڑا دھڑ جیسے کوئی بڑا آ جائے تو فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں' جھک جاتے ہیں فٹافٹ سجدہ میں پڑ جائیں گے۔ وہاں تو اکڑ کسی میں رہے گی نہیں۔ نہ کسی ہندو میں' نہ کسی مسلمان میں' فوراً سجدہ میں پڑ جائیں گے۔ کافر اور خدا کے باغی بھی سجدہ کی کوشش کریں گے۔ لیکن کیا ہوگا؟ قرآن پڑھ کر دیکھیں' سورہ القلم ہے۔ ﴿يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ﴾ [68:القلم:43] یعنی خدا کا جلوہ اس چیز کا مطالبہ کرے گا کہ فوراً سجدے میں پڑ جاؤ ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ لیکن بعض لوگ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ کھڑے کے کھڑے ہی رہیں گے اور اگر کوشش کریں

گے تو قلابازیاں کھائیں گے۔ کمر نہیں جھکے گی۔ سجدے کے لیے جھکیں گے تو قلابازی کھا جائیں گے۔﴿ خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ ﴾نگاہیں نیچی ہوں گی۔﴿ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ﴾ چہرے پر ذلت چھا رہی ہو گی۔ کیوں؟﴿ وَ قَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ وَ هُمۡ سٰلِمُوۡنَ ﴾ [68:القلم:43] اور جب خدا ان کو دنیا میں کہتا تھا کہ آؤ نماز پڑھو' تو وہ نہیں آتے تھے۔ اب اگر وہ چاہیں گے کہ سجدے کریں لیکن نہیں کر سکیں گے خدا کہتا ہے کہ اے بندے! تو اپنی ساخت کو تو دیکھ! کہ میں نے تجھے کیسا بنایا ہے۔ کمر دیکھ تیری جھکتی ہے' آ رکوع کر لے۔۔۔ آ' سجدہ کر لے۔۔۔ اللہ نے زبان دی ہے۔ زبان کس لیے دی ہے ؟اس لیے کہ تو خدا کا ذکر کر سکے۔ اگر یہ صرف اس لیے ہو کہ تو دنیا میں اپنے دھندے کر سکے تو کیا ایک جانور دوسرے جانوروں کو اپنی بات نہیں سمجھاتے ؟ایک پرندہ دوسرے پرندے کو اپنی بات نہیں سمجھا لیتا؟ اگر افہام و تفہیم ہی اس کے بولنے کا مقصد ہو تو یہ چیز تو کسی حد تک جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن اصل میں اللہ نے زبان اس لیے دی ہے کہ دوسرے کام بھی کرے اور میرا ذکر بھی ساتھ ساتھ کرے۔ دیکھو جیسے اللہ نے انسان کے ساتھ خواہش لگائی ہے' بندگی میری کر' اور اگر وہ بندگی کو بھول جائے اور دوسرے دھندے کی ہی فکر کرے تو بھی بیکار ہے۔ خدا اعتدال رکھتا ہے' اللہ نے کمر کو دہرا ہونے کی طاقت دی ہے اس لیے کہ یہ جھک سکے۔ اور جو کمر رکوع نہیں کرتی' جو کمر سجدہ نہیں کرتی' قیامت کے دن جب جھکنا چاہے گی' اللہ کو سجدہ کرنا چاہے گی تو قلابازی کھا جائے گی۔ سجدہ نہیں کر سکے گی۔

میرے بھائیو! سوچیں! میں آپ سے یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ اپنے آپ کے بارے میں سوچ لیں کہ آپ کا اللہ کے نزدیک کیا مقام ہے ؟اگر آپ کے دل میں دین کی رغبت ہے تو اللہ کے نزدیک آپ کا کوئی نمبر ہے' تھرڈ کلاس ہی سہی۔ اور اگر آپ کے دل میں دین کی کوئی رغبت ہی نہیں تو اللہ کے ہاں آپ فیل ہیں۔ یہ بالکل Rational بات ہے۔

امیروں کو دیکھ کو' انگلش کی ٹیوشن خواہ ٹیوٹر کتنے ہی پیسے کیوں نہ لے' Mathematics کے لیے' فلاں مضمون کے لیے' فلاں مضمون کے لیے ٹیوٹر ہیں۔ لیکن قرآن مجید اگر پڑھ لے تو ٹھیک ہے اور اگر نہ بھی پڑھے تو بھی ٹھیک ہے۔ مولوی صاحب ہمارے گھر سے روٹی کھا جایا کرو اور ہمارے بچوں کو پڑھا جایا کرو۔ پھر وہ کتنے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مشہور ہے کہ نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملاں خطرہ ایمان۔۔۔ نیم ملاں بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے۔ یہی اصل میں اسلام کو برباد کرنے والے لوگ ہیں۔

ہمیں شوق ہے کہ بچہ لائق ہو جائے' لیکن کس طرف' دنیا کی تعلیم کی طرف۔ یہاں پڑھتا رہے' پھر باہر چلا جائے' اور دین میں۔۔۔ مولوی وکیل۔۔۔ کوئی مسئلہ ہو' امام وکیل۔۔۔ امام کے پیچھے آگئے ہیں۔ جو نیت امام کی وہی میری۔ اب امام الٹی مارے' سیدھی مارے' امام غلط نماز پڑھا دے' صحیح پڑھا دے' جیسی پڑھا دے' قبول۔۔۔ اگر دنیا میں مولویوں کو یہ ڈر ہوتا کہ میری چیکنگ ہو گی تو مولوی نہ بگڑتا۔ مولوی بگڑا ہی اس لیے کہ اندھوں میں کانا راجہ ہے۔ لوگ اندھے ہیں اور وہ ان میں کانا ہے۔ اس کے تو مزے ہیں۔ اسے چیک کرنے والا کوئی نہیں ہے' اسے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔

میرے بھائیو! دین اللہ کی امانت ہے اور اس کا اہل ہر کوئی نہیں ہوتا۔ جو ہوتا ہے وہ اللہ کا خاص الخاص ہوتا ہے۔ "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" (متفق علیه ' مشکوۃ ' کتاب العلم عن سمرۃ رضی اللہ عنہا) اللہ جس پر مہربان ہو جائے' اس کو دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔ اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ [39: الزمر:22]

اللہ جس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دے اس کو تو اللہ لائٹ دیتا ہے۔ وہ تو اللہ کی خاص روشنی ہے۔ اس کی وجہ سے وہ اپنے قدم صحیح رکھتا ہے۔ لیکن دنیادار' دنیا کا طالب' اندھیرے میں چلتا ہے۔ کوئی پاؤں کہیں' رکھ دیتا ہے اور کوئی پاؤں کہیں رکھ دیتا ہے۔ میں سوچا کرتا ہوں کہ اگر صدر بن جائے گا' بڑا لیڈر بن جائے گا' تو پھر کیا ہو گا؟ تیری بھاگ دوڑ ساری دنیا کے

لیے۔ پہلے پڑھے پڑھائے وکیل بن گئے۔ اگر وکالت چل پڑی تو ٹھیک ورنہ لیڈری کا شوق ہو جاتا ہے۔ اب اس کے بعد لیڈر بن گیا۔ تو اب کیا شوق ہے؟ یہ کہ الیکشن میں کھڑا ہوں گا۔ پہلے تو ممبری مل جائے' کبھی تکا لگ جائے گا۔ سودے بازی کر کروا کے وزارت مل جائے۔ پھر شاید قسمت یاوری کرے۔ صدارت مل جائے۔ کر کروا کر وزارت عظمیٰ مل جائے۔ پھر کیا ہو گا؟ اگر تو صدر بن کر مر جائے تو لوگ تیرے نام پر لائبریریاں بنا دیں۔ لوگ تیرے نام پر بڑی بڑی یادیں۔ لوگ تیرے نام پر بڑی بڑی یادگاریں بنا دیں۔ لوگ تیرے نام پر شہر آباد کر دیں گے تجھے کیا فائدہ؟ کبھی سوچا آپ نے۔ ہائے اللہ میں اسی لیے تو کہتا ہوں کہ دنیا دار بے وقوف ہوتا ہے۔ دیکھو اب جناح صاحب چلے گئے' لیاقت علی خان چلے گئے اور لوگ بھی چلے گئے۔ ضیاء چلا گیا۔ اب آپ بعد میں بہت کچھ کرتے ہیں' بہت کچھ کرتے ہیں۔ دیانت داری سے بتایئے۔ سوچیے! انھیں کوئی فائدہ ہے اس کا؟ آپ سڑکیں بنا دیں' ان کے نام پر بڑی عقیدت ہے۔ اگر وہ اچھا تھا تو آپ نے کوئی اچھا کام کیا؟ دین کا کام کیا؟ دین داری کی بات کچھ نہ کچھ کام آئے گی۔ ورنہ صرف یادگاریں ہو جانے سے کچھ نہیں ملتا۔ آپ بہت ترقی کر جائیں گے تو کیا ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے خدا حکومت دے گا اور کم از کم درجہ نمبرداری' جج' تھانیدار۔۔۔ یہ تو کوئی بڑی چیز ہے؟ گاؤں کا نمبردار بھی بنا تو یوں سمجھ لے جیسے کہ کند چھری سے ذبح ہو گیا۔ (رواہ احمد' ابوداو' و ابن ماجة و الترمذی' مشکوۃ کتاب الامارۃ والقضاء باب العمل فی القضاء عن ابی ہریرۃؓ) خدا اس سے پوچھے گا اچھا حکومت کرتا تھا۔ اپنی چلاتا تھا۔ جس نے کہا یا اللہ! حکم تیرا آتا تھا' میں عمل کرواتا تھا تو وہ بچ گیا۔ اور جو کہے گا کہ یا اللہ! میں حکومت کرتا تھا' میں قانون بناتا تھا۔ خدا کہے گا اچھا میری مخلوق کو تو نے محکوم بنایا' تو نے اس کو غلام بنایا۔ ایک گورنر حضرت عمرؓ نے مقرر کیا۔ اس نے کسی کو غلط طور پر نظر بند کر دیا۔ کسی کو غلط سزا دے دی۔ حج کے موقع پر عام حکم ہوتا تھا کہ جس کسی کو کوئی شکایت کرنی ہو تو وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اب ایک شخص نے شکایت کر دی کہ فلاں گورنر نے مجھے

ناجائز مارا ہے۔اور یہ سزا دی ہے۔ مجھے یہ یہ تکلیفیں دی ہیں۔ فوراً پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ تو نے مخلوق خدا کو کب سے غلام بنانا شروع کیا ہے؟ ایک بندہ بندے پر حکومت کرے تو یہ کفر ہے۔ (کتاب الخراج ص :66) خدا کہتا ہے کہ وہ بھی بندہ ہے' تو بھی بندہ ہے۔ تو اس پر کیسے حکومت کر سکتا ہے؟ بس اتنا کر سکتا ہے کہ قانون میرا ہو اور وہ بھی پابند اور تو بھی پابند۔ تو بس اس کی نگرانی کر سکتا ہے کہ اس قانون پر عمل ہوتا ہے کہ نہیں؟

میرے بھائیو! اگر اسلام کا یہ تصور موجودہ حکمرانوں کے ذہنوں میں ہو تو یہ کبھی جمہوریت کا نام لے سکتے ہیں؟ یہ جمہوریت پیداوار کفر کی ہے اور جہاں کفر پھیلتا ہے وہاں یہ جمہوریت پھیلتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں اسلام میں تو بادشاہت ہے۔ اسلام کا بادشاہ کون ہوتا ہے؟ اسلام کا بادشاہ وہ ہوتا ہے جو خود بھی خدائی قانون کے مطابق چلتا ہے اور رعایا کو بھی چلاتا ہے۔ حضرت علیؓ خلیفہ ہیں۔ اس کی وقت کی پوری اسلامی دنیا میں سب سے بڑے وہ ہیں۔ ایک یہودی کے ساتھ مقدمہ ہو گیا۔ جب وہ عدالت میں پیش ہوئے تو قاضی صاحب نے ان کو کرسی پیش کی۔ حضرت علیؓ کہنے لگے کہ یہ سب سے پہلا ظلم ہے جو تو نے کیا ہے۔ جب وہ بھی عدالت میں آیا ہے' میں بھی عدالت میں آیا ہوں تو دونوں کا درجہ برابر تھا۔ میرے لیے یہ کرسی کیسی؟

میرے بھائیو! ہم اسلام کا نام لیتے ہیں اور خود کافر ہیں۔ ہم اسلام کا نام لے کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور خود ہماری زندگی کفر کے تحت گزرتی ہے۔ میں آپ سے عرض کر دوں رسمی اسلام اللہ کو بالکل پسند نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں صاف کہہ دوں کہ ہمارا اسلام' یہ پاکستانیوں کا اسلام اللہ کو بالکل پسند نہیں ہے۔ خدا ہم پاکستانیوں سے سخت ناراض ہے۔ اور پہلی آفت یہ ہے کہ عورت ہم پر مسلط ہے جو ایک گھر میں مسلط نہیں ہوتی۔ دیانت داری سے بتایئے! گھر میں عورت مسلط ہو سکتی ہے؟ کہ خاوند بھی اس کے تابع ہو' اور اولاد بھی اس کی تابع ہو اور عورت حکمرانی کرے۔ جس ملک میں عورت حکمرانی کرے' وہ ملک کس قدر خدا کے غضب میں ہو گا؟ خدا کے قہر میں ہو گا۔ اس کو لانے والے کون ہیں؟ جماعت اسلامی والے نمبر 1 پر ہیں۔ پھر جس کا بھی نام لے لو جو جمہوریت کا داعی ہے۔

میرے خیال میں کوئی بھی ایسا نہیں جو یہ کہے کہ نہیں کوئی ضرورت نہیں۔ محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ آپ کو پہچانا کہ وہ کون ہیں۔ اگر یہی چکر رہا' کوئی کہتا رہا کہ بشر ہیں' کوئی کہے کہ نور ہیں۔ اگر آپ نور ہوئے اور کوئی بشر سمجھ کر ایمان لائے تو پھر اس کا کیا بنے گا؟ اس کے تو سب اعمال بے کار ہیں۔ جس رسول پر تجھے ایمان لانا تھا وہ نور تھا اور تو بشر سمجھتا رہا۔ ایمان صاف نہیں؟ کوئی نماز نہیں' کوئی روزہ نہیں۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ بے کار ہے' کلمے بے کار' سب کچھ بے کار۔ تو نے اس کو پہچانا ہی نہیں کہ محمد ﷺ جن تھے' فرشتے تھے' انسان تھے' نور تھے' پھر نور کونسا تھا؟ خالق تھا کہ مخلوق۔۔۔ جب تیرا ذہن صاف نہ ہو تو محمد ﷺ کون تھے۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کوئی فائدہ نہیں۔ کہیے! دنیا کا کوئی انسان اس کو غلط کہہ سکتا ہے؟

میرے بھائیو! میں بڑے دعوے کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ اگرچہ بار بار کہنی نہیں چاہیے کہ ہماری باتیں مولویوں والی نہیں ہیں۔ ہمیں پتہ ہے ہمارے جمع میں پڑھے لکھے لوگ بھی آتے ہیں' ہم وہ بات کرتے ہیں کہ کوئی کتنا بھی پڑھا لکھا کیوں نہ ہو کبھی جرأت سے نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ ساری عمر گزر گئی کالجوں میں پڑھاتے ہوئے گزر گئی ہم کوئی ایسی بات نہیں کرتے جو غلط ہو۔ یہ بات ہے ہی حق۔ اب میری اس بات کو تولو اور وزن کرو۔ آپ اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ آپ نے اللہ کو پہچانا؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ اللہ ایک پاور ہے' کوئی ذات نہیں۔ صرف ایک انرجی ہے' طاقت ہے' وہ بولتا نہیں' وہ سنتا نہیں تو پھر آپ اللہ پر ایمان لائے نہیں۔ بے کار ہے' بے فائدہ ہے' اگر آپ کا اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہر جگہ ہے' ہر چیز میں ہے۔ اس میں ہے' اس میں بھی ہے' اس میں بھی ہے۔ اس میں بھی ہے۔ اس میں بھی ہے۔ درخت میں بھی ہے' شجر میں ہے' حجر میں بھی ہے۔ مرد میں ہے' عورت میں بھی ہے' فاعل میں ہے' مفعول میں ہے' تھانیدار میں ہے' چور میں بھی ہے۔۔۔ اور پھر آپ اللہ پر ایمان لائیں تو کوئی فائدہ ہے؟ کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ پہلے اللہ کو پہچانیں کہ اللہ کون ہے؟ پھر اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھیں۔ ایمان یہ ہے۔ مثال دیکھیے! تیرا

بیوی پر ایمان ہے' کیا ایمان ہے؟ یہ کہ وہ ایک عورت ہے' عورت تو ماں بھی ہوتی ہے' بہن بھی ہوتی ہے۔ بیوی اگرچہ ایک عورت ہی ہوتی ہے مگر اس کا درجہ اور ماں کا درجہ برابر نہیں۔ بیوی اور درجہ رکھتی ہے اور ماں اور درجہ رکھتی ہے۔ جس کو تو بیوی کہے گا اس پر تیرا ایمان اور ہو گا اور جس کو تو ماں کہے گا اس پر تیرا ایمان اور ہو گا۔

میرے بھائیو! ایمان میں یہ بنیادی چیز ہے کہ پہلے آپ اس ہستی کا مقام متعین کریں' اس کو پہچانیں' یہ شبہ نکالدیں کہ کوئی کچھ کہتا ہے' کوئی کچھ کہتا ہے۔ میں تو جانتا ہی ہوں۔ میرے بھائیو! اس لیے میں کہتا ہوں کہ بریلوی بے چارے کو ملے گا کیا؟ سوچنے کی بات ہے۔ دیکھو وہ کتنا بڑا مشرک ہے۔

وہ کہتا ہے حضور ﷺ نور تھے۔ اب وہ کلمہ پڑھے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور وہاں جا کر حضور ﷺ نکلیں انسان' پھر کلمہ جھوٹا پڑھا۔ اب اس کی نمازیں بھی گئیں روزے بھی گئے' حج بھی گئے' زکوتیں بھی گئیں۔ مسجدیں بنانا بھی گیا۔ درود بھی گئے۔ سب کچھ اس کا گیا۔ سب کا بیڑا غرق ہو گیا۔ پہلے ایمان کو درست کرو۔ محمد ﷺ کون تھے؟ اگر تیرے دل میں یہ شبہ ہے کہ میں کیا ہوں گا؟ بشر تھے کہ نور تھے۔ اللہ نے تجھے عقل دی ہے' پہچان بشر کون ہوتا ہے؟ وہ جو انسان ہو' آدم کی اولاد میں سے ہو۔ اس کا باپ ہو' اس کی ماں ہو' وہ کھاتا ہو' وہ پیتا ہو' اس کا جسم ہو' اس میں خون ہو۔ جیسے سب انسان بیٹھے ہیں' کوئی بات محمد ﷺ کی انسانوں سے مختلف نہیں اور نور کون ہوتا ہے؟ جو روشن ہو' خود روشن ہو اور دوسروں کو روشن کرے۔ جیسے چاند کی روشنی ہے۔ قمقمے کی' بجلی کی روشنی ہے۔ کیا حضور ﷺ روشنی تھے؟ آپ نے سنا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کوئی چیز تلاش کر رہی ہیں۔ حضور ﷺ سجدے میں پڑے ہیں۔ ٹٹولتے ٹٹولتے حضرت عائشہ" کا ہاتھ حضور ﷺ کے پاؤں کو لگا اور آپ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے پاؤں کی ایڑھیاں پیچھے سے ملی ہوئی ہیں اور انگلیوں کا رخ جانب قبلہ ہے۔ اس حدیث سے نبی ﷺ کی نماز میں بحالت سجدہ انگلیوں اور ایڑھیوں کی کیفیت معلوم ہوئی۔ (صحیح مسلم' کتاب الصلوۃ باب ما

یقال فی الرکوع والسجود عن عائشةؓ) اگر آپ نور ہوتے تو حضرت عائشہ کو انھیں ٹٹول ٹٹول کر تلاش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ اگر نور ہوتے تو آپ ﷺ کے گھر میں کبھی اندھیرا ہوتا؟ اگر آپ نور ہوتے تو عرب میں کبھی رات آتی؟ ہر گز نہیں۔جب عرب میں رات بھی آتی تھی اور دن بھی آتا تھا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نور نہ تھے بلکہ انسان تھے۔میرے بھائی! اگر تیرا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نور تھے اور تو نے کلمہ پڑھا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو یہ بے کار ہے۔اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اور میں نے آپ سے پہلے ہی یہ عرض کر دیا ہے کہ ایمان کے معنی یہ ہیں کہ پہلے آپ انھیں پہچانیں کہ وہ کون ہیں؟ پوری طرح آپ ﷺ کی حقیقت کو جانیں' پہچانیں۔ آپ کے مقام کو پہچانیں' آپ کے مرتبے کو پہچانیں۔ پھر اس کے تقاضوں کو پورا کریں۔اگر تو نے کسی کو بیوی مان لیا تو اس کو بیوی کا مرتبہ دے اور اگر کسی کو ماں مانا ہے تو اس کو ماں کے درجے پر رکھ' اگر تو نے کسی کو بہن بنایا ہے تو اس کو بہن کا مقام دے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ ساری عورتیں ہیں اور برابر ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے۔

میرے بھائیو! دین کو سمجھو اور ناراض نہ ہوا کرو۔ یہ دین ہے' میں منبر رسول ﷺ پر کھڑا ہوں اس لیے بہت کھول کر باتیں بیان کرتا ہوں۔ حاشا وکلا یہ نیت نہیں ہوتی۔ لیکن کھری بات کہنی پڑتی ہے۔اب ہمارے ہاں کوئی بریلوی آجائے' جمعہ پڑھنے آئے اور پھر وہ بریلوی کا بریلوی ہی رہے تو جمعہ کا کیا مزا۔کم از کم اسے پتہ چل جانا چاہیے کہ محمد ﷺ کون تھے؟ اس میں آپ کی توہین نہیں ہے۔اللہ کی مخلوق میں اگر کوئی شاہکار (Master Piece) ہے تو انسان ہے' انسان سب سے ٹاپ پر ہے۔اور پھر انسانوں میں محمد ﷺ سب سے اعلیٰ مقام پر ہیں۔پھر فرشتے اس سے کم' نورانی اس سے کم' پھر جن۔۔۔ اور پھر ہر چیز جو مخلوق ہے وہ انسان سے کم درجے میں ہے۔اور محمد ﷺ کا مقام انسانوں میں سب سے اعلیٰ ہے۔باقی سب انسان درجے میں نیچے ہیں' لیکن محمد رسول اللہ ﷺ تھے انسان ہی۔ اپنے ایمان کو درست کر' پھر نماز پڑھ۔ یہ بات کوئی فائدہ نہیں دیتی کہ تو نے تبلیغی جماعت کے

ساتھ عصر کے بعد چکر لگایا اور لوگوں کو گھسیٹ کر لائے' شام کی نماز پڑھائی۔ رسول اللہ ﷺ خیبر فتح کرنے لگے' ایک یہودیوں کا غلام جو بکریاں چرایا کرتا تھا وہ آپ کا چرچا سن کر آیا اور پوچھنے لگا اے محمد! تو کیا کہتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ دعوت دیتا ہوں' اس نے کہا یہ تو اچھی بات ہے۔ میں بھی مسلمان ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بکریوں کو چھوڑ آ تو پھر آ جانا۔ وہ بکریاں چھوڑ آیا اور جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔۔۔ نہ' نہ ۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔ پہلے کلمہ پڑھ۔۔۔ پہلے ایمان لا۔۔۔ پہلے اسلام کو قبول کر' اس نے اسلام کو قبول کر لیا۔ (زاد المعاد ' ج 2 ص 393) اللہ خالق ہے ' مخلوق نہیں۔ خالق اور مخلوق میں بڑا فرق ہے۔ خالق مخلوق میں کبھی نہیں گھستا۔ دیکھو! کتنی احمقانہ بات ہے' چور چوری کرتا ہے' اللہ اندر ہے' زانی زنا کرتا ہے اللہ اندر ہے' تو طاقت تو پھر ساری اللہ ہی کی چلتی ہے نا۔۔۔ اور جب اللہ اس کو دوزخ میں ڈالے گا' پھر اللہ باہر نکلے۔ تو چور کہے گا یا اللہ! دنیا میں میرے ساتھ چوریاں کرتا رہا اب باہر جاتا ہے۔ اب دوزخ میں میرے ساتھ چل۔ زانی بھی ایسا ہی کہے گا کہ یا اللہ! تو میرے اندر رہتا تھا' اب باہر کیوں جاتا ہے' میرے ساتھ ہی دوزخ میں چل۔

بھائیو! یہ پاگلوں کا عقیدہ ہے۔ اسلامی عقیدہ نہیں ہے' یہ بالکل احمقانہ عقیدہ ہے۔ عقل و نقل کے اعتبار سے بالکل فیل شدہ عقیدہ ہے۔ اللہ کے بارے میں اپنے عقیدے کو درست کرو اور پھر محمد ﷺ کے بارے میں بھی اپنا عقیدہ درست کرو۔ اور پھر اس کے بعد تجدید ایمان کرو۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ' اور پھر نماز پڑھو اور روزے رکھو۔ ان شاء العزیز برکت ہو گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ ثانی

س: کسی بھائی نے لکھا ہے کہ حکومت نے لڑکیوں کے لیے فوٹو وغیرہ لازمی کر دیے

ہیں' حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ وہ اس قانون کو ختم کرے۔

ج: حکومت تو ویسے ہی عورتوں کو ننگا کرنے کی کوششوں میں ہے' آپ صرف فوٹو کا رونا رو رہے ہیں۔ کیا فائدہ۔۔۔؟ رونا تو وہاں چاہیے جہاں کوئی پوچھے بھی۔ جہاں کسی نے پوچھنا ہی نہیں وہاں رونے کا فائدہ ہی کیا ہے؟

س: اگر آدمی فجر کی نماز کے لیے مسجد میں جائے اور جماعت کھڑی ہو تو پہلے سنتیں پڑھے یا جماعت سے ملے؟ اگر جماعت سے ملے تو سنتیں کب پڑھے؟

ج: بھیا! دیکھیے یہ مسئلہ عام ہے اور اکثر لوگ اس میں غلطی کرتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب فرضوں کی جماعت کھڑی ہو تو اس کے پاس کوئی نماز نہیں ہوتی۔ خواہ فجر کی سنتیں ہوں' اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر آپ کی ظہر کی نماز رہ گئی ہے' ادھر عصر کی نماز جماعت کھڑی ہو گئی ہے۔ تو آپ ظہر نہیں پڑھیں گے۔ اپنی عصر کے ساتھ شامل ہو جائیں گے' جماعت کے ساتھ عصر پڑھ کر بعد میں آپ اپنی ظہر کی نماز پڑھیں گے۔ اور یہ تو بالکل مسئلہ ہی غلط ہے کہ صبح کی جماعت ہو رہی ہے اور آپ سنتیں پڑھ رہے ہیں۔ پیچھے ہٹ کر پڑھ لیں تو رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے کہا کہ تو کونسی نماز اللہ کے سامنے پیش کرے گا؟ وہ جو میں پڑھا رہا ہوں یا وہ جو تو پڑھ رہا ہے۔ (صحیح مسلم باب کراھیة الشروع بعدشروع المؤذن) فرضوں کو ضائع کر کے سنتوں کو پڑھنا کس عقل مند کا کام ہے؟ یعنی Elective میں فیل ہو جائے اور Optional میں کہے کہ میری فرسٹ ڈویژن آ جائے' کوئی عقل مندی کی بات ہے۔ باقی رہا کہ پہلے فرضوں میں شریک ہو تو پھر سنتیں کب پڑھے؟ جب چاہے پڑھ لے۔ وہ فجر کی سنتیں ہیں نا۔۔۔ ترتیب ہی بدلی ہے۔ آپ نے فرض پڑھ اور سنتیں رہ گئیں وہ اب پڑھ لو۔ اب اگر یہ کہے کہ سورج نکلے' فلاں وقت پڑھے' یہ سب بنائی ہوئی باتیں ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ دیکھو! اگر

ممنوع وقت ہے' اس وقت کوئی نماز بھی نہیں ہو سکتی۔ اب آپ نے فرض پڑھ لیے' آپ کی سنتیں رہتی ہیں۔ اور ایک آدمی ابھی اٹھ کر آیا ہے' اس کی سنتیں بھی رہتی ہیں اور اس کے فرض بھی رہتے ہیں۔ وہ اپنی فجر کی نماز کی سنتیں بھی پڑھے اور فرض بھی پڑھے۔ جب وہ پڑھے تو تو کیوں نہ پڑھے۔ اس نے بھی فجر کی نماز پڑھنی ہے' تو نے بھی پڑھنی ہے۔ دیکھو Common Sense کی بات ہے۔

جو اصل دین ہے وہ بہت کھرا ہے۔ جو نقلی دین ہے' مولویوں نے بنایا ہے' یہ دیوبندیت ہے' یہ بریلویت ہے' یہ وہابیت ہے۔ یہ فلاں۔۔۔ دیکھو اسلام ایک ہے' دو' چار یا پانچ نہیں ہیں۔ اگر دیوبندیت بھی اسلام ہو' اور بریلویت بھی اسلام ہو' ایک کافر اور ایک مسلمان۔۔۔ یا دونوں مسلمان ہیں۔ اسلام والے ہیں' اسلام ایک ہی ہے اور وہ کونسا ہے؟ یہ جو آسمان سے آیا ہے' اس کو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔ اپنے دل سے نکال دو کہ اسلام کئی ہیں۔ اسلام صرف ایک ہے' اور وہ وہی ہے جو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں' جو اماموں کے نام پر بنا ہے اور جو پیروں کے نام پر بنا ہے وہ صحیح اسلام نہیں ہے' وہ بگڑا ہوا اسلام ہے۔

س: شرعی پردہ کیا ہے؟ عورتوں کے چہرے کا بھی پردہ ہونا چاہیے کہ نہیں؟

ج: شرعی پردہ یہ ہے کہ عورت اپنے محاسن کو چھپائے' اپنی آواز کو چھپائے' اپنے چہرے کو چھپائے' اپنے زیور کو چھپائے۔ اور جو چیز چھپ نہ سکے وہ تو بے بسی کی بات ہے۔ مثلاً' اب وہ چلتی ہے' اس کی چال بہت اچھی ہے' یہ تو اس کے بس کی بات نہیں۔ لیکن ہاتھ پاؤں' زیور' یہ حدیث میں آتا ہے کہ جو عورت جاتی ہوئی زیور چھنکارتی ہے تاکہ آواز پیدا ہو' فَهِيَ زَانِيَةٌ وہ زانیہ ہے۔ اور وہ جو بیچارہ مارتی ہیں' تھوڑا سا منہ ننگا کالا برقعہ ہو' گورا چہرہ ہو' اور پورا کام کرتا ہو وہ کیا پردہ کرتی ہیں؟ وہ تو دین سے مذاق کرتی ہیں۔ اس لیے میرے بھائیو! مسلمان ہونا ہے تو اکڑ پن چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤ۔ فیشن بھی رہے اور اسلام بھی رہے' کفر بھی رہے

اور اسلام بھی رہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ جب اسلام آجاتا ہے تو کفر کافور ہو جاتا ہے۔ جیسے روشنی آجاتی ہے تو اندھیر غائب ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ اندھیرا بھی چلے اور روشنی بھی چلے۔

س: والدین کے حقوق' خصوصاً والد کا حق کس حد تک ہے؟

ج: دیکھیے! والد کا حق بہت زیادہ ہے' والد کی نافرمانی اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی چیز ہے۔ لیکن اگر والدین کے خلاف کوئی بات کہے تو پھر والد کا کوئی حق نہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! میری بیوی بہت خوبصورت ہے' مجھے بہت پسند ہے' میری بڑی وفادار اور خدمت گزار ہے' لیکن میرا والد کہتا ہے کہ اسے چھوڑ دو تو میں کیا کروں؟ فرمایا جب تیرے باپ نے کہہ دیا تو مجھ سے کیا پوچھتا ہے؟ چھوڑ دے' یہ باپ کا حق ہے۔(ابن ماجة کتاب الطلاق ' باب الرجل یامر ابوه بطلاق امراته عن ابن ابی عبدالرحمٰن ؓ) اور اسی سے اللہ استدلال کرتا ہے' اپنی الوہیت کا' اپنی عبادت کا۔ ﴿ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلاَّ تَعۡبُدُوۡۤا اِلاَّ اِیَّاهُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ﴾[17:الاسراء:23] تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ عبادت اس کی کرو کیونکہ وہ تمھارا حقیقی خالق ہے اور باپ کی مانو کیونکہ وہ تمھارا مجازی خالق ہے۔ اللہ جب اپنی بندگی کرواتا ہے اپنا حکم منواتا ہے تو باپ کو بھی حق دیتا ہے کہ یہ تیرا مجازی خالق ہے' جو یہ کہتا ہے' اس کو مان بشر طیکہ میری بات کے خلاف نہ کہے۔ کیونکہ یہ چھوٹا ہے اور میں بڑا ہوں۔

س: ایک شخص کی بیٹیاں ہی بیٹیاں ہیں' وہ ان کا بوجھ اٹھا رہا ہے' اگر اس بیٹیاں ملازمت کرتی ہیں تو یہ کیسا ہے؟

ج: میرے بھائیو! لڑکیوں کا ملازمت کرنا اور پھر خصوصاً اس دور میں' جب رشوت

کے سوا کام چلتا ہی نہ ہو اور رشوت میں سب کچھ آفر کیا جا سکتا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ تو اس وجہ سے ایسی ملازمتیں بھی حرام ہے' بلکہ قطعاً حرام ہیں۔ عورت اپنے گھر میں محنت مشقت کرے' سویٹر بنے' چکی پیسے اور کوئی اور کام کرے جس سے اس کی عزت پر کوئی حرف نہ آئے۔ مردوں سے کوئی اختلاط نہ ہو' اس کے لیے یہ کہنا کہ ملازم ہو' اللہ میرا معاف کرے ہماری پہلے دن سے یہ نیت ہوتی ہے کہ لڑکی کو پڑھانا ہے' خاوند کا کیا اعتبار ہے کہ اس کو کما کر دے یا نہ دے اس لیے اس کو خود کماؤ بناؤ۔ جو خود کمائے گی وہ خاوند کا کہنا کبھی مانے گی؟ وہ تو ٹھڈے مارے گی۔ چل پیچھے ہٹ تو کون ہے؟ اس لیے یہ اسلامی تقاضوں کے بالکل خلاف ہے۔

س: مشرک کے ساتھ رشتے کا معاملہ کیسا ہے؟

ج: قرآن مجید میں ہے: مشرکوں سے نکاح نہ کرو۔ شیعہ کی لڑکی ہو' بریلوی کی لڑکی ہو' جن کے ہاں شرک کا کوئی پرہیز نہیں ہے' ان کے ساتھ رشتہ داری کرنا' اپنے آپ کو اللہ کی دعوت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنے والی چیز ہے۔ ہمیشہ رشتہ اس سے کرو' جو کم از کم نیک ہو' یہ بھی پیوند ہوتی ہے۔ اگر اچھی فیملی ہو گندہ پیوند کر دو' تو ساری نسل برباد ہو جائے گی۔ اپنے آپ کو گندے پیوند سے بچاؤ۔ گندہ پیوند کیسے لگتا ہے؟ گندی لڑکی لے آئے' ساری نسل خراب' اگر لڑکی اچھی کسی گندے گھر میں دے دی تو باپ سیدھا دوزخ میں جائے گا۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان۔۔۔

خطبہ نمبر 30

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْكَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ كِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ وَ كُلَّ ضَلاَلَةٍ فِی النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَھِدَ مِنْكُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ط وَ مَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰہُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلاَ یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ [2:البقرۃ:185-186]

میرے بھائیو! رمضان کا مبارک مہینہ جو شروع ہوا تھا اب وہ اختتام کے قریب ہے۔ یہ مہینہ بابرکت ہے اس کا پہلا عشرہ جو تھا وہ رحمت کا موقع تھا، درمیانی عشرہ اللہ کی

مغفرت کا تھااور یہ آخری جو ایک آدھ دن میں ختم ہو جائے گا عتق من النار یہ دوزخ سے رہائی کا زمانہ ہے۔ اس عشرے میں' اس آخری دھائی میں اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کر دیتے ہیں کہ فلاں فلاں دوزخ سے نجات پا گیا' دوزخ سے بچ گیا اور یہ بڑی بات ہے کہ آدمی دوزخ سے نجات پا جائے۔ کیونکہ جس کی دوزخ سے نجات ہو گئی وہ تو جنت کا مستحق ہو گیا۔ وہاں جگہ ہی دو ہیں۔ یا دوزخ یا جنت۔۔۔ جونہی دوزخ سے بچا' جنت میں پھر اس کا جانا یقینی ہے۔ آپ قرآن مجید میں پڑھتے ہوں گے۔ آپ نے دوران تلاوت یہ اکثر دیکھا ہو گا کہ آیات کے اختتام پر اس قسم کے الفاظ آتے ہیں غفور رحیم' غفور شکور' علیم حلیم' علیم حکیم۔۔۔ ایسے الفاظ قرآن مجید کی اکثر آیات کے اختتام پر آتے ہیں۔ اور یہ بہت اعلیٰ سیٹ ہوتا ہے۔ جیسے حکیم ایک نسخہ تیار کرتے ہیں' آپ دیکھا ہو گا کہ حکیم صاحب جب کوئی نسخہ لکھتے ہیں تو عنقہ گاؤزبان' جو کہ گرم ہوتا ہے دوسری ٹھنڈی دواؤں کے ساتھ ان کو معتدل کرنے کے ضرور ڈال دیتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کو آخر میں رکھ کر ان کی سختی کو نرمی سے ملا کر معتدل بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم حلیم ہے۔ اس کے علم کی کوئی حد نہیں۔ کوئی چھپ ہی نہیں سکتا۔ کوئی ہلکی سے بات کرے تو اسے پتہ چل جاتا ہے اور کوئی کھل کر بات کرے تو بھی اسے پتہ چل جاتا ہے۔ اگر تحمل نہ ہو تو وہیں مار دے۔ دیکھو! بچے غلط سلط حرکتیں کر بیٹھتے ہیں' عوام غلط حرکت کر بیٹھتے ہیں۔ اگر پولیس کو فوراً پتہ چل جائے' حکومت کو پتہ چل جائے تو وہیں شوٹ کر دے' اچھا یہ سازش' پتہ ہی نہیں لگتا۔ سی آئی ڈی والوں کو رپورٹ پہنچے تو تب جا کر انہیں پتہ چلے ورنہ ان کو اکثر باتوں کو پتہ ہی نہیں لگتا۔ لیکن اللہ سے کوئی چیز چھپتی ہی نہیں۔ اب اللہ نے کیا کہا کہ میں علیم ہوں' مجھے ہر چیز کا پتہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ حلیم بھی ہوں۔ بردبار بہت ہوں۔۔۔ بہت حوصلہ' بہت ہی برداشت' فٹافٹ گرم نہیں ہو جاتا کہ تم نے غلطی کی۔ تم نے کوئی غلط بات کی اور میں نے فوراً اڑا دیا۔ نہ ایسا نہیں۔ حلیم۔ پھر علیم حکیم۔۔۔ اس کے علم کی بھی کوئی حد نہیں' لیکن حکیم' اس کو پتہ ہے کہ کونسا کام کب کرنا ہے۔ اس طرح سے صفت آتی ہے غفور الرحیم قرآن مجید میں یہ اکثر آئے گا۔ غفور رحیم۔۔۔ غفور کے معنی دوزخ سے رہائی دینے والا' سزا سے معافی دینے والا۔ الرحیم کے معنی یہ ہیں کہ

جب اسے دوزخ سے نکال دیا' پھر چھوڑ نہیں دیتا۔ جیسے کسی کو حکومت جیل سے رہا کر دے' کوئی قیدی تھا۔ دو چار سال جیل میں رہا۔ اب اس کی جیل ختم ہو گئی۔ اس کا پیریڈ ختم ہو گیا اسے کہا کہ جابا باہر نکل جا۔۔۔ اب وہ باہر نکل کر کہے گا کہ پیسہ میرے پاس نہیں۔ کرایہ میرے پاس نہیں' میں روٹی کیسے کھاؤں' میں کرایہ کہاں سے دوں؟ میں گھر کیسے پہنچ سکتا ہوں تو حکومت لازماً یہ اہتمام کرتی ہے کہ جس کو دیر سے رہا کرتی ہے تو اس کے کرائے کا اس کے گھر پہنچنے کا انتظام کرتی ہے۔ اللہ غفور رحیم ہے۔ جب دوزخ سے نجات دیتا ہے تو بندہ کہتا ہے کہ یا اللہ! پھر کہاں جاؤں؟ اللہ کہتا ہے جنت میں جا۔ تیرے لیے جگہ مخصوص ہے' یہ غفور رحیم کے معنی ہیں۔ اسی لیے اللہ کافروں کے لیے رحیم نہیں ہے۔ اللہ کافروں کے لیے بھی رحمان ہے۔۔۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہم پڑھتے ہیں نا۔۔۔ جس میں رحمت کی دو صفات ہیں: ایک رحمٰن' دوسری رحیم۔۔۔ رحمٰن کے معنی کیا؟ اس کی رحمت میں اتنا جوش ہے کہ کوئی امتیاز نہیں۔ اپنے اور پرائے میں' کافر میں اور مسلمان میں' اچھے میں اور برے میں۔ اس کی رحمت عام ہے۔ سورج نکلتا ہے' سورج کی بڑی ضرورت ہے۔ اللہ یہ نہیں کرتا کہ جس سے ناراض ہو جائے' اس کو سورج کی گرمی نہ پہنچے' سورج کی گرمی ایک کافر کو بھی پہنچتی ہے اور ایک مسلمان کو بھی۔ اللہ کی بارش ہوتی ہے' پانی سب کو دیتا ہے۔ اللہ کی ہوا چلتی ہے تو سب کے لیے چلتی ہے۔ جتنی نعمتیں ہیں کافروں کے لیے بھی ہیں اور مسلمانوں کے لیے بھی۔ بے شک اللہ کو کوئی گالیاں دے' کہے میں نہیں مانتا کہ اللہ کون ہے؟ خواہ مخواہ مسلمانوں نے بنا رکھا ہے۔ اللہ رحمٰن ہے۔ سب کو دیتا ہے' سب کچھ دیتا ہے۔ لیکن رحیم کے معنی صرف جنت دینے والا ہے۔ خاص رحمت کرنے والا ہے اور اس کی یہ صفت مومنوں کے لیے خاص ہے۔ اور کافر دوزخ میں عذاب جھیلیں گے۔ ہیں دونوں ہی مخلوق۔۔۔ وہ بھی مخلوق' یہ بھی مخلوق۔۔۔ ان پر اللہ رحیم ہے۔ کہ ان پر کتنی رحمتیں ہیں۔ کتنے انعامات۔۔۔ کھاؤ پیو' مزے کرو۔ نہ بھوک نہ پیاس۔۔۔ نہ بڑھاپا' نہ کوئی غم' نہ صدمہ کسی قسم کا کوئی خدشہ نہیں۔ نعمتیں ایسی جن کے شارٹ ہو جانے کا' ختم ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ سب نعمتیں دائمی اور وافر۔ یہ اللہ کی رحمت ہے۔ اللہ کی رحمت اس مہینے میں بڑی عام ہوتی ہے۔ انعامات

بہت ملتے ہیں۔ تواب جو عشرہ وہ دوزخ سے رہائی کا ہے جو کہ ختم ہو رہا ہے۔اب ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ مجھے دوزخ سے رہائی مل جائے۔ لیکن میرے بھائیو! سوچو کہ ہر ایک کو تو دوزخ سے رہائی نہیں ملتی۔ جو واقعتاً چاہتا ہو کہ میں دوزخ سے رہا ہو جاؤں اسے رہائی ملتی ہے۔ دنیا میں دیکھ لو آپ کا کیا خیال ہے دیہاتی سے دیہاتی 'ان پڑھ سے ان پڑھ بھی چاہتا ہے' ہر ایک ہی چاہتا ہے کہ مجھے علم حاصل ہو جائے۔ لیکن کیا ہر ایک ہی کو علم حاصل ہو جاتا ہے؟ نہیں' جو مخلص ہو' اس کے لیے محنت کرے' اس کے لیے مواقع مہیا کرے' اسباب پیدا کرے' اس کو علم ملتا ہے۔ اللہ اس کو علم دیتا ہے۔ اس طرح سے اور ہے کہ مجھے اقتدار ملے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یا تو شہر میں آجائے' سیاست لڑائے' الیکشنوں میں کھڑا ہو' پھر اپنی قسمت آزمائے' پھر شاید اللہ دے دے۔ اور اگر وہ بیٹھا ہو چولستان میں اور وہ کہے مجھے اقتدار مل جائے اور میں صدر بن جاؤں تو یہ بے وقوفی ہے۔ اگر آپ کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے سنجیدہ ہیں' کسی چیز کو دل سے چاہتے ہیں تو پھر دل سے اس کے پیچھے لگ جائیں۔ ہم جو محروم رہتے ہیں' مثلاً آج کل مسلمان نمازیں پڑھ کر محروم' روزے رکھ کر محروم' قرآن پڑھ کر محروم۔ کیونکہ یہ اس کے لیے مخلص ہی نہیں ہے۔ یہ دل سے چاہتے ہی نہیں ہیں کہ ہمیں کچھ ملے۔ اب دیکھو نا۔۔۔! قرآن کیا چیز ہے؟ قرآن کوئی گرنتھ یا کوئی ڈیلی نیوز اخبار تو نہیں ہے کہ آپ اسے پڑھ لیں۔ قرآن مجید تو اللہ کا پیغام ہے۔ آپ کے لیے ایک پروگرام ہے۔ قرآن مجید آپ کی زندگی کے لیے ایک نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اگر آپ اس کو اپنا لیں گے' اس پروگرام کے مطابق اپنی زندگی کو گزار لیں گے' تو پھر قرآن کیا کرے گا؟ حدیث میں آتا ہے' قرآن سفارش کرے گا' قرآن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا۔

(رواہ مسلم ' مشکوۃ ' کتاب الفضائل القرآن عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ)

اور سفارش بھی کس انداز سے کرے گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ قرآن کے معنی کیا ہوتے ہیں۔ یہ کہ اللہ نے اس کے ساتھ تکلم کیا ہے۔ اللہ نے اس کو پڑھا ہے اللہ اس کے ساتھ بولا ہے۔ چونکہ یہاں حقیقت زیادہ ہے' اکثریت ان کی ہے اس لیے

ہمارا تصور حنفی ہونے کی وجہ سے اللہ کے بارے میں بہت گھٹیا ہے' بڑا ہی ناقص ہے۔ ہمارا تصور اللہ کے بارے میں یہ ہے کہ اللہ ایک قدرت کا نام ہے۔ اللہ ایک Abstract چیز ہے۔ اللہ کا کوئی وجود نہیں۔ کوئی ہستی نہیں' کوئی ذات نہیں اور یہ اتنا بڑا فرق ہے کہ سب کچھ اس پر ہی تعمیر ہوتا ہے۔ اللہ ایک ذات ہے' اس کی ایک ہستی ہے' اس کا ایک وجود ہے۔ وہ موجود ہے۔ قیامت کے دن مومن اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اللہ ان سے باتیں کرے گا' تو قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ کسی عمل سے بندہ اللہ کے اتنا قریب نہیں ہوتا جتنا کہ قرآن پڑھ کر ہوتا ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اب آدمی اگر یہ سمجھے جیسا کہ حنفی' دیوبندی اور بریلوی دونوں سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ اللہ بولا نہیں۔۔۔ قرآن میں ہے۔۔۔ ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ قرآن خود کہتا ہے' ﴿يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ﴾' [2:البقرة:75] اللہ کے کلام کو سنتے ہیں اور پھر اس کو بدل دیتے ہیں۔ ﴿يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ﴾ اللہ کا کلام سنتے ہیں مگر اس کو بدل دیتے ہیں۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ اللہ نے سورہ الرحمن پڑھی' اللہ نے فلاں سورہ پڑھی۔ (رواہ الترمذی' مشکوۃ کتاب فضائل القرآن عن ابی ھریرۃؓ) اللہ قیامت کے دن جنتیوں کو سلام کہے گا۔ یہ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمٍ﴾ [36:یٰس:58] جنتیوں کے پاس آئے گا اور اللہ ان کو سلام کہے گا۔ یعنی اللہ کی ایک ذات' اس کی ایک ہستی ہے۔ وہ بولتا ہے' اور قرآن مجید اس کا کلام ہے۔ اب قرآن مجید کو اگر پڑھنا ہو تو اس نیت سے پڑھا جائے کہ اس کے ایک ایک حرف کی دس دس نیکیاں عام دنوں میں اور رمضان شریف میں ایک ایک حرف کی ستر ستر نیکیاں ملتی ہیں۔ لیکن قرآن مجید کو ایک ریڈنگ بک (Reading Book) کے طور پر ہی نہیں بلکہ عمل کے لیے قرآن مجید کو پڑھے۔ سمجھ کے لیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں' کیونکہ قرآن ہی مسلمان کرنے

والا ہے۔اس قرآن نے محمد ﷺ کو مسلمان بنایا۔اللہ قرآن میں کہتا ہے:﴿ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ ﴾[42:الشوریٰ:52] اے نبی! تجھے پتہ نہیں تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ یہ دیکھو! قرآن ہے ﴿ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ ﴾ کہ کتاب کیا ہے؟ ﴿ وَ لَا الْاِيْمَانُ ﴾ اور ایمان کیا چیز ہے؟ ﴿ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ ﴾ ہم نے وحی کے ذریعے آپ کو یہ سب کچھ بتایا ہے کہ ایمان یہ ہے' اور یہ کتاب ہے۔ یہ قرآن بڑی برکت والی چیز ہے' بہت اعلیٰ چیز ہے۔ لیکن اس کو بغیر عمل کے یوں پڑھنا' بغیر ارادے کے' اس کو اپنا پروگرام نہ بنانا' اس کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں' بلکہ بوجھ ہے۔ تو جس نے قرآن پڑھ لیا' قرآن اس کی سفارش کرے گا' اور اللہ سے کیا کہے گا؟ یا اللہ! میں تیرا کلام ہوں' میں تیری کتاب کا جزو ہوں۔ یہ سورہ ملک اکثر پڑھا کرتا تھا۔ اگر تو نے اسے معاف نہ کیا تو کیا حاصل؟ اس کو معاف کر دے یا مجھے قرآن سے نکال دے۔ قرآن اس طرح سفارش کرے گا۔ اب ظاہر بات ہے' اتنی زبردست سفارش ہو اور پھر سفارش قبول نہ ہو' اس کی بخشش نہ ہو' یقیناً اس کی بخشش ہو گی۔ اور اس قرآن کا اس مہینے کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ اس مہینے میں قرآن مجید بہت سمجھ کر' ٹھہر ٹھہر کر رات کو پڑھے۔ دن میں پڑھے۔ رات کو جاگنے کے معنی کیا ہیں؟ آج کل جاہلوں نے یہ سمجھا ہے کہ دیگیں پکانا' چاول کھانا' اس کے بعد شیرینے اڑانا۔۔۔ ایک پڑھ رہا ہے باقی سب دیگوں پر لگے ہوئے ہیں۔ اور جی! ہم جاگے۔ وہ ایسے جیسے گنے پیڑنے والا' یہ رس بنانے والا اپنے بیلنوں پر ساری رات جاگتے ہیں۔ تو کیا رمضان کا جاگنا بھی ایسا ہی جاگنا ہے' جاگنے کے معنی اس طرح ہیں کہ تنہائی میں' علیحدگی میں قرآن پڑھے' دعائیں کرے' نماز پڑھے' ذکر و اذکار کرے' اللہ کے سامنے روئے اور اگر آپ لوگوں کے جمع اکٹھے ہیں اور آپ نے رات جاگ کر گزارنی ہے تو کوئی جاگنا نہیں ہے' سب بے کار ہے۔ جب تک Concentratio نہ ہو' پوری توجہ نہ ہو' آپ کے دل سے آواز نہ نکلے' آپ روئیں نہیں' تنہائی میں اس کے بغیر' جاگنے کا مفہوم

پورا نہیں ہوتا۔ پھر آج کل بدعتوں کا زمانہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے قیامت کے قریب جا کر بدعتیں اتنی عام ہو جائیں گی' جیسے باؤلا کتا۔۔۔ کسی کو کاٹ لے۔ زہر اس کے اندر سرایت کر جائے۔ اس کے بالوں تک میں زہر' ہڈیوں میں بھی زہر' گوشت میں بھی زہر۔۔۔ خون میں بھی زہر۔ لعاب میں بھی زہر' رچ گیا ہو۔ اس طرح سے بدعتیں جو ہیں وہ سرایت کر جائیں گی۔ (الترغیب و الترھیب ' کتاب السنة باب للترھیب من ترك السنة) اب یہ تھوڑی بدعتیں ہیں۔ جدھر دیکھ لو بدعتیں ہی بدعتیں ہیں۔ بریلوی تو بدعتوں میں ہی ڈوبے ہوئے ہیں۔ لور حقیقت میں اگر انصاف کیا جائے تو یہ اہل بدعت ہیں' اہل سنت نہیں۔ بغیر کسی مبالغے کے دیوبندیوں کا بھی یہی حال ہے۔ اور اب تو آدھے اہل حدیث بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ اب اہل حدیث کیا کرتے ہیں؟ تراویح پڑھنے گئے' چار تراویح کے بعد مولوی صاحب جو قرآن مجید پڑھا گیا ہے ایک دو منٹ میں اس کا خلاصہ بیان کرتا ہے' پھر پچھلی چار رکعت کا بعد میں خلاصہ بیان ہو گا۔ اب لوگ کہیں گے کہ دیکھو جی! کیا اچھا ہے؟ یہ بدعت ہے۔ اول تو یہی حماقت ہے کہ قاری نے دو سپارے پڑھے ہیں اور مولوی نے دس منٹ میں سارا خلاصہ بیان کر دیا۔ کبھی ہو سکتا ہے؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور پھر آپ نے قرآن مجید کبھی سمجھا نہیں' دیکھا نہیں۔ قرآن مجید میں کوئی بات مسلسل نہیں۔ قرآن مجید کس قسم کی کتاب ہے۔ خطبے ہیں' وعظ ہے' قرآن کوئی سیٹ کتاب نہیں۔ مولانا مودودی کی کتابیں پڑھ کر دیکھیں۔ پہلے تمہید' پھر Chapter wise ایک ایک چیز۔ پہلے باب میں یہ Discuss کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں اس پر کلام کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں اس پر کلام کیا گیا ہے۔ تکرار (Repetition) بالکل نہیں۔ اور قرآن مجید میں آپ نے دیکھا ہو گا آدم علیہ السلام کا قصہ کتنی جگہ آتا ہے' موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو اللہ کتنا بیان کرتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اللہ کس قدر کرتا ہے۔ قیامت کا ذکر تو اللہ سینکڑوں مرتبہ کرتا ہے۔ اس قدر تکرار ہے کہ جس کی انتہاء نہیں۔ تو کون خلاصہ بیان کر سکتا ہے؟ اور یہ سب اس قسم کی بدعتیں جو اہل حدیثوں میں بھی آ رہی ہیں۔ اور دوسروں میں بھی جاری ہیں۔

سب میں یہ چیزیں چل رہی ہیں۔ قرآن پڑھنا چاہیے۔ ذکر اذکار کرنا چاہیے مگر تنہائی میں۔ میرے بھائیو! یاد رکھو لو' اسی لیے ہم کہتے ہیں صلوۃ تسبیح کو باجماعت ادا کرنا بدعت ہے۔ شبینے کرنا بدعت ہے۔ وظیفے اکٹھے بیٹھ کر کرنا بدعت ہے۔ کیوں ؟ اگر آپ عبادت کا مفہوم دیکھیں کہ عبادت کسے کہتے ہیں ؟ اللہ اور بندے کے تعلق کو عبادت کہتے ہیں۔ چنانچہ جتنا اس کو تعلق اللہ سے زیادہ ہو گا' اتنی ہی اس کی عبادت کی کوالٹی ہو گی۔ ایسا تو تنہائی میں ہی ممکن ہے۔ لوگوں میں' مجمع میں وہ تو خاص مصلحت کے تحت' اللہ نے پانچ نمازیں باجماعت مسجد میں رکھ دیں کہ گھر ہوتی ہی نہیں۔ کیونکہ انسان ایک عنصر ہے کہ جس کو معاشرے کا ایک فرد کہا جاتا ہے اور سوسائٹی میں اس کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ مل جل کر رہنا لازمی ہے۔ اس لیے اللہ نے نماز باجماعت جو ہے اس کو رکھا ہے۔ صرف فرض نمازیں یاد رکھو' سنتیں جتنا گھر میں پڑھنے کا ثواب ہے اتنا مسجد میں بالکل نہیں۔ اگر آپ سنتیں گھر سے پڑھ کر آئیں' تو ثواب زیادہ ہو گا' سنتیں اگر مسجد میں پڑھیں تو ثواب کم ہو گا۔ نفل مسجد میں پڑھیں تو ثواب کم ہو گا۔ وہی نفل آپ گھر میں پڑھیں تو ثواب زیادہ ہو گا۔ ہاں بعض نفل ہیں ہی مخصوص' مثلاً تحیۃ المسجد' آپ مسجد میں آئے تو مسجد کا حق ادا کرنے کے لیے دو رکعت نفل پڑھ لیے یہ تو ایک مخصوص چیز ہے۔ ورنہ عام طور پر آپ مغرب کے بعد نفل پڑھنا چاہتے ہیں' آپ عشاء کے بعد نفل پڑھنا چاہتے ہیں اور آپ کسی اور نماز سے پہلے نفل پڑھنا چاہتے ہیں تو نفل گھر میں پڑھیں۔ اس طرح زیادہ ثواب ہو گا۔ کیونکہ وہاں تنہائی زیادہ ہو گی۔ یکسوئی زیادہ ہو گی۔ اور وہ عبادت ہے۔ عبادت اللہ اور بندے کے تعلق کو کہتے ہیں۔ لوگوں کے کٹھ مٹھ میں یہ شور کرنا' نفل پڑھنا بالکل ٹھیک نہیں۔ میرے بھائیو! قرآن مجید سفارش کرے گا۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کی سفارش بڑی زبردست چیز ہے۔ اس لیے قرآن مجید رمضان شریف میں اس انداز سے پڑھنا چاہیے کہ آپ کے اندر انقلاب آجائے۔ آپ میں تبدیلی آجائے اور دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے بارہ میں کیا کہا ہے کہ اس کتاب کے ساتھ اللہ قوموں کو اونچا کرتا ہے اور نیچا دکھاتا ہے۔ دیکھو! قرآن کی خاصیت اور قرآن کی تاثیر۔ آج کل کے مسلمان قرآن کو مانتے ہوتے' تو اللہ کی قسم اللہ مسلمانوں کو اونچا کرتا۔

اب جبکہ مسلمان قرآن کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ کیا حافظ' کیا قاری' کیا مولوی یہ سب قرآن کو نہیں مانتے۔ تارک قرآن ہونے کی وجہ سے سب ذلیل ہو رہے ہیں۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ قرآن کے ماننے کے معانی کیا ہیں؟ قرآن ایک انقلابی کتاب ہے۔ وہ ذہن بناتی ہے' وہ آپ سے خاص قسم کی زندگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ جن لوگوں میں قرآن انقلاب پیدا نہیں کرتا' وہ قرآن کے منکر ہی ہیں' وہ قرآن کو ماننے والے نہیں ہیں۔ عرب کو دیکھ لو۔ بدو' ان پڑھ' جاہل' نہ لکھنا جانیں' نہ پڑھنا جانیں لیکن قرآن نے کیسا انقلاب پیدا کیا؟ سارے عرب میں ایک حکومت پھر اس کے بعد دیکھ لو کیا شام' کیا مصر' کیا عراق' کیا وسط ایشیاء' کیا افریقہ کا علاقہ' کیا ارد گرد کے اور علاقے تمام دنیا میں اس قرآن نے انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اور آج کل کیا ہو رہا ہے؟ پچھلا گیئر لگ گیا ہے' ہم پیچھے کی طرف جا رہے ہیں۔ ایک دن وہ تھا کہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اب ہمارے بڑے کرنے والوں نے کیا کیا؟ سارا انڈیا دے کر تھوڑا سا' چھوٹا سا پاکستان لے لیا۔ پھر ہم نالائقوں سے وہ بھی نہ سنبھالا گیا۔ مشرقی پاکستان کو ہم نے بنگلہ دیش بنا دیا۔ وہ بھی چھوڑ دیا۔ اس چھوٹے سے پاکستان پر ہم فاتح ہو گئے۔ اب وہ بنگلہ دیش اور یہ سندھو دیش۔ اب پاکستان کے چار ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ یہ آج کل کے نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے۔ آپ مانتے ہیں یا نہیں۔ ایک مسلمان وہ تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اور اسلام کو پھیلاتا جا رہا تھا۔ پورا انڈیا' پورا وسط ایشیاء' پورا عرب' شام' مصر' تمام دنیا ایک ہی کنٹرول میں ہے اور آج مسلمان ایسا پیچھے ہٹتا جا رہا ہے' کہ انڈیا کہ اکثر حصہ دے کر پاکستان بنایا اور اب وہ بھی ہاتھ سے جا رہا ہے۔ ارے! کون سمجھائے گا۔ آخر آج کے مسلمان کو کیا کہیں؟ ان اخباروں کے ایڈیٹروں کو' ان صحافیوں اور ان لیڈروں کو میں سمجھتا ہوں کہ ان جیسا بے وقوف اور احمق کوئی نہیں ہے جو ایسی کھلی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اور پھر فخر کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم بھی کسی کام کے ہیں۔ آج کل کا مسلمان بالکل کسی کام کا نہیں۔ اور اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ قرآن پر اس کا ایمان نہیں رہا۔ جس کا قرآن پر ایمان ہوتا ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا' وہ کبھی نیچا نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ حاکم ہوتا ہے۔ محکوم نہیں ہوتا۔ اور وہ کسی کا غلام کبھی نہیں ہوتا۔ ہم دیکھ لو غلام ہیں' لوگ تو کہتے ہیں' جو بے

وقوف ہیں' پڑھے لکھے بے وقوف۔۔۔وہ کہتے ہیں کہ پاکستان کو آزادی مل گئی۔ دیانت داری سے بتایئے! پاکستان کو یہ آزادی ملی ہے؟ آدمی کی آزادی کیا ہوتی ہے؟ جانور کی آزادی اور انسان کی آزادی میں بڑا فرق ہے۔ جانور کو غلام بنانا ہو تو اس کے جسم کو قید کر لو۔ اور اگر انسان کو قید کرنا ہو تو اس کے ذہن کو آزاد کر دو۔ انسان کب آزاد ہوتا ہے؟ اس وقت جب اس کا ذہن اپنا سوچتا ہے' اصل آزادی ذہن کی آزادی ہے کہ تو کون ہے؟ اگر آزاد ہونے کے بعد بھی امریکہ ہی کا پٹھو ہے۔ برطانیہ کا ہی چمچہ ہے' انھیں کی سیرت' ان کے کردار پر ان کی تعلیم' ان کی تربیت اور ان کا ہی سب کچھ۔ تو آپ کیا کہتے ہیں کہ یہ مسلمان آزاد ہے۔ یہ بالکل آزاد نہیں ہے۔ اس جیسا کوئی غلام نہیں' بندہ بے دام نہیں۔ بندہ بے دام کے معنی کیا ہوئے؟ کہ جال بھی کوئی نہیں' پھر غلام ہے۔ پرندہ تو غلام ہے کہ پنجرے میں ہے' پنجرہ نہ ہو تو وہ آزاد ہے اور یہ پاکستان کا مسلمان ایسا غلام ہے' اب انگریز بھی نہیں' پھر بھی اس کا غلام ہے۔ کہیے! میرے بھائیو! ان باتوں کو کوئی چیلنج کر سکتا ہے؟ کوئی رد کر سکتا ہے' قطعاً نہیں' حاشاو کلا کوئی کتنا ہی بڑا اسکالر کیوں نہ ہو وہ جو میں عرض کر رہا ہوں وہ اس کے خلاف ایک بات نہیں کہہ سکتا۔ ہم ماننے والے قرآن کے ہوں' اور ہماری یہ حالت ہو' یہ محال ہے' یہ ناممکن ہے' آپ کو ماننا پڑے گا۔ یا ہم قرآن کے منکر ہیں' اور قرآن کو بالکل نہیں مانتے اور یا پھر معاذاللہ ثم معاذاللہ' اللہ جھوٹ کہتا ہے۔ غلط کہتا ہے اور اللہ کی بات تو کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا صاف بات تو یہی ہے کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ قرآن مجید کے یہ حافظ ہائے ہائے! قرآن مجید جیسی نعمت اس کے سینے میں ہے وہ رمضان کو اپنا سیزن سمجھتا ہے۔ کہیے یہ جھوٹ ہے کوئی؟ یہ کوشش کرے گا کہ مجھے کوئی مسجد مل جائے' تراویح پڑھانے کے لیے۔ پھر وہ یہ بھی کرے گا کہ اگر کوئی شبینے کی رات بھی مل جائے۔ اس رات بھی بڑی کمائی ہوتی ہے۔ اور پھر سارا سال بے دین اور بے نماز۔ داڑھی منڈانا' اور جب یہ سیزن آنے کا وقت ہو' رمضان شریف آنے کا وقت' تو پھر داڑھی رکھنا شروع۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے' خشخشی سی' ہلکی ہلکی سی داڑھی۔ پڑھنے کے بعد پھر ویسے کا ویسا بے ایمان۔۔۔ اب جب قاری کا یہ حال ہے' جو تراویح پڑھاتا ہے تو کیا خیال ہے جو جاہل ہو گا اس کا حال اس سے بہتر

ہوگا۔ قرآن ایسی کتاب نہیں ہے۔ نہ اس غرض کے لیے آئی ہے۔ قرآن مجید ایک انقلابی کتاب ہے۔ میرے بھائیو! دیکھو! ایک ہوتا ہے عمل کرنا' سدھر جانا' ایک ہے ذہنی طور پر مان لینا۔ آپ کا ذہن تو قبول کر لے' اب تو مصیبت یہ ہے کہ ہمارے ذہن بھی بدل چکے ہیں۔ ہم حقیقت کو سمجھتے ہی نہیں۔ دیکھو! ابو طالب مسلمان تو نہیں ہوا' لیکن دل سے مانتا تھا کہ یہ نبی سچا ہے۔ اس کی نبوت صحیح ہے' اس کی باتیں صحیح ہیں۔ دل سے مانتا تھا۔۔۔ چلو جی! یہ کچھ تو غنیمت ہے۔ لیکن آج کا مسلمان تو ایسا ہو گیا ہے کہ نہ دل سے مانتا ہے' نہ زبان سے کہتا ہے' بالکل بے حس ہو گیا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ کم از کم حقیقت تو سمجھے اور اس کا اعتراف کرے۔ سو میرے بھائیو! میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ابھی رمضان شریف گیا نہیں' اللہ کی رحمت کے دروازے اب بھی کھلے ہیں' اب بھی اپنے عقیدے کو صحیح کر لیں۔ قرآن مجید کو دل سے مانیں اور قرآن مجید کے تحت اپنے اندر انقلاب پیدا کریں۔ میں آپ سے یہ عرض کر دوں۔ اب یہ آدمی جس کا ذہن مسلمانوں جیسا نہ ہو' نمازیں پڑھتا ہو' روزے رکھتا ہو' مگر رہن سہن میں انگریزوں کو پسند کرتا ہو۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ میں مسلمان ہوں۔ سن لیجیے! آج کل کا پڑھا لکھا طبقہ کلرک سے لے کر اوپر تک' دفتروں کی زندگی' عدالتوں کی زندگی دیکھ لیں۔ جو انگریزی پڑھ لیتا ہے اس کا ذہن مرعوب ہو جاتا ہے۔ اس کا ذہن بالکل مائل ہو جاتا ہے کہ میں انگریزوں جیسا ہو جاؤں۔ ویسے ہی برتن' صوفے' کوٹھیاں' ویسی ہی بیوی' ویسی ہی لڑکیاں' اور سارا فیشن انگریزوں جیسا ہی ہو۔ تو ایسا آدمی نمازیں بھی بالکل نہ پڑھے' اور یہ بھی نہ سمجھے کہ میں مسلمان ہوں' کیونکہ یہ ذہنی طور پر انگریز ہے' اس کا بچہ ہے۔ یہ مسلمان نہیں' مسلمان ذہن تب ہوتا ہے جب تہذیب اسلامی ہوتی ہے۔ جب ایسا نہ ہو تو آپ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اور میں آپ کو بتا دوں اللہ کی قسم' انگریز اپنے ناجائز بیٹے سے نہیں ڈرتا۔ اگر انگریز ڈرتا ہے تو اس وجہ سے کہ یہ آدمی سیدھا سادھا مسلمان ہے۔ اسلامی تہذیب کا دیوانہ ہے۔ اس سے خیر نہیں۔ یہ "مجھے پلٹا دے گا۔ جو وہاں جا کر پڑھ کر آئے' جمہوریت کو پسند کرے' وہی طریقہ زندگی کا ہو جو انگریز کے راستے سے اسلام کی ترقی چاہتا ہے۔ اس جیسا احمق اور بے وقوف کوئی نہیں۔ انگریز اس سے بالکل نہیں ڈرتا۔ کفر اس سے

بالکل نہیں ڈرتا۔ کفر کس سے ڈرتا ہے؟ سادہ مسلمانوں سے۔ جب آپ میں انگریز کی تہذیب کا کوئی رنگ نہ ہو' آپ کی بیوی سادہ' آپ کی بچی سادہ' آپ کی بیٹا سادہ۔۔۔ اور آپ خود سادہ۔ اور آپ کے عقائد پختہ۔ پھر دیکھیں انگریز آپ کو کبھی برداشت نہیں کرے گا اور یہی آپ کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔ وقت بہت تھوڑا ہے' جمعہ ہے' خیالات بہت ہوتے ہیں۔۔۔ دل چاہتا ہے کہ یہ بھی کہہ دوں یہ بھی کہہ دوں۔ اب دیکھ لو! عورتیں جمعہ پڑھنے کے لیے آتی ہیں اور میں سوچا کرتا ہوں کہ اگر یہ اللہ کی بندی جمعہ پڑھ کر نکلے' تو اپنے دل سے پوچھے کہ تجھے کیا ملا؟ تو اس کو خود ہی جواب مل جائے گا کہ میرے جمعہ میں آنے کا کوئی فائدہ ہوا ہے کہ نہیں۔ سوچے کہ اگر وہ کپڑوں کی نمائش کرنے آئی ہے یا اس خیال سے آئی ہے کہ وہاں عورتیں مل جاتی ہیں اور ساری تقریر کے دوران ادھر ادھر پھر رہی ہے۔ کپڑوں کی نمائش کر رہی ہے۔ اور پھر وہ اٹھ کر چلی جاتی ہے تو اس کو سوائے گناہ کے اور کچھ نہیں ملا۔ اسی طرح آپ بھی سوچا کریں کہ میں نے یہاں کر کیا پایا ہے۔ اگر آپ کو کچھ بات مل گئی اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ آئندہ میں یہ ممنوع کام نہیں کروں گا اور یہ کام ضرور کرنا ہے تو آپ نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ اگر ایسے ہی آ گئے' جیسے ہماری مساجد میں' جامع مسجد میں' نئے کپڑے پہن کر چلے گئے۔ نیا رومال' فولڈ کیا ہوا' استری کیا ہوا' سر پر ڈال کر اور مولوی کے ساتھ مل کر' چار ٹھونگے مارے اور چلے گئے۔ کیا فائدہ اس کا؟ کچھ بھی نہیں' یہ جمعہ اس لیے ہوتا ہے کہ اس میں کھال ادھیڑی جائے' اس میں میل اتاری جائے۔ اگر آدمی کافی عرصہ نہ نہائے تو میل جسم کا جزو بن جاتی ہے۔ جب آپ اس کو رگڑ رگڑ کر اتاریں گے تو خون نکلے گا۔ جمعہ تو اسی لیے ہوتا ہے کہ آپ کی چھلائی ہو' آپ میں انقلاب آئے' آپ کی اصلاح ہو اور اگر آپ کو سلانے کے لیے جمعہ پڑھایا جائے کہ بھئی! یہ قصے کہانیاں' یہ سریلی آواز' واہ واہ! سبحان اللہ تو پھر کیا جمعہ ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ جمعہ ساتویں دن جو آتا ہے وہ آپ کو جگانے کے لیے آتا ہے۔ باقی چھ دن جو ہیں وہ پریکٹس کے لیے ہوتے ہیں۔ دیکھو! جو پڑھا تھا اس کو سمجھا ہے کہ نہیں۔ اس نے آپ کے اندر کوئی تبدیلی پیدا کی ہے کہ نہیں؟ یہی جمعہ کا مقصد ہے۔ جمعہ

ایک کورس ہے جو ساتویں دن کرو لیا جاتا ہے۔ چھ دن اس کا عمل۔

میرے بھائیو! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہم نے اسلام کو چکھا تک نہیں۔ اگر آپ نے اسلام کو چکھ کر دیکھ لیا ہوتا تو پھر آپ یوں مزے سے زمیندارہ نہ کرتے۔ اور اسی طریقے سے مزے سے دکانداریاں نہ کرتے۔ اور یوں مزے سے اپنے بچوں کی شادیاں نہ کرتے۔ یہ فیشن اور بے تکلفی کبھی نہ ہوتی۔ اسلام کی حالت کو آپ بے چین ہو جاتے۔ دیکھ لو! ہمارے ہاں مسجد کی ضرورت ہے' اس کے لیے چندہ مانگا جائے' تو اکثر ایسے ہی کہیں گے کہ یہ دس روپے چندہ مجھ سے بھی لے لو۔ جس نے اسلام کو چکھا ہوتا ہے وہ اللہ کے گھر کے دس روپے نہیں پکڑواتا جب کہ اس کی حیثیت ہزاروں' لاکھوں روپوں کی ہے۔ اسلام اللہ کا بندہ بننے کو کہتے ہیں۔ اگر اللہ کو مسجد کی ضرورت ہو کہ یہاں میری عبادت کی جائے' یہاں دوسرے لوگوں کی مسجدیں مگر اہل حق کی کوئی مسجد نہیں۔ لاؤ بھئی! چندہ کتنا؟ وہی پانچ دس روپے۔ اللہ کے بندوں' پانچ دس روپے نہیں' جس میں ہمت ہو' وہ یہ کہے کہ مولوی صاحب مسجد میں بناؤں گا۔ اللہ کا شکر ہے' میرے پاس ایک مربع ہے۔ ایک سال کی پیداوار نہ سہی۔ میں بناتا ہوں۔ دیکھو! جنگ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ نے چندے کی اپیل کی۔ صحابہ سے فرمایا کہ چندہ لاؤ' کفار سے جنگ ہے' فاصلہ بہت زیادہ ہے' سفر بڑا خطرناک ہے گرمیوں کا موسم ہے' سواریوں کا کوئی انتظام نہیں۔ چندہ لاؤ' ایک جوڑا میاں بیوی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ خاوند گھر کر بیوی سے کہنے لگا کہ لوگوں کی تو خیر حالت بہت اچھی ہے۔ میرا تو روزانہ کا وہی ہے جو مزدوری کر کے لایا اور کھا لیا۔ خود کھا لیا بچوں کو کھلا دیا۔ ہم کیا کریں؟ ہم چندہ کے بارے میں کیا کریں؟ اب بیوی دیکھ لو کیسی سلجھی ہوئی ہے۔ کہنے لگی کہ گھبرانے کی کیا بات ہے؟ اللہ تو سب کو جانتا ہے' ہر ایک نے اپنی حیثیت کے حساب سے ہی دینا ہے۔ ہم ایک دن کی جو مزدوری ہے وہ وہاں دے دیں گے اور خود فاقہ کر لیں گے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا۔ جو مزدوری کر کے لیا' لا کر رسول اللہ کے پیش کر دی۔ یا رسول اللہ! میں یہی لے کر آیا ہوں' میری یہ حیثیت ہے۔ آپ نے فرمایا اس

کے ڈھیر کے اوپر ڈال دو۔ اللہ کو یہ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اور پھر حضرت ابو بکر صدیق سے پوچھنے لگے کہ اے صدیق تو کیا لایا ہے؟ بولے یا رسول اللہ! جھاڑو دے دیا ہے گھر میں جو کچھ تھا سب کچھ لے آیا ہوں (الرحیق المختوم ص :623) جب اللہ مانگے تو میں دس روپے دوں گا' میں بیس روپے دوں گا' میں دو روپے دوں گا۔ جب کہ اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ ہو۔ رسول اللہ ﷺ اپنی سالی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا کرتے تھے کہ اسماء اللہ تعالیٰ سے حساب نہ کرنا۔ حساب کرنے سے تجھے نقصان رہے گا۔ اللہ سے بے حساب رہ' تجھے یہ بہت فائدہ دے گا۔ (متفق علیہ' مشکوۃ کتاب الزکوۃ' باب الانفاق' وکراھیۃ الامساک' عن اسماءؓ) اور ہمارا حال کیا ہے؟ بہت ہی برا ہے۔ اللہ کی قسم اس ذلت کو دیکھ لو جو ہم مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے۔ ہماری نالائقی کی وجہ سے' ایک عورت ہم پر مسلط ہو گئی ہے۔ یہ کس کا قصور ہے' یہ اسلام کی فطرت کے ہی خلاف ہے۔ اسلام کے مزاج کے بھی خلاف ہے۔ اور یہ انسانیت کی انتہائی توہین ہے' لیکن دیکھ لو' کلنک کا ٹیکہ تمام مسلمانوں کے' مولوی سمیت یہ دین پور کی گدی والا مولوی سراج وغیرہ سب بچے ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ معاملہ چل رہا ہے۔ اور اب ملک کی حالت کیا ہو رہی ہے؟ سب جانتے ہیں کہ اس ملک کو چابی انگریز دیتا ہے۔ لیکن پیچ ہم پھیرتے ہیں۔ اب ضیاء کو مروایا تو انگریزوں نے خود یہ کام کیا؟ نہیں --- بلکہ ہمیں استعمال کیا۔ ہم نے ہی سب کچھ کیا۔ اگرچہ چابی امریکہ نے ہی دی لیکن کام جو ہے وہ پاکستانیوں نے ہی کیا۔ میرے بھائیو! یہ ان لوگوں کی حالت ہوتی ہے جن کا اسلام اللہ کو بالکل قبول نہیں ہوتا۔ اصل مسلمان میں بڑی غیرت ہوتی ہے۔ حجاج جیسا برا کون ہو گا؟ دیکھو کیسا ظالم تھا؟ وہ گورنر تھا۔ اس نے ایک لاکھ مسلمان اپنے ہاتھوں قتل کیے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام پھر بھی زندہ تھا۔ وہ اس دور میں گورنر تھا کہ جب عورتوں کی آواز اس سے تک پہنچی --- یہ جو ہندوؤں نے عرب عورتوں کے جہاز لوٹے تھے۔ جب ان عورتوں نے حجاج کے نام کی دہائی دی تو فوراً کھڑا ہو گیا۔ لبیک لبیک --- اپنے بھتیجے' محمد بن قاسم کو بھیج دیا۔ سولہ سال کی عمر ہے' اور دیکھ لو کس طرح اس نے سندھ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ کہ میری زندگی میں عورتوں کا یہ حال ہو۔ اور اب ہم اللہ معاف کرے' عورتیں بھیج بھیج کر اپنی

مشکلیں حل کرواتے ہیں۔اس سے پہلے بھی اور اب بھی افسروں کے پاس۔اللہ کی قسم اس زمانے ہم اپنے آپ کو مسلمان کہیں۔یہ تو اسلام کو گالی دینا ہے۔ اسلام کو رسوا کرنا ہے۔میں ہمیشہ آپ کو ہر جمعہ میں یہ کہتا ہوں 'نماز اسلام کا جزو ہے' روزہ اسلام کا جزو ہے' لہذا حج زکوۃ فلاں فلاں چیزیں ۔۔۔ لیکن اسلامی غیرت' اسلام کی روح ہے۔جب آپ کے دل سے غیرت نکل جائے گی' دینی غیرت تو سمجھ لو کہ آپ کا اسلام مردہ ہے۔نماز بے جان ہے۔اللہ ایسی نمازوں کو قبول نہیں کرتا۔اور جس کی نماز اللہ قبول نہیں کرتا' اللہ ادھار نہیں کرتا' حدیث میں آتا ہے یہی جوتے والی جگہ جہاں جوتے پڑے ہوتے ہیں۔جب نمازی نماز پڑھ کر نکلتا ہے وہاں پہنچتا ہے تو نماز' ہر صالح عمل اللہ کی طرف چڑھتا ہے۔﴿ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ﴾[35:الفاطر :10]ہر عمل آسمان پر جاتا ہے' نیچے سے اوپر کو چڑھتا ہے' اللہ کی طرف سے دو پارٹیاں ہیں۔صبح کی نماز میں آکر فرشتے شامل ہوتے ہیں وہ سارے دن کی ڈائری تیار کرتے ہیں۔عصر کے وقت تک۔ عصر کی نماز میں وہ شریک ہوتے ہیں۔ نئی پارٹی آجاتی ہے۔عصر کی نماز میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔ جس کی نماز میں دونوں شریک' ڈیلی ڈائری جاتی ہے۔ (الترغيب والترهيب باب الترغيب في التسبيح والتهليل' والتحميد' احسن التفاسير 261/5) اللہ کے پاس اعمال اوپر جاتے ہیں۔اور بعض کے عمل جن سے اللہ کو زیادہ نفرت ہوتی ہے اللہ وہیں اسی وقت لوٹا کر ان کے منہ پر مار دیتا ہے اور نماز کے بارے میں تو حدیث میں آتا ہے' کہ نماز بددعا کرتی ہے۔﴿ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ ﴾ (طبراني في الاوسط' الترغيب والترهيب 258/1) اے نمازی' اے بدبخت! جیسے تو نے مجھے ضائع کیا ہے اللہ تیرا بیڑا غرق کرے۔اور واقعتاً مسلمان کا بیڑا غرق ہو گیا ہے۔مسلمان دین کا رہا اور نہ ہی اس کی دنیا ہی رہی۔﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ﴾

یہ بالکل برباد ہو گیا۔ یہ رمضان شریف ہے' اب یہ جا رہا ہے۔ یہ اللہ کا ایک فریضہ ہے جو اللہ نے ہم پر لازم کیا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ مجھے پہچانو! مزدوری مجھ سے لینی ہے۔ روزے کا ثواب مجھ سے لینا ہے۔ نماز کا ثواب مجھ سے لینا ہے۔ ظاہر ہے اللہ ہی سے لینا ہے اور کس سے لینا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ مجھے پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ اور پھر اللہ اپنا تعارف کرواتا ہے۔ جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی تھی۔ ﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ﴾[2:البقرة:186] اے میرے نبی! جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو کہہ دیں کہ میں قریب ہی ہوں' مجھ سے زیادہ قریب کوئی نہیں اور بندے کے جتنا اللہ قریب ہے اور کوئی چیز نہیں جو اتنی قریب ہو۔ لیکن ہمارے یہ بریلوی بھائی کیا کہتے ہیں؟ یہ جاہل لوگ کیا کہتے ہیں؟ جب تک مرشد نہ پکڑو' پیر نہ پکڑو' اللہ سے نہیں مل سکتے۔ اب ان سے کوئی پوچھے' اللہ کتنی دور ہے۔ اللہ قریب ہے کہ پیر قریب ہے؟ سوچیں اپنے دل سے اور پھر لازماً آپ یہی کہیں گے کہ اللہ زیادہ قریب ہے۔ پھر پہلے پیر کو پکڑنا چاہیے یا اللہ کو۔۔۔ اسلام بہت Rational مذہب ہے' بڑا معقول مذہب ہے۔ اللہ کی قسم! بات سنو تو سینہ ٹھنڈا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ تم بتاؤ تمھارے دل میں کوئی خیال آتا ہے تو مجھے پہلے پتہ چلتا ہے یا تمھارے پیر کو۔ کیا کہے گا؟ میرا بریلوی بھائی بھی مجبوراً یہی کہے گا کہ پتہ تو پہلے اللہ ہی کو چلتا ہے۔ تو بتا جب تو کوئی بات زبان پر لاتا ہے' کوئی دکھ' کوئی تکلیف' کوئی مشکل ہو تو خدا کو پہلے پتہ چلتا ہے کہ پیر کو؟ پھر یہی کہے گا کہ یا اللہ! پہلے تجھے پتہ چلتا ہے۔ پھر اللہ پوچھتا ہے کہ بتا رحمٰن اور رحیم میں ہوں یا پیر؟ سب سے زیادہ ترس کرنے والا' رحم کرنے والا میں ہوں یا پیر ہے؟ بریلوی یہی کہے گا کہ یا اللہ! تجھ سے زیادہ رحم کرنے والا کوئی نہیں۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ تو پھر کیوں جھک مارتا ہے' کبھی کسی کو پکارتا ہے اور کبھی کسی کو پکارتا ہے۔ ایک طرف تو بریلوی کہے گا کہ اللہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور دوسری طرف جا کر پیروں کو چمٹے ڈالے گا۔ مر بھی جائے تو پھر بھی نہیں چھوڑتا۔ اور اللہ کیا کہتا ہے؟ ارے بدبخت! مجھ جیسے زندہ رب کو چھوڑ کر ان مردوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے؟ جن

کو تو نے اپنے ہاتھ سے دفن کیا' اپنے ہاتھ سے مٹی ڈالی' میرے بھائیو! سوچو' پیر کوئی بھی ہو' آخر اس کا اپنا گھر بار ہو گا' اس کے اپنے اہل و عیال ہوں گے۔ جن کا وہ ہو گا۔ کوئی آدمی اپنے مردے کو کب دفن کرتا ہے؟ جب اسے تسلی ہو جاتی ہے کہ جان نکل گئی۔ اب یہ کسی کام کا نہیں رہا۔ بچوں کے کام کا نہیں رہا' بیوی کے کام کا نہیں' دشمن کے لیے نہیں' دوست کے لیے کچھ بھی نہیں۔ اب یہ کسی کام کا نہیں۔ اب اسے دفن کر دو۔ لوگوں نے اور اس کے گھر والوں نے اس پیر کو' بے کار سمجھ کر کہ اب ہمارے کسی کام کا نہیں دفن کر دیا لیکن یہ مشرک اور جاہل جا کر کیا کہتا ہے؟ یہ کہ مجھے لڑکا دے دو۔ اگر وہ لڑکا دینے کے قابل ہوتا تو اس کی بیوی کسی اور سے نکاح کرتی؟ حضرت علیؓ قبرستان میں جایا کرتے تھے اور لوگوں سے کہا کرتے تھے۔ قبر والوں سے مخاطب ہو کر' اے قبروں والو! تمھارے بیویوں نے نکاح کر لیے ہیں' سب سے بڑی چیز بیوی ہوتی ہے نا۔۔۔ تمھاری بیویوں نے نکاح کر لیے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تم کسی کام کے نہیں رہے۔ لیکن دیکھ لو ہمارا حال۔ اب ہم اگر یہ باتیں لوگوں کو سنائیں تو لوگ کہتے ہیں یہ بے ادب' گستاخ' بزرگوں کو نہ ماننے والے۔ ارے تم عقل کو چھٹی دو۔ اور ہمیں یہ کہو کہ بزرگوں کو نہیں مانتے۔ اللہ کہتا ہے کہ اے نبی! جو کوئی میرے بارے میں پوچھے ﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ﴾ جب کوئی میرے میں پوچھے کہ میں اللہ سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں' تو تو اسے بتا دے ﴿ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ﴾ میں سب سے قریب ہوں' مجھ سے قریب کوئی نہیں۔ کبھی پیر سے' کبھی فقیر سے' نبی سے یا ولی سے نہ مانگ۔ اللہ۔۔۔ ایا درکھو لوگو! نبی بھی اتنا ہی محتاج ہوتا ہے جتنا ایک امتی محتاج ہوتا ہے۔ اللہ کی مرضی ہے جس کے کام کرتا ہے کرتا جائے۔ نبی کی طاقت ایسی نہیں کہ اپنا کام کروا لے۔ رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد پڑھتے تھے بچھو نے کاٹ لیا' آپ نے فرمایا' یہ بچھو ایسا ظالم ہے نہ نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی اور کو چھوڑتا ہے۔ دیکھ لو مجھے بھی ڈس گیا۔ (بیہقی فی شعب الایمان' مشکوۃ' کتاب الطب والرقی عن

علیؓ فصل ثالث) سمجھنے کی بات ہے۔ نبی ﷺ کو زہر بھی دیا گیا' زہر نے اپنا کام کر دیا۔ (رواہ رزین' مشکوۃ کتاب الطب والرقی عن ابی کبشۃؓ)

نبی ﷺ پر کافروں نے حملہ کیا' پتھر مارا' چوٹیں لگائیں' آپ کے دانت مبارک شہید ہوئے' سر زخمی ہو گیا۔ آپ گڑھے میں گر گئے۔ تو میرے بھائیو! نبی بھی ویسا ہی محتاج ہوتا ہے جیسا کوئی اور آدمی۔ چونکہ اللہ نے نبی سے کام لینے ہوتے ہیں اس لیے اللہ اس کا ساتھ زیادہ دیتا ہے۔ ورنہ محتاجی میں برابر ہیں۔ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی نبی انسان ہے اور محتاج ہے۔ امتی بھی انسان ہے اور محتاج ہے۔ یہ توحید ہے' اُسے توحید کہتے ہیں۔ اور قرآن کہتا ہے

﴿ وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلاَّ وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾

[12:یوسف106] اللہ پر ایمان لانے والوں کی اکثریت مشرک ہے۔ چنانچہ یہ حال آپ کے سامنے ہے۔ بریلویوں کو دیکھ لو شیعوں کو دیکھ لو۔ ہائے میرے اللہ! شیعہ کیا کہے گا ؟ اذان ختم کرے گا تو پھر یاد رکھے گا۔ جس کا عقیدہ گندہ ہو پھر اس سے توحید کا کوئی کلمہ نکلے تو پلید ہو کر نکلتا ہے۔ اللہ اس کے کلمے کو قبول نہیں کرتا۔ آپ نے دیکھا ہے شیعہ اذان میں اللہ اکبر اللہ اکبر آہستہ کہتا ہے۔ پھر اشھد ان لاالہ الااللہ اونچی کہہ کر آہستہ سے کہے گا وحدہ لا شریک لہ ۔۔ وہ اللہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اذان کے آخر میں دیکھو ۔۔ تین نام ایک اللہ کا' ایک محمد ﷺ کا اور ایک حضرت علیؓ کا۔ جو جوش اسے علیؓ کے نام پر آتا ہے اللہ کے نام پر وہ جوش نہیں آتا۔ اللہ پر مردہ ہو جاتا ہے' علی کے نام پر جان پیدا ہو جاتی ہے' جوش پیدا کرتا ہے۔ ایسا آدمی ہزار لا الہ الا اللہ پڑھے' ہزار وحدہ لا شریک لہ پڑھے' ہزار توحید کی باتیں کرے سب پلید ۔۔ سب گندی ۔۔ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

میرے بھائیو! عقیدے کو درست کر لو' بغیر توحید کے نہ نماز قبول' نہ روزہ قبول' نہ حج قبول' نہ کوئی اور عمل قبول۔ اللہ کے سوا کبھی کسی کو نہیں پکارنا۔ نہ کسی نبی کو' نہ کسی ولی کو' نہ کسی زندہ کو' نہ کسی مردہ کو' ہاں ظاہر اسباب ہوں تو پکار سکتے ہیں۔ آپ کے سر پر گٹھڑی تھی گر گئی۔ ایک آدمی جا رہا ہے' آپ اسے بلائیں ۔۔ کہ بھئی میری مدد کریں' یہ گٹھڑی

میرے سر پر رکھوا دیں۔ یہ شرک نہیں کیونکہ ظاہری سبب موجود ہے۔ آپ ڈاکٹر سے علاج کرواتے ہیں' اللہ نے آپ کو شفا دی ہے' آپ کہیں اللہ کا شکر ہے کہ مجھے ڈاکٹر سے فائدہ ہو گیا۔ یہ شرک نہیں۔ اگر پیر کے مزار پر جائیں' وہاں سے پانی لیں' مٹی کی ایک چٹکی لے آئیں' وہ کسی ملنگ سے کچھ لے آئیں کہ مجھے آرام ہو گیا۔ مشرک کا مشرک۔۔۔ دس نمبر یا مشرک ہے۔ کیونکہ ظاہر اسباب نہیں ہیں۔ خوب سمجھ لو' آج کی دنیا مشرک ہے' اکثریت مشرکوں کی ہے۔ توحید ان کی صحیح نہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ اے میرے بندے! میں تیرے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ پھر بھی میں کبھی تیری دعا قبول کرتا ہوں اور کبھی کبھی نہیں بھی قبول کرتا۔ فرمایا میں سب سے زیادہ قریب ہوں' مانگنا ہو تو مجھ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾[2:البقرۃ:156] جب بندہ کہتا ہے

﴿ اَللّٰهُمَّ ﴾ اے میرے اللہ! ربنا اے ہمارے رب۔۔۔ تو میں اس کی پکار کو سنتا ہوں۔ اور اگر مناسب ہو تو میں اس کی دعا کو قبول کر لیتا۔ یاد رکھو! اللہ ایسا حکیم ہے کہ اگر بندہ نیک ہو تو اس کی دعا کو کبھی رد نہیں کرتا۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو چیز مانگتا ہے تو میں اسے دے دیتا ہوں۔ اللہ کو پتہ ہوتا ہے کہ اگر میں یہ جو چیز مانگ رہا ہے' اس کو دے دوں' اس کا اتنے عرصے کے بعد جا کر نقصان ہو جائے گا۔ اس لیے اللہ وہ چیز نہیں دیتا۔ اللہ اس کے بدلے میں کچھ اور دے دیتا ہے۔ اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ اس بے چارے کو پتہ ہی نہیں لگا۔ یہ دنیا کی کوئی چیز مانگتا ہے' اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یہ میں تجھے نہیں دوں گا۔ میں تیرے ساتھ جنت میں اچھا سلوک کرنا چاہتا ہوں۔ اس طرح مانگنے والوں کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اللہ اس کی دعا قبول کر کے اس کے بدلے میں کچھ اور دے دیتا ہے۔ بعض دفعہ یہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے جیسے کچے مسلمان اللہ سے یاری کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ میرا بہت یار ہے۔ میں بھی اسکا بہت یار ہوں' میں دعا بہت کرتا ہوں' اللہ میری دعا قبول نہیں کرتا۔ اللہ یہ دیکھتا ہے کہ اگر واقعتاً مجھ پر اعتماد ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ مجھ سے ہی مانگتا ہے یا دو چار سال بعد مردوں کے پاس جاتا ہے' پیروں کے پاس جاتا ہے۔ بعض دفعہ اللہ دعا نہیں مانتا' قبول نہیں کرتا' دیر لگا دیتا

ہے۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ اس میں دم کتنا ہے۔ حدیثوں میں اس کی بڑی توجیہات آئی ہیں۔ یہ کبھی نہ سمجھ کہ تو مانگے اور اللہ کو پتہ نہ چلے۔ کیا رب اس کو پورا نہیں کر سکتا؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ اس میں بڑی حکمتیں ہوتی ہیں۔ اس لیے میرے بھائیو! مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی سے نہ مانگا جائے۔ وہ دے یا نہ دے' وہ سنے یا نہ سنے' وہ دیر لگائے یا جلدی دے دے۔ دروازہ نہ چھوڑے۔ مگر ہم کیا کرتے ہیں؟ اولاد نہیں ہوتی ۔۔۔ پہلے چھوٹے چھوٹے ٹوٹکے ۔۔۔ پھر مولوی سے دعا ۔۔۔ اس کے بعد پیروں کے پیچھے' پھر چل سو چل ۔۔۔ مزاروں کی خاک چھانتا ہے اور جب اللہ دیکھتا ہے کہ یہ تو برباد ہو گیا۔ آخر دینا تو اللہ ہی نے ہے' کوئی پیر کے دروازے پر جائے' کوئی مسجد کے دروازے پر آئے' پھر جب اللہ چاہتا ہے تو اسے دے دیتا ہے۔ اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ دیکھو پیر نے دیا ہے اللہ نے تو نہیں دیا۔ مسجدوں میں تو جس نے بڑی دعائیں کروائیں' اگر اللہ نے دینا ہوتا تو مجھے وہاں سے دے دیتا۔ یہ تو مجھے پیر کے ہاں سے ملا ہے۔ اللہ نے اس کو پکا کافر بنانے کے لیے دیر لگا کر وہیں سے دلوایا جہاں سے یہ سمجھتا ہے کہ اس نے دیا۔ حالانکہ اس بے چارے کے فرشتے کو بھی پتہ نہیں کہ کون مانگ رہا ہے' کیا بات ہے۔ اللہ کہتا ہے ﴿ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾ جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو سنتا ہوں۔ قبول کرتا ہوں ﴿ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي ﴾[البقرۃ:2: 186] اللہ فرماتے ہیں کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی مجھ سے دعا مانگے کہ اللہ میرا کام کر دے۔ اللہ کہتا ہے پہلے تو یہ کام کر۔ اس لیے دعا ہی قبول نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! میرا فلاں مریض ہے تندرست ہو جائے۔ اللہ کہتا ہے کہ تو مجھ سے مانگتا ہے' تیرا مجھ پر ایمان ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہاں یا اللہ! میرا تجھ پر ایمان ہے۔ اسی لیے میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اللہ کہتا ہے اچھا بیوی کو پردہ کرواؤ۔ اب وہ اس مسئلہ کو ان سنا کر دیتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے کہنے پر پردہ نہیں کرواتا۔ تجھے مجھ سے مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ یعنی جب تم دعا مانگا کرو تو یہ بھی دیکھ لیا کرو کہ میرا یہ کام اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ مجھ سے یہی کہتا ہو کہ

پہلے یہ کام کر میں پھر تیری دعا قبول کروں گا۔ تو یاد رکھو۔ جب اللہ کو پکاریں' اللہ سے جب معاملہ کریں' تو ایسے کیا کریں جیسے انسانوں سے معاملہ کرتے ہیں۔ دیکھیے! آپ کسی آدمی کے پاس جاتے ہیں' کوئی کام کروانے کے لیے' مگر وہ نہیں کرتا' تو آپ کیا سوچتے ہیں کہ وہ کر تو سکتا ہے لیکن اس نے کام کیا نہیں۔ اصل میں کوئی رنجش ہے۔ اب مجھے یاد آگیا۔ اس نے فلاں وقت مجھ سے پیسے مانگے تھے' میں نے نہیں دیے تھے' ہاں ہاں! یہی بات ہے' وہ گھنڈی پرانی اس کے دل میں ہے۔ یا فلاں وقت یہ بات ہوئی' اس نے میرا کام اسی وجہ سے نہیں کیا۔ یا فلاں وقت میں نے اسے ووٹ نہیں دیا تھا' اس نے وہ بات اپنے دل میں رکھی ہے' جب تم لوگوں کے بارے میں ایسا اندازہ کرتے ہو' تو اللہ کا معاملہ تمھارے ساتھ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اللہ کو غصہ نہیں آتا؟ رب کو غیرت نہیں آتی' جب اللہ آپ کو کوئی حکم دے' آپ اس کی پرواہ نہیں کرتے' پھر دو چار دن کے بعد آپ اللہ سے دعا مانگیں یا اللہ! میرا فلاں کام ٹھیک کر دے' فلاں کام ٹھیک کر دے۔ کیا یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ تم سے ناراض ہو۔ اس کام کی وجہ سے۔ اس لیے دعا قبول نہ کرتا ہو۔ تو میرے بھائیو! جب کبھی دعا کریں اور وہ اڑ جائے تو پھر گھر میں جھاڑو دیا کرو' گھر کو دیکھا کرو' گھر کے حالات کو دیکھا کرو' کیونکہ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ یہ کام کر نہ سکتا ہو' اللہ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ پھر اللہ کرتا کیوں نہیں ہے۔ ضرور کوئی اندر کی بات ہے۔ پھر آپ اپنی بیوی کو دیکھا کریں کہ میری بیوی کی وجہ سے تو اللہ ناراض نہیں۔ دیکھو نا اب ہمارا حال کیا ہے؟ اذان ہوئی' آپ مسجد کو چل پڑے' آپ نے کبھی بیوی سے کہا کہ تو بھی نماز پڑھ۔ یہاں نماز پڑھ کر چلے گئے' بیوی سے جا کر پوچھا بھی ہے کہ تو نے نماز پڑھی بھی ہے کہ نہیں؟ اب اگر اللہ آپ سے ناراض ہو جائے کہ دیکھ میں نے تجھے نماز کا حکم دیا' تو نے اس کو نہیں پڑھائی اور اس کو تیرے ماتحت نہیں کیا' تو اس کا افسر نہیں ہے' تو اس کا حاکم نہیں ہے؟ تو اسے نماز کیوں نہیں پڑھاتا؟ تو پھر میرا بندہ بنتا ہے؟ پھر مجھ سے دوستی لگاتا ہے؟ پھر مجھ سے بھی مانگتا ہے اس کو بھی نمازی بنا' اب دیکھو تیری بیٹی آوارہ پھرتی ہے' بے پردہ پھرتی ہے اور اب مجھ سے کہتا ہے کہ اے اللہ! تو معاف کر دے۔ اللہ جب ٹینٹوا دبا دیتا ہے امیر کا پھر وہ کہتا ہے

مولوی صاحب ہمارا بچہ بیمار ہے' ہماری فلاں بیٹی بیمار ہے' دعا کیجیے! مولوی بھی دعا کرتا ہے۔ اللہ مولوی سے کہتا ہے کہ تو بہت ٹھیکیدار ہے؟ وہ میرا بندہ نہیں ہے؟ تجھے اس کے حالات کا پتہ ہے؟ میرا اس کا معاملہ ہے' تو اس کے لیے مانگ یا نہ مانگ تیری میں پرواہ ہی نہیں کرتا۔ مولوی کا بھی آج کل کوئی اعتبار ہے؟ جہاں سے چار پیسے مل گئے اسی کے لیے دعا کردی۔

میرے بھائیو! اللہ بہت غیرت والا ہے' ہمیں اس بات کا احساس نہیں ہے کیونکہ ہم خود بے غیرت ہیں۔ ہماری غلطیوں پر اللہ ناراض ہوتا ہے' اللہ روٹھ جاتا ہے' اللہ کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے' جیسے دوست ناراض ہو جاتا ہے' اسی طرح اللہ کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے۔ دیکھو! اللہ اپنے نبی سے کیا کہتا ہے؟ اے نبی! لوگ تجھے دیکھتے ہیں کہ یہ محمد ﷺ ہے' اللہ کا بڑا پیارا ہے اور مخلوق میں سب سے نرالہ ہے۔ تو لوگوں کو سنا۔ ﴿قُلْ﴾ لوگوں سے کہہ ﴿ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴾ [10 یونس :15] اے نبی! تو لوگوں کو بتا دے کہ اگر مجھ سے اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو مجھے اللہ کے بڑے دن سے ڈر لگتا ہے تاکہ ایرا غیرا جو ہے بے فکر نہ ہو جائے کہ نہیں نہیں میں نماز پڑھ لیتا ہوں' اللہ میرا دوست ہے۔ میرے بھائیو! اللہ کو سب سے زیادہ پیارا سمجھو۔ اللہ کا سب سے زیادہ خیال رکھو۔ اپنی بیوی سے' اپنی اولاد سے' اپنے رشتہ داروں سے۔ آپ نے اللہ کو آزمایا نہیں ہے؟ میں نے اللہ کی قسم! اللہ کو آزمایا ہے۔ اس لیے اگر کسی وقت کوئی دعا قبول نہیں ہوتی تو مجھے پورا یقین ہوتا ہے کہ یہ میرا قصور ہے۔ ورنہ اس نے تو ایسے ایسے موقعوں پر میرا ساتھ دیا ہے کہ جہاں کوئی امید نہیں ہوتی تھی۔ دیکھو! توحید اسے ہی کہتے ہیں۔ نماز اور روزے کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ آپ کی اللہ سے دوستی لگ جائے۔ اور جس کی دوستی اللہ سے لگ جاتی ہے تو پھر وہ مردوں کی طرف کبھی نہیں جاتا۔ یہ جو آپ کو بریلوی' عرس مناتے نظر آتے ہیں یہ جو عرس پر آپ کو ملنگ نظر آتے ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ ہیں جو اللہ کو نہیں پہچانتے۔ جب بندہ کسی اور طرف کا رخ کرتا ہے تو اللہ کہتا ہے بندے! بتا میرے پاس کیا چیز

نہیں ہے جو تو ادھر جا رہا ہے؟ میرے پاس تو سب کچھ ہے۔ میرے ساتھ اپنے معاملے کو درست کر۔ پھر دیکھ کیا ہوتا ہے؟ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

خطبہ ثانی

میرے بھائیو! یہ آخری جمعہ ہے' اس لیے دیکھ لو ماشاء اللہ آپ کتنے آئے ہیں۔ کیا اور جمعے جو ہیں ان کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں ہے؟ جو آخری جمعہ کو حاصل ہے۔ ہمارے ہاں تو اکثر یہ ہوتا ہے کہ جی! یہ آخری جمعہ ہے ضرور پڑھنا ہے۔ اللہ کے ہاں تو کوئی فرق نہیں۔ بالکل کسی حدیث میں آخری جمعہ کا نام تک نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک سب جمعے برابر ہیں۔ رمضان شریف کے سب جمعے برابر ہیں۔ اس لیے یاد رکھو' جو اللہ کا دوست ہوتا ہے وہ فصلی وہ وقتی اور مطلبی نہیں ہوتا۔ جب اللہ سے دوستی لگاؤ بلا کسی لالچ کے لگاؤ۔ وہ حق ہے' اس سے محبت کرنا' وہ ہمارا خالق ہے' رازق ہے' مالک ہے' یہ بھائی عابد صاحب فوت ہو گئے جو یہاں کتابیں فروخت کیا کرتے تھے۔ جمعہ کے بعد چارپائی لگا کر۔ اگر کسی نے ان کے پیسے دینے ہوں تو وہ بھی یہاں پروفیسر فیصل مدثر صاحب کے پاس جمع کروا دیں اور اگر کسی نے لینے ہوں تو اللہ سے ڈر کر وہ بھی یہاں آکر اطلاع کریں۔ ان شاء اللہ ہم ان کی ادائیگی کروائیں گے۔ اگر کسی نے کوئی ادھار کتاب لی ہو اور وہ واپس کرنی ہو تو واپس کر دے۔ اگر قسطالی ہے تو اس کی قیمت ادا کرے۔

فطرانہ کے مسائل ہمیشہ بیان ہوتے رہتے ہیں' اس لیے میں ان کو چھیڑتا نہیں' سب لوگ ہی تقریباً ان مسائل سے آگاہ ہوتے ہیں۔ فطرانہ فی کس پونے تین سیر بنتا ہے۔ حنفیوں کا تو آدھا ہوتا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے پونے تین سیر۔ فطرانہ اسی جنس سے ادا کرنا چاہیے جو آپ کھاتے ہیں۔ اگر آپ آٹا بوری کا لے کر کھاتے ہیں۔۔۔ گندم کون لیتا ہے' کوئی پسوائی کرواتا ہے؟ بہت مشکل ہے' میں تو سمجھتا ہوں اسی سے حساب سے اس کی قیمت لگا کر پونے تین سیر فی کس آپ وہ ادا کریں اور یہ عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا ہو جانا چاہیے اور ہر اس بچے کا بھی جو عید کی نماز سے پہلے پیدا ہوا ہو' اس کا بھی صدقہ فطر دینا

چاہیے۔ یہ فرض ہے‘ جیسے نماز روزہ فرض ہے۔ صدقہ فطر کس کس کا دینا چاہیے ؟ جو آپ کے Dependent ہیں۔ جن کا کسی قسم کا خرچہ‘ روٹی کپڑا آپ کے ذمے ہے‘ اگر کوئی آپ کے ہاں ہے وہ تنخواہ لیتا ہے تو اس کا صدقہ فطر آپ کو ادا نہیں کرنا۔ وہ تنخواہ لیتا ہے اس لیے خود ادا کرے گا۔ اور اگر وہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور آپ کے ساتھ روٹی کھاتا ہے اور کپڑا بھی آپ سے لے کر پہنتا ہے۔۔۔ یعنی سب کچھ آپ کے ہاں تو پھر اس کا صدقہ فطر بھی آپ ہی ادا کریں گے۔ بیٹی جس کی شادی نہیں ہوئی‘ بے شک جوان ہو اس کا صدقہ فطر آپ ادا کریں گے۔ جس بیٹی کی شادی ہو جائے‘ پھر رخصتی ہو جائے پھر اس کا صدقہ فطر‘ اس کا خاوند یا سسرال والے ادا کریں گے خواہ وہ آپ کے ہاں ہی آئی ہوئی ہو۔ آپ کے ذمے اس کا صدقہ فطر نہیں ہے۔ اگر آپ کی کوئی بیٹی بیوہ ہو جائے اور آپ کے ہاں آ جائے‘ اب چونکہ اس کا خرچہ بھی آپ کے ذمہ ہے تو لہذا صدقہ فطر بھی آپ کے ذمے ہے۔ صدقہ فطر کسی بے نماز کو نہیں دینا چاہیے۔ ہمارے جاہل لوگ کیا کرتے ہیں ؟ جو گلیوں میں بھیک مانگتے ہیں ان کو دے کر چلے جاتے ہیں۔ اس سے صدقہ فطر ادا نہیں ہوتا۔ وہ تو ویسے ہی ہے جیسے آپ کا صدقہ فطر آگے لینے والا ہے۔ صدقہ فطر نمازی ہو‘ دین دار ہو‘ مسکین ہو اس کو دے دیں۔ مسکین کون ہوتا ہے ؟ دیکھو دو لفظ ہیں: ایک مسکین دوسرا فقیر۔۔۔ فقیر وہ ہوتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور مسکین وہ ہوتا ہے جو تنگ دست ہو بے شک ملازم ہو‘ بے شک زمین والا ہو‘ دکان کرتا ہو لیکن ہو تھوڑا سا‘ اس بے چارے کا تنگی سے گزارا ہوتا ہے وہ مسکین ہے۔ اور وہ صدقہ فطر کا حق دار ہے۔ اس کو صدقہ فطر دینا چاہیے۔

عید کی نماز میرے بھائیو! یہ فخر کی بات نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ جو دین ہم پیش کرتے ہیں وہ خالص قرآن وحدیث کے مطابق ہوتا ہے۔ دیوبندیوں اور بریلویوں کے ہاں نہیں ملتا۔ حنفیوں سے تو بس حنفیت ہی ملے گی اور اہل حدیثوں کے ہاں آپ کو حدیث کے مطابق دین ملے گا۔ ہم سب اماموں کو مانتے ہیں لیکن کسی امام کو نبی نہیں مانتے۔ حنفی بن جائیں‘ وہابی بن جائیں‘ شافعی بن جائیں‘ مالکی بن جائیں۔۔۔ ہم ان ائمہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں‘ دین سمجھتے ہیں لیکن کسی امام کی غلط بات کو جو حدیث کے مطابق نہ ہو‘ نہیں مانتے۔ نہ ان کے

نام پر کوئی مذہب بناتے ہیں۔ ہماری نماز بھی ان سے مختلف ہوتی ہے' ہماری نماز سنت کے مطابق ہے' مگر ان کی نماز حنفی' ان کی عید بھی حنفی۔ دین میں یہ باتیں صحیح نہیں ہیں۔ وہ تکبیریں بھی صحیح نہیں کہتے۔ اس کے علاوہ نماز کا طریقہ بھی صحیح نہیں ہے۔ آپ لوگ کوشش کیا کریں۔ اگر دین سمجھنا ہے تو آپ کو ہمارے ہاں آکر پتہ چلے گا کہ دین کی دعوت کس کی دعوت ہے؟ مسجد جس کے چاروں طرف قبریں ہیں' اس میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور جو مسجد قبرستان میں ہو' قبرستان کی وجہ سے مسجد بنی ہو' اس مسجد میں نماز نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ ہے کہ آبادی بڑھتے بڑھتے قبرستان سے جا ملی ہے' یا مسجد پہلے تعمیر تھی اور قبرستان بڑھتے بڑھتے وہاں تک آگیا ہے تو اس مسجد میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میرے بھائیو! میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا ہے' ویسے ہم مسلمان ہیں۔ لیکن انگریز سے ہم بڑے مرعوب ہیں۔ اب یہ عید کارڈ کی رسم' یہ بدعت' کرسمس ڈے کی یاد میں یہ کارڈ چلتے ہیں۔ کروڑوں روپے مسلمان عید کارڈ پر برباد کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بہت بڑی بدعت ہے۔ اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں۔ کوئی جتنا امیر ہو گا اتنا ہی اس کا عید کارڈ اعلیٰ ہو گا' مسلمانوں کو ایسی بدعتیں چھوڑنا پڑیں گی۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ انگریز کی سنت ہے۔ عیدی دینا ٹھیک ہے۔ یہ ایک امداد کی صورت ہے' اپنی بیٹی کو' یا اپنی بہن کو' کوئی کپڑے دے' کھانے پینے کی چیزیں بھیجے یا کوئی رقم دے دے۔ ایسا کرنا کرانا کوئی بری بات نہیں ہے۔

ایک مسئلہ یہ بھی چلا ہے کہتے ہیں کہ بریلوی اذان سے پہلے صلوۃ پڑھتے ہیں اور پھر اس کے بعد اذان پڑھتے ہیں۔ اس کا جواب دینا چاہیے کہ نہیں؟ ان کی اذان کا جواب دینا ضروری نہیں۔ جب وہ کہتا ہے حی علی الصلاۃ آؤ نماز کو اور آپ نے وہاں نہیں جانا تو قصہ ختم۔۔۔ جواب کیسا؟ جن کی نماز' جن کی اذان' اللہ کو پسند نہ ہو اور وہ شرک و بدعت میں ڈوبے ہوئے ہوں ان کی نمازیں اور اذانیں' بالکل غلط ہیں۔ امام مہدی سے پہلے اور عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کوئی اسلامی حکومت آجاتی تو آپ کو نکھر کر پتہ چل جاتا کہ اسلام کیا ہے اور کیا

نہیں۔ بریلویت میں بڑی خامیاں ہیں۔ ان لوگوں نے اسلام کا حلیہ بگاڑ رکھا ہے۔ وہ عیسائیت کے بہت قریب ہیں۔ شیعوں اور بریلویوں نے دین کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھا دیا ہے۔ شیعہ یہودیوں کے بہت قریب ہو گئے ہیں اور بریلوی عیسائیوں کے بہت قریب ہو گئے ہیں۔ یہ میں کسی کو غصہ دلانے کے لیے نہیں کہہ رہا۔ آپ خود مسائل دیکھ لیں اور اندازہ لگا لیں۔ اب آپ دیکھیں عیسائیوں کا کرسمس ڈے آتا ہے' عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن وہ مناتے ہیں' کس طرح سے؟ جیسے ہمارے بریلوی بھائی حضور ﷺ کا یوم میلاد مناتے ہیں اور اسلام اس بات کو جانتا ہی نہیں ہے۔ کسی کی بھی پیدائش کا دن منانا اسلام میں بدعت ہے۔ اور ادھر ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کا طبقہ ہے جو اپنے بچوں کا برتھ ڈے مناتے ہیں' کبھی برسی ہے' آج فلاں ہے' آج فلاں ہے۔ یہ سب بدعتیں ہیں۔ جو انگریزوں سے آئی ہیں۔ اسلام کا ان سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ----

خطبہ نمبر 31

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ وَ كُلَّ ضَلاَلَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ○ اِنْ كَانَتْ اِلاَّ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ○ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ج مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لاَ يَرْجِعُوْنَ ○ وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴾[36:یٰس:28-32]

جس خالق نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے اس نے اس کا ہر طرح کا انتظام وانصرام کیا ہے۔ اگر ہم انسانوں کے سلسلے کو دیکھیں' تو اللہ عزوجل نے انسانوں کی خوراک' ان کی رہائش اور ان کی ہدایت کا پورا انتظام کیا ہے۔ انسان کو بتادیا گیا ہے کہ اے انسان تو اس دنیا میں کس حیثیت سے ہے۔ اس میں تیرا درجہ بہت اونچا ہے۔ کائنات میں تیرا مقام بہت بلند

ہے۔ لیکن اگر تو اپنے آپ کو پہچان لے تو ٹھیک ورنہ سب سے نچلا اور ذلیل تو ہی ہے۔ باقی سب بچ جائیں گے' چھوٹ جائیں گے' مگر تیرے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہو گی۔ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لیے پیغمبر بھیجے' کتابیں بھیجیں' پھر بات واضح کر دی کہ انسان اگر اس دنیا میں اللہ کا فرمانبردار بن کر وقت گزارے تو اس کے لیے بہت بہتر ہے۔ دنیا بھی اس کے لیے اچھی جگہ بن جاتی ہے' آخرت تو خیر اس کے لیے ایک بڑا انعام ہے۔ یہ آخرت نہ فرشتوں کے لیے اور نہ جانوروں کے لیے نہ اور چیزوں کے لیے جو اس زمین پر ہیں۔ وہ اس انسان ہی کے لیے ہے اور وہ ایک انعام کے طور پر ہے۔ اگر اس نے اپنی زندگی ٹھیک طریقے سے گزار دی تو ہم اس کو انعام دیں گے۔ اور پھر جنتوں میں' اپنی ابدی اور دائمی زندگی پوری کرے گا۔ پھر اگر یہ ناکام ہو جائے تو یہ دوزخ میں جلتا رہے گا۔

قرآن مجید میں ہے۔ ﴿ وَ یَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا﴾ [78:النباء:40] کہ جب اللہ جانوروں سے کہے گا کہ مٹی ہو جاؤ۔ تمھیں مٹی سے بنایا گیا تھا۔ تمھارے لیے کوئی جزا سزا' کوئی جنت دوزخ کا تصور نہیں ہے۔ اللہ ان سے کہے گا کہ ﴿ کُوْنُوْا تُرَابًا﴾ سب مٹی ہو جاؤ۔ لیکن انسان کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اسے یا تو جنت میں بھیجا جائے یا پھر دوزخ میں۔ ﴿فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ﴾ [42:الشوریٰ:7] کچھ جنت میں جائیں گے اور کچھ دوزخ میں۔ دوزخی جب دیکھیں گے کہ ہم سے تو جانور ہی اچھا ہے۔ یہ کتا' یہ گدھا' یہ سؤر' یہ برے سے برا جانور جس کا ہم نام بھی لینا پسند نہیں کرتے۔ ہم سے تو وہ بھی اچھے رہ گئے۔ ان کا معاملہ ختم ہو گیا' لیکن ہم اس قدر ذلت سے ہمیشہ کے لیے جلتے رہیں گے' سڑتے رہیں گے۔ اس وقت کہے گا۔ ﴿ وَ یَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا﴾ کاش! میں جانور ہوتا۔ یہ جانور جن کو ہم دیکھتے تھے کھا جاتے تھے' ان پر سواریاں کرتے تھے' ہم ان کو ہیچ سمجھتے تھے مگر یہ تو ہم سے اچھا رہا۔ اس کی جگہ میں جانور ہوتا' اور انسان نہ ہوتا تو کیسا اچھا تھا۔ اگر انسان ہو تو پھر اعلیٰ مقام ہے۔

دنیامیں وہ اللہ کا خلیفہ ہے' آخرت میں بھی وہ جنتی ہے۔اس کو دائمی اور ابدی سکھ کی' امن اور چین کی زندگی حاصل ہے۔

اللہ عزوجل نے یہاں فرمایا: ﴿ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ﴾ [36:یٰسٓ :13]اے نبی ﷺ!ان کو ایک علاقے کی ایک ملک کی' ایک قوم کی مثال بیان کیجیے!وہاں جو ایک بہت بڑا شہر تھا۔اس میں ہم نے دو پیغمبر بھیجے۔پیغمبروں کا کام کیا ہوتا ہے ؟ پیغمبر دنیا میں انسانوں کو جگانے کے لیے ہی آتے تھے۔یہ دنیا بڑی پر فریب اور دھوکہ باز ہے۔انسان جب اس میں آتا ہے تو سمجھتا کچھ نہیں۔بس اسی کے لیے کوشش کرنے لگ جاتا ہے۔آخرت بھول جاتا ہے۔پھر اللہ پیغمبروں کو بھیجتا ہے کہ تم جا کر لوگوں کو جگاؤ۔۔۔لوگوں کو خبردار کرو۔۔۔دنیا غافل ہو گئی ہے' انھیں یہ یاد نہیں کہ مرنے کے بعد اللہ کے سامنے اٹھ کر پیش ہونا ہے' پھر یا جنت ہے یا دوزخ ہے۔میں اس کی فکر کروں۔اس کا بالکل لوگوں کو خیال نہیں۔الا ماشاء اللہ۔۔۔!کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہو گا جو اس کا خیال کرتا ہو گا۔ تو اللہ نے پیغمبروں کو بھیجا' کتابیں بھیجیں۔اس بستی کی طرف اس شہر کی طرف۔اللہ نے دو پیغمبر بھیجے۔انھوں نے آکر کہا کہ اللہ کے بندو! ہمیں اللہ نے بھیجا ہے۔اس لیے تم زمین پر اپنی مرضی نہ کرو۔اس زمین کا خالق ایک ہے' مالک بھی وہی ہے۔ تمھاری زندگی اور موت اور روزی اسی کے قبضے میں' تمھاری ہر چیز اسی کے قبضے میں ہے۔اس کے قانون کے تحت' اس کے حکم کے تحت فرمانبردار بن کر' زندگی گزارو۔۔۔تو وہ لوگ کہنے لگے' یہ تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ہم آپ کو پیغمبر نہیں مانتے' نہ ہی اللہ نے کوئی ایسا سلسلہ بنایا ہے' یہ دنیا سب آزاد ہے اپنی مرضی کرتی ہے۔یہ جانور ہی ہیں جن کے لیے کوئی ایسی بات ہو' ہم تو آزاد ہیں' ہم انسان ہیں' دیکھ لو! مادر پدر آزاد۔۔۔نہ کوئی کہنے والا' نہ کوئی ہمیں حکم دینے والا ہے۔

حالانکہ دنیا میں اللہ نے بڑی واضح مثال دی ہے۔دیکھ لو ماں باپ کا کتنا حق رکھا ہے۔انسان ماں باپ کی گرفت سے باہر نہیں ہوتا' اگر اس میں تھوڑی سی سمجھ ہو' اگر وہ سوچے کہ یہ میرے مجازی خالق' میرے ماں باپ ہیں۔میں ان کی اطاعت کروں' ان کے

کہنے کے مطابق زندگی گزاروں۔ یہ میرے لیے سعادت ہے۔ کوئی کافر ہو یا مسلمان اس اصول کو سب مانتے ہیں۔ مگر جو اصلی خالق' مالک اور رازق ہے اس کا حکم ماننا کیوں ضروری نہیں؟ اس کا حکم کیا ہے؟ یہی کہ اللہ نے پیغمبر بھیجے۔ کتابیں بھیجیں' تو اس لیے پیغمبروں کا آنا بالکل عقلاً صحیح ہے۔ جب ہمارا خالق' زندہ رکھنے والا اور موت دینے والا اللہ ہے تو عقل چاہتی ہے کہ اس کا حکم مانا جائے' یہ بات خلاف عقل نہیں۔ اللہ کے حکم کا پتہ کیسے لگے؟ اللہ نے نبی اسی لیے بھیجے- نبیوں کا آنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کے بارے میں لوگ کہہ دیں کہ یہ سب فرضی چیزیں ہیں۔۔۔ نہیں' نہیں۔۔۔ یہ بالکل بڑی سائنٹیفک اور معقول چیز ہے۔ اس دنیا کا کوئی انسان خواہ اس کا کوئی بھی مذہب ہو' اس بات کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ پیغمبروں نے آ کر لوگوں سے کہا کہ اللہ نے ہمیں بھیجا ہے تاکہ ہم تمھاری رہنمائی کریں۔ زندگی گزارنے کے گر اور دین تمھیں سکھائیں گے۔ مگر لوگوں نے کہا جاؤ بھاگ جاؤ۔ اللہ نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا۔ جھوٹ ہے' سب فراڈ ہے۔ اللہ اکبر۔۔! یہ بحث چلتی رہی' لوگ نالائقی کرتے رہے۔ انکار کرتے رہے۔ اللہ نے ایک پیغمبر اور بھیج دیا۔ ﴿ فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ ﴾[36:یس 14] اللہ نے اس علاقے کی طرف تین نبی مقرر کر دیے۔ تینوں نے آ کر لوگوں کو دعوت دی مگر وہ نہ مانے۔ اب نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ کی طرف سے ان کی گرفت شروع ہوئی۔ یاد رکھیے میں نے یہ آیتیں اس لیے پڑھی ہیں کہ ان سے ایک بڑا اصول مستنبط ہوتا ہے جس سے ہمارے سامنے ایک حقیقت کھل جاتی ہے۔ مسلمان آخرت اس ابتلا میں کیوں ہیں؟ کافر بھی سکھ اور چین سے رہ رہے ہیں' ترقی کر رہے ہیں۔ مسلمان ہر لحاظ سے ذلت میں ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ نے آیت میں بیان فرمایا ہے' جب ان تینوں نے لوگوں کو خوب سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔ پھر اللہ کی طرف سے گرفت شروع ہو گئی۔ اللہ نے ان کی زندگی کو ٹائٹ کرنا شروع کر دیا- مہنگائی ہو گئی' بیماریاں پڑنا شروع ہو گئیں۔ کبھی کوئی آفت اور کبھی کوئی آفت۔۔۔ اب لوگ کہنے لگے کہ یہ تو بڑے منحوس ہیں۔ ان کے آنے سے پہلے' ہم بڑے آرام میں تھے' کوئی تکلیف نہیں تھی' کوئی بیماری' کوئی مہنگائی۔۔ بالکل کچھ نہیں۔ اب اس قدر پریشان ہیں کہ

جس کی کوئی حد نہیں۔ ﴿ اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ ﴾[36:یٰس :18] ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تم جیسا کوئی منحوس نہیں۔ تم جب سے آئے ہو' بڑی مصیبتیں اور تکلیفیں ہمیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ پیغمبروں نے کہا عقل سے کام لو' آخر تم انسان ہو۔ ہماری وجہ سے تم پر نحوست؟ ہم تو اللہ کو ماننے والے' اس کی فرمانبرداری کرنے والے' تمھیں اللہ کے حکم کی دعوت دینے والے۔ ﴿ اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ ﴾ ہم تمھیں نصیحت کریں۔ ہم تمھیں سمجھائیں تو ہماری وجہ سے تم پر نحوست آجائے۔ ﴿ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴾ بات اصل میں یہ ہے۔ کہ تم بگڑے ہوئے ہو' پہلے تو تم بے خبر تھے' اب ہم نے تمھیں بتادیا ہے۔ اسی لیے تم پر عذاب آنے شروع ہو گئے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ ہماری نحوست ہے' ایسا نہیں ہے۔ اب تمھاری سزا کا دور شروع ہو گیا ہے۔ تمھیں یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ یہ اللہ کی دعوت کیسی ہے اور وہ دعوت تمھیں اب بھی مل رہی ہے۔ تم اس کی پرواہ نہیں کر رہے۔ اس لیے اللہ کی طرف سے' تمھیں طرح طرح کی مار پڑ رہی ہے تاکہ سنبھل جاؤ۔ تاکہ تمھیں پتہ چل جائے کہ مصیبتیں ہم پر پیغمبروں کا انکار کرنے کی وجہ آرہی ہیں' جو تمھیں اللہ کا حکم بتلاتے ہیں۔ ساری پریشانیاں اسی وجہ سے ہیں۔ موجودہ دور میں مسلمانوں پر جو آفتیں مصیبتیں اور پریشانیاں ہیں یہ سب اسی وجہ سے ہیں کہ مسلمان اللہ سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ کے قانون سے بغاوت کرتے ہیں' اسی لیے اللہ کی طرف سے پریشانیاں اور تکلیفیں آتی ہیں۔ اور یہ اللہ کا عذاب ہے۔ صاف اور سیدھی سی بات ہے کہ کوئی اچھا کام کرے' تو اس کا نتیجہ اچھا نکلے گا۔ اگر کوئی برا کام کرے گا تو اس کا نتیجہ بھی برا ہی نکلے گا۔ اب دیکھیں نا۔۔۔ آپ اپنے محلے میں شرافت سے زندگی گزار رہے ہیں لوگ کہیں گے بڑا شریف ہے' بڑا نیک ہے' ہر آدمی لحاظ کرے گا۔ اور اگر آپ غنڈی گردی شروع کر دیں' نہ لوگوں کی عزت محفوظ ہو' نہ آپ سے لوگوں کا مال محفوظ ہو' تو آپ کے بارے میں وہ لوگ کیا کہیں گے؟ یہی نا کہ بڑا بدمعاش ہے۔ یہ غنڈا آدمی ہے' اچھے کام کا نتیجہ اچھا اور برے کام کا نتیجہ برا۔

جس کام کو اللہ ناپسند کرے' وہ برا ہوتا ہے اور جب تمام کائنات کا مالک اللہ ہے'

اللہ کی زمین پر رہتے ہوئے' ہم اللہ کی نافرمانی کریں تو تکلیف ہم کو ہو گی' اب دیکھ لو' اللہ معاف کرے! اخباروں میں آپ روزانہ قتل کی خبریں پڑھتے ہیں۔ کتنے قتل ہو رہے ہیں ؟ کیا یہ ہندو مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں ؟ پاکستان میں مسلمان مسلمان کو قتل کر رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے ؟ وجہ کوئی بھی نہیں' قیامت کی نشانیاں ہیں' اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَ يَكْثُرُ الْهَرَجُ قَالُوا: وَ مَا الْهَرَجُ؟ قَالَ الْقَتْلُ ۔۔۔ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ هرج سے کیا مراد ہے ؟ فرمایا قتل مراد ہے۔ قتل اتنا عام ہو جائے گا کہ کوئی قاتل سے پوچھے کہ تو نے کیوں کیا ؟ تو وہ کوئی خاص وجہ نہیں بتا سکے گا۔ (متفق علیه ' مشکوة کتاب الفتن' عن ابی هریرةؓ) چنانچہ دیکھ لو کس قدر چاقو چھریاں چلتی ہیں' کتنے شوٹ ہوتے ہیں ؟ بغیر کسی وجہ کے' یعنی لاقانونیت اور بدامنی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے ہیں۔ چنانچہ آپس میں بھائیوں کا حال دیکھ لیں' رشتہ دار' خواہ قریبی ہوں یا دور والے ہوں' ان کا حال دیکھ لیں۔ سب اسی طرح ہے۔ یہ اللہ کا عذاب ہے۔ یہ اس لیے آیا ہے کہ ہم اللہ کے انصاف کے جو قانون ہیں ہم انھیں نہیں مانتے۔ اور حکومتیں جو ہیں وہ انصاف نہیں کرتیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب انصاف اٹھ جائے' تو پھر کیا ہو گا ؟ پھر قتل زیادہ ہوں گے (رواہ مالك ' مشکوة کتاب الرقاق' باب تغیر الناس عن ابن عباسؓ) اندازہ کر لیں کوئی آدمی جب قتل کرتا ہے' قانون کو ہاتھ میں لیتا ہے' اس لیے کہ اسے ڈر نہیں ہوتا کہ انصاف ہو گا۔ میرے بھائی کو کسی نے مار دیا' اب مجھے پتہ بھی ہے' ہو گا کچھ بھی نہیں' کون پوچھتا ہے' کئی سال مقدمے لڑتے رہو کہ شاید انصاف مل جائے' ورنہ بس۔۔۔ وہ بری ہے۔ پیسے چلیں گے' شروع سے لے کر آخر تک یہی حال ہے۔ میرے ہاتھ سے اگر ایک آدھ مر جائے' یا دو مر جائیں یا تین مر جائیں جب میں اس کوشش میں ہوں گا تو جو میرے مخالف ہیں وہ بھی اسی کوشش میں ہوں گے۔ پتہ نہیں کہ وہ

ہم میں سے کتنوں کو مار دیں۔ قتل و غارت شروع ہو گئی نا۔۔۔ اگر انصاف ہر ایک کو ملتا ہو' تو پھر کیا ہوتا ہے؟ آدمی بالکل بے فکر ہوتا ہے۔ اس کو صرف اتنی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے کہ حکومت کے نوٹس میں یہ بات لے آئے۔ عدالت تک اپنے مقدمے کو پہنچا دے اور بس۔۔۔ پھر وہاں انصاف ہو گا۔ آدمی بے فکر ہے۔ اللہ اکبر۔۔۔! یہی اسلام کا قانون ہے۔ ایک اور مثال دیکھ لیں۔ میرے عزیز کو کسی نے قتل کر دیا' میرے بھائی کو یا میرے باپ کو تو میں جا کر اطلاع کر دوں تو سال نہیں گزریں گے' مہینے نہیں گزریں گے' چند دن میں فیصلہ ہو گا۔ جو قاتل ہو گا' اس کو میرے سپرد کر دیا جائے گا' پولیس اس کو میرے پاس لے کر جائے گی۔ اب میں اپنے ہاتھ سے اپنے باپ یا بھائی کا بدلہ لوں گا اور اسے قتل کر دوں گا۔ اب مجھے ناجائز طریقہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت رہی؟ یہ جو دنیا میں اتنے قتل ہو رہے ہیں' لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر جو قتل کرتے ہیں' اس کی وجہ یہی ہے کہ حکومتیں نااہل ہیں۔ انصاف نہیں ہوتا۔ حکومت نااہل کب ہوتی ہے؟ جب عوام بگڑے ہوئے ہوں۔ اور اللہ کو سزا دینا مقصود ہو۔ تو حکومتیں ایسی ہی بن جاتی ہیں۔ اور پھر اسکے بعد یہ حال ہوتا ہے۔ اب دیکھ لو' لوگ کس طرح ایک دوسرے سے مکر و فریب کرتے ہیں؟ اللہ کے ساتھ بھی یہی سلوک ہے۔ پھر دیکھ لو اللہ کا بندوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہے۔ اب دیکھ لو بھٹو آیا' لوگ کی طلب ہوتی ہے کہ روٹی کپڑا اور زمین۔۔۔ بھٹو نے یہی نعرہ لگایا۔ پھر پیپلز پارٹی بنائی اور بھٹو کامیاب ہو گیا۔ ہر آدمی یہی سمجھتا تھا کہ مجھے زمین ملے گی۔ مجھے پلاٹ ملے گا کارخانے ہمارے ہوں گے' ہر چیز ہماری ہو گی' لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ یہ کہ لاقانونیت اس قدر ہو گئی کہ کسی کی عزت' کسی کی جان' کسی کا مال محفوظ نہیں۔ اب اس کے بعد کیا کیا؟ اتحادی بنے' جتنے اس کے مخالف تھے ان کا اتحاد بن گیا اور اسلام کا نعرہ لگا دیا۔ پہلے روٹی کپڑے اور زمین کا نعرہ تھا پھر اسلام کا نعرہ لگ گیا۔ اب انھوں نے اس نعرے کو پسند نہیں کیا۔ گولی چلانا شروع کر دی۔ اتحاد نے فوج سے کہا تجھے شرم نہیں آتی۔ آؤ اسے قابو کرو۔ تم اس ملک پر حکومت کرو۔ چنانچہ فوج آ گئی۔ بھٹو سے جان چھوٹی' انھوں نے اسلام کا نعرہ لگایا' فوج نے کہا کہ ہم تمھیں اسلام دیں گے' مگر سالوں پر سال گزرتے گئے' اسلام نہ آسکا۔ کیونکہ یہ نعرہ جھوٹا تھا۔ پھر لوگ کہنے لگے اللہ کے

لیے جاؤ۔ مگر ضیاء کہتا رہا کہ میں اسلام نافذ نہ کروں تو میرا نام ضیاء نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں تو جان چھوڑ۔ مگر ضیاء نے کہا کہ نہیں' میں آپ کو ضرور اسلام ہی دے کر جاؤں گا۔ پھر جب وہ اڑ گیا' تو دیکھ لو اللہ کی سزا' اللہ کا عذاب' جھوٹا نعرہ لگانے والے یقین جانیں "الف سے "ے" تک کسی اسلام نافذ کیا؟ جس لیڈر کو دیکھ لو' اس کی بیوی کو دیکھ لو' اس کے بچوں کو دیکھ لو' اس کی کوٹھی کو دیکھ لو' اسلام کا نام تک نہیں۔ یہ دھوکہ' یہ فراڈ' ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ مسلمانوں کو دھوکہ اور اللہ کو بھی دھوکہ۔ کہ دیکھ ہم تیرے اسلام کا نام لیتے ہیں' اللہ نے کہا جیسا تم میرے ساتھ دھوکہ کرتے ہو میں تمھیں ایسی ہی سخت سزائیں دوں گا۔ چنانچہ دیکھ لو ہر کوئی رو رہا ہے' ہر کوئی پریشان ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام آ جائے اور یہ کہتے ہیں کہ آ ہی نہیں سکتا۔ لیکن نتیجہ کچھ بھی نہیں۔ اب لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ مر رہے ہیں' ایک عجیب ابتلا میں مبتلا ہے۔ یہ سب اللہ کا عذاب ہے۔

میرے بھائیو! یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ بوڑھے آدمی کو ماش کی دال کھا کر کھانسی نہ لگے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ نقصان والی چیز کھا کر کوئی نقصان نہ ہو۔ نقصان والی چیز تو ہمیشہ نقصان دے گی۔ اللہ کی نافرمانی تو لازمی عذاب لائے گی۔ گناہ کا نتیجہ کیا ہے؟ سزا۔ اور سزا کیا ہے؟ کوئی نہ کوئی پریشانی' مصیبت' یہ اللہ کا اٹل قانون ہے۔ اللہ نے تین پیغمبر بھیجے' انھوں نے قوم کو سمجھانے کوئی حد نہیں چھوڑی' لیکن وہ باز نہ آئے۔ آخر اللہ کی طرف سے چھوٹے چھوٹے عذاب۔۔۔ چھوٹی چھوٹی پریشانیاں' بیماریاں۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔! میں حیران ہوتا ہوں کہ دیکھو! اگر عقل والا آدمی اپنے گھر کی زندگی کو دیکھ لے' یا کسی اور کے گھر کو دیکھ لے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کوئی خاوند بیوی سے تنگ ہے' کوئی بیوی خاوند سے تنگ ہے۔ ہم نے دیکھا ہے بڑے بڑے عہدے دار بڑے بڑے سیکرٹری' ان کے گھریلو جھگڑے بہت ہیں۔ پھر ان کا سمجھوتا کیسے ہوتا ہے؟ بیوی کہتی ہے کہ میں تجھے کچھ نہیں کہتی تو مجھے کچھ نہ کہہ۔ جہاں میرا جی چاہے میں پھروں اور جہاں تیرا جی چاہے تو پھر۔ بس خاوند بیوی سے نہیں پوچھ سکتا کہ تو رات کہاں کہاں رہی؟ کون کون سے تیرے دوست ہیں؟ اور نہ بیوی

خاوند سے پوچھ سکتی ہے کہ تورات کو کہاں رہا؟ کون کون تیرے دوست ہیں اور وہ کیسے ہیں ؟! ان کی صلح کی یہ صورت ہے۔ اب نچلا طبقہ دیکھ لو جن میں تھوڑی بہت غیرت ہوتی ہے۔ ایسی بات پر مار دھاڑ' پٹائی' وہ اس کی بات نہیں مانتی اور وہ اس کی نہیں مانتا۔

اور اب اولاد کو دیکھ لو' والدین کو دیکھ لو۔ کونسا باپ ہے جس کی اپنی اولاد سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو۔ اولاد والدین کی نافرمان ہے۔ کہ یہ ہم پر ناجائز پابندیاں لگا رہے ہیں۔ وہ ان سے تنگ ہیں' افسروں کو دیکھ لو' ماتحتوں کو دیکھ لو' حکومت کو دیکھ لو' کارخانہ داروں کو دیکھ لو' ان کے جتنے ملازم ہیں ان کو دیکھ لو۔ زمین داروں کو دیکھ لو' مزاروں کو دیکھ لو' کسی طرف کوئی سکون ہے ؟ کتنی دنیا ہے جو دکھی ہے۔ جیسے کسی آدمی کے جسم میں درد ہو رہا ہو' ٹانگوں میں درد ہے' سر میں درد ہے' آنکھوں میں درد ہے' کمر میں بھی درد ہے۔ سارا جسم درد سے دکھ رہا ہے' وہ زندگی گزار رہا ہے۔ یہی زندگی تمام لوگوں کی ہے۔ بے چینی کی زندگی' ہم سودا لینے بازار جاتے ہیں۔ جب چیزیں خریدتے ہیں تو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں کہ جی! اللہ معاف کرے مہنگائی کی کوئی حد ہے ؟ حکومت کو گالیاں اور دکانداروں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور دکاندار بھی ہر وقت اپنا چھری کانٹا تیار رکھتے ہیں کہ کوئی آئے تو سہی ہم اس کی کھال ادھیڑ دیں گے۔ کس قدر یہ اللہ کا عذاب ہے' سکون اور اطمینان کہیں بھی نہیں۔ اس کی وجہ صرف اللہ کی نافرمانی ہے۔ جس نے انسان کو پیدا کر کے اس کے لیے کیسے کیسے انتظامات کیے۔ پھر جب بندہ اس کا نافرمان ہو جائے' تو پھر اللہ کا عذاب کسی نہ کسی رنگ میں آتا ہی رہے گا۔ انسان اس میں پھنسا ہی رہتا ہے۔ کراہتا ہی رہتا ہے۔ وہ بے وقوف یہ سمجھتا ہی نہیں۔ وہ صرف ظاہری اسباب کو دیکھتا ہے۔ اور حقیقت میں یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے مسلط ہے۔ اب دیکھ لو! ہمارا ملک زرعی ہے۔ چینی ہم پیدا کرتے ہیں' مل پر مل لگ رہی ہے۔ اب یہ بہاول پور میں چینی کی مل لگ گئی۔ ادھر چشتیاں میں ایک ایک ضلع میں کتنی کتنی ملیں لگ رہی ہیں۔ لیکن چینی مہنگی ہی ہوتی جا رہی ہے۔ اس طرح سے اور چیزیں ہیں۔ گندم کی پیداوار کے لحاظ سے کوئی حد نہیں ہے لیکن آٹا دیکھ لو پھر بھی نہیں ملتا۔ یہ کون کر رہا ہے ؟ یہ ایک اللہ کی تدبیر ہے' کرواتا بندوں سے ہے' سارے رو رہے ہیں' کراہ رہے ہیں' یہ

اللہ کے عذاب کی وجہ کیا ہے؟ عذاب کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حکومت ڈاکو ہے۔ یا زمین دار لالچی ہے۔ عذاب کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ناراض ہے۔ وہ کوئی کام کسی سے کروالیتا ہے اور کوئی کسی سے کروالیتا ہے۔ اللہ اکبر..! اللہ جب کسی کو عذاب دینا چاہے باپ اور بیٹے کا دیکھو لو کتنا پیار ہوتا ہے' بیٹے کو کس طرح محبت سے پالتا ہے' لیکن جب وہ اللہ کے باغی ہوتے ہیں تو یا بیٹا باپ کو قتل کر دیتا ہے یا باپ بیٹے کو قتل کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح گھروں میں دیکھ لو۔۔۔ بیٹے کی شادی ہوئی' اس کی بیوی گھر آگئی' اب اس بیوی کا' بہو کا' سب سے بڑا محافظ کون؟ اس کا خاوند۔۔۔ اور اس کا سسر۔۔۔ لیکن دیکھ لو جب آپ اخبار پڑھتے ہیں تو ایسی بات بھی پڑھ لیتے ہیں کہ فلاں خسر جو ہے وہ اپنی بہو سے بدکاری کرتا ہے۔ یعنی جو محافظ تھا' وہی ڈاکو ہے' اب پولیس بھی ڈاکو ہے' فوج ڈاکو ہے' اپنے گھروں کو دیکھ لو کہ باپ تھا وہ بھی ڈاکو ہو گیا۔ بیٹی سے زنا کرتا ہے۔ کئی ایسے کیس ہیں جو سننے میں آرہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے یہ فرمایا تھا۔ یہ مشکوۃ شریف کی حدیث ہے میری امت کے لوگو! جب تم بگڑو گے تو یہودیوں والی حرکتیں تم بھی کرو گے۔ لتتبعن سنن من قبلکم یہاں تک کہ تمھاری حرکتیں یہودیوں والی حرکتوں سے مماثل ہو جائیں گی۔ پہلے لوگوں والی حرکتیں تم بھی کرو گے۔ تمھارا یہ حال ہو جائے گا کہ برائی میں یہودی اور مسلمان برابر ہو جائیں گے۔ (متفق علیه ' مشکوۃ ' کتاب الرقاق باب تغیر الناس' عن ابی سعید رضی اللہ عنہ) جیسا یہودی ویسا مسلمان

اگر کسی یہودی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو اپنی ماں سے زنا کریں گے۔ یہ سارے سلسلے' ہم سب دیکھ رہے ہیں۔

میرے بھائیو! اگر اس کی توضیح کریں' اس کا تجزیہ کریں تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا سبب صرف اللہ کی نافرمانی ہے۔ جو کسی نہ کسی صورت میں ہم پر عذاب ہے۔ ساری دنیا کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب لوگ بے خبر ہو جاتے ہیں تو پیغمبر آتے ہیں' کوئی اللہ کا عذاب نہیں ہے۔ ٹھیک کھا پی رہے ہیں۔ بے خبری ہے' امن سے ہیں' پھر پیغمبر آ

گئے۔ مسائل کا پتہ چل گیا' بتا دیا گیا کہ حاکم اللہ ہے۔ زمین کا مالک بھی اللہ ہے' اس کے سوا اور کوئی قانون نہیں چلنا چاہیے۔ لوگ باز نہ آئے۔ تو پھر اللہ کا عذاب کبھی کسی رنگ میں' کبھی کسی رنگ میں' پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب آتے رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر رولر پھیر دیا۔ صفائی کر دی۔ ایسی صفائی کہ کسی کو نہیں چھوڑا۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ أَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ٥ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَأْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ﴾ [21:الانبياء:11] پہلے ہم چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجتے رہے' جب وہ باز نہ آئے' جب ایک آدمی نے کسی کو روڑا مارا' پتھر مارا' ٹھیکری ماری تو وہ بھی آگے سے مارے گا۔ اگر آپ نے اینٹ ماردی تو پھر وہ پتھر تلاش کرے گا اور اگر آپ نہیں ٹلیں گے تو اس کے پاس گولی ہو گی وہ آپ کو شوٹ کر دے گا۔ اسی طرح انسان جب چھوٹے چھوٹے گناہ کرتا ہے' اور لوگ اللہ کو بھول جاتے ہیں' اور بالکل ہی نہیں سمجھتے کہ اللہ بھی کوئی چیز ہے۔ پھر اللہ کی طرف سے شیلنگ (Shelling) شروع ہو جاتی ہے' گولیوں کی بوچھاڑ آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ﴾ تاریخ اٹھا کر دیکھ لو ہم نے دنیا کو کیسے اٹھا کر توڑ دیا۔ ﴿كَانَتْ ظَالِمَةً﴾ جو ظالم تھے۔۔۔ سب سے بڑا ظلم کیا ہوتا ہے جو اللہ پر کیا جائے۔ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [31:لقمان :13] شرک سب ظلموں سے بڑا ظلم ہے۔ اب دیکھ لو اس کو کوئی مانتا ہے کہ شرک بھی کوئی ظلم ہے۔ عبادت اللہ کا حق ہے' حاکم ہونا اللہ کا حق ہے' جب لوگ کسی کو حاکم بنا لیتے ہیں کہ جیسا چاہیے قانون بنائیں' ایسے ہی ہم نے اسمبلی کو حق دیا ہے۔ وہ جو چاہے قانون بنائے' حالانکہ یہ حق اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ یہ کھلا شرک ہے۔ اسی طرح عبادت اللہ کا حق ہے۔ اگر یہ حق پیروں کو دے دیا جائے' فقیروں کو دے دیا جائے' مزاروں کو دے دیا جائے' مردوں کو دے دیا جائے۔ اللہ کا حق چھین کر کسی کو دے دیا جائے تو یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ جب انسان ظلم کرنے کا عادی ہو جاتا ہے' تو آہستہ آہستہ سب

کے حق مارنے لگ جاتا ہے۔ اللہ کا حق بھی مار لیتا ہے۔ مثلاً اس کو ہر وقت یاد رکھنا' کسی وقت اس کو نہ بھولنا' اور جب بندہ اللہ کو کسی وقت بھی یاد نہ کرے' اور یہ سمجھے کہ وہ ہے ہی نہیں' اس کی پرواہ ہی نہیں' کوئی ڈر نہیں' تو پھر یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ اب نتیجہ کیا ہوگا؟ اللہ کا عذاب بالکل صفائی کر دیتا ہے۔ ﴿فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ﴾ بالکل بے خبر ہو گئے' کوئی ڈر نہیں۔ ذرا سا بھی خیال نہیں' پھر اللہ نے تباہ کر دیا۔ اب ہمارے گھروں میں کتنی پریشانیاں آتی ہیں۔ بیوی بیمار' بچے بیمار' کوئی حادثہ ہو گیا' کوئی کیس بن گیا۔۔۔ یہ سب عذاب ہیں۔ اگر انسان کے ذہن میں یہ بات آ جائے کہ یہ میرے گناہوں کی شامت ہے تو سمجھو کہ یہ بندہ بچ جائے گا۔ اگر اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی' اور ان تکالیف کے صرف ظاہری اسباب ہی نظر آتے ہوں اور اللہ اس کے ذہن میں نہ آئے تو سمجھ لو کہ اب اس کی کوئی خیر نہیں۔ اسی طرح ہمیں جو تکلیفیں پہنچ رہی ہیں اللہ ہمیں معاف کر دے' یہ ہمارے ہی گناہوں کی شامت ہے۔ لیکن اگر ہم لوگوں کو گالیاں دینا شروع کر دیں کہ حکومت بے ایمان ہے' پولیس بڑی حرام خور ہے۔ آج کل کے دکاندار ایسے ہیں۔ یہ ایسے ہے' وہ ایسے ہے۔ لیکن اپنے کردار کو نہ دیکھا تو پھر اب کیا ہوگا؟ اللہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو تھوڑی سی سزا دی تھی۔ مہنگائی کی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ میری بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اب اس پر اس سے بڑا عذاب ہوگا۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ اس تکلیف کے بعد' عذاب کے بعد انھیں احساس ہو جائے کہ یہ میرے گناہوں کی سزا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کر لے تو سمجھ لو کہ وہ بچ گیا ہے۔ اور جب وہ اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتا' اور اللہ کی ہو گئی تدبیر' جو کہ اس کی اصلاح کے لیے تھی کارگر ثابت نہیں ہوئی۔ تو پھر کیا ہوگا؟ جو بڑا عذاب ہے جو تھوک کے حساب سے ہوتا ہے وہ آتا ہے۔ فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [6:الانعام:44] ہم ان پر رحمتوں کے' نعمتوں کے دروازے کھولتے چلے جاتے ہیں۔ وہ گڑبڑیں کرتے ہیں' گناہ کرتے ہیں' اس طرح ہم اور دیتے چلے جاتے ہیں۔ پھر جب وہ نہیں سمجھتے تو دو ہی صورتیں ہیں کہ

اللہ بندے کو سمجھانے کے لیے رگڑا دے' یا اللہ اپنے بندے پر اس کو سمجھانے کے لیے انعامات کرے۔ مگر جسے پریشانی میں اللہ یاد نہ آئے' نہ ہی عیش میں ہی اللہ اسے یاد آئے تو آپ سمجھو کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ اب اس پر اللہ کا بڑا عذاب ہی آئے گا' ﴿اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً﴾ [6:الانعام:44] پھر ہم ایسا جھٹکا دیتے ہیں' اچانک انھیں پکڑتے ہیں' پھر انھیں کوئی امید بھی نہیں رہتی۔ ﴿فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَا﴾ جب ہم نے قوموں کو تباہ کیا' اور ان کو اندازہ ہو گیا' کہ اب پکڑ آ گئی ہے' عذاب آ گیا ﴿اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ﴾ وہ لگے دوڑنے' وہ اپنی کوٹھی سے باہر نکل کر دوڑنے لگے۔ ہم نے کہا ﴿لَا تَرْكُضُوْا﴾ نہ دوڑو' کہاں جاتے ہو؟ بھاگ کر کہاں چلے جاؤ گے۔ ﴿وَارْجِعُوْا اِلٰى مَا اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ﴾ چلو اپنی کوٹھیوں کی طرف' پھر ہم کو دوڑنے نہیں دیتے۔ وہیں پکڑ لیتے ہیں' کوئی پیر ان کے کام نہ آئے' کوئی فقیر نہ کوئی مردہ' بالکل صفائی۔۔

اللہ ہم پر رحم کرے' اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں کہ روس نے اپنی فوجیں افغانستان میں لگا دی ہیں۔ اور فوجوں کا رخ پاکستان کی طرف ہے۔ پڑھ لیا' چلتا کیا' خبر ہو گئی۔ اب اس نے اپنے میزائل کا رخ جاپان کی طرف کر دیا ہے' اُدھر پاکستان کی طرف بھی ہے' اب یہ خبریں چھوٹی ہیں' سچی ہیں یا جھوٹی۔۔۔ بہر کیف ایک طرح کا الارم تو ہے نا۔۔۔ آخر یہ بات سچی بھی تو ہو سکتی ہے۔ جب ایٹمی میزائل چھوٹیں گے تو کیا خیال ہے کوئی بچاؤ کی صورت ہے؟ نہ امریکہ بچے گا اور نہ پاکستان' کوئی بھی نہ بچے گا۔ انسان کی اپنی صنعت' اپنی کاری گری' اپنے ہاتھوں سے خود اپنی ہلاکت کا انتظام کر رہا ہے۔

میرے بھائیو! آخر یہ نظام اللہ کی طرف سے ہے' اگر یہ بدحالی اور یہ عذاب ہے تو بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ یہ سب قانون اللہ کے ہاتھ میں ہے' خوش قسمت وہ ہے جو اللہ کو یاد رکھے' کوئی تکلیف آئے فوراً اپنے گریبان میں منہ ڈالے کہ مجھ سے ضرور کوئی

حرکت ہوئی ہے جس سے اللہ ناراض ہوا ہے۔ توبہ کرے' استغفار کرے' وہ تکلیف ہٹ جائے یا نہ ہٹے اللہ کے ہاں آپ کا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔ تکلیف جو ہوتی ہے کبھی درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہے اور کبھی وہ عذاب ہوتی ہے۔ اس کے لیے وہ سزا ہوتی ہے' ایک آدمی کہنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا : مومن پر بیماری آتی ہے' بے چارہ پھنسا رہتا ہے۔ اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ میرے گناہوں کی شامت ہے۔ جب میں تندرست تھا تو نمازوں میں سستی کرتا تھا۔ اب اللہ نے پکڑ لیا ہے' اے اللہ! مجھے معاف کر دے۔ مجھے توفیق دے کہ اب میں ٹھیک وقت پر نماز پڑھا کروں گا۔ سستی نہیں کروں گا۔ جماعت نہیں چھوڑوں گا۔ یااللہ! تو مجھے صحت دے دے' یہ میری ہی غلطی تھی جس کی وجہ سے تو نے مجھے پکڑا ہے۔ اب اللہ اسے بیماری سے آزاد کر دیتے ہیں' اسے رہائی مل جاتی ہے۔ فرمایا: مومن جب بیماری سے اٹھتا ہے تو وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (مسند احمد ' مشکوۃ' کتاب الجنائز باب العیادۃ المریض وثواب المرض عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ) یہ کون ہے جس نے سمجھ لیا کہ یہ میرے گناہوں کی شامت تھی اور آئندہ میں مومن رہوں گا تو یہ مومن ہے۔

دیکھو! خوب اللہ آدمی کو طاقت دیتا ہے کہ وہ اپنے ضروری کام کرے دنیا کے' اس کے گھر میں بیوی ہے' بچے ہیں' ان کے کام ہیں' اللہ اس کو طاقت دیتا ہے کہ ٹھیک کاموں میں صرف کرے' اور جو فالتو ہو' اس کو اللہ کے دین کے لیے صرف کرے۔ یہ طاقت کا بہترین استعمال ہے۔ طاقت کا ناجائز استعمال کیا ہے؟ بیوی آئی' اس کو رگڑ دیا' کوئی اور مل گئی اس کو رگڑ دیا۔ اب وہ سمجھتا ہے کہ میں ہوں ہی اس لیے۔ اب جو اللہ نے طاقت دی تھی اس کو جائز طریقے سے خرچ کرے' اور جو زائد ہو اس کو اللہ کے لیے وقف کر دے۔ یہ الٹا چل رہا ہے۔ آخر پھر اللہ پکڑ ہی لیتا ہے اور سزا دیتا ہے۔ جو بدبخت ہوتا ہے وہ یہ نہیں سوچتا کہ یہ بیماری میرے گناہوں کی وجہ سے آئی ہے۔ بس وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے آج رات زیادہ کھا لیا تھا اس لیے بیمار ہو گیا۔ اسے اور خیال ہی نہیں آتا کہ میرا کوئی قصور بھی ہے۔ جس وجہ سے

مجھے یہ بیماری آئی ہے۔اب دیکھو نا۔۔اللہ نے پکڑنا چاہا کسی بیماری میں اللہ نے آپ کو الٹی چیز کھلا دی۔اور آپ بیماری میں پھنس گئے۔اللہ کا ارادہ آپ کو پکڑنا ہے۔ اور وہ جو آپ نے الٹی چیز کھائی وہ اللہ نے ایک سبب پیدا کر دیا۔اب دیکھو نا۔۔ایک آدمی کو اللہ پکڑنا چاہتا ہے' مارنا چاہتا ہے' اب وہ سکوٹر سے' موٹر سائیکل سے کار سے اس کو اڑاتا ہے۔ ٹکر لگ جاتی ہے اور وہ اڑ جاتا ہے۔اب کیا کہتے ہیں کہ وہ تیز ڈرائیو کرتا تھا اس لیے وہ مر گیا اور بھی تو لوگ ایسے ہیں جو بہت ڈرتے ہیں۔ تیز ڈرائیونگ نہیں کرتے' آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔اس میں بات یہی ہے کہ اللہ نے اس کو پکڑنا تھا اس لیے اسباب پیدا کر دیے۔وہ اسباب جو تھے وہ اس کی موت کے اسباب بن گئے۔ مگر مومن کی نگاہ تو ہمیشہ آخری سبب پر ہونی چاہیے۔جو اصل سبب ہے' جس کو علت کہتے ہیں وہ اس سے ہر وقت ڈرتا رہے' اس کی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو۔

جب بندہ بیمار ہو جاتا ہے اور وہ بیماری میں اور ہی چیزوں کا نام لیتا رہتا ہے کہ فلاں وجہ سے میں بیمار ہو گیا۔اسی وجہ سے ایسا ہو گیا' اللہ اسے یاد نہیں رہتا وہ پھنسا رہتا ہے' نبی ﷺ نے ایسے آدمی کی بڑی پیاری مثال دی کہ ایسے بدبخت کا یہ حال ہوتا ہے جیسے اونٹ کا گھٹنا باندھ دو۔پھر کھول دو اور اسے پوچھو کہ تیرا گھٹنا کیوں باندھا تھا؟ وہ کہے گا کہ مجھے پتہ نہیں۔ پھر پوچھو کہ تیرا گھٹنا کھول کیوں دیا؟ وہ کہے گا کہ مجھے پتہ ہی نہیں۔ (رواہ ابو داؤد مشکوۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض و اسباب المرض عن عامر الزام رض) یہ بھی بیمار ہو جائے' اسے کوئی پتہ نہیں کہ کیوں بیمار ہوا۔اللہ نے اسے بیماری میں کیوں پکڑا؟ اور اگر اللہ نے اسے صحت دے دی' اسے کوئی پتہ نہیں چلا کہ اللہ نے اسے کیوں صحت دی ہے۔وہ جانور ہے اونٹ کی طرح کہ اسے پتہ نہیں چل سکا کہ اس کا گھٹنا کیوں باندھا ہے اور کیوں کھولا ہے۔ اس بیمار کو' اس بدبخت کو جو منافق ہے یہ احساس ہی نہیں کہ بیماری کیوں آئی اور یہ صحت کیوں ملی ؟ آدمی کو تو ہمیشہ جو اصلی سبب ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔اور اللہ نے قرآن میں اصول کے طور پر یہ بات بیان فرمائی۔

﴿ وَ مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [42:الشوریٰ:30] جو تکلیف تمھیں دنیا میں پہنچتی ہے۔ جو تکلیف تمھیں پہنچتی ہے وہ تمھارے عملوں کی وجہ سے ہی پہنچتی ہے۔ تمھاری بہت سی باتوں پر اللہ درگزر کرتا ہے کسی کسی بات پر پکڑ لیتا ہے لیکن جو بھی پکڑ آتی ہے وہ تمھارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ توجو مسلمان ہوگا' خوش قسمت ہوگا' سمجھ والا ہوگا' فوراً اللہ کی طرف جھکے گا' کہ یا اللہ! میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھ پر یہ تکلیف میرے اعمال کی وجہ سے ہی آئی ہے۔ اور جب اللہ معافی دے دے' دنیا کا علاج جو بھی ہو کروائے اگر اللہ کو شفاء مقصود ہوگی تو دے دے گا۔ اگر بیماری کو لمبا کرنا مقصود ہے تو اللہ بیماری کو لمبا کر دے گا۔ بیماری اللہ بھیجتا ہے' اپنی پکڑ کے لیے کہ پکڑ لو اس کم بخت کو' اچھا بھلا کتا' ٹھیک ٹھاک۔۔۔ لیکن نہ نماز اور نہ روزہ۔ پکڑ کر لٹا دیا' چارپائی پر بیمار پڑا ہے۔ گھر والے بھی سارے مصروف' پیسہ بھی لگ رہا ہے۔ اللہ میرا معاف کرے! بیماری کیا عجیب چیز ہے؟ پیسہ بھی جاتا ہے اور گھر والے بھی سارے پاگل ہو جاتے ہیں۔ ایک قسم کی قید ہے' دو چار رشتہ دار بھی دیکھ بھال میں لگ جاتے ہیں کتنا نقصان ہے؟ اگر کہا جائے کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لے' تو کہیں گے کیا کریں دکان چھوڑ دیں؟ یہ تو میں ایک منٹ کے لیے بھی بند نہیں کر سکتا۔ مجھے بالکل فرصت نہیں ہے۔ جب اللہ پکڑ لیتا ہے اسے بھی فرصت ہو گئی۔ اس کی بیوی کو بھی فرصت ہو گئی۔ اس کے رشتہ داروں کو بھی فرصت ہو گئی۔ سب کی لائن لگا دی۔ اب اللہ پوچھتا ہے کہ بتا تجھے فرصت ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی؟ تو جب اللہ پکڑتا ہے اس سبب سے کہ بندہ نافرمان ہے یا دوسری وجہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی' کہ میرا ایک بندہ نیک ہوتا ہے اور وہ نیکی کرتا ہے۔ اپنی ہمت کے مطابق نیک عمل کرتا ہے۔ جتنا اس کا قدم اٹھتا ہے' اس کے مطابق وہ نیکی کرتا ہے۔ لیکن اللہ اس کے کسی عمل کی وجہ سے بہت راضی ہوتا ہے۔ جیسے کہ ایک بچہ ہے' اس بچے سے استاد کو بڑی محبت ہے کہ یہ بچہ پڑھ جائے۔ بے چارہ استاد کتنا بھی چاہے وہ استاد کی منشا کے مطابق چل نہیں سکتا۔ اسی طرح ایک بندہ نیکی کرتا ہے' لیکن اس کی نیکی جو قدم ہے وہ اتنا لمبا نہیں۔ اتنا تیز

نہیں کہ وہ اعلیٰ درجے میں پہنچ جائے۔ اللہ اس پر بڑا مہربان ہے۔ کسی وجہ سے اللہ اس کو بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر وہ بیماری میں 'اپنی سی رفتار کے ساتھ' اپنی اسی ہمت کے ساتھ نہیں بھولتا۔ اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے۔ پھر اللہ اسے بیماری سے آزاد کر دیتا ہے۔ اسے بیماری سے رہائی دے دیتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے بندے! اگر میں تجھے صحت دیتا اور تو اپنی رفتار سے کام کرتا' تو تجھے وہ درجہ کبھی نصیب نہ ہوتا جو درجہ میں نے تجھے بیمار کر کے دے دیا۔ (رواہ احمد' ابوداؤد ' مشکوۃ ' کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض عن محمد بن خالد السلمی رضی اللہ عنہ) کیونکہ میں نے تجھے صحت کے ساتھ آزمایا' تو ٹھیک رہا' درمیانی چال سے چلتا رہا۔ اب میں نے تجھے بیمار کر دیا۔ تو نے اس بیماری میں بھی وہی چال رکھی۔ نیکی کا کام کرتا رہا۔ میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ اب تیری ڈویژن جو تھی وہ میں نے اونچی کر دی ہے۔ تو مومن کے لیے اگر وہ اللہ کو یاد کرنے والا ہے' جو تکلیف آتی ہے وہ اس کے درجات کی بلندی کا باعث بن جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ وہ جو تھوڑے بہت گناہ ہوتے ہیں ان کی دھلائی کا سبب بن جاتی ہے۔

میرے بھائیو! یہ ایک تصور ہے جو ایک مسلمان کے ذہن میں ہر وقت رہتا ہے کہ مجھے اللہ نے جسمانی طاقت دی ہے' مجھے ہی اللہ نے یہ اتنی دولت دی ہے' اس میں اللہ نے اپنا حصہ رکھا ہے۔ زکوٰۃ مقرر کی ہے جو چالیسواں حصہ ہے۔ اس مال میں سے جو فالتو ہے اور اس کی ضرورت سے زیادہ ہے۔ سب سے پہلے حق اس کا اپنا ہے پھر گھر کا ہے۔ چنانچہ ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ! میرے پاس پیسہ ہے' میں اسے کہاں خرچ کروں۔ فرمایا اپنے نفس پر خرچ کر۔ اس نے کہا یارسول اللہ اس سے زیادہ ہے' فرمایا اولاد پر خرچ کر' اس نے کہا یارسول اللہ اس کے علاوہ بھی ہے آپ نے فرمایا کہ پھر اس سے اللہ حصہ لے گا۔ یعنی زکوٰۃ (رواہ ابوداو' د النسائی' مشکوۃ کتاب الزکوۃ باب افضل الصدقۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ) آپ کو پتہ ہے کہ اللہ زکوٰۃ اس مال سے لیتا ہے' جس کو آپ کی کوٹھی میں

پڑے پڑے ایک سال گزر جائے۔ آپ نے اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اتنا وہ آپ کی ضرورت سے زائد ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرا حصہ نکال' اگر تو اسے خرچ کر لیتا' تیری ضرورت میں آجاتا' تو اپنی ذات پر خرچ کرتا' اپنی بیوی پر' اپنے بچوں پر خرچ کرتا' اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرتا تو میں تجھ سے ایک پائی نہ لیتا۔ لیکن تیرا یہ پیسہ وہ ہے کہ اس کو پڑے پڑے ایک سال گزر گیا ہے۔ اس کا چالیسواں حصہ مجھے دے دے' اب یہ تو ایک سودا ہے۔ ایک سمجھ والا مومن' یہ کہے گا کہ بھئی یہ مال اللہ کی مہربانی سے آیا ہے' تو وہ جو پہلا خرچ ہے اپنے آپ پر' اپنی بیوی بچوں پر' اپنے رشتہ داروں پر جو ضروری ہو وہ خرچ کرتا ہے۔ اس کے بعد زکوۃ دیتا ہے۔ پھر بھی اس کے پاس پیسہ بچ رہتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ یہ اللہ ہی نے مجھے دیا ہے۔ اب اللہ کا کام فلاں جگہ رکا ہوا ہے' وہاں ایک مسجد اڑی ہوئی ہے' وہاں پانی کی بہت قلت ہے۔ میرے محلے میں یتیم بچے ہیں' کوئی بیوہ عورت ہے' جن کی روزی اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ نے مجھے دیا ہے' اس کو سٹور کرنے کا کیا فائدہ؟ پھر وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے۔ جسے صدقہ کہہ لو' اپنی رغبت سے' اپنے دل کے شوق سے' وہ خرچ کرتا ہے۔ اللہ پھر دوستی بڑھاتا ہے۔ اور اس کا بہت یار بن جاتا ہے۔ بے تکلفی ہو جاتی ہے' یہ اللہ کا خاص بندہ ہے۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے جو آدمی صلہ رحمی کرتا ہے' لوگوں پر مال خرچ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں بھی برکت کرتا ہے اور اس کے مال میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ (متفق علیه ' مشکوة کتاب الآداب' باب البر والصلة عن انس رضی اللہ عنہ) اس کی عمر میں برکت کیسے ہوتی ہے؟ جب لوگوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ سارے ہی اللہ سے دعائیں کرتے ہیں کہ یا اللہ! ہمارے بچوں کو اس کی وجہ سے فائدہ پہنچا ہے' ہمارے رشتہ داروں کو اس کی وجہ سے فائدہ پہنچتا ہے' اور کتنے لوگوں کے کام اس سے ہوتے ہیں۔ اللہ اس بے چارے کو زندگی دے' اور جب اتنی درخواستیں اللہ کے پاس جاتی ہیں' پبلک کی طرف سے اتنی درخواستیں جاتی ہیں تو اللہ ان کو Consider کرتا ہے۔ اللہ اس کی عمر بڑھا دیتا ہے۔ جب وہ لوگوں پر عام پیسہ خرچ کرتا ہے۔ اصل روزی تو اللہ ہی ذمے ہے' اور جب کوئی بندہ یہ کام

کرتا ہے تو اللہ کہتا ہے اس ڈپو سے راشن زیادہ نکلتا ہے یہاں سپلائی بھی زیادہ ہی کرو۔ یہ لوگوں پر زیادہ خرچ کرتا اور اللہ اسے اور زیادہ دیتا ہے۔ یہ دنیا میں عام قانون ہے کہ یہ جو راشن ڈپو بن جاتے ہیں۔ یہاں سے کتنے کارڈ لے جاتے ہیں۔ سو کارڈ کا وہاں آٹا اور چینی دی جاتی ہے کسی ڈپو پر تین سو کا راشن آجاتا ہے۔ جو آدمی دس کو کھلاتا ہے' اللہ اس کو دس کا راشن دیتا ہے' جو اپنی طرف سے بیس کو کھلاتا ہے تو اللہ بیس کا راشن دیتا ہے۔ جو اس سے زیادہ کھلاتا ہے اللہ اس کو زیادہ سپلائی کرتا ہے۔ جو بہت بڑا ڈپو ہے جہاں سے لوگوں کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے تو اللہ وہاں بہت زیادہ دے دیتا ہے۔

میرے بھائیو! یہ دل بہلاوے کی باتیں نہیں ہیں۔ سوچ لو' روزی دینے والا کون ہے؟ روزی تجارت میں ہے یا زمینداری میں۔۔۔ کس چیز میں روزی ہے؟ اللہ اکبر۔۔۔! قرآن پڑھا کرو' اللہ قرآن میں کیا کہتا ہے؟ اللہ کہتا ہے' ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ﴾ [51:الذاریات:22] روزی تمھاری آسمان میں ہے۔ میرے قبضے میں۔ عزت اور ذلت' زندگی اور موت' تمام چیزیں اللہ کے قبضے میں ہیں۔ تو نتیجہ کیا نکلا؟ کہ بندہ اللہ کو کبھی نہ بھولے۔ لیکن ہم اللہ کو کبھی یاد نہیں کرتے۔ اب دیکھیے! پیسہ آپ کے ہاتھ میں آگیا' کوئی بے چارہ مصیبت زدہ جس کو دفتری کام تھا' وہ پیسے نکالتا ہے اور پیسے لے کر رشوت خور حرام خور چپکے سے جیب میں ڈال لیتا ہے۔ پہلے پہل تو پولیس کا ڈر ہوتا ہوگا کہ کوئی پولیس والا دیکھ نہ لے۔ کوئی اینٹی کرپشن والا چھاپا نہ مارلے۔ اب تو کھلم کھلا سارا کام ہوتا ہے۔ کوئی ڈر نہیں رہا' اللہ کا تو خیر ڈر پہلے بھی نہیں تھا۔ اب تو لوگوں کا ڈر بھی نہیں۔ رشوت اب کون نہیں لیتا۔ دیکھیے! مسئلہ بدل گیا ہے۔ پہلے تو رشوت بری ہوتی تھی۔ کام کر دیتا لیکن پیسے لینا برا سمجھتا تھا۔ لیکن آج کل رشوت کونسی بری چیز ہے۔ اب تو ایسے بھی ہوتا ہے کہ پیسے بھی لے لے اور کام بھی نہ کرے۔ اگر کام کر دے اور رشوت لے لے تو پھر وہ بہت شریف آدمی ٹھہرتا ہے۔ اس کی مثال یاد ہے جس طرح جو لڑکے' نوجوان پہلے بودے شودے رکھتے تھے' بال وغیرہ بنا لیتے تھے۔ آج سے پندرہ بیس سال پہلے' تو وہ ہمیں بے دین سے ماڈرن سے نظر آتے تھے۔ ہم

ان کو بے دین سمجھا کرتے تھے۔ کہ یہاں رشتہ وغیرہ نہیں کرنا۔ وہ تو بودے رکھتا ہے اور آج کل ہم نے جب وہ جنگل دیکھ لیے جو بھٹو ٹائپ ہیں۔۔ آگے بھی بال ادھر بال۔۔۔ وہ جنگلی سے۔۔۔ اب ہمیں وہ بودوں والے بڑے شریف نظر آتے ہیں۔ اس جنگل سے تو اچھا ہے۔ اسی طرح رشوت خور کام کرنے والا بھی ہمیں اچھا لگتا ہے۔ کہ چلو پیسے تو کھا لیے لیکن کام تو کر دیا۔۔۔ اب اچھے آدمی کا یہ معیار رہ گیا ہے۔

اللہ اکبر! جب برائی چلتی رہتی ہے تو چلتی رہتی ہے دل سے نفرت نکل جاتی ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں اللہ اکبر۔۔ کہ آدمی برائی کے قریب نہ جائے۔ اگر برائی کرتا ہی رہے' کرتا ہی رہے تو برائی کرنے والا کا دل اسے برائی تسلیم نہیں کرتا۔ وہ اسے اچھائی ہی سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اقدار بدلتی رہتی ہیں۔ حالات کے تحت زمانہ کے تحت۔ لوگوں کے ذوق کے تحت۔ لیکن مومن کا معیار' وہی پہلے والا ہے۔ کہ جب آپ نے پیسہ لیا' جیب میں ڈالا' مومن کے دل میں یہ ہو گا کہ اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ میں یہ پیسہ جیب میں ڈال رہا ہوں' یہ پیسہ میرے سرمائے میں جائے گا۔ میری بیوی کھائے گی' میری اولاد اسے کھائے گی' یہ جو پیسہ میری جیب میں ہے یہ ناجائز ہے۔ جو بھی کھائے گا حرام ہی کھائے گا۔ تو جو کھائے گا' وہ میری جان ہی نکالے گا۔ یاد رکھیے جو آدمی حرام کھلاتا ہے وہ اپنے بچوں کو' اپنی بیوی کو خود برباد کر رہا ہے کہ یہ باغی ہوں' سرکش ہوں' یہ نافرمان ہوں' ان کی عادتیں بگڑ جائیں۔ پھر نتیجہ یہی ہو گا کہ وہ بھی مرے اور یہ بھی مرا۔ اللہ اکبر۔۔! میرے بھائیو! اولاد سے اگر ہمدردی ہے' اگر آپ کو اولاد پیاری ہے تو کوشش کرو کہ اولاد کے منہ میں کوئی حرام کا دانہ نہ جائے۔ تم کہتے ہو' میرے بچوں کا سوٹ اچھا ہو' میرے بچوں کو لباس اچھا ہو۔ وہ دیکھنے میں اچھے نظر آئیں۔ تو یہ بد قسمتی ہے۔ آپ کو دیکھنا یہ چاہیے کہ میرا بچہ جو ہے سر سے پاؤں تک حلال سے پلا ہو۔ اور یاد رکھیے! جو حلال سے پلا ہو گا اس سے نیکی کی امید ہے۔ اس سے اچھائی کی امید ہے۔ وہ فرمانبردار ہو گا۔ اللہ کا بھی اور والدین کا بھی۔ جو حرام سے پلے گا وہ دوزخ کا ایندھن ہو گا۔ وہ ماں باپ کا بھی نافرمان ہو گا۔ اللہ کا بھی باغی ہو گا۔ اور نظام سارا خراب ہو جائے گا۔

میرے بھائیو! یہ کتنی بڑی بد قسمتی ہے۔ ہمارے جتنے ملازم طبقہ لوگ ہیں جائیداد

بناتے ہیں۔ دیکھ لو! جب میں ملازم نہیں تھا تو میرے پلے کچھ نہیں تھا۔ جب میں کہیں کلرک لگ گیا یا بابو لگ گیا اب اس کے دس سال بعد میری کتنی جائیداد بن گئی؟ اور بیس سال بعد اس سے کہیں گناہ بڑھ گئی۔ جب میں مر گیا کوٹھیاں میری' مربعے میرے' باغ میرے۔ اب اولاد کھا رہی ہے۔ حرام کھا رہی ہے۔ حرام کے کام کرے گی۔ والدین کیوں نہیں ڈرتے اور کیوں وہ اپنی اولاد کو تباہ کر رہے ہیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے ان کو دوزخ کی طرف دھکیل رہے ہیں۔

میرے بھائیو! خیر خواہی یہ ہے کہ اپنی اولاد کو کھلاؤ' حلال کھلاؤ' بے شک تھوڑا کھلاؤ۔ اللہ اسی میں برکت ڈال دے گا۔ اس سے تمھارا بیٹا اچھے کام کرے' تمھارا باغی نہیں ہوگا' اللہ کا بھی باغی نہیں ہوگا۔ اس کی دنیا بھی سکھ سے گزرے گی اور اس کی آخرت بھی اچھی ہو جائے گی۔ عقل مند اور بے وقوف میں یہی فرق ہے' بے عقل آدمی اپنی اولاد کو حرام کھلاتا ہے اور عقل والا اپنی اولاد کو حلال کھلاتا ہے۔ مومن ہمیشہ عقل والا ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں رکھتا۔ جو کچھ کمائے' حلال کمائے گا' خود کھائے گا' اپنے بچوں کھلائے گا' اپنی بیوی کو کھلائے گا۔ جو بچ جائے گا اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا۔ اللہ بھی راضی ہوگا' اور آدمی بھی پریشانیوں' بیماریوں اور آفتوں سے بچ جائے گا۔ زیادہ پیسہ بھی بڑی آفت ہے۔ اگر آپ اولاد کو زیادہ دے کر جائیں گے تو اولاد بگڑے گی۔ اولاد کو اتنا دے کر جاؤ کہ بے گھر نہ ہوں' لیکن خود محنت کر کے کھائیں مجھے یاد ہے' ہمارے والد صاحب کہا کرتے تھے' لوگوں کو زمین خریدنے کی بڑی عادت ہوتی ہے یہ خرید لو' ادھر خرید لو' ادھر کچھ بنا لو' لوگ جب ان سے کہتے کہ آپ بھی کچھ زمین خرید لیں تو وہ کہتے کہ مجھے باپ سے کون سی زمین ملی ہے؟ اللہ مجھے اچھی روزی دے رہا ہے۔ اور میری اولاد کا بھی یہی حال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ ان کو علم دے۔ روٹی کا ذمہ تو اللہ نے اپنے سر لیا ہوا ہے۔ علم کا ذمہ اللہ نے نہیں لیا' علم تو محنت کرنے سے آئے گا' تو دیکھ لو اللہ کا شکر ہے' میرے والد نے پوری کوشش سے مجھے پڑھایا۔ دو بہنیں تھیں' ان کو بھی پڑھایا۔ اللہ نے علم دیا' پیسہ بھی دیا' ایک پیسہ بھی والدین سے نہیں ملا۔ یہاں آ کر اتنا دیا کہ پہلے بھی اتنا نہ تھا' اب تو میں نے یہی سوچ رکھا ہے کہ جب دنیا

سے جاؤں تو میری اولاد کے پاس علم ہو' پیسہ بے شک نہ ہو۔ پیسہ علم کا خادم ہے' خود آ جائے گا۔ دنیا میں کام کرنے کے دو فیکٹر ہیں: دو بڑے ایجنٹ ہیں' دو بڑے عامل ہیں: ایک علم اور دوسرا پیسہ۔ دنیا ان دو پہیوں پر چلتی ہے۔ دولت جو ہے وہ علم کی نوکر ہے۔ اپنی اولاد کو علم دو۔ دولت تو خود بخود آئے گی۔ جتنی ضرورت ہوتی وہ خود بخود آ جائے گی۔ اپنی اولاد کو دولت کی خاطر علم حاصل نہ کرواؤ۔ اس طرح علم دولت کا غلام ہو جاتا ہے۔ علم کو بہت اونچا ہونا چاہیے۔ وہ دولت کا تابع نہ ہو' بلکہ دولت علم کی تابع ہو۔ آدمی دنیا میں حکمرانی وہ کرتا ہے جس کا معیار یہ ہو کہ علم اوپر ہو' دولت نیچے ہو۔ کسی مقام پر بھی علم کا مقصد دولت نہ ہو۔ جس علم کا مقصد دولت کمانا ہو وہ علم ذلت ہے۔ جو علم دولت کمانے کے لیے پڑھا جائے وہ انسان کو ذلیل کرتا ہے۔ اور جو علم انسانی خدمت کے لیے ہو' اونچے ارادے کے لیے ہو وہ علم دولت پر حکومت کرتا ہے۔ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا داؤ بتائیں' ایسا گر بتائیں کہ دنیادار میرے پیچھے پیچھے پھریں۔ دولت والے' کوٹھیوں والے' مربعوں والے میرے پیچھے پیچھے پھریں۔ فرمایا تو دنیا سے منہ موڑ لے' پیسے سے رغبت نہ رکھ۔ جتنے امیر ہیں سب تیرے غلام ہو جائیں گے۔ تیرے پیچھے پیچھے پھریں گے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ' مشکوۃ' کتاب الرقاق' عن سھل بن سعدؓ) یقین جانیں یہ بات آزما کر دیکھی ہے جو مولوی ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے لوگ اسکے ہاتھ پر تھوکتے ہیں اور وہ ذلیل بھی ہوتا ہے۔ اور جو آدمی بالکل ہاتھ نہیں کھولتا' کسی پیسے والے سے محبت نہیں کرتا' اس سے بے پرواہ رہتا ہے میں نے دیکھا ہے کہ امیر پیسہ لے کر پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ یہ اس علم کی قدر ہے۔ یہ اس چیز کی قدر ہے جو نبی ﷺ نے بیان کیا تھا۔

میرے بھائیو! یہ جمعہ ہے' میں وہ باتیں کر رہا ہوں جن کے بارے میں آپ کے ذہن میں ہوگا کہ یہ مولوی کہاں سے بول رہا ہے۔ زمانہ کیسا ہے اور باتیں کیسی ہیں۔ یہ زمانہ کوئی ایسی باتوں کا ہے؟ آج کل تو پیر کامل کونسا ہے؟ کہ کارخانہ دار اس کے پاس جائے اور جا کر کہے کہ حضور! سلام۔۔۔ وہ دعا دے دے' اس کا کارخانہ خوب ترقی کرے تو یہ پیر بڑا کامل ہے' بڑے بزرگ ہیں۔ کسی نے دعا کروائی' اتنی آمدنی ہوئی کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ کامل پیر

کے جانچنے کا معیار آج کل یہ ہے۔ لیکن حقیقت کیا ہے؟ صحیح آدمی وہ ہے جو جانچے' جو آدمی یہ نصیحت کرے کہ دولت کے پیچھے نہ پڑو بلکہ وہ اس کو بہت برا منائے۔ اور یہ کہو کہ زیادہ کمائی کے پیچھے نہ لگو۔ یہ بات لوگوں کو بری لگتی ہے۔ لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں بالکل حقیقت ہے۔ نبی ﷺ کو دیکھو بالکل سادہ زندگی ۔۔۔ دولت کتنی آتی تھی؟۔۔۔ مسجد میں ڈھیر لگ جاتا تھا۔ آپ وہیں سب کی سب تقسیم کر دیتے تھے۔ اب ہمارے ساتھی جو ہیں ان میں سے کوئی ادھر کی لالچ کرتا ہے اور کوئی ادھر کی لالچ کرتا ہے پھر بھی ہائے مر گئے' ہائے مر گئے' ہائے پیسہ ۔۔۔ ! میں نے دیکھا جتنی ادھر لاپرواہی ہو اتنا ہی پیسہ زیادہ آتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بتائی ہوئی بات ہے کہ اس پیسے سے منہ موڑو۔ پیسہ تمھارے پیچھے آئے گا اور اگر تم پیسے کے پیچھے دوڑو گے تو پچکاریں مارے گا' کبھی تمھاری آنکھ پر' کبھی تمھارے چہرے پر' کبھی تمھارے کپڑوں پر۔ تمھیں پلید کر دے گا۔ پیسے سے ہمیشہ دور رہو۔ تمھیں اللہ کی یاد زیادہ رہنی چاہیے۔ حضور ﷺ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! اتنا ہی دے کہ صبح و شام بس گزارا ہو جائے اور تو یاد رہے۔ (متفق علیہ' مشکوٰۃ کتاب الرقاق) دولت کا یہ خاصہ ہے کہ جب زیادہ آجاتی ہے تو اللہ یاد نہیں رہتا۔ اللہ فرشتوں سے پوچھے گا' اپنے نیک بندوں سے بھی پوچھے گا' جن کی آج لوگ پوجا کر رہے ہیں۔ اب گیارھویں والا پیر۔۔۔ اس کے نام سے کتنی آمدنی ہو رہی ہے' کیسا کاروبار چل رہا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ﴾ اللہ سب کو اکٹھا کرے گا ﴿ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴾ [34:السبا:40] پوچھے گا کہ کیا یہ تمھاری پوجا کرتے تھے؟ ﴿ أَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي ﴾ میرے بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا؟ وہ کہیں گے یا اللہ نہیں۔ ﴿ سُبْحَانَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ﴾ [34:السبا :41] اللہ تو پاک ہے' تو ہمارا دوست ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ تو نے ان کو کھلا چھوڑ دیا' تو نے ان کی پٹائی نہ کی۔ اگر تو ان کو رگڑے دیتا رہتا تو یہ کبھی بھی پیروں کو نہ مانتے۔ یہ جو آدمی پیروں وغیرہ کے پیچھے ادھر ادھر

ہاتھ پاؤں مارتے ہیں یہ کون ہوتے ہیں؟ جن کا کافی وقت گزر جاتا ہے' اللہ کی طرف سے کوئی عذاب نہیں آیا ہوتا۔ تو وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ دنیا کا یہ جتنا کاروبار چلتا ہے ان پیروں کی وجہ سے چلتا ہے۔ ان ہی کی دعاؤں سے چلتا ہے' اب بعض امیر لوگ ہیں جب ملتے ہیں تو کہتے ہیں مولانا دعا کیجیے کاروبار بڑا خراب ہے۔ یقین جانیں' میں ان کے لیے کبھی دعا نہیں کرتا۔ اگر مجھے ترس آ جائے تو میں اس پر یہی دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! اسے مسلمان بنا دے۔ اگر یہ مسلمان ہو گیا تو کاروبار کا کیا ہے خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر یہ بدبخت مسلمان نہ ہوا دنیا دار ہی رہا تو اس کے کاروبار پر لعنت ہے' اس کا کیا فائدہ ہے؟

میرے بھائیو! مسلمان بننے کی کوشش کرو' اگر آپ مسلمان بن گئے دنیا میں آپ کی عزت ہو گی اور آخرت بھی آپ کی سدھر جائے گی۔ اور اگر آپ مسلمان نہ ہوئے' اور یہ کہتے رہے کہ جی! ہم تو خاندانی مسلمان ہیں' پکے مسلمان ہیں' رجسٹرڈ مسلمان ہیں۔ میرے بھائیو! آدمی نام سے ہی مسلمان نہیں ہو جاتا کہ عبداللہ نام رکھ لیا اور مسلمان ہو گیا' یا ختنے کروا لیے اور مسلمان ہو گیا۔ مسلمان اسے کہتے ہیں جسے اللہ یاد رہے۔ جسے جب گناہ کا وقت آئے تو ایسے لگے جیسے اللہ اس کے سامنے کھڑا ہے۔ جس طرح جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو مجبور کیا کوٹھڑی بند کر دی' تالے لگا دیے' جب سب طرف سے اطمینان کر لیا' تو کہنے لگی ﴿ هَيْتَ لَكَ﴾ [12:یوسف :23] اب یہاں کوئی نہیں ہے' تالے لگے ہوئے ہیں' کسی قسم کا ڈر نہیں۔ یوسف علیہ السلام بڑے پریشان ہو گئے کہ حالات بڑے سنگین ہیں اب کیا کروں۔ میں عجیب الجھن میں پھنس گیا ہوں۔ زلیخا سمجھی ابھی یہ تیار ہو رہا ہے' اپنے ذہن کو تیار کر رہا ہے' اب ہم کام کریں گے۔ تو زلیخا نے کہا ﴿ هَيْتَ لَكَ﴾ آ آ جا۔۔۔ ہم اپنا کام کریں۔ وہ سوچنے لگے' چپ ہو گئے۔ سوچا اب تو میں دوڑ بھی نہیں سکتا۔ تالے لگے ہوئے ہیں' کسی طرف کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا' اگر وہاں ایسے ہی کھڑے رہے تو کب تک؟ اللہ نے قرآن میں فرمایا ﴿ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾ [12:یوسف:24] وہ تو عزم کیے بیٹھی تھی' وہ تو تیار بیٹھی

تھی' کہہ رہی تھی۔ ﴿ هَيْتَ لَكَ ﴾ مگر آپ اپنے چکروں میں پڑے ہوئے تھے کہ میں کیا کروں؟ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی کشش و پنج میں ہوتا ہے کہ اب کیا فیصلہ کروں؟ کس طرح جان چھوٹے۔

اللہ فرماتے ہیں ﴿ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ﴾ اگر وہ اپنے رب کی دلیل کو نہ دیکھ لیتے تو الجھ جاتے۔ موقع ہی ایسا تھا۔ دلیل کیا تھی؟ یہی کہ دیکھ اگر تو نے یہ کام کر دیا' تو ادھر سے تیرا نام خارج ہو جائے گا۔ اور دوسری طرف نام داخل ہو جائے گا۔ باپ سامنے آ گیا جیسے کہہ رہا ہو۔ کہ بیٹا دیکھنا' نبیوں کا خاندان ہے اگر یہ کام تو نے کر لیا تو نام کٹ جائے گا۔ تو ہمیشہ کے لیے اس قدر گر جائے گا کہ پھر تیرا کوئی مقام نہیں رہے گا۔ پس سوچ لیا' خواہ کچھ بھی ہو یہ کام نہیں کرنا۔ وہ ہاتھ ڈالنے لگی' اب یہ بھاگ پڑے' اللہ پر توکل کیا۔ توکل ایمان کو کہتے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام نے ذہن کو پختہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے' یہ کام نہیں کرنا۔ دروازے بند ہیں' ناامیدی ہے' لیکن پھر دوڑ پڑے۔ تو اللہ نے کہا تو چل سہی' میں دروازے نہ کھولوں تو مجھے اللہ کون کہے؟ جونہی بھاگے' تالے خود بخود کھلتے چلے گئے۔ جیسے کسی نے پہلے ہی کھول رکھے ہیں۔ اصل میں ہمارا اللہ پر ایمان ہی نہیں ہے۔ جب بندہ پختہ عزم کر لیتا ہے تو میرے بھائیو! اللہ کو کوئی چیز آڑے نہیں آسکتی۔ دیکھ لو اللہ نے یوسف علیہ السلام کے توکل پر ان کے ایمان پر' کیسی کارروائی کی؟ کتنا زبردست کام اللہ نے کیا۔ پہلے یوسف علیہ السلام ٹھہرے ہوئے ہیں' باتیں کر رہے ہیں' پھر چپ ہو گئے۔ طے کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو یہ کام نہیں کرنا۔ دیکھ لو اللہ نے کیا کارروائی کی؟ تو دیکھ لو اللہ نے کیا کارروائی کی سب تالے کھول دیے۔ ورنہ اگر خود کنڈی بھی کھولنا ہو تو کھولتے کھولتے کچھ دیر لگتی ہے۔ تو دیکھیے اللہ تعالیٰ نے تالے بھی ختم کر دیے' دروازے بھی کھل گئے۔ تو جب بندہ اللہ سے پوری یاری لگا لیتا ہے برائی سے بچنے کا عزم کر لیتا ہے۔ کہ اے اللہ مجھے بچا' میں تیرا بندہ ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ اسی طرح اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ دیکھ لو' موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر فرعون سے بچانے کے لیے بھاگ دوڑے۔ ڈر کے مارے رات کو نکلے تھے۔ فرعون پھر

بھی پیچھے چل نکلا' موسیٰ علیہ السلام آگے آگے جا رہے ہیں۔ آگے سمندر آ گیا' کوئی کہتا ہے وہ بحر قلزم تھا کوئی کہتا ہے دریائے نیل تھا۔۔۔ دریا کا پاٹ بھی بہت بڑا تھا۔ اب ڈر گئے کہ اب کیا بنے گا۔ فرعون کے فوجی سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتے آ رہے تھے۔ آگے قدرتی سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے ایسی کوئی فوج نہیں جو دھڑا دھڑ پل بنا دے۔ اب کیا کریں؟ اللہ پر بھروسہ کر کے چلے تھے۔ قوم کہنے لگی ۔۔۔ ﴿ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴾ [26:الشعراء:61] موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے کہ اے موسیٰ! اب مارے گئے۔ ہم تیرے کہنے پر نہ لگتے تو اچھا تھا۔ وقت تو گزر ہی رہا تھا' خواہ مار ہی کھا رہے تھے۔ اب تو تھوک کے حساب سے ٹھکائی ہو گی۔ دیکھ لو فرعون اور اس کا لشکر کس طرح آ رہا ہے۔ اب کیا بنے گا؟ دیکھ لو' موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے ﴿ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴾ اب ہم پکڑے گئے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایمان دیکھو' حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح بولے ﴿ قَالَ كَلَّا ﴾ ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ اللہ میرا دوست ہے۔ بے شک آگے سمندر ہو پیچھے فرعون ہو' ﴿ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ ﴾ [26:الشعراء:62] میرا رب میرے ساتھ ہے' وہ دور نہیں ہے۔ ﴿ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴾ ضرور کوئی راستہ پیدا کرے گا۔ اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام چلتے گئے' ادھر فرعون پیچھا کرتا آیا۔ جب عین سمندر کے کنارے پہنچ گئے تو اللہ فرماتے ہیں ﴿ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ﴾ اب دیکھو کتنی دیر لگتی ہے۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی۔ ﴿ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ﴾ [26:الشعراء:63] کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔ جونہی لاٹھی ماری سارے سمندر کا پانی کھڑا ہو گیا۔ راستہ بن گیا' اس طرح اللہ نے مدد کی کہ اب وہ جوتے سمیت کپڑوں کے پائنچے بھی نہیں چڑھائے' زمین بالکل خشک' اس سے پار نکل گئے۔ فرعون بد قسمت نے بھی دیکھ لیا

کہ یہ اللہ پر بھروسہ کرنے والا ہے۔ کس طرح پار نکل گیا اور میں گھوڑوں پر بھروسے کرنے والا ہوں۔ اب فرعون رکنے لگا کہ میں تعاقب نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے میرے لیے اللہ اس پانی کو چھوڑ کر مجھے مار دے۔ لیکن اللہ نے کہا' اگر میں تجھے نہ پکڑوں تو مجھے اللہ کون کہے گا؟ وہی سمندر جو موسیٰ علیہ السلام کے لیے جرنیلی سڑک بنا تیری موت بنے گا۔ اب وہ رکنے لگا تو اللہ نے کہا کہ رکنا کیسے؟ فرشتوں کو پیچھے لگا دیا۔ مار مار کر دھکیل کر سب کو آگے کر دیا۔ اب وہ بھی داخل ہو گئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کہنی لگی کہ اے موسیٰ لاٹھی مار تا کہ دریا چلنے لگ جائے۔ فرعون پیچھے نہ آجائے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ﴾ [44:الدخان :24] اے موسیٰ دریا کو نہیں چھیڑنا۔ ہم اپنا کام کریں گے۔ اس کو یونہی رکا رہنے دے۔ جب سارے دریا کے اندر پہنچ گئے۔ اب اس کے بعد لاٹھی چھوڑ دے اور لاٹھی مار۔ وہ جو پہاڑوں کی طرح پانی کھڑا تھا بس ریلا آیا' پوری فوج۔۔۔ سب کے سب بہا کر اللہ نے صاف کر دیے۔ میرے بھائیو! یہ قرآن کی باتیں ہیں۔ یہ اللہ نے اس لیے بیان کی ہیں کہ میرے بندے مجھ پر ایمان لائیں۔ مجھ پر اعتماد کریں۔ مجھے اپنا سہارا بنائیں۔ وہ کتنے بدبخت ہیں جو زندہ کو چھوڑ کر مردوں کو سہارا بناتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا حال ہے۔ دیکھ لو! دن رات ہائے پیرا! ہائے پیران پیرا! دستگیرا! دن رات یہی رٹ لگائی جا رہی ہے۔ کہاں جی! وہ تو مر گئے۔ یہی سب کا انجام ہے۔ اب کوئی پوچھے تیرا پیر دستگیر کہاں گیا؟ جی! وہ تو مر گیا۔ اب سوچیں تو سہی یہ کیسا ایمان ہے۔ اللہ کا معاملہ بالکل واضح ہے۔ لیکن مسلمان پھر بھی ڈوبا ہوا ہے۔ اسی لیے اللہ کہتا ہے ﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ﴾ لوگو! اگر بھروسہ کرنا ہے تو اس زندہ پر کرو۔ ﴿ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ﴾ [2:البقرة:255] جس کو کبھی اونگھ نہ آئے اور نہ نیند۔ موت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر ہم اللہ کو ماننے والے مسلمانوں کی بدقسمتی کا یہ حال کہ اللہ کو بالکل ہی بھلا دیا ہے۔ مسلمان کون ہوتا ہے؟ اسے یاد کرو' اپنے بچوں سے بھی پوچھا کرو۔ مسلمان وہ ہے جسے اللہ یاد رہے' خصوصاً گناہ کے وقت۔۔۔ جیسے یوسف علیہ السلام کو دیکھ لو کس چیز نے ان کو بچایا؟ اللہ کی یاد نے۔ موسیٰ علیہ

السلام کو بھی اللہ کی یاد ہی کام آئی۔ ہمیں بھی اللہ ہی کو یاد رکھنا چاہیے۔ اور اللہ کو یاد رکھنے والا ہی مسلمان ہوتا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

خطبہ ثانی

دوست دعا کے لیے کہتے ہیں کہ فلاں بیمار ہے' اس کے لیے دعا کرو۔ فلاں بیمار ہے اس کے لیے دعا کرو۔ میں آپ سے عرض کردوں' ایسے ہی ہماری ساری باتیں نرالی سی ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بیمار ہو تو اس کے لیے دعا کرنا چاہیے یا اللہ! اسے ہدایت دے دے۔ اپنی زندگی میں یہ اچھے کام کر جائے۔ اگر یہ خیال ہی نہ ہو کہ نیک ہو جائے۔ بس کہتے ہیں کہ جی! دعا کرو کہ وہ تندرست ہو جائے۔ مگر اگر وہ بے دین ہے' تو دعا کرنے کا کیا فائدہ؟ جتنی لمبی عمر ہو گی اتنی عمر ہی وہ مصیبت میں رہے گا۔ کسی کی کتنی لمبی عمر ہو' وہ برے کام کرتا رہے' اتنی دیر ہی وہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔ اگر وہ جلدی مر جائے' تو اس پر بیماری کا بوجھ تو کم ہو گیا' گھر والوں کے لیے بھی کچھ نہ کچھ سہولت ہو گئی۔ حدیث میں آتا ہے آپ ایک بیمار کی عیادت کے لیے گئے تو آپ نے اس کے لیے دعا کی یا اللہ تو اسے صحت دے دے۔ جیسے یہ دشمنوں کو نشانہ بناتا تھا آئندہ بھی اس طرح ان کو نشانہ بناتا رہے۔ (رواہ ابوداؤد- مشکوۃ' کتاب الجنائز' باب عیادۃ المریض والثواب المرض عن عبداللہ بن عمرؓ) یعنی وہ مجاہد قسم کا آدمی تھا۔ جہاد کرتا تھا۔ کافروں کو نیزوں پر چڑھا دیتا تھا' یہ بہت بڑی نیکی تھی۔ آپ نے اس کے لیے ایسی ہی دعا کی۔ اور ہم دعا کرتے ہیں اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ اس کے اندر کوئی نیکی کا بھی پہلو ہو۔ ہم دعا اس طرح کرتے ہیں کہ یا اللہ! اسے اولاد دے دے' عمر والی اولاد دے دے۔ لیکن یہ نہیں کہتے کہ یا اللہ! اس کو ایمان والی اولاد دے دے۔ ویسے یہ بات بڑی سخت ہے' عام لوگوں کو پسند نہیں آتی۔ لیکن جب ایمان میں بس جائے تو یہی بات سب سے پیاری ہے۔ دیکھیے آپ کی اولاد ہے'

قرآن مجید میں بھی حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ایک بچہ کھیل رہا ہے' حضرت خضر نے اس بچے کو پکڑ کر مار دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کر دیا کہ تو بھی عجیب آدمی ہے۔ اللہ کے بندے ! وہ معصوم اور بے گناہ بچہ تھا جسے تو نے مار دیا ہے۔ یہ کتنا برا کام ہے ؟ خیر وہ تو تین باتیں تھیں۔ جب تینوں باتیں ختم ہو گئیں تو انھوں بتایا کہ یہ کام میں نے کیوں کیا ہے ؟ اس لیے کہ اللہ کے علم کے مطابق بچہ بہت برا تھا' اگر اس کو عمر ملتی تو یہ برے ہی کام کرتا رہتا۔ والدین اس کی محبت میں الجھے رہتے۔ اور اس کا ساتھ دیتے رہتے۔ اس طرح وہ بھی گناہ گار ہو جاتے۔ کیونکہ برے آدمی کا جو ساتھی ہوتا ہے وہ گناہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ اس لیے میں نے یہ کام کیا ہے۔ اس سے آپ کو یہ حقیقت نظر آئے گی کہ اگر اللہ اولاد دے تو نیک دے۔ اگر ہمارے بیمار تندرست ہو جائیں تو کس لیے ؟ اس لیے کہ وہ کوئی نیک کا کام کریں۔ اگر وہ گندہ ہے اور اس نے گندے ہی کام کرنے ہیں تو اس کے لیے دعا کا کیا فائدہ ؟ اس واسطے کہ وہ زندہ رہے اور برائیاں کرتا رہے ؟ اگر دعا کرنی ہے تو اس کے لیے نیکی کی دعا کرو کہ یا اللہ ! اس کو زندگی دے تاکہ یہ کوئی نیکی کا کام کرے۔ اگر اس نے نیکی کے کام نہیں کرنے تو اس کا مر جانا ہی بہتر ہے۔ یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ آپ اپنی اولاد کے لیے بھی دعا کیا کریں کہ یا اللہ ! اگر تیرے علم میں ہے کہ اس میں خیر ہے' اس میں بھلائی ہے' یہ اچھے کام کرے گا' تو مجھے ایسی اولاد دے دے یا بیمار ہے تو اس کو صحت دے دے۔ یا اللہ ! اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ یہ میرے لیے فتنہ کا باعث بنے گا' اس نے برائی ہی کرنی ہے تو اس کے لیے بھی اور میرے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ تو اس کو اٹھا لے۔ یہ دراصل اس آدمی کی بات ہے' جس کی اللہ کے ساتھ بنی ہوئی ہے۔ اس کو اولاد اتنی پیاری نہیں ہوتی جتنا اس کو اللہ سے پیار ہے۔ وہ کسی کے ساتھ بگڑ جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ بس اللہ کے ساتھ نہ بگڑے۔ کوئی اللہ کا مخالف' نافرمان ہو تو وہ اس سے دوستی نہیں لگاتا کہ اللہ ناراض ہو جائے گا۔ تو اس لیے یہ بات میں نے آپ سے عرض کی ہے۔ کہ دعا کرتے وقت اپنے لیے' کسی دوست کے لیے' کسی رشتہ دار کے لیے اس چیز کو ضرور ملحوظ رکھیں' اس کی نیکی کا پہلو آپ کے سامنے رہے۔ اس طرح سے اگر کوئی آدمی آپ سے مال کے لیے کہتا ہے کہ کاروبار بڑا

خراب ہے آپ دعا کریں' تو آپ یہ ضرور دیکھیں کہ اس کے کاروبار سے اگر اسلام کو فائدہ پہنچتا ہے تو اس کے کاروبار کے لیے دعا کر دیں کہ یااللہ! یہ تیرا نیک بندہ ہے' تیرے دین کو سہارا دیتا ہے' تیرے دین کے لیے پیسے خرچ کرتا ہے۔ یااللہ اس کا کاروبار سیٹ کر دے' اگر وہ پہلے بھی لوگوں کا خون چوستا تھا اس کے بعد بھی وہ یہی کرے گا تو اس کے لیے بالکل دعا نہیں کرنا چاہیے۔ اس کو ٹرخا دیا جائے' ورنہ آپ کا معاملہ اللہ کے ساتھ خراب ہو جائے گا۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ۔۔۔

خطبہ نمبر32

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٍ وَ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلاَلَۃٍ وَ کُلَّ ضَلاَلَۃٍ فِی النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلاَ مُمْسِکَ لَھَاۚ وَمَا یُمْسِکْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ ؕ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ؕ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ ۖ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ﴾

[الفاطر:35-2:3]

میرے بھائیو! ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اللہ کو پہچانیں' بندے کو جتنی اللہ کی معرفت ہوتی جاتی ہے' اتنا ہی اس کا نور بڑھتا جاتا ہے' اس کا سینہ کھلتا جاتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کی' جذب کرنے کی صلاحیت اس کے اندر پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اللہ سے وہی لوگ دور ہوتے ہیں جن کی اللہ کے بارے میں معرفت بہت کم ہوتی ہے۔

شرک وہ کرتا ہے جو اللہ کو نہیں جانتا' اللہ کو نہیں پہچانتا۔ ورنہ جو اللہ کو پہچان لے' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ شرک کرے۔ آج جو مسلمان شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں' کتنے فرقے آپ کو نظر آتے ہیں' سارے کے سارے شرک میں مبتلا ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ کی معرفت نہیں ہے۔

ایک صحابی ؓ کا بیان ہے کہ مجھے قرآن مجید کی تین آیتوں نے دنیا سے بے نیاز کر دیا' ان آیات میں سے ایک آیت وہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے۔ ﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ﴾ اللہ اگر کسی پر کوئی رحمت کرنا چاہے' اپنا فضل کرنا چاہے تو ساری دنیا اکٹھی ہو کر روکے' تو روک نہیں سکتے۔ وہ چیز اس کو مل کر رہے گی۔ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ ﴾ اور جب اللہ نہ دینا چاہے سارا جہان مل کر بھی کوشش کرے تو وہ چیز اس کو کبھی نہیں ملتی۔ یہ اللہ کی شان ہے' اس کی قدرت ہے' یہ اس کی طاقت ہے' ﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ ﴾ [10:یونس :107] اگر اللہ تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں' کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں۔ ﴿ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ﴾ اور اگر اللہ تجھے کوئی فضل پہنچانا چاہے' کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو اس فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اور پھر یہ تیسری آیت ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ [11:ھود:6] کوئی جاندار زمین میں ایسا نہیں ہے۔ چرند پرند' درند' انسان' فرشتے۔۔۔ اللہ کہتا ہے کہ ہر ایک کی روزی میرے ذمے ہے۔ صحابی ؓ فرماتے ہیں کہ ان تین آیات نے مجھے دنیا سے بے نیاز کر دیا۔ (اشرف الحواشی ص 265 حاشیہ 6 بحوالہ فتح القدیر شوکانی) اور مجھے اللہ کی معرفت ہو گئی ہے۔ اب میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ نہ کسی سے امید رکھتا ہوں۔ تدبیر کی حد تک کام کرتا ہوں جو مجھ سے ہو سکتا ہے۔ ورنہ پھر وہ سے کا معاملہ جہاں تک

ہے اللہ کے سوا کسی پر نہیں ہے۔

میرے بھائیو! ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا یہ سارا نظام از خود چل رہا ہے' خود بخود دن نکل آتا ہے اور پھر رات آجاتی ہے۔ یہ سب اپنے آپ ہی چلتے پھرتے ہیں۔ ہمارا ذہن اس رب کی طرف کم ہی آتا ہے کہ وہ ایسا مدبر ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ جب چاہے روک سکتا ہے' اللہ ایک حاکم ہے' جو قادر قدیر ہے۔ جو ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی حکم کرتا ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ﴾ [5:المائدۃ:1] جو وہ چاہتا ہے وہی حکم کرتا ہے' اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اللہ کی طرف ہماری توجہ بہت کم جاتی ہے۔ اگر اللہ کی طرف ہماری توجہ ہو جائے تو پھر انسان جیسے جیسے اللہ کو پہچانے گا' ویسے ہی اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو گی۔

یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو بھیجا' ایک چکر وہ پہلے لگا آئے تھے' بنیامین کو یعقوب علیہ السلام نے روک لیا تھا جو یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے۔ یعقوب علیہ السلام کے مختلف بیویوں سے بارہ بیٹے تھے۔ ایک بیوی سے یہ دو بیٹے تھے' یوسف علیہ السلام اور بنیامین۔ بنیامین چھوٹے تھے اور یوسف علیہ السلام بڑے تھے۔ اور یہ بارہ میں سے دس بڑے تھے۔ یوسف اور بنیامین سب سے چھوٹے تھے۔ وہ دس بھائی جو تھے غلہ لینے کے لیے مصر کی طرف گئے۔ بنیامین کو یعقوب علیہ السلام نے روک لیا۔ تو ان کو یوسف علیہ السلام نے غلہ دے دیا۔ اس لیے کہ وہاں ان کی ہی چلتی تھی۔ لیکن کہہ دیا کہ آئندہ جب تم آؤ اور بنیامین جو تمھارے بقول تمھارا بھائی ہے' جسے تم گھر چھوڑ آئے ہو اگر تم سچے ہو کہ وہ بھی تمھارا ایک بھائی ہے اور تم اس کو ساتھ لے کر نہ آئے تو تمھیں غلہ وغیرہ نہیں ملے گا' بالکل محروم جاؤ گے۔ خیر انھوں نے جا کر باپ کو رضامند کر لیا کہ آئندہ ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ بھیجیے! وہاں کا حاکم بہت اچھا ہے' وہ ہمارا بڑا ہمدرد اور خیر خواہ ہے' وہ ہم سے بہت اچھی طرح پیش آیا۔ لیکن اس نے ایک شرط لگائی ہے کہ چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر آنا' ورنہ غلہ نہیں ملے گا۔ یوسف علیہ السلام کا اپنا ارادہ یہ تھا کہ یہ میرے بڑے بھائی' بہت ظالم ہیں' مجھے

پتہ ہے جو انھوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے' میرے چھوٹے بھائی کے ساتھ بھی یہ ایسا ہی سلوک کرتے ہوں گے۔ باپ بوڑھا ہے وہ کوئی خاص نگرانی نہیں کر سکتا' جب جی چاہے اسے ٹھکانے لگادیں گے۔ اس لیے انھوں نے چاہا کہ وہ کسی بہانے میرے پاس آجائے تو خیر وہ بنیامین کو ساتھ لے کر چل نکلے۔

اب یعقوب علیہ السلام ان کو بھیجتے ہیں اور ان کو ایک نصیحت کرتے ہیں ﴿وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ﴾

بیٹو! اب تم جا رہے ہو' گیارہ ہو' ایک تو علاقہ شام کا وہاں کے لوگ بہت خوبصورت ہوتے ہیں' قد و قامت بھی ان کے بہت اچھے' گیارہ کے گیارہ ایک ہی رنگ کے' ایک ہی شکل و صورت' ایک ہی باپ کے بیٹے'۔۔۔ جب کوئی دیکھے گا کہ یہ تو تصویریں ہیں' ایک ہی طرح کے گیارہ کے گیارہ ہیں۔ جس کے یہ بیٹے ہوں گے وہ کتنا خوش قسمت ہوگا' لوگوں کے دل میں طرح طرح کے خیال آسکتے ہیں۔ تو نظر بد کے ڈر سے یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب تم وہاں جاؤ تو ایک ہی دروازے سے نہ گزرنا' کچھ کسی دروازے سے گزر جانا کچھ کسی دروازے سے۔۔۔ دو چار ادھر سے اور دو چار ادھر سے ہو کر گزر جانا۔ دل میں یہ خیال کہ کہیں نظر نہ لگ جائے۔ یہ تو یعقوب علیہ السلام کی تدبیر تھی۔ لیکن اللہ کو کیا منظور ہے؟ اللہ جو چاہتا ہے' وہی ہو کر رہتا ہے' یہ اپنی جگہ پر ہے کہ ہمیں تدبیر کا حکم ہے۔ لیکن تقدیر پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے۔ بعض لوگ صوفی ٹائپ کے جن کو تاؤ زیادہ لگ جاتا ہے وہ سرے سے تدبیر ہی نہیں کرتے۔ کہ جو ہونا ہے وہ ہو جائے گا۔ اللہ پر ایسا بھروسہ کرتے ہیں کہ ہاتھ تک ہلانا چھوڑ دیتے ہیں۔ کہ بس جی جو اللہ کو منظور ہوگا ہو کر ہی رہے گا۔ یہ بھی جہالت ہے۔ اور سرے سے یہ کہنا کہ بندہ جو کرتا ہے وہ خود کرتا ہے' اپنی تقدیر آپ بناتا ہے' جیسے شاعر بھڑیں مارتے ہیں' یہ بھی بالکل غلط ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ تدبیر کی حد تک کام کرے' لیکن تدبیر پر بھروسہ نہ کرے۔ یہ عقیدہ رکھے کہ اس تدبیر میں کوئی تاثیر پیدا ہو جائے' یہ اللہ ہی کا کام ہے۔ وہ چاہے گا تو اس میں تاثیر پیدا کر دے گا۔ اگر نہیں چاہے گا تو جو

اس کو منظور ہو گا وہی ہو گا۔ کیونکہ مجھے کام کرنے کا حکم ہے 'ہاتھ ہلانے کا' ہمت اور محنت کرنے کا۔۔۔ یہ کام تو میں کروں گا' باقی جو اللہ کو منظور ہے وہی ہو گا۔ تو یعقوب علیہ السلام لوگوں کی نظر بد سے ڈرتے ہوئے' یہی تدبیر کرتے ہیں' کہ بیٹوں کو اکٹھا داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے' بلکہ کہتے ہیں کہ علیحدہ علیحدہ ہو کر جانا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں ﴿ وَ مَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ﴾ میں اللہ کی تقدیر سے تمھیں نہیں بچا سکتا۔ یہ نہ سمجھنا کہ باپ کی اس تدبیر سے اب ہمیں کچھ نہیں ہو سکتا۔ میری تدبیر' میری نصیحت تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی' اگر اللہ نہ چاہے۔ یہ کون کہہ رہا ہے؟ نبی۔۔۔ جو ہزاروں انبیاء کا باپ ہے' ہزاروں نبی اس کی پشت سے نکلے ہیں۔ اور یہاں فقیروں کی باتیں' دیکھ لو' یہ جو جاہل اور بے وقوف لوگ ہیں' پیروں کو ماننے والے ہیں۔ یہ تذکرۃ الاولیاء جیسی خرافات اور گند اور بکواس سے بھری ہوئی باتیں سنتے اور پڑھتے ہیں۔ یہ دیکھ لو نبی ہوتے ہوئے بھی جن کی تعریف اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کرتا ہے۔ ﴿ وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ ﴾[2:البقرۃ:132] یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کتنے مرتبے والے نبی۔۔۔ نصیحت کیسی کرتے ہیں' کہ بیٹا! مختلف دروازوں سے ہو کر جانا ۔۔۔ ایک دروازے سے نہ جانا ﴿ وَ مَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ﴾ مگر جو اللہ کی طرف سے تقدیر ہو گی وہ تو ہو کر ہی رہے گی۔ میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی تکلیف کو نہیں روک سکتا۔ ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ سب کائنات میں چلتی صرف اسی کی ہے۔ ﴿ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾[12:یوسف:67] اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا ہے۔ تدبیریں کرو' محنت کرو' لیکن بھروسہ اللہ پر ہی کرنا ہے۔ ہو گا وہی جو اللہ کو منظور ہے۔ کرنے والا فعال جو ہے وہ اللہ ہے۔

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' آپ نے اس کو دور سے آتے ہوئے دیکھا وہ اونٹ پر آرہا تھا' پھر اندر داخل ہو گیا' آپ نے فرمایا تو تو اونٹ پر آرہا تھا وہ اونٹ کہاں ہے؟

یارسول اللہ ﷺ میں نے باہر چھوڑ دیا ہے۔ اس کا گھٹنا وغیرہ باندھ بھی دیا ہے اور پھر اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بہت اچھا بھروسہ ہے۔ (جامع الترمذی' کتاب صفة القيامة والرقاع و الورع عن مغيره بن ابى صره الدوسى)
حفاظت کا پورا انتظام کرلے' پھر کہہ دے کہ اللہ کے سپرد ہے۔ تو ہاتھ بھی نہ ہلائے' اور کچھ کرے بھی نہ اور یہ کہہ دے کہ اللہ کے سپرد ہے۔ یہ بات بھی ٹھیک نہیں۔

صبح کی نماز پڑھی' مسجد میں بیٹھے ہیں' وظیفے کرتے جا رہے ہیں' بھئی کوئی ناشتے واشتے کا انتظام کرو' گھر جا کر کوئی سودا لا کر دو۔ اجی! نہیں جو روزی لکھی ہے وہ مل جائے گی' چپکے سے بیٹھے رہو۔ اب اگر اتفاق سے کسی نے دیکھ لیا کہ یہ جو مسجد میں بیٹھا ہے اس نے روٹی لا کر دے دی۔ اور یہ کہتا ہے کہ دیکھانا آگئی روٹی۔۔۔ اس لیے کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ملنی ہے تو مل کر ہی رہے گی۔ یہ بے وقوفی ہے کوئی عقل مندی نہیں ہے۔ اب تمھیں ثواب لینا ہے تو صبح کی نماز پڑھو' ذکر واذکار کرو' پھر اشراق کی نماز پڑھو' اس کے بعد گھر جاؤ۔ کوئی کام کاج کرو' اپنی ضروریات کی چیزیں خریدو۔ یہ سب کچھ کرنا درست ہے' لیکن اگر دل میں یہ ہو کہ میں نے ہاتھ نہیں ہلانا' روٹی جو اللہ کو منظور ہوگی وہ مل جائے گی۔ یہ بھی نہ سوچو کہ میری کوشش سے یہ کام ہو' میری محنت سے یہ کام ہوگا۔ محنت کرنا فرض ہے' لیکن دینا نہ دینا' اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی بات' جب بیان کر دی اور یعقوب علیہ السلام نے نصیحت بھی کر دی اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ تدبیر پر بھروسہ نہ کرنا۔ ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ اب سارے بیٹے شہر میں داخل ہو گئے۔ انھیں جا کر یوسف علیہ السلام کا مہمان ٹھہرنا تھا۔ ادھر یوسف علیہ السلام کی نیت پہلے ہی یہ تھی کہ اپنے بھائی بنیامین کو روکنا ہے۔ انھوں نے ترکیب یہ کی کہ دو دو کر کے ایک جگہ پر ٹھہرایا۔ فلاں کمرے میں دو چلے جاؤ' دوسرے میں دو' تیسرے میں بھی دو۔ اس طرح سب دو دو ہو کر اپنے اپنے کمروں میں پہنچ گئے۔ اس طرح بنیامین اکیلا بچ گیا۔ اس کے بارے میں کہہ دیا کہ اس کا میں خود انتظام کرتا ہوں۔ اس کو اپنے پاس لے گئے اور ساتھ کہا کہ تم یہاں رہو۔ اگر اپنے بھائیوں سے یہ

کہتے کہ تم یہاں رہو اور یہ اکیلا میرے ساتھ رہے گا تو خواہ مخواہ انھیں شبہ پڑ جاتا' بہت عقل مند تھے' دانا تھے۔ بڑی تدبیر سے کام لیا' دو دو کو ایک ایک جگہ ٹھہرایا' پھر کہنے لگے کہ بھئی! یہ چھوٹا اکیلا رہ گیا ہے۔ اس کو ہم اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ وہ بھی مطمئن ہو گئے کہ ہاں جی! بات ٹھیک ہے۔ جونہی وہ اکیلا ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ آگیا تو آپ نے اسے بتادیا کہ میں تیرا بڑا بھائی یوسف ہوں اور تو بنیامین ہے۔ کچھ اس نے باتیں بھی بتائی ہوں گی کہ میرے بھائی میرے ساتھ یہ یہ سلوک کرتے رہے ہیں۔ ساتھ یہ بھی کہا ہو گا' کہ انھوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تھا تو تیرے ساتھ ایسا ہی کرنا تھا۔ ساری بات چیت ہو گئی۔ پھر اس سے کہا کہ میں تجھے جانے نہیں دوں گا۔ وہ پوچھتا ہو گا کہ آپ مجھے کیسے روکیں گے' تو انھوں نے کہا ہو گا کہ میں تیرے ساتھ یہ تدبیر کروں گا کہ جب تیرا سامان تیار کرواؤں گا تو تیرے سامان میں سرکاری ماپ کو وہ پیالہ جس سے غلہ تولتے ہیں وہ تیرے سامان میں رکھ دوں گا۔ جب تم چل پڑو گے تو میں کہہ دوں گا کہ اجی! ہمارا کچھ سامان چوری ہو گیا ہے' مل نہیں رہا' اس لیے ہم آپ کی تلاشی لے رہے ہیں۔ چنانچہ اپنے چھوٹے بھائی سے صلاح مشورہ کر کے اس کی مرضی سے پیالہ اس کے سامان میں رکھ دیا اور ان کو رخصت کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ لوگ بھیج دیے جنھوں نے جا کر کہا ﴿ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴾ اے قافلے والو! تم تو چور ہو۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور انھوں نے کہا ﴿ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّا ذَا تَفْقِدُوْنَ ﴾ [12:یوسف:71] کیا گم ہو گیا ہے؟ کہنے لگے۔ ﴿ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ ﴾ کہنے لگے کہ بادشاہ کا سرکاری پیالہ گم ہو گیا ہے۔ ﴿ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ ﴾ اب جو اس پیالے کو لائے گا' اس کو ایک اونٹ کا غلہ جو ہے میں وہ لا کر دوں گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ ان کو یہ لالچ بھی ہو گیا کہ تلاشی دینے کے لیے تیار ہو جائیں کہ ہم چور نہیں ہیں۔ نہ ہم نے یہ کام کیا ہے۔ پیالہ آخر مل ہی جائے گا۔ ہمیں غلہ مل جائے گا' تو خیر انھوں نے اوروں کے سامان کی تلاشی پہلے کی۔

اگر چھوٹتے ہی بنیامین کے سامان میں سے وہ پیالہ نکال لیتے' تو شبہ پڑ جاتا کہ یہ تو پہلے سے ہی سازباز کی ہوئی ہے۔ گٹھ جوڑ ہوا ہے' نورا کشتی ہے۔ پہلے دوسروں کا اور پھر اس کا ان کو ہمت ہوئی کہ دس تو فارغ ہو گئے۔ ان کے پاس سے کچھ نہیں نکلا تو اس کے پاس سے کیا نکلے گا؟ مطمئن ہو گئے لیکن جب اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس کے سامان میں سے پیالہ نکل آیا۔ تلاشی سے پہلے یوسف علیہ السلام کہنے لگے کہ اگر پیالہ تمھارے پاس سے نکل آیا تو پھر کیا سزا ہے ؟ کیونکہ قانون کا اختلاف۔ جہاں یوسف علیہ السلام حکمران تھے وہاں کا قانون یہ تھا کہ جب چور پکڑا جائے' اس کی پٹائی کی جائے' خوب مرمت کی جائے' اس کو سزا دی جائے' لیکن یعقوب علیہ السلام کے علاقے کا قانون یہ تھا کہ جس کے پاس سے چوری کا مال بر آمد ہو جاتا وہ ایک سال کے لیے مال کا جو مالک ہے اس کا غلام رہے۔ وہ اس کو ایک سال کے لیے اپنے پاس رکھ لے۔ چنانچہ انھوں نے ان سے پوچھ لیا کہ اجی! کیا سزا ہو گی؟ انھوں نے جواب دیا کہ سزا یہ ہے کہ جو چور نکلے اس کو غلام بنالو۔ ہمارے ہاں تو یہی قانون ہے' یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کہنے لگے۔ یوسف علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے کہ اگر میں نے اپنا قانون استعمال کیا تو میں اسے روک نہیں سکوں گا۔ چنانچہ طے ہو گیا کہ فیصلہ تمھارے قانون کے مطابق کیا جائے گا۔ اور پھر بنیامین کے سامان میں سے وہ پیالہ نکل آیا تو انھوں نے روک لیا۔ اب لگے منت کرنے' خوشامد کرنے' کہ باپ بوڑھا ہے' یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا۔ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لو۔ ہم اسکی جگہ غلامی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴾ توبہ! توبہ! میں یہ غلط کام کر سکتا ہوں؟ چور کوئی ہو اور میں کسی اور کو پکڑوں۔ میں تو اسی کو پکڑوں گا۔ لہذا روک لیے۔ جب آئے تھے تو گیارہ تھے اب جا رہے ہیں تو دس ہیں۔ تدبیر یہ تھی کہ کہیں نظر بد نہ لگ جائے۔ جیسے تم جا رہے ہو ویسے ہی تم ٹھیک ٹھاک گھر واپس آجاؤ۔ وہ اپنی تدبیر پوری کر لی لیکن گیارہ کے دس رہ گئے۔ اب یعقوب علیہ السلام کے لیے بھی اور جو دوسرے باقی بچے تھے ان کے لیے بھی یہ بہت بڑی بات بن گئی۔ انھوں نے کہا کہ یہ بڑا عجیب معاملہ ہو گیا ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے یہ ساری بات قرآن مجید میں بیان کی۔ اور اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام کی تعریف اس طرح کرتے ہیں ﴿ وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ﴾ جب وہ اس جگہ سے داخل ہوئے جہاں سے باپ نے کہا تھا ﴿ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ وہ اللہ کی تقدیر کو تو نہیں روک سکتا۔ ﴿ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ﴾ مگر یعقوب علیہ السلام کے دل میں ایک آرزو تھی جو انھوں پوری کرلی کہ میرے بچوں کو نظر نہ لگ جائے۔ انھوں نے اپنی تدبیر پوری کرلی۔ مگر جو میری تقدیر تھی اس کو یعقوب علیہ السلام کی تدبیر روک نہیں سکتی تھی۔ اب اللہ فرماتے ہیں' ﴿ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ ﴾ یعقوب بڑا عالم تھا۔ اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام کی تعریف کرتے ہیں۔ ﴿ لِمَا عَلَّمْنٰهُ ﴾ ہم نے اس کو پڑھایا تھا' ہم نے اس کو سکھایا تھا' وہ میرا نبی تھا۔ ﴿ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ انھیں پتہ ہی نہیں ہوتا۔ دیکھو نا۔۔۔ یعقوب علیہ السلام نے تدبیر بتائی' نظر بد کے لیے علاج تجویز کیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ میرے کہنے سے کچھ نہ ہوگا۔ ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہوگا۔ تدبیر بھی کررہے ہیں' اور اس حقیقت کو بھی بیان کررہے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام کی تعریف کرتے ہیں کہ دیکھو میرا نبی کتنا علم والا تھا۔

اب ہمارے لیے بھی یہی ہے کہ ہم دنیا میں محنت کریں' کام کریں' سامان مہیا کریں' جنگ کے لیے اسلحہ تیار کریں' بندے تیار کریں۔ اور یہ کہیں کہ پھونک سے اڑا دو' یہ بے وقوفی کی بات ہے کہ پھونک مارو تو سب کچھ اڑ جائے گا۔ اجی! ہونا جو ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ اپنی تیاری' اپنا انتظام سب کچھ کرو کرلو۔۔۔ پھر اس کے بعد اللہ پر بھروسہ کرو' چنانچہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا تھا یا اللہ! تیرہ سال مکے کی زندگی' دو سال مدینے کی کوششیں' پندرہ سال لگ گئے۔ اتنے عرصے میں ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہوئی

ہے۔ فتح اور شکست تو میرے اللہ تیرے ہاتھ میں ہے' میں تو اپنی پونجی لے کر میدان میں آ گیا ہوں اب تو جانے اور تیرا کام جانے۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر سورہ انفال) تو مسلمان کو ہمیشہ یہی سوچنا چاہیے اور یہی کرنا چاہیے۔

نظر لگ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نظر بد کے بارے میں فرمایا'

﴿ وَ اِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِہِمۡ ﴾ [68:القلم:51]

اے نبی! کافر تجھے ایسے اپنی نظروں سے گھور گھور کر دیکھتے ہیں گویا کہ وہ تجھے کھڑے کھڑے گرا دیں۔ اب نظر کی تفسیر بہت ہے۔ حدیث میں آتا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظر بد ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اگر تقدیر سے ٹکر لینے والی کوئی چیز ہوتی تو وہ نظر بد ہی ہوتی۔ ایک صحابی غسل کر رہے تھے' نہانے کے لیے کپڑے اتارے' تو کسی آدمی نے ان کو دیکھ لیا' ان کے قدو قامت اور جسم کو دیکھ کر کہا کہ دیکھو کیسا سڈول جسم ہے' کیسا ٹھوس جسم ہے۔ یہ دیکھ کر اس کی نظر لگ گئی۔ اور وہ صحابی ایسے جیسے ماہی بے آب۔۔۔ یعنی مچھلی جو پانی سے باہر تڑپتی ہے ایسے تڑپنے لگ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع پہنچی کہ آپ کا وہ بڑا اچھا صحابی اس کا تو یہ حال ہو رہا ہے۔ آپ آئے تو آپ نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی۔ وہ بتانے لگے کہ بس ایک آدمی یہاں سے گزرا تھا۔ وہ یہاں کھڑا ہوا اور چلا گیا' بس اس کے جاتے ہی ایسے ہو گیا۔ آپ نے اس کو بلایا۔ اور اس کو وضو کروایا' ہاتھ پاؤں دھلائے' خصوصاً یہ نچلا دھڑ ہے اس میں سے پانی بہا کر وہ سارا پانی برتن میں قابو کر کے حضرت سھل بن حنیف پر ڈالا۔ اسی وقت آناً فاناً ٹھیک ہو گئے۔

(رواہ ابن ماجۃ کتاب الطب باب العین عن ابی امامۃ ؓ سھل بن حنیف ؓ)۔

نظر بد کے لیے دعائیں بھی ہیں۔ قرآن مجید کی آیات بھی ہیں' لیکن اگر معلوم ہو تو اس کا یہ علاج ٹھیک ہے۔ جس کی نظر لگی ہو' اور بعض دفعہ اپنی ہی نظر لگ جاتی ہے۔ اس لیے آدمی جب اپنے بچے کو دیکھے' اپنی کسی چیز کو دیکھے تو مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

پڑھے۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچا کر رکھتے ہیں۔ لیکن اگر نظر لگ جائے' اور شبہ ہو کہ یہ فلاں کی نظر لگی ہے تو اسے وضو کروا کے اس کے جسم پر سے پانی پھیر کر' جس کو نظر لگی ہے اس پر سے یہ پانی بہادیا جائے تو اللہ تعالیٰ شفا دے دیتے ہیں۔

تو خیر بات دور چلی گئی' میں یہ بیان کرنا چاہتا تھا کہ ہمیں اللہ کی تقدیر اور اللہ کے کنٹرول کو ماننا چاہیے۔ تقدیر کیا ہے؟ تقدیر اللہ کا علم ہے جو اس نے کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے لکھ دیا تھا۔ جو کچھ دنیا میں ہونے والا تھا وہ اللہ نے پہلے سے لکھ دیا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ تقدیر کے بارے میں کبھی بحث نہ کرو۔ ایک دفعہ آپ آئے اور صحابہ تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلی قومیں تباہ ہی اس لیے ہوئی تھیں کہ انھوں نے تقدیر میں بحث شروع کر دی تھی۔ تم بھی یہ کام کرنے لگ گئے۔ آپ نے ان کو ڈانٹا۔ (رواہ الترمذی ' مشکوۃ کتاب الایمان' باب الایمان بالقدر فصل ثانی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ) یہ بھی یاد رکھیں کہ جس بندے نے کبھی تقدیر کے بارے بحث نہیں کی اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ حساب والا معاملہ بھی آسان کر دے گا۔ (رواہ ابن ماجۃ ' مشکوۃ ' کتاب الایمان باب الایمان بالقدر فصل ثالث عن عائشۃ رضی اللہ عنہا) کیونکہ تقدیر پر بحث کرو تو اللہ تعالیٰ پر حرف آتا ہے۔ کیونکہ تقدیر کے بعد نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اللہ معاذ اللہ! ظالم ہے۔ بندے کا کیا قصور ہے؟ جب اس نے لکھ دیا کہ ہونا تو یہ ہے' پھر میرا کیا قصور ہے؟ پھر اللہ ہی کا قصور ہوا؟ اب جس منطق سے اللہ کو قصوروار ٹھہرائے وہ بات کب ٹھیک ہو سکتی ہے۔ تو اس لیے اس سلسلے میں انسان کو کبھی بات نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن بعض بے دین کج بحث لوگ ایسے ہیں کہ وہ بحث ہی اس سلسلہ میں کرتے ہیں۔ سمجھنے کے لیے کہ یہ بات کہ تقدیر کیا ہے؟ تقدیر اللہ کا علم ہے جو اللہ نے کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے لکھ دیا۔ فرض کر لو اگر تعالیٰ کچھ نہ لکھتا اور دنیا کو چالو کر دیتا۔ دنیا ختم ہو جاتی تو ساری ڈائری مرتب کر لیتا فرق تو کچھ نہ ہوتا۔ پہلے اور بعد کے لکھے ہوئے میں فرق تو کچھ نہ ہوتا۔ لیکن پھر اعتراض کوئی نہ ہوتا۔ پہلے لکھ دینے سے یہ

فائدہ ہے کہ اس سے اللہ کے علم کا کمال ظاہر ہے۔

جیسے آپ کسی (Over Seer) جو کہ تعمیرات کے ماہر ہوتے ہیں ان سے کہیں کہ مجھے اس قسم کی ایک کوٹھی بنانا یا اس قسم کا مکان بنوانا ہے۔ اس میں اتنے کمرے ہوں' اس قسم کے ہوں' اور یہ ہو' وہ ہو۔۔۔ آپ مجھے اندازہ بتائیں کہ کتنا خرچہ ہوگا؟ وہ آپ کو بتائے کہ اس پر دو' تین یا چار لاکھ لاگت آئے گی۔ آپ اندازہ کر کے اتنی رقم مہیا کر کے شروع کر دیتے ہیں۔ چلو اندازہ ہی ہے نا۔۔۔ دس ہزار کم یا دس ہزار زیادہ ہو۔ جب آپ نے مکان بنا لیا تو دیکھو واقعہ جتنا اس نے بنایا تھا پائی پائی اتنی ہی خرچ ہوئی۔ اس نے جتنی رقم بتائی تھی بالکل اتنی ہی رقم خرچ ہوئی۔ بھئی! واہ! بڑا کمال اندازہ ہے اس کا؟ دیکھو میں نے اس کو بتایا تھا کہ میرے مکان کا ڈیزائن یہ ہے' میں اس قسم کا مکان بنانا چاہتا ہوں' مجھے اندازہ بتائیں۔ اس نے ایسا اندازہ لگایا کہ ایک پائی کا بھی فرق نہیں پڑا اور کمال کر دیا۔ اور اگر آپ کہیں کہ میں نے مکان بنایا ہے' اتنا خرچ ہو گیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہاں بھئی! اتنا تو خرچ ہونا ہی تھا اس میں کمال کی کیا بات ہے؟

یہ تقدیر اللہ کا علم ہے جو اللہ نے کائنات کو شروع کرنے سے پہلے لکھ دیا ہے۔ اب اللہ نے یہ نہیں لکھا کہ بندہ یہ کرے۔ اللہ نے یہ لکھا ہے کہ ایسا ہوگا' یہ ہوگا' وہ ہوگا۔ ایسے ہوگا۔ ہر بندے کے بارے میں کہ یہ کام ہوگا۔ وہ اس طرح کرے گا۔ اس طرح سے اس کی موت آئے گی۔ یہ نیکیاں کرے گا' یہ یہ برائیاں کرے گا۔ تقدیر غلط نہیں ہو سکتی۔ لیکن تقدیر بندے کو مجبور نہیں کرتی۔ اگر تقدیر بندے کو مجبور کرے تو پھر بندہ بے قصور اور اللہ قصور وار۔ اگر تقدیر بندے کو مجبور کرے' تو بندہ وہی کام کرے گا جو اللہ نے لکھا ہے۔ یہ تقدیر مجبور کرتی ہے تو پھر سارا قصور اللہ کا ٹھہرتا ہے اور بندہ جو ہے وہ بے قصور ٹھہرتا ہے۔ حقیقت کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے بندے کو ارادہ دیا ہے۔ آپ دیکھیں میں بول رہا ہوں' اس لیے بول رہا ہوں کہ اللہ نے لکھا ہے کہ تو کھڑا ہو کر بولے گا۔ میں تو اس خیال سے کہ آج جمعہ ہے چلو میں گھر پر ہوں' جمعہ میں پڑھا دوں۔ اب یہ بات موزوں ہے' لوگ آئے ہوئے ہیں' یہ بات مجھے کہنی چاہیے۔ لیکن جب میں غور کرتا ہوں کہ تقدیر میں لکھا ہوا ہے یہ' یہ باتیں

کرے گا۔ لیکن جب میں کہنے لگا تو اس لیے نہیں کہ تقدیر نے مجھے مجبور کیا بلکہ ارادہ کے تحت سوچ کر کہ یہ چیز بہتر ہے اور یہ بہتر نہیں میں کہہ رہا ہوں اور وہ تقدیر کے مطابق ہوتی جارہی ہے۔ مثال سے سمجھیے ایک آدمی ہے جس کو رعشہ کی بیماری ہے' وہ ہاتھ ہلاتا رہتا ہے۔ وہ تو بے چارہ اس کی بیماری کی وجہ سے مجبور ہے۔ اور اگر کوئی اچھا بھلا آدمی یوں کرنا شروع کردے تو لوگ کہیں گے کہ بڑا بد تمیز ہے' شرم نہیں آتی' منہ پہ داڑھی ہے' دیکھنے کو تو شریف لگتا ہے اور ایسی حرکتیں کرتا ہے۔ اب اگر بیماری کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو اسے کوئی بھی نہیں کہے گا اور اگر ارادتاً شرارت کے طور پر ایسا کرتا ہے تو ہر ایک اس کو برا کہے گا۔ اب ان دونوں حرکتوں میں آپ نے فرق سمجھا۔ بالکل یہی معاملہ ادھر بھی ہے۔ آپ گیند پھینکتے ہیں جب تک پچھلی فورس کام کرتی ہے گیند جارہی ہے' جب پچھلی فورس ختم ہو جائے گی تو گیند جا کر گر جائے گی۔ اب وہاں پڑی ہو گی جب تک پیچھے سے دھکیلا جارہا تھا وہ چل رہی تھی اور جب نہیں دھکیلا گیا تو وہ کھڑی ہو گئی۔ آگے حرکت نہیں ہے۔ اگر بندہ مجبور ہو' اللہ طاقت سے' زبردستی سے اس سے کام کروا رہا ہو تو پھر واقعتاً بندے کا کوئی قصور نہیں اور اللہ قصور وار ہے۔ اور اگر بندہ ارادہ سے مثلاً آپ بیٹھے ہیں اور اٹھ کھڑے ہوں۔ ارے بھئی! آپ کیوں کھڑے ہوئے ؟ یہ کہیں گے کہ بھئی! تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا؟ کبھی نہیں کہیں گے۔ بلکہ کہیں گے کہ مجھے پیشاب آیا تھا اس لیے اٹھا ہوں' یا مجھے کوئی ضرورت تھی اس لیے اٹھا ہوں' آپ اس کے اسباب پیدا کریں گے' بیان کریں گے اور اس کی توجیہ کریں گے یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا' میں اس لیے اٹھا ہوں۔۔۔۔ یہ تقدیر کا فکر لو تو محض خواہ مخواہ کی ایک شرارت ہوتی ہے جو آدمی کج بحثی میں آکر کرتا ہے۔ ورنہ میں نے جو آپ کو پوائنٹ بتائے ہیں آدمی کے سمجھنے کے لیے یہ کافی ہیں۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ تقدیر سے مراد اللہ کی قدرت اور طاقت ہے اور اللہ کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اللہ کا علم کبھی غلط ہوتا ہے۔

تقدیر کیا ہے ؟ تقدیر اللہ کا علم ہے' جو اللہ نے واقعات سے پہلے' چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے لکھ دیا ہے اور سب اسی کے مطابق وقوع میں آرہا ہے۔ وہ تقدیر بندے کو

مجبور نہیں کرتی البتہ تقدیر سے انسان کا ایمان درست ہو جاتا ہے۔ اس کا غرور اور تکبر ٹوٹ جاتا ہے' انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجھے اللہ سے پناہ مانگنا چاہیے' اس سے مدد مانگنی چاہیے اور ہمیشہ صحیح ارادہ کے تحت کام کرنا چاہیے۔

میرے بھائیو! اپنے ایمان کو درست کرنے کے لیے یہ سمجھ لیں کہ اللہ کی جزا و سزا کا اصول کیا ہے؟ بندہ کس حد تک مکلف ہے۔ بندہ کس حد تک قابل گرفت ہے۔ جس حد تک اس کے ارادہ کا دخل ہے' اگر اس کا ارادہ نہیں ہے' تو وہ مجرم بھی نہیں ٹھہرتا اور اگر اس کا ارادہ ہے تو وہ مجرم ٹھہرتا ہے۔ اب دیکھو! کسی آدمی کی موت کا وقت آگیا۔ آپ نے گولی ماردی اور وہ مر گیا۔ اس کی موت کا وقت آگیا تھا۔ آپ نے گولی ماردی' آپ کو پھانسی دی جائے گی۔ آپ کو قتل کیا جائے گا۔ اب اگر آپ یہ کہیں کہ یا اللہ! میں نے اس کو گولی ماری اس کا وقت آگیا تھا۔ اللہ کہے گا ہاں وقت آگیا تھا۔ اب بندہ کہے کہ یا اللہ! تو نے اسے مارنا تھا' میں نے یہ کام کردیا' میں نے یہ تیرا کام کیا ہے۔ اب مجھے اس کا معاوضہ دے۔ مجھے اس کا اجر دے۔ لیکن اللہ کیا کہے گا؟ تو اجر مانگتا ہے' میں تجھے قتل کی سزا دوں گا۔ اب بندہ کہے کہ یا اللہ! جب لکھا ہوا تھا' اس کا وہ وقت مقرر تھا۔ وہ ایک لحہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا تھا تو میرا کیا قصور تھا۔ اللہ کہے گا: تو بتا کیا تجھے معلوم تھا کہ اس کا وقت آگیا ہے' اور تو نے اسے اس لیے مارا ہے بلکہ تو نے تو اسے اس لیے مارا ہے کہ تجھے اس کے پاس پیسے نظر آرہے تھے۔ تو اس کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ اس کے پیچھے بہت دنوں سے لگا ہوا تھا کہ میں اس کو شوٹ کردوں گا۔ جب تو نے مارا تو تیرا اپنا ارادہ تھا۔ تو نے اپنے مفاد کے تحت' اپنے ارادے کے تحت تو نے یہ کام کیا ہے۔ اور اپنی دشمنی نکالی ہے۔ تجھے کیا معلوم تھا کہ اس کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ اس کا وقت آگیا ہے۔ دیکھو مطابقت دونوں میں ہو رہی ہے۔ خدا کی تقدیر اور بندے کے فعل میں مطابقت ہے۔ لیکن جو بندہ ہے' وہ قابل سزا ہے۔ اس کو اپنے کام کی سزا ملے گی اور تقدیر اللہ کی لکھی ہوئی ہے اور وہ پوری ہوگئی۔

تدبیر انسان کو کرنی چاہیے لیکن بھروسہ ہمیشہ اللہ پر کرنا چاہیے۔ کبھی اپنے وسائل اور ذرائع پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ خدا کی ہستی اور اس کے وجود کا بندے کو یقین ہی

اس وقت ہوتا ہے جب کبھی ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ بندے کی ساری کوششیں ناکام اور فیل ہو جاتی ہیں۔ اور اللہ کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اب یہ الیکشن کا وقت دیکھ لیں۔ الیکشن ہوا ہے' تو سب کو اللہ یاد آ گیا۔ بے نظیر تک کو بھی اللہ یاد آ گیا۔۔۔ ہیں۔۔۔ کمال ہو گیا۔۔۔ یہ کیا ہو گیا۔۔۔ وہ کیا ہو گیا۔۔۔ ہم تو کچھ سوچتے تھے اور یہ تو کچھ اور بن گیا۔ جب بندے کی اپنی کوششیں اور امیدیں فیل ہو جائیں اور نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلے تو کمال یہ ہے کہ نہ نواز شریف کو یہ امید تھی کہ ایسی بڑی کامیابی ہو گی نہ بے نظیر کو یہ خیال تھا کہ بے نظیر کو ایسی بری شکست ہو گی۔ نواز شریف سمجھتے ہوں گے کہ چلو شاید اس دفعہ ہماری کامیابی ہو جائے۔ اور بے نظیر کو خیال تھا کہ شاید تھوڑا بہت نقصان ہو جائے۔ لیکن یہ کہ جھاڑو ہی پھر جائے یہ صرف اللہ کا کام ہے۔ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ کی موجودگی کا کیا ثبوت ہے۔ انھوں نے کہا یہ ثبوت ہے کہ بندہ بعض دفعہ پورے انتظامات' سب اسباب مہیا کر لیتا ہے' لیکن کام پھر بھی نہیں ہوتا۔ تو بندے کو پھر یہ لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ضرور کوئی ایسی طاقت موجود ہے جو فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

میرے بھائیو! اللہ کو پہچانو! میں اس لیے یہ عرض کرتا ہوں کہ جس آدمی نے اللہ کو پہچان لیا وہ کبھی شرک نہیں کرتا۔ اب یہ دیکھو بریلوی مشرک ہیں۔۔۔ اس قدر شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔۔۔ شیعہ اور دوسرے تیسرے سارے ہی جسے بھی دیکھ لو سب مشرک ہیں۔ یہ کیوں؟ صرف اس لیے کہ اللہ کی پہچان نہیں۔ اگر اللہ کی پہچان ہو تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ بندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے۔ اب دیکھیں لوگ بزرگوں کو مانتے ہیں کہ جی! وہ بہت کرنی والے ہیں۔ دیکھو جی! میرے اولاد نہیں ہوتی تھی بیس سال شادی ہوئے گزر گئے لیکن اولاد نہیں ہوتی تھی۔ بڑے علاج کروائے' مولویوں سے دم وغیرہ بھی کروائے۔ ڈاکٹروں کے پاس بہت پھرے۔ بڑی خاک چھانی۔۔۔ بس جی! کسی نے بتادیا کہ فلاں مزار پر چلے جا۔ وہاں گیا' دیکھو! فٹافٹ اللہ نے لڑکا دے دیا۔ میں نے اس کا نام "پیراں دتہ" رکھا ہے۔ یہ کون سوچ سکتا ہے؟ وہی جو بالکل بے وقوف ہے۔ ورنہ سوچیں روحوں کا خزانہ اللہ کے قبضے میں ہے۔ روحیں جتنی بھی

دنیا میں آنے والی ہیں ان کا سٹور اللہ کے پاس ہے۔ اسکے تالے کی چابی اللہ کے پاس ہے۔ وہ سب اللہ کے قبضے میں ہے۔ اب کون ہے جو تالا توڑ کر وہاں سے روحوں کو کھینچ لائے۔ اور پھر ماں کے پیٹ میں بچے کا تیار ہونا۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔! دیکھو! ایک قطرہ ہوتا ہے' جس سے آنکھیں بنتی ہیں۔ آنکھیں کیا چیز ہیں؟ کتنی نفیس اور کتنی لطیف چیز ہیں۔ پھر کان کا پردہ۔ پھر زبان' کیسا نرم سا گوشت ہوتا ہے' گدگدا سا۔۔۔! جو چکھتی ہے اور محسوس کرتی ہے۔ ایک جسم میں کیسی کیسی تبدیلیاں ہوتی ہیں؟ یہ سب کون کرتا ہے؟ کسی فقیر کا ہاتھ ان تک پہنچتا ہے؟ یہ سب کارخانہ اللہ کا ہے۔ اس میں جو عمل ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ روح اللہ ڈالتا ہے' جسم اللہ تعالیٰ تیار کرتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کتنا بڑا بچہ ہوتا ہے' ہم اسے کیسے باہر نکالتے ہیں؟ ﴿ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ﴾ [80: عبس :20] کیسے ہم بچے کو باہر نکالتے ہیں؟ یہ لوگ دیکھتے نہیں۔ یہ سب میرا کام ہے۔ پھر بچے کو کیسے پالتے ہیں' یہ میرا کام ہے۔ لیکن نام رکھتے ہیں پیراں دتہ۔۔۔ کہ یہ پیر نے دیا ہے۔ پیر نے کیا چیز بنائی تھی؟ آنکھ بنائی' ناک بنائی یا اس کا کان بنایا۔ اسکا چہرہ بنایا' اس کا جسم بنایا' اس میں روح ڈالی؟ پیر نے کیا کیا؟ کہاں پیر کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا ﴾ [35:الفاطر:40] مجھے دکھاؤ تو سہی اس نے کیا کیا؟

انھوں نے کیا بنایا ہے؟ دیکھو کتنا بڑا چیلنج ہے؟ ﴿ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا ﴾ انھوں نے کیا بنایا ہے؟ جب تم کسی جگہ انگلی نہیں رکھ سکتے کہ یہ چیز فلاں نے پیدا کی ہے۔ تو پھر تمھیں شرم نہیں آتی کہ تم یہ کہو کہ یہ پیراں دتہ ہے۔ دینے والا میں ہوں' بنانے والا میں ہوں اور تم کہتے ہو کہ یہ فلاں نے کام کیا ہے؟ یہ کس قدر ناشکری ہے کہ نعمتیں اللہ کی کھاؤ اور گن کسی اور کے گاؤ۔ ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ ﴾ اے لوگو! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تمھیں دے رکھی ہیں۔ ﴿ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ ﴾ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے؟ چلو تم نے نام تو پیراں دتہ رکھ دیا' اب روزی کون دیتا ہے؟ ﴿ مَنْ

یَرۡزُقُکُمۡ مِنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضَ ﴾ تمھیں کون روزی دیتا ہے؟ اس بیج کو تم اناج کھلاؤ گے۔ کون اگاتا ہے؟ پانی کہاں سے آتا ہے؟ زمین میں تم بیج ڈالتے ہو لیکن ﴿ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَہٗ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ﴾ [56:الواقعة:64] تم اس کو اگاتے ہو کہ میں اگاتا ہوں۔ تم اس فصل کو اگاتے ہو یا میں اگاتا ہوں؟ اب اس کو دودھ ملتا ہے۔ دیکھو حیرانگی ہوتی ہے۔ جانور دودھ دیتا ہے۔ بھینس ہے گائے ہے، بھینس نہ ملے، دودھ میں نکالنے لگا، بڑی کوشش کی نہ ملی۔۔۔ مجھے غصہ آیا، میں نے اس کے چڈے پر چھڑی ماردی، وہ ڈر گئی، وہ کھڑی ہو گئی۔ تھنوں سے خون آنے لگا۔ چیر کر دیکھ لو تو خون ہے، اور نکالو تو دودھ ہے۔ یعنی کیسے وہ دودھ خون میں بدل جاتا ہے، یہ کام کون کرتا ہے؟ یہ کسی پیر کا کام ہے؟ اسی لیے اللہ کہتا ہے ﴿ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ﴾ مجھے دکھاؤ انھوں نے کیا چیز پیدا کی۔ ﴿ اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ﴾ [35:الفاطر:40] یا ان کا آسمانوں میں کوئی حصہ ہے؟ ستارے ان کے کنٹرول میں ہوں یا انھوں نے پیدا کیے ہوں یا ان کو انھوں نے تھام رکھا ہو۔ یہ پرندے جو اڑتے ہیں، ﴿ مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ﴾ [67:الملك:19] میں ان پرندوں کو فضا میں روکے رکھتا ہوں۔ میں نے شروع سے ان کو اس انداز میں بنایا ہے کہ ان کو پر دیے ہیں، جن کے تحت وہ اڑتے ہیں اور فضا میں ٹھہرے رہتے ہیں۔ یہ کام کون کرتا ہے؟ جہازوں کا سمندروں میں تیرنا، کوئی یہ کہہ دے کہ وہ تو جی! انجن سے چلتا ہے، اب یہ ساری چیزیں کس نے دی ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم دنیا کی چیزوں کی طرف دیکھو۔ ﴿ وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یَمُرُّوۡنَ عَلَیۡہَا ﴾ [12:یوسف:105] اللہ کی قدرت کی کتنی نشانیاں ہیں جن سے تمھارا گزر ہوتا ہے، اگر غور کرو تو تمھیں پہچان ہو جائے کہ اللہ واقعی ہی اللہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی بھی کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ یاد رکھو جتنا ایک عام

آدمی محتاج ہے' پیغمبر بھی اتنا ہی محتاج ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ گستاخی ہے۔ بے ادبی ہے' اہل حدیث بڑے بے ادب ہوتے ہیں لیکن یہ ایمان ہے۔ بیماری میں دیکھ لو۔۔۔ باقی نظام میں دیکھ لو۔۔۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر تھے' باری بھی انھی کی تھی۔ بیویاں ایک سے زائد ہوں تو ان میں تقسیم بھی برابر ہونا چاہیے۔ کپڑے کی' کھانے کی ٹھہرنے کی' کھانے کی۔۔۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ تقسیم برابر تھی۔ جب آپ بیمار تھے' چلنا پھرنا مشکل تھا' تو سب بیویوں کے گھر چارپائی پر پہنچایا جاتا تھا۔ آپ کی چارپائی جس گھر میں بھی ہوتی' آپ وہاں یہ پوچھتے کہ کل کو کس کی باری ہے؟ اس سے آپ کی مراد یہ ہوتی کہ عائشہؓ کی باری کب آئے گی۔ بیویاں سمجھ گئیں کہ آپ کی یہ خواہش ہے کہ جب میرا خاتمہ ہو تو میں عائشہ کے گھر ہوں۔ بیویوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ دے دیا کہ ہم اپنی باریاں معاف کرتی ہیں۔ حضور ﷺ مستقل طور پر ہی حضرت عائشہؓ کے گھر ٹھہریں۔ آپ کی چارپائی ادھر ادھر نہ گھومتی رہے۔ (رواہ البخاری' مشکوۃ' کتاب النکاح' باب القسم فصل اول عن عائشہؓ) ایک دفعہ رسول اللہ حضرت عائشہؓ کے گھر تھے۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بستر سے غائب ہیں۔ دل میں یہ خیال آیا کہ کسی دوسری بیوی کے پاس تو نہیں چلے گئے۔ پیچھے پیچھے دوڑی گئیں' تو دیکھا کہ آپ جنت البقیع کی طرف جا رہے ہیں۔ اور پھر وہاں جا کر جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کو کچھ شرمندگی سی بھی ہوئی کہ میں نے کیسی بدگمانی کی۔ دوڑی دوڑی آئیں' تاکہ آپ کے آنے سے پہلے پہلے گھر پہنچ جاؤں۔ پہنچ تو وہ پہلے ہی گئیں۔ اتنے میں حضور ﷺ بھی آگئے' آکر دیکھا کہ حضرت عائشہؓ کا دل دھڑک رہا ہے' جیسے کوئی دوڑ کر آیا ہو۔ پوچھنے لگے عائشہؓ! کیا بات ہے؟ اب آپ نے بھی کون سا جھوٹ بولنا تھا۔ کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے شبہ ہوا کہ آپ شاید کسی اور بیوی کے گھر چلے گئے ہیں' آپ نے فرمایا عائشہؓ! تیرے پاس وہ شیطان آیا جو تجھ پر مقرر ہے' اس نے آکر تجھے اکسایا اور تیرے اندر بدگمانی پیدا کی۔ پھر تو میرے پیچھے دوڑی۔ حضرت عائشہؓ کہنے لگیں کہ میں ابوبکرؓ کی بیٹی اور رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہوں۔ جنت کی بشارتیں روزانہ صبح شام ملتی ہیں۔ کیا میرے ساتھ بھی شیطان لگا

ہوا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ تیرے ساتھ بھی شیطان ہے' تو پھر کہنے لگیں یارسول اللہ پھر آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی ہے۔ لیکن میرا شیطان ہار گیا ہے' ٹھنڈہ پڑ گیا ہے۔ میری طرف سے ناامید ہو گیا ہے۔ اب وہ مجھ پر داؤ نہیں چلاتا۔ اور دوسروں کے بارے میں اسے امید رہتی ہے۔ اور داؤ چلاتا ہے۔ (رواہ النسائی' کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ عن عائشہؓ ' و مسلم' مشکوۃ کتاب الایمان' باب الوسوسۃ عن ابن مسعودؓ فصل اول) دیکھیے! اللہ کا نظام ہے' نبی' نبی ہے۔ لیکن وہ نظام کہ ہر ایک پر ایک شیطان مقرر ہے۔ اس نظام میں نبی بھی پورا فٹ ہے۔ لوگوں نے کلمہ پڑھ ہے' محمد رسول اللہ ــــ ﷺ ــــ لیکن نبی کو کیا سمجھتے ہیں؟ یہ کہ آپ اللہ کے بھائی ہیں۔ کبھی اللہ سے بھی اوپر اور کبھی اللہ سے نیچے' کبھی دونوں ایک ــــ اور پھر کہتے کہ جو اللہ اور اس کا رسول چاہے۔ یعنی دونوں برابر برابر ــــ صحابیؓ نے بات کرتے ہوئے کہہ دیا: مَاشَآءَ اللّٰہُ وَ مَا شَآءَ مُحَمَّدٌ ــــ جو اللہ اور محمد ﷺ چاہیں وہ ہو۔ ہائے ہائے! آپ ﷺ اتنا ڈر گئے' فرمایا کہ تو نے یہ کہہ دیا؟ آپ کو تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ مَا شَآءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ' جو اکیلا اللہ چاہے وہ ہو۔ محمد ﷺ کو اس چاہنے میں کیا دخل ہے؟ کسی نبی' ولی کا بالکل یہ خاصہ نہیں (فتح الباری کتاب الایمان والسنۃ لا یقول ما شاء اللّٰہ و ما شئت)

میرے بھائیو! یہ توحید ہے' اگر یہ صحیح نہ ہو' تو نمازیں بے کار ہیں' اگر ہے' اور نمازی بھی ہے اور پھر مشرک بھی ہو' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب بریلوی نماز نہیں پڑھتے' شیعہ بھی بہت نماز پڑھتے ہیں۔ اس طرح اور بھی بہت سے لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ نہ نمازیں ان کو موحد بناتی ہیں نہ ان کی توحید ان کی نمازوں کو درست کرتی ہے۔ ورنہ اگر شرک سے پاک ہو کر بندہ نماز پڑھ لے' تو نماز بندے کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ اپنے غلام کو سزا

دے رہا ہے' فرمایا: کہ نمازی کو بالکل نہیں مارنا۔ مجھے اللہ نے منع کر دیا ہے کہ نمازی کو ماروں۔ نماز بہت بڑی چیز ہے۔ (رواہ ابوداؤد ' مشکوۃ ' کتاب اللباس' باب الترجل)

میرے بھائیو! حضور ﷺ کی جس وقت آخری گھڑی تھی تو آپ کی زبان پر یہ دو لفظ تھے۔ اَلصَّلٰوۃُ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۔۔۔ لوگو! نماز کا خیال رکھنا' اپنے لونڈی غلاموں کا خیال رکھنا اور ان پر ظلم نہ کرنا۔ (بیھقی فی شعب الایمان ' الرحقیق المختوم ص 750' الفتح الربانی باب ما جاء فی فضل الصلوۃ مطلقا عن علی رضی اللہ عنہ' عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا 208/2)

جب آپ دنیا سے جانے والے تھے تو آپ نے یہ دو نصیحتیں کی تھیں۔ اور آپ دیکھ لیں ہمارے ہاں اس کی بالکل کوئی پرواہ نہیں۔ ہمیں اپنی نمازوں کی پرواہ نہیں۔ بیوی بچوں کی نمازوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں۔ فرمایا: تمہارا غلام تمہارا غلام ہے' اگر وہ نمازی ہو تو تمہارا بھائی ہے۔ کیونکہ دینی اخوت' اسلامی اخوت جو ہے وہ نماز سے پیدا ہوتی ہے۔ جو نمازی نہیں' وہ تمہارا اسلامی بھائی نہیں۔ قرآن مجید کے لفظ ہیں: ﴿ فَاِنْ تَابُوْا ﴾ اگر لوگ شرک سے توبہ کر لیں ﴿ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ﴾ اور نماز پڑھنے لگ جائیں ﴿ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ ﴾ اور زکوۃ دینے لگ جائیں۔ ﴿ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ ﴾ [9:التوبۃ: 11] پھر یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اگر وہ بے نماز ہے تو وہ مسلمان نہیں۔ وہ تمہارا دینی بھائی نہیں۔ لیکن آج کل کا مسلمان جو لڑکی کا رشتہ دیتا ہے تو یہ کبھی نہیں دیکھتا کہ وہ نماز پڑھتا ہے کہ نہیں پڑھتا۔ بے نماز کو لڑکی بالکل نہیں دینا چاہیے۔ بے نماز کو لڑکی دینا ایسے ہی ہے جیسے کسی کافر کو لڑکی دے دینا جیسے کسی ہندو کو لڑکی دے دینا۔ یعنی دینی اخوت ہی نہیں ہے' اسلامی اخوت ہی نہیں ہے۔ وہ تمہارا دینی بھائی ہی نہیں ہے۔ رشتہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور جو ایسا کرتا ہے' وہ اپنی نمازیں برباد کرتا ہے۔

میرے بھائیو! کبھی تو آپ سوچا کریں کہ آپ نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور نتیجہ صفر ہے۔ آپ کے گھر میں دس بارہ افراد ہیں' کچھ آپ میں سے نمازی ہیں اور کچھ بے نماز ہیں۔ نمازیوں کو چاہیے کہ وہ بے نمازوں کو نماز کی تلقین کریں۔ جو بے نمازی کو برا نہیں کہتا' اس کی نماز مردہ ہے۔ اس کی نمازیں جان نہیں' نماز میں جان اسی وقت پڑتی ہے جب آپ کو بے نماز برا لگنے لگے۔ لیکن اگر بے نماز برا نہیں لگتا' اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں' اس کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں' اس کو لڑکی کا رشتہ دیتے ہیں تو پھر آپ کی نمازوں میں کوئی خوشبو نہیں۔ آپ پر وہ دونوں برابر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اگر کسی کے قتل کرنے کا حکم دیتے' اور یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ نمازی ہے تو آپ رک جاتے۔ مثلاً کسی شے میں' کسی اور بات میں' قتل کرنے کا اگر کسی نے کہا' یارسول اللہ ﷺ میں اس کی گردن نہ اڑا دوں' اس نے فلاں بات کی ہے' تو آپ فرماتے "نہ ــــ یہ نمازی ہے۔" نماز آدمی کی جان بچاتی ہے۔ جب قانون اسلامی ہو' تو نماز انسان کی جان کی حفاظت کرتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں' ایسا بالکل نہیں' حکومت کسی کی ہو' نواز شریف یا بے نظیر کی ـــ جو نماز نہ پڑھے اس کو کچھ سزا نہیں' قانوناً کوئی جرم نہیں۔ لیکن اسلام کا قانون کیا ہے؟ اس کو وارننگ دو' اگر ٹھیک ہو جائے تو صحیح ورنہ اس کو قتل کر دو۔ ہمارے ہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے' چور کو دیکھ لو' جو چوری کرتا ہے اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے' اگر کوئی جج کسی چور کا عدالت میں فیصلہ کر کے ہاتھ کاٹ دے' فوراً جج کے خلاف کیس بن جائے گا' وہ ہزار دکھائے کہ قرآن میں ہے' ﴿وَ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِنَ اللّٰهِ﴾ [المائدہ 5: 38] چور مرد ہو یا عورت ہو' چوری ثابت ہو جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ کوئی جج کہہ دے کہ میں نے اس قرآنی حکم کے تحت ہاتھ کاٹا ہے' ہماری حکومت اسے فوراً سزا دے دی۔ کیا یہ مسلمان حکومت کا کام ہے؟ اب "شریعت بل پیش کرو" کی رٹ لگائی جا رہی ہے۔ یہ بے وقوفی کی بات نہیں ہے؟ ہو شریعت بل اور تم منظور کرتے ہو؟ مسلمان ہو گیا تو بس اسلام

نافذ۔۔۔اب تو تمھیں یہ کرنا چاہیے کہ جو قاضی اور جج ہیں وہ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے کریں کسی شریعت بل کی منظوری کوئی ضرورت نہیں۔ جن مسائل میں اختلاف ہو' تو علماء کی کمیٹی مل کر فیصلہ کرے۔ کسی قسم کا کوئی اجتہادی مسئلہ ہو' تو جو مسائل طے شدہ ہیں' ان کو نافذ کیا جائے۔ شریعت بل بنانا' پیش کرنا' کبھی اسمبلی میں' کبھی سینٹ میں یہ اللہ سے مذاق ہے۔ یہ تو غیروں کا اسلام کے ساتھ سلوک ہے۔ یہ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مذاق ہے۔ اللہ کے قہر اور غضب کو دعوت دینا ہے۔

میرے بھائیو! مسلمان ہو جاؤ۔ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ جو مسلمان ہو جاتا ہے' اس کا حال پھر وہ نہیں ہوتا جو ہمارا ہے۔ مسلمان کو کافر اچھا نہیں لگتا' اسلام کی مخالفت اچھی نہیں لگتی۔ یہ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ میں مسلمان ہوں' نمازی ہوں' اور لڑکی بے نماز کو دیتا ہوں' کیونکہ وہ میرے چچا کا لڑکا ہے۔ اب بتایئے' میں مسلمان ہوں؟ میری نماز کا کیا فائدہ' اگر میرے نزدیک بے نماز اس قابل ہے کہ میری لڑکی کو بیاہ کر لے جائے۔ میں نمازی' اور لڑکی میں بے نماز کو دے دوں تو میں نے نماز کی کوئی قدر نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ ہمارے اسلام کو قبول نہیں کرتا۔ جب نیکی کرنے والے کو برائی بری لگے' تو ہمارا معیار یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم بے نماز کو لڑکی کا رشتہ دیں۔ ٹھیک ہے کہ انسان یہ بھی دیکھے کہ وہ کچھ کمانے کے قابل ہے بھی کہ نہیں؟ لیکن نماز' روزہ اور دین داری۔۔۔ یہ نمبر ایک ہونا چاہیے۔

دیکھ لو! ہمارے مولوی احمد دین صاحب کہا کرتے تھے کہ ہمارے آج کے مسلمان لیڈروں سے حضرت شعیب علیہ السلام کی وہ لڑکیاں جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واسطہ پڑا تھا کہیں بڑھ کر عقل والی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے خاندان کے ایک قبطی کو قتل کر کے وہاں سے بھاگے' کئی دن سے فاقہ میں تھے' اتفاق سے مدین کے قریب آ گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک بہت بڑا کنواں ہے۔ لوگ وہاں سے پانی نکال کر اپنے جانوروں کو پلا کر اپنے گھروں کو لے جا رہے ہیں۔ وہاں دو لڑکیوں کو دیکھا کہ اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ہیں اور ان کو کنویں کے قریب نہیں جانے دیتیں۔ بڑے حیران ہوئے کہ باقی سارے لوگ مل

جل کر اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور یہ بے چاری ایک طرف کھڑی ہیں' ان کے پاس جا کر پوچھا' ﴿ مَا خَطْبُكُمَا ﴾ تمھارا معاملہ کیا ہے؟ ﴿ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۔ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴾ [28:القصص :23] ہمارا باپ بوڑھا ہے' وہ کسی کام کے قابل نہیں ہے' ہمارے پاس کوئی کام کرنے والا بھی نہیں۔ جب یہ سب لوگ چلے جائیں گے' تو بکریوں کو چھوڑ دیں گی اور یہ جا کھچا پانی پی کر اپنا گزارا کر لیں گی۔ موسیٰ علیہ السلام کو بڑا ترس آیا۔ انھوں نے جا کر وہ چرخ جس کو دس آدمی نکالتے تھے اکیلے نے نکال دیا۔۔۔ نبی میں اللہ نے بڑی طاقت رکھی ہوتی ہے' اپنے زمانے میں' حسن میں' طاقت میں' ہر معیار کے اعتبار سے سب سے زیادہ اونچا ہوتا ہے۔ تو موسیٰ علیہ نے وہ چرخ نکال کر ان سے کہا کہ اپنی بکریوں کو پانی پلاؤ اور خود وہاں سے ہٹ گئے۔ یہ نہیں کہ جیسے ہمارے یہاں ہوتا ہے' کسی کے گھر گئے' پتہ لگ گیا ہے کہ گھر میں کوئی نہیں۔ اچھا بیٹھک کھول دو' اب ان کی عورتوں سے باتیں ہو رہی ہیں۔ مگر شرم و حیا والا آدمی واپس چلا جاتا ہے۔ کہ بھئی یہ عورتیں ہیں' میرا یہاں ٹھہرنا اور ان سے باتیں کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بالکل اجنبی تھے۔ ایک طرف کو چلے گئے اور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ وہ بے چاریاں اپنی بکریوں کو پانی پلا کر گھر چلی گئیں۔ جا کر اپنے بوڑھے باپ کو بتایا ہوگا تو بوڑھے باپ نے کہا: جاؤ جا کر اس کو بلا لاؤ۔ کوئی اور تھا نہیں جس کو بھیجتے' اب وہ لڑکیاں موسیٰ علیہ السلام کو اپنے باپ کے پاس لے گئیں۔ بات چیت ہوئی' ان کے بوڑھے باپ نے ان کو کھانا کھلایا' اور ایک لڑکی کہتی ہے' ﴿ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴾ ابا جی! آپ کو تو ایسے آدمی کی تلاش ہے کہ وہ طاقت والا بھی ہو اور ایمان دار بھی ہو' یہ شخص بھی بہت طاقت والا ہے' کمانے والا ہے' بہت ایمان دار ہے' ہم نے وہاں بھی اس کو دیکھا' راستے میں چلتے ہوئے بھی میں نے اس کو دیکھا' ہوا سے میرے کپڑے اڑتے تھے تو یہ آگے ہو گیا تاکہ اس کی نگاہ مجھ پر نہ پڑے۔ اور مجھے کہنے لگے کہ جدھر کو جانا ہو' ادھر کو پتھر پھینک دینا یا مجھے کہہ دینا کہ ادھر کو جانا ہے۔ خود آگے آگے چلتے آئے' چنانچہ ان خوبیوں کی بنا

پر باپ نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک بیٹی کا نکاح کر دیا کہ آدمی کمانے والا' ہمت والا' بے غیرت اور دیوث نہیں ہے کہ اس کی بیوی کو جو آئے دبائے پھرے۔ نہیں یہ بیوی کی حفاظت کرنے والا ہے۔ ایمان دار ہے۔۔۔ یہ دو معیار رکھ کر شعیب علیہ السلام نے اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ لیکن ہم نہیں دیکھتے کہ لڑکا اچھا ہو' نمازی ہو' متقی ہو' دین دار ہو' لفنگر نہ ہو' مفت خورہ نہ ہو' طفیلی نہ ہو بلکہ کمانے والا بھی ہو۔ اس کو لڑکی دے دو۔ ہم تو دولت دیکھتے ہیں' اپنا خاندان اور اپنی قومیت دیکھتے ہیں۔ جس وجہ سے ہماری نمازوں پر قلم پھر جاتی ہے۔ بوڑھے داڑھیوں والے' لڑکیوں کے لیے رشتہ تلاش کرتے ہیں' یا یہ کہ کوئی سعودیہ میں ہو' اس کو لڑکی دوں۔۔۔ اب تو سعودیہ والا قصہ بھی ختم ہو رہا ہے۔ اب تو کہتے ہیں کہ امریکہ میں ہو تو لڑکی دیں گے۔ وہاں خوب پیسہ ملتا ہے۔ اگر داڑھی والا ہو تو کہتے ہیں کہ نہ جی! ہمیں داڑھی والا مولوی نہیں چاہیے۔ یہ ہماری بد قسمتی کی بات ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ ثانی

یہ کسی نے تین سوال پوچھے ہیں۔ حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک جماعت محمد ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے نکالی جائے گی۔ اس کے بعد جنت میں داخل ہوگی۔ اس کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ یہ بالکل صحیح ہے۔ اور کچھ لوگ بالکل آخر میں جہنم سے نکال کر جنت میں بھیجے جائیں گے اور ان کو جہنمی کہیں گے۔ اب پوچھتے ہیں کہ اس سے ان کی دل آزادی نہیں ہوگی؟ ہاں ان کی دل آزاری نہیں ہوگی بلکہ ان کا نام جو ہے وہ بہت Credit والا ہے کہ اللہ نے اپنے خاص فضل و کرم سے وہاں بھیجا ہے۔ جیسا کہ کلاس میں لیٹ آنے والوں کو داخل کر لیا جائے' پھر ان سے کہا جائے کہ Late Comers کھڑے ہو جائیں۔ یا ان کو داخل ہی نہ کیا جائے۔ پھر کہا جائے کہ جو Late Comers ہیں وہ کھڑے ہو جائیں تو بے عزتی تو ان کی ہے کہ ان کی حاضری

بھی نہیں لگی اور ان کو کھڑا بھی کر لیا گیا۔ لیکن جب حاضری لگ گئی' اندر آ گئے تو پھر ان سے کہا جائے کہ لیٹ آنے والے کھڑے ہو جائیں اور حاضری لگوا لیں تو یہ کوئی خفت نہیں ہے۔ اس لیے جن کو جہنمیون کہا جائے گا وہ کوئی شرمندگی محسوس نہیں کریں گے۔ اس کا احساس ہماری نسبت اللہ کو زیادہ ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ﴾ [2:البقرۃ:34] اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ آدمی علیہ السلام سے سجدہ کرو۔ سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ تو بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ سجدہ کے لیے تو اللہ نے صرف فرشتوں ہی سے کہا تھا۔ شیطان سے تو سجدہ کے لیے کہا ہی نہ تھا۔ ایک دفعہ پڑھاتے ہوئے کسی نے یہ سوال کیا' میں نے کہا: تجھے اس کا زیادہ درد ہوتا ہے؟ وہ تو کہتا نہیں کہ یا اللہ! تو نے مجھے کہا ہی نہیں یا اللہ! مجھے تو تو نے سجدہ کے لیے کہا ہی نہیں۔۔۔ یعنی "مدعی ست اور گواہ چست" والی بات ہو گئی۔ اگر یہ اعتراض شیطان کو ہوتا تو ضرور کہتا کہ یا اللہ! تو نے مجھے کب کہا ہے کہ میں سجدہ کروں' تو نے تو صرف ملائکہ کو سجدہ کے لیے کہا ہے۔ ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ﴾ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔۔۔ اب شیطان نے تو یہ بات نہیں کی۔ اس نے تو یہ جواب دیا: یا اللہ! میں کیوں سجدہ کروں' میں اس سے بہتر ہوں۔ ﴿ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [7:الاعراف:12] تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے' میں اس سے بہتر ہوں۔ میں اس کو کیوں سجدہ کروں؟ لیکن یہ بالکل نہیں کہا کہ تو نے یا اللہ مجھے سجدہ کے لیے کہا ہی نہیں یہ بالکل نہیں کہا۔ اس طرح جنتی فخر محسوس کریں گے۔ کہ یہ ان کا امتیازی نام ہے کہ اللہ نے اپنے خاص فضل سے ہمیں نوازا ہے۔ دیکھو! بخشش کا جب وقت آئے گا تو اللہ بڑی سخاوت سے کام لے گا۔ بڑے کھلے ہاتھوں سے یہ کام کرے گا۔ لوگوں سے کہہ دے گا کہ جاؤ اپنے رشتہ داروں کو نکال کر لاؤ۔۔۔ لوگ آئیں گے' اپنے اپنے ساتھیوں کو' اپنے اپنے

دوستوں کو نکالتے جائیں گے۔ اس طرح نبی ﷺ سے بھی اللہ یہی کہے گا کہ تو جتنے چاہے جو چاہے نکال لے۔ رسول اللہ ﷺ بھی نکال لائیں گے۔ اس کے بعد اللہ دوزخیوں کی ایک مٹھی بھرے گا اور ان کو اپنے فضل سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا۔ اس میں بہت وسعت ہوگی اور رحمت ہوگی۔ لیکن یاد رکھو مشرک کبھی نہیں جائے گا۔ اس کی بالکل بخشش نہیں ہوگی۔ نہ محمد ﷺ اس کی سفارش کریں گے اور نہ اللہ ان کو اپنی مٹھی میں لے گا۔ وہ ابدی طور پر دوزخ میں رہیں گے۔ اس لیے شرک سے بہت پرہیز کرو۔ شرک جو ہے وہ بہت عام ہے۔ اللہ نے قرآن مجید میں فرمادیا' ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُشْرِكُوْنَ ﴾ [12:الیوسف:106] اکثریت لوگوں کی جو اللہ پر ایمان رکھتی ہے' وہ شرک بھی کرتی ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان لانے والوں میں اکثریت مشرکوں کی ہے۔ مگر جب ہم یہ کہیں کہ دیوبندیوں میں شرک پایا جاتا ہے' بریلوی تو شرک میں بالکل ڈوبے ہوئے ہیں۔ شیعوں میں بھی بہت شرک پایا جاتا ہے تو یہ لوگ ناراض ہو جاتے ہیں کہ اچھا! ہم مشرک ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا ہے' کہ اللہ پر ایمان لانے والوں میں سے اکثریت مشرکوں کی ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کس کی ہے؟ بریلویوں کی' دوسرے نمبر پر دیوبندیوں کی۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو شرک نہیں کرتے۔ میرے بھائیو! دین پر محنت کرو' عالموں کے پاس بیٹھو! عالم بھی اہل حدیث ہوں۔۔۔ تاکہ تمھیں بتائیں کہ شرک کیا چیز ہے؟ شرک کی کیا کیا صورتیں ہیں۔ اب دیکھو! یہ دیوبندی شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اللہ سے دعا کرتے ہیں تو کبھی حضرت فاطمہ ؓ کا واسطہ دیتے ہیں کبھی حضرت علی ؓ کا واسطہ دیتے ہیں۔۔۔ کبھی حضرت محمد ﷺ کا واسطہ دیتے ہیں۔ علی ؓ کے واسطے سے' علی ؓ کے طفیل سے' فلاں ولی کے طفیل سے' یا اللہ! میرا یہ کام کردے۔ تو اللہ کہتا ہے کہ تو ان ناموں سے مجھے پکار رہا ہے۔۔۔ ڈرا رہا ہے۔۔۔ یہ بھی شرک ہے۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔ خواہ وہ اپنے نبی کی بات کو رد کردے کہ نہیں میں قبول نہیں کروں گا۔ نوح علیہ السلام کی دعا کو رد کردے کہ نہیں میں قبول نہیں کرتا۔ اور اللہ کہتا ہے کہ ﴿ اِنِّیْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ

الْجَاهِلِيْنَ ﴾[11:ھود:46] میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو آئندہ میرے سے اپنے بیٹے کے حق میں سفارش نہ کرنا ورنہ تو جاہلوں میں سے ہو جائے گا۔ اس طرح ہمارے نبی ﷺ نے دعائیں کیں۔ اللہ نے قبول کیں۔ نبی ﷺ دعا کر رہے ہیں کہ یااللہ! میری امت کو کسی ایسے عذاب سے دوچار نہ کرنا کہ سب کا صفایا ہو جائے۔ جیسے پہلی قوموں کا صفایا ہوا۔ اللہ نے یہ دعا قبول کی' پھر دعا کی یااللہ! میری قوم پر دشمن کو ایسا مسلط نہ کرنا کہ وہ میری قوم کا بیج مار دیں۔ اللہ نے کہا کہ مجھے منظور ہے' پھر اس کے بعد دعا کی کہ یااللہ! میری امت میں پھوٹ نہ پڑے' یہ آپس میں نہ لڑیں تو اللہ نے کہا کہ یہ منظور نہیں۔ یہ لڑیں گے بھی' مریں گے بھی اور ماریں گے بھی۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن' جامع ترمذی' کتاب الفتن باب سوال النبی ﷺ عن ثلثا فی امته ' مسند احمد' ج 1 ص175 عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ عن عبداللّٰه بن حباب بن ارث بن ثوبان رضی اللہ عنہ) اللہ بے نیاز ہے۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا' اس لیے یاد رکھو' اگر واسطہ دینا ہے تو اللہ کی رحمت کا واسطہ دو' یا اپنے نیک اعمال کا۔ تیسری کسی چیز کا واسطہ نہیں۔ جس طرح آدمی دعا کرتا ہے ﴿ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ﴾ [3:ال عمران:16] اے اللہ! میں ایمان تو لے آیا ہوں' تیرا بندہ تو بن گیا ہوں تو مجھے بخش دے۔ لیکن بندہ ہو کوتاہی ہو جاتی ہے۔ مجھے بخش دے' چنانچہ حدیث میں آتا ہے تین آدمی جا رہے تھے' آندھی آ گئی۔ ایک غار میں چھپ گئے۔ اوپر سے ایک بہت بڑی چٹان لڑھک گئی۔ آ کر دروازے پر رک گئی۔ وہ اس غار میں بند ہو گئے۔ اب اس چٹان کا ہٹا دینا ان کے بس میں نہیں تھا۔ اب وہ رونے لگے بے چارے تھے ایمان والے' سمجھ والے' موحد قسم کے۔۔۔ انھوں نے کہا یااللہ اب کوئی چارہ نہیں' تو اس چٹان کو ہٹا دے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ اپنے نیک اعمال کو اللہ کے حضور پیش کرو۔ اپنا تعارف کرواؤ۔۔۔ کہ یااللہ میں تیرا پرانا بندہ ہوں۔ کوئی مطلبی نہیں ہوں۔۔۔ چنانچہ تینوں نے اپنے عمل پیش کیے۔ جب ایک شخص نے

اپنا عمل پیش کیا تو تھوڑی سی چٹان پیچھے ہٹ گئی۔ پھر دوسرے نے اپنا عمل پیش کیا کہ میں نے فلاں وقت یہ نیکی کا کام کیا تھا۔ تیرے ڈر سے کیا تھا۔ میں تجھے پرانا پہچاننے والا ہوں۔ میری جان چھڑا دے۔ یہ پتھر ہٹا دے۔ پتھر تھوڑا سا اور سرک گیا۔ پھر تیسرے نے دعا کی' اپنا عمل پیش کیا کہ یا اللہ! میں نے فلاں وقت نیکی کا جو کام کیا تھا' وہ صرف اور صرف تیرے ڈر سے کیا تھا' میں بھی تیرا پرانا ماننے والا بندہ ہوں' میرے حال پر رحم فرما۔ اللہ نے چٹان کو ہٹا کر ایک طرف ایسے کر دیا جیسے کوئی آدمی ایک طرف کو ہٹا دیتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب حدیث انصار) تو دو واسطے ہیں۔ اللہ کی صفات کا' اس کی رحمت کا' اس کی مغفرت کا اور ایک واسطہ ہے اپنے عمل کا کہ یا اللہ! میں ایمان لے آیا ہوں' یا اللہ! میں تیرے نبی کو مانتا ہوں' تیری کتاب کو مانتا ہوں' تیرے حکموں کو مانتا ہوں' لیکن تیرا بندہ ہوں۔ غلطی ہو جاتی ہے۔ قصوروار ہوں۔۔۔ یا اللہ! معاف کر دے۔ اب اگر یہ کرنا ہے کہ اللہ تجھے محمد ﷺ کا واسطہ' تجھے علیؓ کا واسطہ' تجھے فاطمہؓ کا واسطہ۔۔۔ تو یہ مشرکوں کی زبان ہے۔ اور یہ کام بالکل غلط ہیں۔ ہمارے دیوبندی بھائی بھی یہ کام عام کرتے ہیں۔ سارا قرآن پڑھ لیں سب حدیثوں کی دعائیں پڑھ لیں' کوئی ایک دعا بھی ایسی نہیں ملے گی جس میں کبھی کسی نے کسی کے نام کا واسطہ دیا ہو۔ سو اس واسطے شرک سے بچنا بہت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا تھا اے ابوبکر! شرک سے بچ جا۔۔۔ شرک آدمی میں ایسے سرایت کرتا ہے جیسے خون رگوں میں چلتا ہے۔ اس طرح آدمی میں شرک سرایت کر جاتا ہے۔ اور یاد رکھو۔ مشرک کی بخشش بالکل نہیں ہے۔ نہ محمد ﷺ کی سفارش سے' نہ کسی اور کی سفارش سے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ۔۔۔

خطبہ نمبر 33

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٍ وَ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلاَلَۃٍ وَ کُلَّ ضَلاَلَۃٍ فِی النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴾

[17:بنی اسرائیل:82]

انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے یہ اکثر بھول جاتا ہے کہ میں دنیا میں کس لیے آیا ہوں ؟ کون مجھے لایا ہے ؟ میرے آنے کا مقصد کیا ہے ؟ مجھے خدا کے سامنے جا کر پیش ہونا ہے۔ اور اللہ مجھ سے حساب لے گا۔ اللہ کا ایک نظام ہے اور انسان ان چیزوں سے غافل ہو جاتا ہے اور دنیا میں مگن ہو جاتا ہے' ایسا اس میں مست ہو جاتا ہے کہ ان چیزوں کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی۔ اس بیماری کے علاج کے لیے اکثر بیشتر قرآن مجید پڑھتے رہنا چاہیے۔ قرآن مجید غفلت کا بہترین علاج ہے اور اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں یہ بات کہی ہے۔

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ [17:بنی

اسرائیل:82] کہ ہم نے یہ قرآن مجید جو ہے مومنوں کے لیے شفابنا کر بھیجا ہے۔شفاء کے معنی یہی ہیں کہ زنگ لگتا ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے وہ دور ہو جاتا ہے۔ سستی آتی ہے تو اس قرآن مجید سے دور ہو جاتی ہے' یہ غفلت کا علاج ہے۔انسان کو جب دنیا کا مرض لگ جاتا ہے' دنیا میں انسان کو انہماک زیادہ ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے انسان ڈھیلا اور سست پڑ جاتا ہے تو قرآن مجید مومنوں کے لیے شفاء ہے' رحمت ہے۔بہت خیر اور برکت والا ہے۔اتفاق کی بات ہے کہ ہم لوگ اول تو قرآن مجید کو بہت کم پڑھتے ہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہی نہیں ہیں۔وہ اثر ہی نہیں ہوتا۔اب اگر آدمی سادہ قرآن مجید ہی پڑھتا جائے تو ٹھیک ہے۔بہت تقدس کے تحت پڑھے۔آدمی کو کچھ نہ کچھ اس کے پڑھنے کا ثواب ضرور ملتا ہے۔لیکن وہ جو قرآن مجید کی خاصیت ہے اس کی جو تاثیر ہے اس سے انسان محروم ہی رہتا ہے۔قرآن مجید جو ہے اس کا سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ اس کو جگاتا ہے' اس کو ہوشیار کرتا ہے' اس کو خبر دار رکھتا ہے۔قرآن مجید کا بڑا فائدہ یہی ہے۔ یہ سمجھو کہ جیسے ہم روزانہ غذا کھاتے ہیں' یہ جو ہمارے کام کرنے سے مثلاً چلنے اور پھرنے سے' ہماری مشینری گھستی ہے' طاقت خرچ ہوتی ہے اور اس سے کمزوری آتی ہے لیکن خوراک سے وہ کمزوری جو ہے دور ہوتی چلی جاتی ہے۔جیسا کہ انجن ہے۔انجنوں میں تیل پڑتا رہتا ہے اور انجن کی خوراک بنتا ہے' انجن چلتا رہتا ہے اور جونہی تیل پڑ جاتا ہے تو اس میں جان آجاتی ہے۔لیکن پھر بھی اس کی Oilingاور Greasing کروانا کچھ مدت کے بعد ضروری ہوتی ہے۔یعنی اس کو خوراک بھی ملتی ہے اور اس کی Cleaning اور صفائی وغیرہ بھی ہوتی رہتی ہے۔کچھ عرصہ چلنے کے بعد پھر یہ مشینری پرانی ہو جاتی ہے' کمزور ہو جاتی ہے۔اور ہم کہتے ہیں کہ اس کا انجن پرانا ہو گیا ہے۔ جیسے آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو جتنی مرضی خوراک کھالے' اب اس میں جان آتی ہی نہیں۔تو یہ نظام جو انسان میں ہے وہ چلتا ہی رہتا ہے۔جب انسان اس دنیا میں ہے تو اس کو دونوں طرح کی خوراک ضروری ہے۔یہ جو ہم روٹی کھاتے ہیں' دودھ پیتے ہیں' سبزیاں کھاتے ہیں' پھل وغیرہ کھاتے رہتے ہیں' تو مشینری میں کمزوری آتی رہتی ہے اور

ساتھ ساتھ علاج ہوتا رہتا ہے۔ دنیا کی محبت اور دنیا کی مصروفیت 'بیوی ہے' بچے ہیں اور پھر اس کے بعد کاروبار ہے' یہ ہے وہ ہے۔ ان سب مصروفیات میں رہ کر وہ روحانی طور پر بیمار ہو جاتا ہے۔ قرآن پڑھنے سے' نماز پڑھنے سے اس کا یہ روگ ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ قرآن اس کی خوراک ہے' اللہ سے دل لگانا' اللہ کی طرف متوجہ ہونا یہ سب بندہ مومن کی خوراکیں ہیں۔ اب جس آدمی کو یہ خوراک نہ ملے لازماً بے دین ہو جائے گا اور ہم دنیا کو دیکھ نہیں رہے' یہ جتنی دنیا آپ کو زیادہ بے دین نظر آتی ہے اس کا سبب کیا ہے؟ یہ کہ ان کو دینی خوراک نہیں ملتی' ان کی روح کو ایمان اور دین کی خوراک ملنی چاہیے' اور وہ قران مجید ہے' وہ تعلیم ہے' تبلیغ ہے۔ ان کے کانوں میں دین کی یہ باتیں پڑتی رہیں۔ اللہ کی یاد کی باتیں پڑتی رہیں۔ اس زمانے میں وہ میسر نہیں ہیں۔ اس لیے وہ اللہ کی طرف سے دور ہوتے جاتے ہیں اور دنیا میں وہ زیادہ مصروف ہوتے جاتے ہیں اور ایک طرح سے دین سے دوری' خرابی اور بیماری اور پھر بالآخر کفر موت ہے۔ اللہ سے بالکل دور ہو جانا اور اللہ کو بالکل بھلا دینا یہ دین کی موت ہے۔ اور یہ کفر ہے۔ یہ چیزیں انسان کو سمجھتے رہنا چاہیے۔ میں نے بہت دیکھا ہے اور میں بہت سوچتا ہوں اور خود ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم سست پڑ جاتے ہیں' پھر قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ بعض اچھے لوگوں کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ پھر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ کچھ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ جسم میں جان پڑ گئی۔ پھر اس کے بعد دنیا کے دھندے دو چار دن کے بعد کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ غفلت محسوس ہوتی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ یا اللہ! جب ہمارا یہ حال ہے تو جو بے چارے بالکل ہی جاہل ہیں' ان پڑھ ہیں' جن کو یہ چیزیں میسر نہیں ہیں ان کا کیا حال ہو گا۔ اور دنیا ہمارے سامنے ہے۔ اب آپ دیکھ لیں' مسلمانوں میں سے ایک طبقہ بالکل بے دین اور کمیونسٹ بن گیا' کوئی سوشلسٹ بن گیا' کوئی بالکل دہریا بن گیا۔ کچھ ایسے ہیں جو بے نماز' بے دین بالکل صاف ہیں۔ اور کچھ جو ہیں وہ بھی نہ سمجھنے کی وجہ سے ' صحیح دین کی سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے دین کے رنگ میں بے دین ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے خوش قسمت ہیں جن کو دین کی صحیح سمجھ ہے اور ان کے دلوں میں خدا کا خوف ہے۔ ان کو

دن بدن قرب حاصل ہوتا جاتا ہے۔ اب دیکھو نا۔ قرآن میں ہے۔ ﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾ [96:العلق:19] سجدہ کر' قریب ہو' سجدہ کرتا جا اور قریب ہوتا جا۔ اب اس سے یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ سجدہ میں بندے کو خدا کا قرب بہت زیادہ حاصل ہوتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں بے نماز خدا سے بالکل دور ہے۔ نمازی خدا سے بہت دور ہیں۔ بے نمازوں کا تو کہنا ہی کیا؟ اب تو اکثر نمازیوں کا جو طبقہ ہے وہ خدا سے بہت دور ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ رمضان شریف میں ختم قرآن کریں گے اور دنوں میں قرآن مجید کی منزلیں پڑھتے ہیں' اس میں ناغہ نہیں کرتے لیکن قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اب میں نے آپ کے سامنے قرآن کی ایک چھوٹی سے آیت پڑھی ہے۔ دیکھو کیسی فیصلہ کن آیت ہے۔ ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ ﴾ [6:الانعام:83] جو آدمی ایمان لے آئے اور پھر ایمان کو اور ظلم کو خلط ملط نہ کرے ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ ﴾ ان لوگوں کے لیے بالکل امن ہوگا۔ انھیں کوئی خطرہ نہیں۔ ﴿ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ یعنی یہ ہدایت والے ہیں' صحیح منزل پر پہنچنے والے ہیں اور عین منزل مقصود پر پہنچنے والے ہیں۔ اب دیکھیے بات اس میں کیا کہی ہے کہ آگے بے فکری کس کو ہے؟ خطرے سے بچا ہوا کون ہے؟ اب اس کی فکر آدمی کو لازماً ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جو لوگ ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملائیں۔ جب مسلمان ہو گیا تو پھر گناہوں سے بچے۔ ظلم کی سائیڈ میں سب سے پہلے شرک آتا ہے۔ پھر اس کے بعد بدعت آتی ہے۔ پھر زنا' چوری یہ بدمعاشیاں اور خرابیاں جو ہیں وہ ساری کی ساری آتی ہیں۔ اب یہ اگر انسان مسلمان ہو کر' شرک کرے تو اس نے ایمان کے ساتھ ظلم کو ملا دیا۔ اس کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ وہ بچ نہیں سکتا بے شک وہ مسلمان ہو' جو بدعتیں کرتا ہے اس کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ وہ بچ نہیں سکتا۔ اس طرح سے جو گناہ کرتا ہے چھوٹے یا بڑے سارے کے سارے وہ نقصان ہی کرتا ہے۔

اس لیے اس کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ امن سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔ امن کس کے لیے ہے؟ اس آدمی کے لیے جو مسلمان ہونے کے بعد گناہوں سے بچے گناہوں سے پرہیز کرے۔ گناہ بری چیز ہے۔ میرے بھائیو! انسان جب کوئی کام کر رہا ہو۔ مثلاً فرض کر لیجیے آپ باتیں کر رہے ہیں تو آپ کو سوچ لینا چاہیے کہ کیا میری ان باتوں سے اللہ ناراض تو نہیں ہے؟ میں یہ باتیں غلط تو نہیں کر رہا کہ چغلی کی باتیں تو نہیں ہیں۔ لوفروں والی' آوارہ لوگوں والی باتیں تو نہیں ہیں۔ مثلاً جیسا کہ ہم گاڑیوں میں دیکھتے ہیں' بسوں میں دیکھتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی باتیں کرتا ہے' صرف اس لیے کہ لوگ ہنسیں' آپ نے اس کی سخت مذمت فرمائی ہے۔ اب جو آدمی صرف لوگوں کو خوش کرنے کے لیے' لوگوں کو ہنسانے کے لیے باتیں کرتا ہے وہ آدمی جو ہے اس کی اس حالت پر اللہ ناراض ہے۔ (رواہ البیهقی فی شعب الایمان ' مشکوۃ کتاب الآداب باب حفظ اللسان والغیبة والشتم عن ابی هریرة ؓ) اور جس کام پر اللہ ناراض ہو وہ کام لازماً گناہ کا کام ہے۔ اور جب ایمان کے ساتھ گناہ مل گیا تو لازماً خطرے والی بات ہے۔ پھر خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اور اگر انسان چغلیاں کر رہا ہے اور اگر گندی باتیں کر رہا ہے اور اسی طرح سے پھر اگر شرک کی باتیں کر رہا ہے' شرک کی تبلیغ کر رہا ہے تو وہ لازماً ایمان کے ساتھ ظلم کو شامل کر رہا ہے۔ آدمی کو یہ Practice کرنا چاہیے' یہ عادت بنانی چاہیے کہ کبھی کبھی اپنے آپ کو روک کر سوچیں کہ آیا میری اس حالت سے میرا اللہ ناراض تو نہیں ہے؟ جو کام میں کر رہا ہوں وہ میرا کام ٹھیک بھی ہے کہ نہیں؟ اگر سوچنے کی یہ عادت پڑ جائے تو سمجھ لو کہ یہ زندہ ایمان کی علامت ہے۔ اور اگر خود نہیں سوچتا' کوئی بات سامنے کر دیتا ہے' اسے سوچ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر بھی خوش قسمتی ہے' جو آدمی اس طرف سے بالکل بے پرواہ ہے' بالکل غافل ہے تو سمجھو کہ وہ بیمار ہے۔ وہ آدمی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ اس کے لیے یہ سراسر نقصان کی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہماری غفلت اور لاپرواہی کو کس انداز سے بیان کیا ہے؟ کہ تمھیں برباد کرنے والی چیز ہی یہ ہے۔ تم جو اس وقت برباد ہوئے تو اس کی

وجہ یہ ہے کہ تم نے کبھی پرواہ ہی نہیں کی' تم ان چیزوں کا خیال ہی نہیں کرتے۔ اللہ نے یہ بات بیان کی ہے' اس کو ذرا سمجھیں۔ یہ قرآن ہے۔ آدمی قرآن مجید پڑھتا جائے اور سمجھتا جائے' قرآن مجید یہ لگاتا ہے' اللہ جانتا ہے۔ بہت دفعہ یہ تجربہ کیا ہے کہ جیسے انسان کو کمزوری ہو جائے تو ڈاکٹر جو ہیں وہ طاقت کے ٹیکے لگاتے ہیں۔ آدمی فوراً محسوس کرتا ہے کہ میری کمزوری دور ہو رہی ہے اور مجھ میں جان پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ قرآن پڑھ کر ہم نے بہت دفعہ تجربہ کیا ہے کہ انسان کے دل میں گناہ کے چھوڑنے کا عزم پیدا ہوتا ہے اور نیکی کرنے کے لیے آدمی تیار ہوتا ہے اور کوئی پروگرام بناتا ہے کہ میں اب یہ کروں گا' میں یہ کروں گا' مجھے ایسا کرنا چاہیے۔ مجھے ایسا کرنا چاہیے۔ قرآن مجید انسان کے اندر یہ کیفیت پیدا کرتا ہے ﴿ يَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴾ [41:فصلت :19] ہم اللہ کے دشمنوں کو چلائیں گے' دوزخ میں لا کر اکٹھا کر دیں گے۔ پھر یہ ہے کہ ان کو روکا جائے گا۔ ان کی علیحدہ علیحدہ قسمیں بنائی جائیں گی۔ مشرکوں کو ایک طرف' بدعتیوں کو ایک طرف' زانیوں کو ایک طرف' شرابیوں کو ایک طرف' چوروں کو ایک طرف۔ اس طرح سے کر کے ان کی Classification کی جائے گی۔ ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔ جب وہ وہاں کھڑے ہوں گے تو پھر ان کے اعضاء بولنے لگ جائیں گے۔ ان کے گناہوں پر گواہی دیں گے۔ زانیوں کے' چوروں کے' مشرکوں کے۔۔۔ خدا ان کو تقریریں سنائے گا۔ مولوی تقریریں کرتا ہے۔ اب تو مانتا نہیں ہے' وہ مشرک لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ خدا اس کو اس کی ٹیپ سنا دے گا۔ دوزخ کے کنارے کھڑا ہو گا اور وہ اپنی ٹیپ سنے گا کہ کون بول رہا ہے؟ یہ حضرت صاحب آپ بول رہے ہیں۔ یہ آپ کی تقریر ہے جو آپ نے فلاں وقت فلاں جگہ مسجد میں کی تھی۔ فلاں جلسے میں' آپ نے فلاں جگہ کی تھی۔ ان کے اعضاء بول بول کر' ان کے ہاتھ ان کے پاؤں' ان کے مختلف اعضاء بولنا شروع کر دیں گے۔ گواہیاں دیں گے' ان کی برائیوں پر۔۔۔ ﴿ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ ﴾ [41: السجدہ:20] ان پر ان کے کان گواہی دیں

گے کہ دیکھو یہ آپ گانا سن رہے ہیں' یہ نور جہاں کا گانا آپ سن رہے ہیں۔۔ٹی وی پر یا ریڈیو پر۔ دیکھو یہ گانا گایا جارہا ہے اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور گانا سن رہے ہیں۔ ان کے کان اس طرح ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ چمڑے بول بول کر بتائیں گے' ان کی آنکھیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔ انسانوں کی شرم گاہ بھی کہ تو نے فلاں وقت زنا کیا تھا۔ ﴿ وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ ﴾ آدمی حیران ہوگا۔ بھلا یہ کیا بات ہوگئی ہے' خود اپنے جسم سے کہے گا۔۔۔ ہیں۔۔۔! ہاتھ بول کر کہے گا۔ یا اللہ! میں نے فلاں بے گناہ کو تھپڑ مارا۔۔۔ فلاں معصوم کو میں نے تھپڑ مارا۔ جب میں افسر لگا ہوا تھا تو میں نے تھپڑ مارا تھا۔ ہاتھ بول کر بتائے گا۔ شرم گاہ بول کر بتائے گی یا اللہ! میں نے فلاں جگہ زنا کیا تھا۔ تو آدمی اپنے جسم کی طرف متوجہ ہو کر' اپنے اعضاء کی طرف متوجہ ہو کر کہے گا: ﴿ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ﴾ خود بدولت اپنے جسم سے کہے گا۔ کہ تو میرے خلاف کیوں بول رہا ہے؟ تو تو میرا تھا' تم میرے پارٹس تھے' میرے اجزاء تھے۔ تم میرے خلاف کیوں گواہی دے رہے ہو؟ ﴿ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ﴾ اب جسم کیا کہے گا۔ ﴿ اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ ﴾ ہمیں اللہ بلا رہا ہے اور یاد رکھیے گا کہ شاید آپ نے کبھی غور نہیں کیا کہ ہمارے اعتبار سے انسانوں کے ساتھ جانوروں کے سوا باقی سب چیزیں مردہ ہیں۔ مثلاً پتھر ہے' دیواریں ہیں' درخت ہے' یہ زمین ہے' یہ ہمارے اعتبار سے مردہ ہیں لیکن اللہ کے اعتبار سے ہر چیز زندہ ہے۔ اللہ ہر چیز کو بلا سکتا ہے۔ ان میں شعور ہے' ان میں ادراک ہے' ان میں بات سننے کی' سمجھنے کی' جواب دینے کی پوری صلاحیت ہے۔ درخت جب چاہے اللہ سے بات کر لے' اللہ کے لیے ہر چیز زندہ ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے' آپ نے سنا ہے جب منبر نہیں بنا تھا' بالکل ابتدائی دنوں کی بات ہے کھجور کی لکڑی کا ایک تنا تھا جس کے ساتھ آپ ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے اور صحابہ کو وعظ فرمایا کرتے تھے' خطبہ دیا کرتے تھے۔ جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ پھر ایک عورت نے منبر بنوا کر مسجد میں رکھوا دیا۔ نبی ﷺ نے منبر پر خطبہ دینا شروع کر دیا۔ کھجور کا وہ تنا

رونے لگ گیا۔ جو نمازی تھے حیران رہ گئے۔ تنے کو روتا سن کر وہ حیران ہو گئے۔ آپ کی آواز اس کے رونے کی آواز میں خلط ملط ہو گئی۔ پتہ ہی نہ لگ رہا تھا کہ آپ کیا بول رہے ہیں۔ اب کیوں اس میں یہ احساس' یہ ادارک پیدا ہو گیا۔ وہ اس لیے رونے لگ گیا کہ پہلے آپ کا جسم مبارک تنے کے ساتھ لگتا تھا اور اب وہ اس سعادت سے محروم ہو گیا تھا۔ وہ سمجھنے لگا کہ اب حضور ﷺ میرے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے نہیں ہوا کریں گے۔ وہ آپ کی جدائی کی وجہ سے اس قدر رو رہا تھا کہ لوگوں کے پلے کچھ نہیں پڑ رہا تھا۔ آپ منبر سے اترے اور اس کے ساتھ جا کر لگ گئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ وہ اس طرح سسکیاں لے کر چپ ہونے لگا جس طرح بچے کو چپ کروا لیا جائے تو وہ آہستہ آہستہ چپ ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری باب علامات النبوۃ مسند احمد و ترمذی و ابن ماجۃ (معجزات) و نسائی باب خطبۃ الجمعۃ و سیرۃ النبی ﷺ 340/3) اور قرآن مجید میں جا بجا آتا ہے۔ اللہ نے فلاں چیز کو بلایا' فلاں چیز کو بلایا۔ اب ہاتھ بولیں گے' پاؤں بولیں گے کان بولیں گے۔ زبان کا ٹکڑا نہیں بولے گا۔ وہ اب کنٹرول ہے۔ آخر میں زبان علیحدہ بولے گی۔ آدمی حیران ہو کر کہے گا کہ تم میرے خلاف کیا کر رہے ہو۔ وہ کہیں گے۔ ﴿ اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ ﴾ ہمیں تو اللہ بلا رہا ہے۔ وہ جس چیز کو چاہے بلا لے۔ وہ پتھروں کو چاہے بلا لے۔ وہ درختوں کو بلا لے۔ وہ مٹی کو بلا لے' اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو لوگ دوزخ میں جائیں گے ان کے بارے میں ہے ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ ﴾ اے دنیا کے لوگو! تم دنیا میں گناہ کرتے تھے' ہر ایک سے چھپتے تھے' جب آدمی اور گناہ کرنے کے لیے جاتا ہے ہاتھ ساتھ ہوتا ہے' زبان ساتھ ہوتی ہے۔ پاؤں ساتھ ہوتے ہیں۔ جسم سارا ساتھ ہوتا ہے۔ آدمی کو تسلی ہوتی ہے کہ کوئی نہیں دیکھ رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمھیں یہ بالکل خیال نہیں ہوتا تھا کہ تم اوروں سے چھپتے تھے لیکن تم اپنے اعضاء سے تو نہیں چھپ سکتے۔ یہی اعضاء تمھارے دشمن ہو جائیں گے۔ تمھارے خلاف گواہی دیں گے۔ دیکھو! خدا

کا نظام۔ اصل بادشاہ تو اللہ ہے۔ مالک ہے تو اللہ ہے۔ حکومت ہے تو اسی کی ہے۔ بڑائی کے لائق ہے تو وہ ہے۔ ﴿ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴾ [17:بنی اسرائیل:111] پڑھ اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر کبیرا۔ بڑائی اسی کے لائق ہے۔ بڑائی اسی کو جچتی ہے۔ اس کے سوا کوئی بڑائی کے لائق نہیں ہے۔ ﴿ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ ﴾ [41:السجدة:22] تم نہیں چھپتے تھے اس بات سے ﴿ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ ﴾ کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں' ﴿ وَ لَاۤ اَبْصَارُكُمْ ﴾ تمھاری آنکھیں ﴿ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ ﴾ تمھارے چمڑے' تمھاری کھال ﴿ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ ﴾ دنیا کے لوگو! تمھارا کیا خیال ہوتا تھا؟ ﴿ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [41:السجدة:32] اللہ کو تمھارے عملوں کا پتہ ہی نہیں لگتا' سن لیا آپ نے اور یہ بالکل حقیقت ہے۔ کیا میں اور کیا آپ ہم اکثر جب غافل ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ خیال ہی نہیں ہوتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اللہ سن رہا ہے اللہ کو سب پتہ ہے۔ یعنی اکثر تمھارا یہ خیال ہوتا تھا کہ اللہ کو کیا پتہ ہے زنا کر لے' چوری کر لے' قتل کر لے گالی دے دے' پیسے اٹھا لے' فلاں کام کر لے۔ ﴿ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ ﴾ تمھارا یہ خیال ہوتا تھا۔ ﴿ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ کہ اللہ کو تمھارے عملوں کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ بس آدمی مسجد میں آتا ہے تو پھر تھوڑا سا خیال ہوتا کہ مسجد میں شرارت نہ کروں۔ دیکھو جی! چپ رہو۔ مسجد ہے' مسجد ہے' اس میں باتیں نہیں کیا کرتے۔ باہر جو مرضی کرتے رہو۔ جیسے باہر اللہ کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ اللہ کوئی مسجد میں دیکھتا ہے؟ وہ کیا باہر نہیں دیکھتا۔ اللہ کا دیکھنا تو ہر جگہ برابر ہے۔ کیا مسجد کیا گھر۔ اسی لیے مومن اندر اور باہر میں یکساں ہوتا ہے۔ وہ منافق نہیں ہوتا' مومن ظاہر میں بھی خدا پر ایمان رکھتا ہے اور باطن میں ایماندار ہوتا ہے۔ وہ حیثیتوں میں برابر ہوتا ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سنتا ہے' ہر ایک کی

بات سنتا ہے' سب کچھ دیکھتا ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے' اس لیے میری پرائیویٹ زندگی' میری پبلک زندگی ایک ہی ہونی چاہیے۔ آپ اپنے لیڈروں کو دیکھیں' ان کے بیانات مکاری اور فریب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ دل میں کچھ ہے' پبلک میں کچھ ہے' کہہ کچھ رہے ہیں اور کر کچھ رہے ہیں۔ جھوٹے بیانات' لوگوں کو خوش کرنے کے لیے' ان کو دھوکہ دینے کے لیے۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم بہت کامیاب ہیں۔ لیکن مومن کبھی ایسا نہیں ہوتا۔ کیوں؟ یہی بات کہ مومن ہمیشہ یہی سمجھتا ہے کہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ﴾ اور تم نہیں چھپتے تھے؟ اب تمھارے خلاف تمھارے کان' تمھاری آنکھیں اور تمھارے چمڑے گواہی دیں گے۔ ﴿ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ ﴾ اور لیکن تمھارا خیال یہ ہوتا تھا۔ ﴿ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ اللہ کو تمھارے بہت سے عملوں کا تو پتہ ہی نہیں لگتا ﴿ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ﴾ تمھارے اس خیال نے تمھیں برباد کر کے رکھ دیا۔ دیکھیے قرآن یہ علاج کر رہا ہے۔ قرآن اپریشن کر رہا ہے۔ تجزیہ کر رہا ہے کہ تم برباد کیوں ہوتے ہو۔ اس لیے کہ جب تمھارے دل میں یہ بات آجاتی ہے کہ اللہ کو کیا پتہ ہے کر لے گناہ۔ یہ بے فکری کی زندگی گزارنے لگ جاتے ہو۔ اللہ کا ڈر تمھارے دل سے نکل جاتا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ اللہ کو کیا پتہ ہے؟ ﴿ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [41: السجدة:23] تم ہار گئے' تم خسارے میں چلے گئے۔

تو آدمی ہارتا کب ہے؟ جب آدمی اللہ کی طرف سے غافل ہوتا ہے۔ اللہ کا ڈر دل سے نکل جاتا ہے۔ اس کو یہ یقین نہیں رہتا کہ اللہ دیکھتا ہے' اللہ سنتا ہے' اللہ کو علم ہے' کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر یہ یقین ہو جائے تو انسان کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور یہی بچاؤ کی صورت ہے۔ یہ باتیں کب ہو رہی ہیں؟ دوزخیوں کو دوزخ کے کنارے کھڑے کر کے۔ اللہ ساری باتیں ان کو سنا رہا ہے کہ تم آج دوزخی کیوں بن گئے۔ جنت سے کیوں محروم ہو

گئے اور دوزخ میں کیوں جا رہے ہو؟ اس وجہ سے کہ تم دنیا میں بے فکری کی زندگی گزارتے تھے۔ اللہ کا ڈر تمھارے دلوں میں نہیں ہوتا تھا کہ اللہ دیکھتا ہے' اللہ سنتا ہے' اللہ کو ہر چیز کا پتہ ہے۔ چلو اب دوزخ میں۔ دوزخ کے کنارے تو پہلے ہی کھڑے ہوں گے۔ خدا کہے گا کہ داخل ہو جاؤ۔ ﴿ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴾ آج صبر کرو تو دوزخ تمھارا ٹھکانہ ہے۔ ﴿ وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَاهُمْ مِنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴾ [41:السجدة:24] اور اگر کہیں گے کہ یا اللہ! اب واپس کر دے' تو انھیں واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ دنیا میں صبر کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔ جیسے ڈاکٹر کسی کے بیٹے کو کسی پھوڑے پھنسی پر کسی جگہ چیرا دیتا ہے تو باپ کہتا ہے کہ بیٹا صبر کر' کوئی بات نہیں' اس دلاسے سے اس کی تکلیف کچھ دیر کے لیے کم ہو جاتی ہے۔ لیکن ادھر اللہ فرماتے ہیں کہ صبر کرو یا نہ کرو فائدہ ہی کچھ نہیں۔ ﴿ اِصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ﴾ صبر کرو یا نہ کرو' کوئی فائدہ نہیں ﴿ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا ﴾ اگر آج صبر کرو تو دوزخ تمھارا ٹھکانا ہے۔ ﴿ وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا ﴾ اور اگر تم معذرت کرو' معافی مانگو کہ یا اللہ! جانے دے اللہ! چھوڑ دے' معاف کر دے۔ ﴿ فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴾ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اب معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں جا کر قارون بھی کہے گا یا اللہ! توبہ' فرعون بھی کہے گا یا اللہ! جانے دے۔ ابو جہل بھی کہے گا لیکن کوئی فائدہ ہے؟ کوئی فائدہ نہیں۔ آج فائدہ ہے' جب آپ گناہ کر سکتے ہیں۔ اب دیکھو ناں جب بوڑھا ہو جائے' زنا کے قابل نہ رہے' چوری کے قابل نہ رہے' حرکت کے قابل نہ رہے' وہ کہے یا اللہ! توبہ۔۔۔۔۔ توبہ کس بات کی؟ تو تو کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ توبہ جوان آدمی کرے جس کو گناہ پر قدرت ہونے کے باوجود اس سے بچتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ میں اس آدمی کی توبہ کو قبول کرتا ہوں۔ دیکھو جوان آدمی ہے' لڑکی سامنے سے آ رہی ہے اور وہ اپنی نگاہوں کو نیچی کر لیتا ہے تو توبہ اس کی ہے۔ اس کو تو توبہ کا مزا ہے۔ قرآن بھی کیسی پر تاثیر کتاب ہے! میرے بھائیو! قرآن سے محبت کرو' قرآن کو سمجھنے

کی کوشش کیا کرو۔ قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کیا کرو۔ اس کی تھوڑی بہت رواں رواں جو تشریح ہوتی ہے اس کے ساتھ پڑھو۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے۔ ﴿ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا ﴾ جب تیرے پاس میرے وہ بندے آئیں جو ایمان لا چکے ہیں، جب وہ آئیں تو انھیں سلام کیا کر۔ ﴿ فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا ﴾ ان سے پہلے سلام کیا کر اور پھر کہا کہ ان کو میرا پیغام دیا کر۔ ﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ تمھارے رب نے رحمت کو اپنے ذمے کر لیا ہے۔ ﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ ﴾ تیرے رب نے لکھ دی ہے تمھارے رب نے۔ ﴿ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ اپنے نفس پر رحمت۔ اپنے نفس پر اس نے رحمت کو لازمی کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ﴿ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ﴾ کہ اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی گناہ کر بیٹھے جہالت کی وجہ سے، نفس کے غلبے سے، بے وقوفی سے، حماقت سے ﴿ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ ﴾ جو تم میں سے گناہ کر بیٹھے ﴿ بِجَهَالَةٍ ﴾ جہالت سے۔ جہالت کے معانی بے عملی نہیں ہے۔ جہالت کے معنی حماقت۔ اب دیکھو نا، بندہ زنا کرتا ہے۔ زنا کوئی بے عملی سے کرتا ہے؟ حماقت سے کرتا ہے، حماقت سے کرتا ہے، نادانی سے، بے سمجھی سے، بے وقوفی سے کرتا ہے تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی جہالت کی وجہ سے گناہ کر لے۔ ﴿ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ پھر اس کے بعد توبہ کر لے، اس کے بعد اپنی اصلاح کر لے۔ ﴿ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [6:الانعام:54] اللہ اس کو بخش دے گا۔ اس کے لیے اللہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔ آپ نے سن لیا کہ اللہ کس کے لیے غفور و رحیم ہے؟ بریلویوں کے لیے جو شرک کرتے جاتے ہیں اور توبہ توبہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ یا پھر ان ڈرائیوروں کے لیے؟ جو کوئی حادثہ دیکھتے ہیں تو توبہ توبہ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ایک تختی پر "یااللہ میری توبہ" لکھوا کر اپنے پاس لگوا لیتے ہیں۔ اور ایک طرف گانے بھی

لگائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ﴿ مَنْ تَابَ مِنْكُمْ ثُمَّ أَصْلَحَ ﴾ جو باز آجائے اور آئندہ کے لیے اپنی اصلاح کرلے توبہ تو اس آدمی کی ہے۔ جو آدمی توبہ کرتا ہے اور آئندہ گانے وغیرہ نہیں لگاتا۔ وہ کہتا ہے کہ جب تک میں ڈرائیونگ کروں گا' گانے نہیں لگاؤں گا۔ جس گناہ سے وہ توبہ کرے پھر اس کا اعادہ نہ کرے' اس سے رک جائے' توبہ تو اس آدمی کی ہے۔

﴿ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ اللہ ان کے لیے بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ علاج ہو رہا ہے اور جو آدمی دنیا میں پرواہ ہی نہیں کرتا۔ یہی خیال کرلو جی! دیکھو شیطان کیا دھوکے دیتا ہے۔ آدمی سے آکر یہ کہتا ہے کہ یہ کام کرلے' پھر بعد میں توبہ کرلینا۔ یعنی وہ آدمی مسلمان ہوتا ہے۔ گناہ کو گناہ جانتا ہے۔ لیکن اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ کرلے' کوئی حرج نہیں ہے' بعد میں توبہ کرلینا' معافی مانگ لینا۔ اور یہ چکر آپ کو پتہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں بھی شیطان نے چلایا۔ یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف سے محبت کرتے تھے۔ چھوٹا بچہ تھا۔ بھائیوں کو حسد ہو گیا۔۔۔۔ ہیں۔۔۔ ابا جو ہے اس کو چھوڑتا ہی نہیں۔ کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتا' ہر وقت اس کو ساتھ رکھتا ہے' انگلی سے لگائے پھرتا ہے' پیار کرتا ہے' بہت محبت کرتا ہے حالانکہ کما کر ہم لاتے ہیں' کام سارے ہم کرتے ہیں' ہمیں پوچھتا ہی نہیں اور ہر وقت اسی کو چومتا رہتا ہے۔ ﴿ اقْتُلُوا يُوسُفَ ﴾ یوسف کو قتل کردو۔۔۔ بھائی یہ مشورہ کر رہے ہیں۔ ﴿ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا ﴾ یا اسے کسی دور دراز زمین میں پھینک دو۔ ﴿ يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ ﴾ جب یہ نہیں رہے گا تمہارا ابا فارغ ہو جائے گا۔ پھر اس کی نگاہ کے سامنے تم ہی رہو گے۔ وہ پھر تم سے ہی محبت کرے گا۔ یہ کام کرلو۔ ﴿ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ﴾ [12:یوسف:9] بعد میں نیک ہو جانا۔ بعد میں توبہ کرلینا۔ یہ کام کرلو' شیطان آدمی کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے۔ اول تو آدمی کو ہمیشہ یہ چاہیے کہ جب کبھی گناہ کا موقع آئے تو وہ اپنے اندر اس سے بچنے کی ایک کوشش کرے۔ دیکھیے! نفس تین طرح کے ہوتے ہیں: ا۔ نفس امارہ ۲۔ نفس مطمئنہ ۳۔

نفس لوامہ۔۔۔ جب انسان بد ہوتا ہے تو نفس امارہ حاکم ہوتا ہے۔ شرارتی نفس جو گناہ پر ابھارتا ہے' وہ غالب ہوتا ہے۔ بے شک باپ سمجھائے' ماں سمجھائے' وہ بس برائی کی طرف ہی جاتا ہے۔ جب گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کا نفس لوامہ اس کو ملامت کرتا ہے' اس کو جھنجوڑتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تو نے گناہ نہیں کرنا تھا۔ اور جب یہ نفس لوامہ مضبوط ہوتا ہے۔ آدمی کوشش کرتا رہتا ہے کہ بدی سے بچا جائے تو اس کی طبیعت جو ہے وہ نیکی کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ گناہ کی طرف رغبت کم ہو جاتی ہے۔ بالآخر نفس مطمئنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر گناہ کی طرف اس کا دل جاتا ہی نہیں۔ ادھر گناہ کی طرف جاتا ہی نہیں۔ یہ سمجھو کہ یہ ترقی پر ہے۔ پہلے نفس امارہ میں مبتلا ہوتا ہے پھر نفس لوامہ کام کرتا ہے اور پھر نفس مطمئنہ حاصل ہوتا ہے۔ آدمی کے اندر یہ Stages ہیں۔ جس کے تحت آدمی اپنی زندگی گزارتا چلا جاتا ہے۔ کوئی کسی چکر میں پڑا ہوا ہے' کوئی کسی چکر میں پڑا ہوا ہے' تو یہ بات توجہ سے سن لیجیے گا کہ قرآن میں جا بجا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ﴿ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ ﴾ لوگو! میں غفار ہوں۔ لیکن کے لیے؟ ﴿ لِمَنْ تَابَ ﴾ جو توبہ کرے۔ ﴿ وَ عَمِلَ صَالِحًا ﴾ اور نیک کام کرے۔ ﴿ ثُمَّ اهْتَدٰى ﴾ پھر صحیح راہ اختیار کرے۔ ﴿ نَبِّئْ عِبَادِیْ ﴾ میرے بندوں کو بتادے۔ ﴿ اِنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾ کہ لوگو! میں ہی بخشنے والا ہوں' میں ہی غفور ہوں' میں ہی رحیم ہوں اور یہ بھی بتادے۔ ﴿ اِنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴾ کہ میرا عذاب بھی بڑا المناک ہے۔ دیکھو! کیسے خدا آپ کے سامنے دونوں سائیڈوں کو رکھ رہا ہے۔ ﴿ نَبِّئْ عِبَادِیْ ﴾ میرے بندوں کو بتا دے' ﴿ اِنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾ میرے سوا کوئی غفور اور رحیم نہیں۔ نبی' ولی کوئی غفور رحیم نہیں۔ غفور رحیم صرف میں ہی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی بتادے ﴿ اِنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴾ میرا عذاب بڑا سخت ہے' بڑا دردناک عذاب ہے۔ ﴿ فَیَوْمَئِذٍ

﴿لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌ﴾ [89:الفجر:25] خدا جیسا عذاب کوئی نہیں دے سکتا۔ اب دیکھو' پولیس اگر زیادہ سختی کرے گی تو آدمی مر جائے گا۔ پولیس پھنس جائے گی اور خدا کا کمال دیکھو کہ آگ میں ڈالتا ہے اور مرنے نہیں دیتا۔ فرمایا میرے جیسا عذاب کون دے سکتا ہے؟ اب دیکھو ناں آپ کسی کا گلہ دبا دیں وہ مر جائے گا۔ خدا دباتا جائے گا مرنے نہیں دے گا۔ آگ لگاتا جائے گا مرنے نہیں دے گا۔ اگر وہ چیز مارے وہ چیرتا جائے' دھنستا جائے لیکن وہ مرے گا نہیں۔ فرمایا جس نے خودکشی کر لی خدا اس کو دوزخ میں عذاب کیا دے گا؟ یہ کہ وہ زہر ہی کھاتا رہے۔ جس نے اپنے آپ کو فائر مار لیا' پسٹل لیا اور شوٹ کر لیا۔ وہ دوزخ میں جائے گا اور ہمیشہ ہی اپنے آپ کو شوٹ کرتا رہے گا۔ لیکن زندہ بھی رہے گا۔ گولی مارے گا کبھی اپنے دل پر' کبھی سر میں' کبھی کہیں مارے گا اور کبھی کہیں مارے گا لیکن خدا مرنے نہیں دے گا۔ (رواہ البخاری فی کتاب الجنائز باب ما جاء فی قاتل النفس عن ابی ھریرۃؓ) قرآن میں ﴿یَاْتِیْهِ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ موت ہر چار طرف سے آئے گی۔ لیکن وَ مَا هُوَ بِمَیِّتٍ لیکن مرے گا نہیں۔ خدا اس کو کچ لہو' پیپ اور کھولتا ہوا پانی پلائے گا۔ کس کا دل چاہتا ہے کہ پیپ پیے لیکن وہ پے گا' مجبور ہو گا' اسے ایسی سخت سزا میں موت نہیں آئے گی۔

میرے بھائیو! اللہ سے ڈرو' اللہ کو پہچانو۔ قرآن میں ہے۔ ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کلمہ پڑھتے ہیں' لیکن جب دین کا معاملہ آتا ہے' تھوڑی سے انھیں تکلیف اٹھانی پڑتی ہے ﴿وَ اِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ﴾ جب اسے دین میں تھوڑی سی تکلیف آتی ہے۔ ﴿جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ﴾ [29:العنکبوت:10] اس کو تھوڑی سی تکلیف رشتہ دار دیتے ہیں' حکومت دیتی ہے' برادری تنگ کرتی ہے اور اسے کوئی تکلیف آتی ہے دین کی وجہ سے تو وہ کیا سمجھتا ہے جیسے خدا

کا عذاب آگیا ہے۔ اس وجہ سے وہ پھر کفر پر پلٹ جاتا ہے۔ بعض آدمی اہل حدیث ہو جاتے ہیں لیکن برادری تنگ کرتی ہے تو تنگ آکر مذہب چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ مجھے بتایا کسی نے تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ ایک مولوی بے چارہ اہل حدیث ہو گیا۔ بریلوی تھا اور اللہ نے اسے سمجھ دی' کچھ کتابیں پڑھیں' کوئی ایک دو وعظ سنے اور اہل حدیث ہو گیا۔ اب لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی اور اسے کہنے لگے کہ تو وہابی ہو گیا ہے' تو بے دین ہو گیا ہے۔ ہم تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ اس نے کہا کہ نہیں پڑھتے ہو تو نہ پڑھو۔ جب انھوں نے یہ دیکھا کہ یہ نسخہ بھی کامیاب نہیں رہا تو انھوں نے پھر اسکے سسر کو جا کر اکسایا کہ تیرا داماد مرتد ہو گیا ہے' بے دین ہو گیا ہے۔ وہ آئے اور اس کی بیوی کو لے گئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ گئے۔ بیوی اپنے باپ کے ساتھ چلی گئی۔ آخر اس نے ایک ہفتہ نہیں نکالا پھر بریلوی ہو گیا کہ اب کیا کروں میں تو بچ ہی نہیں سکتا۔ میرا تو گزارا ہو نہیں سکتا۔ اللہ نے قرآن میں بالکل یہی نقشہ کھینچا ہے۔ سورہ عنکبوت پڑھ کر دیکھ لیں۔ ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ﴾ لوگ ایسے بھی ہیں جو ایمان لے آتے ہیں لیکن ﴿ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ ﴾ جب انھیں دین میں تکلیف پہنچتی ہے۔ ﴿ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ﴾ [29:العنکبوت :10] لوگوں کی جو تکلیفیں ہیں ان کو وہ اللہ کا عذاب سمجھتا ہے۔ اور پلٹ کر اپنے ہی مذہب میں چلا جاتا ہے' برداشت نہیں کرتا۔ اللہ پر بھروسہ کر کے ان کو برداشت نہیں کرتا کہ آخر کب تک ؟ جب میں نے اللہ کے لیے یہ کام کیا ہے تو کیا اللہ میرا ساتھ چھوڑ دے گا؟ یہ ساری عزم کی بات ہے اور قرآن میں اللہ کیا کہتا ہے ؟ ﴿ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [5:المائدۃ:23] اگر تم میں ایمان ہے تو بھروسہ اللہ پر ہی کرو۔ دیکھیے آپ نے مذہب صحیح اختیار کیا۔ اللہ آپ کو چھوڑ دے گا؟ اللہ تو صرف آزماتا ہے کہ یہ پکا ہے کہ کچا ہے ؟ جب وہ دیکھ لیتا ہے کہ یہ پکا ہے تو خدا ساتھ دیتا ہے۔ آپ نے شاید کبھی یہ اندازہ نہیں کیا کہ اللہ پر ایمان کے معانی کیا ہیں ؟

اللہ پر ایمان کے یہ معانی نہیں ہیں کہ تم یہ مان لو کہ اللہ ہے۔ یہ تو مشرک بھی کہتا ہے کہ اللہ ہے۔ اللہ پر ایمان کے کیا معانی ہیں؟ اللہ پر ایمان کے معانی یہ ہیں کہ میرے سارے کام وہ کرے گا۔ میرا وہ ساتھ دے گا۔ اور اگر اللہ پر ایمان کے یہ ہی معانی ہیں کہ اللہ ہے تو مشرک بھی کہتا ہے کافر بھی کہتا ہے۔ کیا ایمان ہوا؟ اس لیے اللہ کہتا ہے کہ ﴿ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ اگر تم میں ایمان ہے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اور اصل میں' حقیقت میں ایمان نام ہی توکل کا ہے' اللہ پر بھروسہ کرنے کا ہے۔ چنانچہ دیکھ لیں جوں جوں اللہ پر بھروسہ زیادہ ہوتا جاتا ہے ایمان ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور ایمان اپنے Climax کو' ایمان اپنے عروج کو کب پہنچتا ہے؟ جب آدمی میں اللہ پر بھروسہ حد سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پھر اس کو کسی کی پرواہ نہیں رہتی۔ چنانچہ نبیوں کی زندگیوں کو دیکھ لو۔ جب مکے میں لوگ رسول اللہ ﷺ سے تنگ آگئے' ابو طالب کے پاس آئے اور آکر کہنے لگے دیکھ تیرے بھتیجے نے ہمیں بہت تنگ کیا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ ہمارے معبود کچھ نہیں کر سکتے۔ جھگڑا تو آج کل بھی وہی ہے۔

میرے بھائیو! سن لو پہلے زمانے کا مشرک ابو جہل اور آج کا مشرک جو ہے ان دونوں کے شرک میں کوئی فرق نہیں ہے' دونوں برابر ہیں۔ شرک ان کا اور آج کے دور کے لوگوں کا ایک جیسا ہے۔ اسی طرح ایمان پہلے زمانے کا اور آج کے زمانے کا ایک ہی بات ہے۔ جو بات اس زمانے کا ایمان دار کرے گا وہی بات آج کے زمانے کا ایمان دار کرے گا۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے پوچھتے ہیں: ﴿ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴾ ابا تو ان بتوں کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ﴿ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴾ جب ان کو بلاتے ہو' یہ سنتے ہیں؟ ﴿ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴾ یا تمھیں نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ یہ ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے پوچھتے ہیں اور اپنے باپ سے پوچھتے ہیں۔ انھوں نے کیا جواب دیا؟ ہم کچھ نہیں جانتے' بس ہمارے باپ دادا یہ کرتے ہیں' ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ

انھوں نے جواب دیا۔ اور آج کیا ہوتا ہے؟ ہم لوگ مزار پر جاتے ہیں' لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ گرے پڑے ہیں' ان سے پوچھو' ارے! یہ سنتے ہیں' یہ کچھ کوئی نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ وہ فوراً کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ایسے ہی کرتے آئے ہیں۔ ایک بات کوئی فرق نہیں۔ پہلے مشرک بھی یہی کہتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے کرتے پایا۔ قدریں برابر' باتیں وہی ہیں' کوئی فرق نہیں' تو انسان جب ذرا ڈھیلا پڑ جاتا ہے تو شیطان چڑھ جاتا ہے۔ اس پر غالب آ جاتا ہے۔ اور جب انسان اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو حالت کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔ تو ایمان کسے کہتے ہیں؟ اللہ پر بھروسے کو ایمان کہتے ہیں۔ میں آپ کو یہ واقعہ بتایا نہیں۔ اس کی بیوی لے گئے' وہ بے چارہ چار دن میں کھسک گیا اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ماں بیوہ تھیں۔ اس نے پالا' جوان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل گئے۔ اس زمانے میں لوگ سمجھتے کہ جو آدمی اس محمد ﷺ کے ساتھ مل گیا اور بے دین ہو گیا۔ اس نے مذہب بدل لیا۔ ماں مکہ سے چل کر مدینے پہنچی' گرمی کا موسم' کپڑے پھاڑ رہی ہے' بال نوچ رہی ہے' دھوپ میں کھڑی ہے' میں مر جاؤں گی' میں مر جاؤں گی' جان دے دوں گی۔ میرے ساتھ چل۔۔۔ نبی ﷺ حیران ہیں کہ بے چارہ سعدؓ تو سخت امتحان میں پڑ گیا۔ کبھی سعد کے منہ کو دیکھتے ہیں اور کبھی ماں کو دیکھتے ہیں کہ ماں کیا کرتی ہے' اب نتیجہ کیا نکلے گا؟ سعد مقابلہ کرتا ہے مقابلہ۔۔۔ یہ پکا کھڑا (Stand Firm) ہے۔ حضرت سعد چپ رہے' تھوڑی دیر کے بعد دیکھا جب ماں ٹلتی ہی نہیں' شیطان اس پر سوار ہے' وہ کہنے لگے اماں! یہ تو تیری ایک جان ہے اگر تیری سو جانیں بھی ہوتی اور تو ہر سو دفعہ میرے سامنے اپنی جان گنوا دیتی تو میں پھر بھی اپنے ایمان کو' اپنے اسلام کو ترک نہیں کروں گا۔ بس شیطان بھاگ گیا۔ ماں کا دماغ بھی فوراً ہی درست ہو گیا۔ (سیرت احمد مجتبیٰ ج1 ص1) اب دیکھیں ناں وہ لوگ مولوی صاحب کی بیوی کو لے گئے' بچوں کو پریشان کر گئے۔ اگر وہ خدا پر بھروسہ کرتا۔ جیسے یہ پگل رہا تھا' بچوں کی وجہ سے پریشان تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی بیوی بھی پریشان ہو جاتی۔ وہ بھی بچوں کی خاطر اپنے باپ کے گھر سے خود بخود چلی آتی۔ یہ بھی کامیاب ہو جاتا۔

اللہ صرف دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کا ایمان کتنا مضبوط ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بعض آدمی وہ ہوتے ہیں کہ تھوڑی سی تکلیف اللہ کے راستے میں آتی ہے اور اللہ کچھ دن وہ تکلیف رکھتا ہے تاکہ اس کی پرکھ ہو جائے۔ جب اللہ کسی کو اپنانا تا ہے تو اس کو ٹنکا بجا کر دیکھتا ہے کہ پکا بھی ہے کہ نہیں۔ آپ کسی کمہار کے پاس کوئی برتن: صراحیاں' یہ مٹکے' یہ پانی کے برتن' ہنڈیا وغیرہ خریدنے جاتے ہیں نا۔۔۔ کیسے جا جا کر دیکھتے ہیں۔ وہ کمہار چھڑی مار کر آپ کو چیک کرواتا ہے کہ نہیں؟ خدا کہتا ہے کہ اگر تو کسی چیز کو خریدتے وقت ٹنکا کر دیکھتا ہے کیا میں نہ دیکھوں؟

اللہ کہتا ہے کہ تو لا الہ الا اللہ کہے' اور میں کہوں آجا۔۔۔ جی صدقے آجا۔۔۔ ایسا نہیں ہوتا۔ بے وقوف لوگ' جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ جنت کے دروازے پر کھڑے ہوں گے' جب ہم یا رسول اللہ کہتے ہوئے انھیں ملیں گے تو وہ جنت میں لے جائیں گے۔ کیسا آسان طریقہ ہے؟ کیسا میٹھا خواب ہے۔ کیا بے وقوفی کی بات ہے۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے ۔ ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا﴾ [29: العنکبوت: 1] کیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔ ﴿اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا﴾ صرف امنا کہنے پر ایمان لانے پر' کلمہ پڑھنے پر' ﴿وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ﴾ میں ٹنکاؤں بجاؤں نہیں؟ میں کھڑا نہیں کروں گا۔ ﴿وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ﴾ میں نے آزمایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔ ﴿فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ﴾ [29: العنکبوت: 2] میں نے سچے اور جھوٹے نکھار دیے ہیں' لوگوں کو دکھا دیا۔ دیکھ لو حضرت بلال ؓ کو دھوپ میں ڈالتے' تیز کانٹوں سے مارتے' تپتی ریت پر اس کو ڈالتے' گرم گرم چیزیں اس پر ڈالتے اور کیا کہتے؟ دل میں یہ سوچ رکھا تھا کہ بہت ظلم بھی کریں تو زیادہ سے زیادہ موت ہی ہے نا۔۔۔ ٹھیک ہے' بالکل کوئی پرواہ ہی نہیں۔ (رحمۃ للعالمین ج 1 ص 55) فرعون نے مائی آسیہ کو تکلیفیں دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا۔ وہ تو لاڈلی اور پیاری بیوی

اور کہا یہ کہ جب اس کو پتہ لگ گیا' یہ تو دل سے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ اب بجائے اس کے کہ اس کو چارپائی کے اوپر سلائے' جس چارپائی پر سوتا اس چارپائی کے نیچے بیوی کے ہاتھ اور پاؤں اس کے نیچے دبا کر اس طرح بیوی کو تکلیفیں دیتا' پھر چکی کے پاٹ' پتہ نہیں کیا کیا اذیتیں دیتا۔ صرف اس وجہ سے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ کیوں دیتی ہے۔ تو مسلمان کیوں ہو گئی ہے۔ اللہ قرآن مجید میں مائی آسیہ کی دعا یوں نقل کرتا ہے۔ ﴿ رَبِّ نَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهِ ﴾ [66:التحریم:11] یااللہ! مجھے فرعون سے نجات دے اور اس کے کاموں سے بھی نجات دے۔ اور ہم اپنی بیٹیاں کس کو دیتے ہیں۔ دیکھ لو آپ کو کسی بڑے افسر کا رشتہ مل جائے تو آپ بہت خوش ہوتے ہیں۔ بے شک وہ شرابیں پیتا ہو' زانی ہو' بدمعاش ہو' کچھ بھی ہو۔ جی! رشتہ بہت اچھا مل گیا ہے۔ بہت بڑا افسر لگا ہوا ہے۔ اب مائی آسیہ کو بادشاہ ملا ہوا ہے اور کیا کہتی ہیں؟ ﴿ رَبِّ نَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهِ ﴾ اللہ مجھے اس کے کام بھی اچھے نہیں لگتے' مجھے یہ خبیث بھی اچھا نہیں لگتا۔

میرے بھائیو! دنیا کی زندگی آخر ہے ہی کتنی جس کی خاطر آپ اپنی آخرت برباد کرتے ہیں۔ کسی کو اپنی زندگی کے بارے میں یقین ہے کہ میں کب تک زندہ رہوں گا۔ دیکھیے خمینی کی بڑی عمر تھی' لیکن دیکھ لو 88 سال کا ہو گیا' سارے پرزے گھس گئے۔ شاہ ایران تھا ایک طرف سے خون ڈال رہے تھے اور دوسری طرف سے نکال رہے تھے کہ اس طرح پرانا خون نکال کر نیا داخل کر دیا جائے۔ لیکن پرانی چیز پرانی ہوتی ہے۔ نئی چیز نئی ہی ہوتی ہے۔ اللہ کا نظام ہے اور ایسے ہی چل رہا ہے۔ ﴿ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَ مِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ ﴾ [16:النحل:70] اللہ فرماتے ہیں میں جسے چاہوں چھوٹی عمر میں لے جاؤں اور جسے چاہوں لمبی عمر دے دوں۔ ایسی عمر کہ جس میں کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ بندہ اسی سال کا یا سو سال کا ہو جائے تو پاخانہ اور پیشاب چارپائی پر ہی کر دیتا ہے۔ بیٹا بھی کہتا ہے کہ یااللہ لے جا۔ دوسرے بھی سب کہتے ہیں کہ یااللہ! لے جا لیکن اللہ کہتا ہے کہ نہیں لے جاتا۔ اور

بالآخر اتنی لمبی عمر پا کر بھی انسان کو مرنا ہی ہے۔

میرے بھائیو! آپ سوچیں' یہ سوچنے کی باتیں ہیں۔ آدمی کی شادی ہوئی' دیوانہ ہوتا ہے' میں ایسے کردوں' میں ایسے کردوں۔ شوخیاں کرتا ہے' جی! میں ہنی مون منانے مری جارہا ہوں۔ میں ادھر جارہا ہوں' میں یوں سیر کراؤں گا۔ اور جب وہ ساٹھ سال کا ہو جاتا ہے اور اسے پوچھتے ہیں کہ تیری بیوی کہاں ہے تو کہتا ہے کہ پتہ نہیں کہاں ہے؟ یعنی خدا زندگی میں ہی دکھا دیتا ہے کہ جو تیری خاطر زندگی میں جان دیتی تھی' جس کے پیچھے تو مرتا تھا وہ کہاں ہے؟ اب کہہ یا اللہ! کوئی پتہ نہیں۔ خدا کہتا ہے کہ تو چھوڑ نہیں گیا۔ تو نے دنیا میں ہی چھوڑ دیا۔ سب کچھ اب دیکھ لو کھانے کتنے اعلیٰ اعلیٰ ہوتے ہیں۔ جب کوئی میرے سامنے رکھ دیتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ بھئی! میں تو نہیں کھا سکتا۔ مجھے بلڈ پریشر ہے' مجھے دل کا عارض ہے' مجھے فلاں تکلیف ہے' مجھے فلاں تکلیف ہے۔ مجھے ڈاکٹر نے اس سے بند کیا ہے۔ میری چینی گئی' میرا دودھ گیا' میری فلاں چیز گئی' میری فلاں چیز گئی۔ رہ کیا گیا؟ کچی سبزیاں۔۔۔ جانوروں کی خوراک باقی رہ گئی۔ باقی ساری چیزیں انسانوں والی گئیں۔ خدا کہتا ہے کہ یہ دنیا کی ساری حقیقت یہ ہے۔ پھر بھی نظر نہیں آتا' تو سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ ارے بندے! تو بھی سمجھتا نہیں؟ تو میرے بھائیو! قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ دیکھو! قرآن مجید کی یہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ﴾ [41:فصلت:22] تو لوگوں سے پرہیز کرتا تھا کہ مجھے کوئی دیکھ نہ لے۔ کیا تجھے یہ خیال تھا کہ میرے کان میرے خلاف بولیں گے' میری آنکھیں میرے خلاف بولیں گی۔ میری آنکھیں میرے خلاف بولیں گی۔ میرا جسم میرے خلاف بول بول کر گواہی دے گا۔ اس لیے میں برائی نہ کروں' تمھارا خیال یہ ہوتا تھا کہ اللہ کو کیا پتہ ہے؟ اللہ کیا دیکھتا ہے' تمھیں تھانیدار سے ڈر لگتا' تمھیں حکومت کی C.I.D کا ڈر ہے۔ اور اللہ کے جو فرشتے ہیں کندھوں پر بیٹھے ہوئے ان سے ڈر نہیں لگتا۔ کہیے! یہ صحیح ہے؟ ﴿ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾

[ق:50:18] یونہی بندہ ایک لفظ زبان سے نکالتا ہے۔ ہمارے لکھنے والے رائٹر بالکل ریڈی' ﴿رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ کے کے معانی ریڈی' بالکل تیار' نہ اس کا پن کبھی خشک ہو نہ اس کا کاغذ کبھی ختم ہو۔ فٹافٹ بات کو نوٹ کرلیتا ہے لیکن اس اللہ کی بات کو ہم کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے اور اللہ نے کہی ہے۔ لیکن اللہ سے ڈرتے نہیں اور حکومت کی C.I.D کا ہمیں ہر وقت ڈر رہتا ہے کہ حکومت کو یہ اطلاع پہنچ جائے گی اور میں پھنس جاؤں گا۔

میرے بھائیو! اگر ایمان درست نہیں کرنا تو جمعہ کا فائدہ ہی کیا ہے؟ یہ جمعہ جو ہے' یہ عیسائیوں کا اجتماع نہیں ہے جو وہ اتوار کو کرتے ہیں۔ وہ جمع ہوتے ہیں' بھجن پڑھتے ہیں گیت گاتے ہیں' تالیاں مارتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ یہ جمعہ ہے اور اللہ نے یہ اس لیے رکھا ہے تاکہ آپ کو ہوشیار کیا جائے۔ آپ کو خبردار کیا جائے' آپ کو جگایا جائے۔ آپ اپنے نفس کی اصلاح کریں' اپنی موت کو یاد کریں۔ خدا کے حساب کو اپنے سامنے رکھیں کہ اللہ کے سامنے حساب ہوگا اور اللہ کیا کہتا ہے؟ قرآن مجید پڑھا کرو' رواں رواں ترجمہ ہی دیکھ لیا کرو۔ دیکھیے! قرآن میں اللہ کہتا ہے ۔ اللہ قرآن میں تاریخ کا ایک مختصر سا سروے پیش کرتا ہے اور آخر میں نتیجہ کیا نکالتا ہے؟ ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ اے بندے! کیا تجھے پتہ نہیں ہے کہ اللہ نے عادیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ﴿الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ عادی کیسے تھے؟ کون تھے۔ پھر اللہ نے اس کے بعد انسان کا ماڈل ہی Change کر دیا۔ عادیوں کے قد ساٹھ ساٹھ ہاتھ تیس تیس گز لمبے تھے۔ تیس گز لمبا 90 فٹ اونچا انسان ہوتا تھا اور جب ان کو خدا کے عذاب سے ڈرایا گیا اور اللہ نے آندھی بھیج دی۔ عذاب کے طور پر تو وہ ایڑیاں مار کر زمین میں دھنستے اور کہتے بگاڑ لے اللہ جو ہمارا بگاڑنا چاہتا ہے' تو ہمیں اکھاڑ ہی نہیں سکتا لیکن اللہ نے ان کو کونسا عذاب دیا؟ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ أَيَّامٍ﴾[الحاقة:69:7] اللہ نے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر اندھیری چھوڑی اور پائپ بنا کر رکھ دیا۔ پائپ جیسا کہ اندر سے

کھوکھلا ہوتا ہے اور اندر سے صرف گولائی ہوتی ہے۔ اور ہوا منہ کے راستے سے نکل جاتی ہے۔ انٹریوں کو پورا نظام نکال کر باہر رکھ دیا۔ ہوا انٹریوں میں جمع ہوتی اور دبر کے راستے سے نکلتی۔ یہ قرآن بیان کرتا ہے۔ ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ [الفجر:89:13] تجھے پتہ ہے۔ تیرے رب نے عاد قوم کے ساتھ کیا کیا؟ ﴿اَلَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ عادی قوم ایسی جوان تھی کہ اس کے بعد ان جیسے ہم نے پیدا ہی نہیں کیے۔ ہم نے پھر انسان کا ماڈل ہی Change کر دیا۔ ﴿وَ ثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ ثمود قوم کے ساتھ اللہ نے کیا کیا؟ جو پہاڑوں کو تراش تراش کر اپنی کوٹھیاں بناتے تھے اور پہاڑوں میں رہتے تھے۔ ﴿وَ فِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ﴾ اللہ نے فرعون کا کیا حشر کیا جو میخوں والا تھا۔ ناراض ہو جاتا تو ہاتھ اور پاؤں میں میخیں گاڑ دیتا۔ ان سب سے اللہ نے کیا کیا؟ ﴿اَلَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ﴾ یہ دنیا میں سرکش ہو گئے۔ ﴿فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ﴾ فساد مچا دیا۔ ﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ تیرا رب بھی گھات لگائے ہوئے ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں امریکہ جا رہا ہوں' روس جا رہا ہوں' انڈیا جا رہا ہوں۔ ساری دنیا میرے ساتھ ہے' میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ رب گھات میں لگا ہوا ہے۔ پتہ نہیں وہ کب پکڑ لے۔ آپ جانتے ہیں کہ گھات میں لگنے کے معنی کیا ہیں؟ گھات میں لگنے کے معنی یہ ہیں کہ آپ شیر کا شکار کرنے گئے۔ آپ ہرن کا شکار کرنے گئے۔ آپ بیٹھے ہوئے ہیں' رائفل ہاتھ میں ہے اور آپ بالکل عین باقاعدہ نشانے کی پوزیشن میں ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کا شکار وہ پھر رہا ہے' وہ آ رہا چھلانگیں لگا رہا ہے' کود رہا ہے۔ آپ کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ وہ میرے ٹارگٹ پر آئے' میں اس کو فائر کروں اور اسے پتہ بھی نہ چلے۔ یہ ہے گھات میں بیٹھنا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں کہ اے بندے! اپنی جوانی میں مست نہ ہو' تیرا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ جن لوگوں کو قرآن آتا تھا' جن کو قرآن پر ایمان تھا وہ آیتیں پڑھ پڑھ کر رویا کرتے تھے کہ میں گناہ کروں میرا رب پوزیشن لیے بیٹھا ہے۔ مجھے وہ دیکھ رہا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ میری زندگی کیسے گزر رہی ہے۔ آپ کو دیکھنا چاہیے کہ آپ کا کوئی کام خدا کی ناراضگی کا نہ ہو۔ اللہ سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اللہ بہت طاقت ور ہے۔ بہت طاقت والا ہے۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے : ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ﴾ [29:العنكبوت :4] کیا وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھاگ جائیں گے۔ سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے بہت کچھ دنیا کی طاقت دی' ان کو اللہ نے بہت کمالات دیے تھے۔ چنانچہ وہ وزیر ہی تھا جو بلقیس کے تخت کو سینکڑوں میل دور سے آنکھ جھپکنے میں لے آیا۔ جس وقت انہوں نے بلقیس کو بلایا تو اس نے اپنا تخت مقفل کیا' تالے والے لگا کر سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں چل پڑی۔ سلیمان علیہ السلام کو پتہ چل گیا کہ وہ چل پڑی ہے۔ اور ہفتے عشرے میں پہنچنے والی ہے۔ وہ دربار میں بیٹھے تھے کہنے لگے۔ کون ہے جو بلقیس کے تخت کو ہمارے پاس فوراً لے آئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے۔ ﴿ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ بہت بڑا دیو' جنوں کا ہیڈ کہنے لگا۔ ﴿ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ﴾ کہ میں تخت سینکڑوں میل دور سے لے آؤں گا۔ کتنی دیر میں؟ بیشتر اس کے کہ آپ اپنے دربار کو برخاست کریں میں وہ لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ آج کل اتنی جلدی کام ہو سکتا ہے؟ پیغام تو ٹھیک ہے پہنچ سکتا ہے لیکن تخت اتنی جلدی نہیں آ سکتا۔ سلیمان علیہ السلام مطمئن نہ ہوئے۔ دربار میں جن بھی باقاعدہ ڈیوٹی دیتے تھے۔ یہ قرآن مجید ہے۔ جنوں کے پیریاں لگائی ہوئی ہوتی تھیں اور لائن میں سلیمان علیہ السلام کے دربار میں کھڑے ہوتے تھے۔ الغرض جن نے کہا کہ میں اتنی جلدی لا دوں

گا۔ ﴿ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ ﴾ سلیمان علیہ السلام کا وزیر جس کا نام تاریخوں میں آصف لکھتے ہیں (واللہ اعلم کیا نام تھا) کہنے لگا ﴿ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ﴾ تیری نگاہ تیری طرف لوٹنے سے پہلے پہلے میں تخت لا کر حاضر کردوں گا۔ چنانچہ بالکل ایسا ہی ہوا۔ اب آپ سائنس کی ساری تھیوریاں لڑالیں کہ اتنی بڑی چیز وہاں سے کیسے غائب ہو گئی۔ کیا زمین کے اندر ہی اندر آیا یا فضا میں اڑتا ہوا آیا۔ اگر ایسا ہے تو اسے آگ کیوں نہ لگ گئی۔ دیکھ لو! یہ جو راکٹ وغیرہ جاتے ہیں تو ان کے لیے کتنا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کہ ایسے کروں' یہ ہونا چاہیے' لباس ایسا ہونا چاہیے' خوراک ایسی ہونی چاہیے۔ زلزلہ کا کوئی امکان نہ ہو۔۔۔ مجلا یہاں دربار لگا ہوا ہے۔ یہاں لا کر وہ تخت حاضر کر دیا۔ یہ بلڈنگ پھٹ نہیں گئی۔ آنکھ جھپکنے میں تخت جو تھا وہ لا کر کھڑا کر دیا۔ یہ ایک انسان کا کمال تھا جو اللہ نے اس کو دے رکھا تھا۔ دربار میں بیٹھے ہوئے' وہ وزیر بھی بیٹھا ہوا ہے اور سلیمان علیہ السلام بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی آدمی دروازے پر آیا۔ آگے کو ہو کر جھانکا' چلا گیا۔ ہر ایک کو یہ خیال ہوا کہ یہ بڑا بد تمیز ہے' اس کو آداب مجلس کا کوئی خیال نہیں' بادشاہ کا دربار لگا ہوا ہے۔ بغیر پوچھے آیا' پھر جھانکا ہے اور چلا گیا۔ نہ کوئی مقصد' نہ کوئی اور بات۔ یہ کون آدمی ہے؟ کوئی جاسوس ہے؟ کون ہے؟ کوئی باغی ہے یا کوئی اور ہے؟ ہر ایک حیران ہے' وہ وزیر سلیمان علیہ السلام سے پوچھنے لگا کہ یہ کون تھا۔ وہ اپنے وزیر سے کہنے لگے کہ یہ ملک الموت تھا۔ تیری جان لینے کے لیے آیا تھا۔ اچھا یہ کیا بات ہوئی تو وہ کہنے لگا۔ آصف وزیر کہنے لگا پھر اب۔ انھوں نے کہا اب کیا؟ اللہ نے ہوا میرے قبضے میں دے رکھی ہے' اللہ نے جن میرے قبضے میں دے رکھے ہیں۔ یہ میرے وسائل ہیں جو آج دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہیں۔ ان کو استعمال کرو اور منتقل کو جو یہاں سے دور ہے چلا جا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو ادھر سے ملک الموت بھی آ گیا۔ یہ تو جان کا معاملہ ہے۔ یہ ایک تاریخی بات ہے جو اسرائیلیات میں سے لی گئی ہے۔ نتیجے کے اعتبار سے یہ بات درست ہے۔ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ رہنے والا کسی اور جگہ کا ہوتا ہے مثلاً بہاول پور کا لیکن اللہ کے علم میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ اس کو

مرنا لندن میں ہے۔ اللہ لندن میں اسے کوئی کام ڈال دیتا ہے۔ فافٹ وہ لندن پہنچتا ہے اور وہیں مر جاتا ہے اور لاش یہاں پہنچ جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر سورہ لقمان آیت: 34) تو اللہ کا یہ نظام ہے۔

میرے بھائیو! اللہ کو کبھی نہ بھولو۔ آپ ان حکومتوں کو دیکھ کر اللہ کو بھول جاتے ہیں۔ یہ بڑی بد قسمتی ہے۔ ان حکومتوں کو کچھ نہ سمجھو۔ یہ کچھ نہیں ہیں۔ یہ بے حقیقت ہیں۔ اصل حکومت اللہ کی ہے۔ اصل بادشاہ وہ ہے جس کو زوال نہیں۔ ہر چیز اس کے قبضے میں ہے۔ نماز پڑھو' اس کے سامنے کھڑے ہو کر بالکل اس طرح کہ یا اللہ! میں آگیا ہوں' خود آ گیا ہوں اور اپنی مرضی سے آیا ہوں۔ یا اللہ! محشر میں تو لائے گا اور اپنے دربار میں کھڑا کرلے گا۔ یہاں میں خود آیا ہوں' اللہ مجھے معاف کر دے!

میرے بھائیو! ان باتوں کے ساتھ اس حقیقت کو بھی سمجھ لیں کہ جب آدمی کا عقیدہ صحیح نہ ہو' لائن صحیح نہ ہو' مذہب صحیح نہ ہو تو کسی چیز کا کوئی فائدہ نہیں۔ دیکھیے! آپ سفر کریں' دیانت داری سے سوچیے آپ کو کہیں جانا ہو تو راستہ صحیح ہونا چاہیے۔ جب آپ کو اللہ کے پاس جانا ہے تو لائن صحیح ہونی چاہیے جو اللہ نے رکھی ہے اور وہ لائن کونسی ہے؟ وہ محمدی لائن ہے۔ وہ حنفی لائن نہیں ہے۔ محمدی لائن کونسی ہے؟ وہ جو محمد رسول اللہ نے ہمیں دی ہے۔ دیکھیے! آپ مانتے ہیں' ہر کوئی کہتا ہے کہ حنفی نکاح' حنفی نماز' حنفی روزہ' حنفی طلاق' حنفی حج۔۔۔ سب کچھ حنفی اور پھر کہتے ہیں کہ جی! جنت کا دروازہ حضور ﷺ ہی کھولیں گے۔

میرے بھائیو! دین کو سمجھو' میں آپ کو چڑانے کے لیے' چوٹ مارنے کے لیے' خدا کی قسم یہ بات نہیں کہہ رہا۔ خدا سے ڈر کے یہ بات کہتا ہوں اور ہر جمعے اس کو دہراتا ہوں۔ یہ دنیا بہت برباد ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود کہ وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے' وہ روزے بھی رکھتے تھے' وہ سب کچھ کرتے تھے لیکن ان کی لائن غلط تھی۔ میری یہ بات سن لیں' یہ حق ہے اور اس کو اتنا پختہ ہونا چاہیے کہ اس میں جھول بالکل نہ ہو۔ جھول کے معانی کیا ہیں؟ اس کے معنی اس سے سمجھ لیں کہ آپ ایک چیز کھڑی کرتے ہیں بالکل سیدھی (At Right An-

gie) اب اگر وہ جھک جائے تو کیا کہیں گے ؟ یہی نا کہ غلط ہے۔ اب جو آدمی حق پر بالکل سیدھا کھڑا ہے۔ اگر وہ باطل سے کچھ Compromise کر لیتا ہے تو اس میں تھوڑی سی جھول آجاتی ہے۔ اور وہ برباد ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ کو اپنا عقیدہ' اپنا مذہب جو ٹھیک رکھنا چاہیے۔ اس میں بالکل لچک نہ ہو۔ اس میں کچا پن بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ جو آدمی تھوڑا سا بھی کچا ہے تو وہ بدقسمت ہے۔ وہ مار کھائے گا' وہ محروم رہے گا۔ وہ روئے گا' وہ پچھتائے گا۔ قرآن کہتا ہے: ﴿لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ [2:البقرۃ:42] لوگ تو جاہل ہیں۔ وہ کہتے ہیں مل جل کر رہو۔ دیوبندی اہل حدیثوں سے مل کر رہیں' اب مل جل کر رہنے کے کیا معانی ہیں؟ دیکھو جب دونوں الگ الگ ہیں اور گڈمڈ ہو جائیں گے تو کیا ہو گا؟ جب حق اور باطل گڈمڈ ہو گئے تو کیا ہو گا؟ یہ صرف حق کا نقصان ہو گا۔ باطل کا کچھ نہ بگڑے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ حق کو باطل کے ساتھ بالکل نہ ملاو۔ تم میں جھول بالکل نہیں ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں جتنے آپ مضبوط ہوں گے اور خدا جانتا ہے گناہ بہت کم ہو جاتے ہیں۔ مجھے اپنی ذاتی غلطیوں کا پتہ ہے۔ ہم سے گناہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہم میں جھول بالکل نہیں ہے' نرمی بالکل نہیں ہے۔ جو ذرا بھی محمدی لائن سے ہٹتا ہے' اس سے میل جول رکھنا' اس کے جنازوں میں شامل ہونا' اس سے تعلقات قائم کرنا۔ اس کو بہت برا سمجھتے ہیں۔ یہ آپ کی بہت بڑی خوش قسمتی کی دلیل ہے۔ اگر آپ کا معاملہ ایسا ہے۔ اپنے دین کو خالص کرو۔ اللہ کی ذات سے پوری پوری امید رکھو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

خطبہ نمبر 34

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٍ وَ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٍ وَ کُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ط وَ مَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ز وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ o وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾[2:البقرۃ:185-186]

یہ رمضان شریف کا مہینہ بہت برکت والا ہے۔اس کی یہ برکت رآن کی وجہ سے ہے۔اللہ عزوجل نے اس مہینے کا ذکر فرمایا اور اس کی عزت 'اس کا احترام 'اس کی یہ شان جو ہے

اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [2: البقرة:185] یہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس کے اندر قرآن نازل کیا گیا۔اور قرآن مجید جو ہے یہ اصل چیز ہے۔جو لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اصل برکت جو ہے وہ اس میں ہے کہ جس جس سے اس کی نسبت ہو گئی۔اس کا تعلق قائم ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے ان سب کو برکت والا بنایا اور ان کو شرف عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ جو نبی بنے۔اس قرآن کے ساتھ ہی آپ ﷺ کو وہ عزت ملی' یہ شرف ملا تو اسی وجہ سے کہ اللہ نے اپنی آخری کلام قرآن مجید کو رسول اللہ پر نازل فرمایا۔ اس مہینے میں ایک خاص رات ہے جس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں' اس کو یہ شرف اس وجہ سے حاصل ہوا کہ رمضان شریف کے مہینے کی اس رات کو قرآن نازل ہوا۔ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [97:القدر:1] کہ ہم نے یہ قرآن جو ہے اس کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔

میرے بھائیو! پھر اصل چیز جو برکت والی ہے وہ تو قرآن مجید ہے۔اس سے آدمی جتنی محبت کرے' جتنا اس کے ساتھ تعلق قائم کرے اتنا ہی اس کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے رمضان شریف کو یہ احترام' یہ عزت اور یہ شرف دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ شرف دیا' لیلۃ القدر کو یہ شرف دیا تو یہ سب قرآن مجید کی برکت ہے۔ تو قرآن مجید سے آدمی جتنا بھی تعلق قائم کرے اتنا ہی اللہ تعالیٰ اس کو مناقب' شرف اور بزرگی اور جو جو آپ تصور کرتے ہیں عنایت فرمائیں گے۔

لیکن قرآن کے ساتھ محبت یا اس کا احترام یا عزت یہ نہیں جو آج کل مسلمان کرتے ہیں کہ قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی یہ خصلت بیان کی ہے۔﴿فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ﴾ [3:آل عمران:187] انھوں نے اپنی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا۔پرواہ ہی نہیں۔ پیٹھوں کے پیچھے پھینکنے کے معنی کیا ہیں۔یہ معنی ہیں کہ پرواہ ہی نہیں کہ یہ کتاب کیا کہتی ہے۔ سو ہم بھی یہی کام کرتے ہیں۔

ہم قرآن کی طرف سے بالکل غافل ہیں' بالکل بے پرواہ' قطعاً یہ خیال نہیں کہ قرآن کیا کہتا ہے؟اس کی دعوت کیا ہے؟ لیکن ویسے اس کو ہم اپنے سر پر رکھیں گے' اس کو چومیں گے' اس سے بہت پیار اور محبت کا اظہار کریں گے۔ یہی طریقہ یہودیوں کا تھا۔ اس سے کوئی فائدہ نہی ہوتا۔ قرآن مجید کا احترام کرنا اصل میں اس کو پڑھنا' اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ اگر پڑھا ہوا نہ بھی ہو تو قرآن پر عمل کرنا اصل ایمان ہے۔ لیکن یہ چیز آج مسلمانوں میں مفقود ہے۔ بلکہ جو قرآن کو جتنا زیادہ پڑھتا ہے اتنا ہی وہ عمل سے دور ہے۔ چنانچہ قاریوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ دیکھ لو جو بڑے بڑے قاری' جو ریڈیو پر پڑھتے ہیں کس طرح سے قرآن مجید کو پڑھتے ہیں اور کس طرح سے یاد ہے' کیسی روانی اور کیسی تیزی لیکن ان کی زندگیاں بالکل صاف' بالکل خالی' عاری' صاف۔۔۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن مجید سے خالی ہیں۔ قرآن مجید کی انھیں کوئی سمجھ نہیں ہے کہ قرآن کیا کہتا ہے؟ اور قرآن کس غرض سے دنیا میں آیا ہے۔

میرے بھائیو! قومیں تباہ ہی اس وقت ہوتی ہیں جب ان کے اندر ایک رسم تورہ جاتی ہے' ایک تکلف تو رہ جاتا ہے اور اصل چیز جو ہے' حقیقت جو ہے ان سے نکل جاتی ہے۔ قوم کی تباہی کا وقت آتا ہے اس وقت ہے قوم انتہائی پستی میں چلی جاتی ہے۔ جب وہ اپنی کتاب کو ان کی طرف اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہوتی ہے وہ اس کتاب کا نام عزت سے لیتے ہیں' بڑا احترام کرتے ہیں' اور اس کو بہت پڑھتے ہیں لیکن سب رسمی طور پر۔ جس غرض کے لیے وہ کتاب آئی ہے اس کا انھیں قطعاً کوئی خیال ہی نہیں۔ تو اس وقت کی حالت بدترین حالت ہے۔ جیسا کہ آج کل آپ مسلمانوں کا حال دیکھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن مجید ہدایت کی کتاب ہے۔ اب آپ سوچیں کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ شروع شروع میں ہر آدمی خواہ وہ پڑھا ہوا ہو وہ سنتا ہے اور اسے معلوم ہے ﴿ذَٰلِكَ الْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ یہ کتاب کیا ہے؟ ہدایت نامہ ہے' ان لوگوں کے لیے جو متقی ہیں' جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ یہ ایک رہنمائی ہے۔

﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ﴾ [17:بنی اسرائیل:9] یہ کتاب سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ میرے پیچھے آؤ۔ تم بالکل صحیح طور پر اپنے مقام پر پہنچ جاؤ گے' لیکن آج مسلمانوں نے اس بات کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ عملی طور پر ہم قرآن مجید سے بہت دور ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کوئی رہنمائی کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ نہ اس سے رہنمائی ملتی ہے۔ یہ ایک "گرنتھ" ہے۔ بالکل "وید" کی صورت ہے۔ جو تصور ہندوؤں کے ہاں کہ صبح صبح بھجن پڑھ لیے' دو چار سبق پڑھ لیے بڑے سکون کے ساتھ' اطمینان کے ساتھ' اپنی دکان پر بیٹھے تھوڑا سا قرآن پڑھ لیا۔ اپنے گھر میں بیٹھے تھوڑی سی قرآن مجید کی وہ عبارت پڑھ لی۔ پھر پیشانی کو لگایا' چوم لیا' غلاف میں لپیٹا اور اندر رکھ دیا۔ اب اس کے بعد ہر کام جو شروع کیا' زندگی جو گزاری وہ انگریز کے طریقے کی یا اپنی مرضی کی۔ جو دل میں آیا کرتے رہے۔ میرے بھائیو! یہ قرآن کے ساتھ کفر ہے۔ قرآن کو چوم لیا' چاٹ لیا' سر پر رکھ لیا' اس کی بڑی عزت کرنا' احترام کرنا' لیکن یہ نہ دیکھنا کہ قرآن حکم کیا دیتا ہے؟ قرآن کہتا کیا ہے؟ یہ قرآن کے ساتھ کفر ہے' یہ قرآن کا انکار ہے۔ یہ قرآن پر ایمان نہ لانا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب بھیجی ہے اور یہ ایک انقلابی کتاب ہے' اس غرض سے اللہ نے بھیجی ہے۔ کہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر لوگ خود بھی منور ہوں' ان کے اندر روشنی پیدا ہو اور وہ دنیا کو بھی منور کریں' دنیا میں بھی روشنی کریں' اجالا کریں' لیکن مسلمان اس بات سے بالکل عاری ہے اور نتیجہ جو ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اب ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں' رمضان شریف میں دیکھ لو کون سی مسجد ہے جس میں تروایح نہ ہوتی ہو۔ ہر مسجد میں تراویح ہوتی ہیں۔ پھر قرآن ختم ہوتا ہے' پھر چراغاں کرتے ہیں۔ پھر یہ اور وہ۔۔۔ لیکن یہ احساس بالکل نہیں ہے کہ اس قرآن پر عمل کرلیں۔ بس عمل نہیں ہے۔ باقی سب کچھ ہے۔

اب دیکھیے! ایک چیز کی ضرورت کیا ہے؟ اس کو تو نہ دیکھنا بلکہ اس کو لیپا پوچی کرتے رہنا اور اس قسم کی (فضولیات) کرتے کرواتے رہنا آخر اس کا فائدہ ہی کیا ہے؟ آپ

جانور سے بڑی محبت کریں' جانور سے بڑا ہی پیدا کریں' اس پر ہاتھ پھیریں' اس پر کھر کھرا کریں' اس کو یہ کریں' لیکن اس کو کھانے کو کچھ نہ دیں تو کیسے! یہ کوئی محبت ہو گی؟ یا وہ جانور رہتھ جائے گا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ اس سے محبت جتنی مرضی کر لیں' لیکن اگر اس کو کھانے کو کچھ نہ دیں تو کیا ہو گا؟ کوئی محبت ہے؟ تیسرے دن ہی بھوکا مر جائے گا۔ اسی طرح سے آپ اپنے باپ کی عزت کریں' نام لیں تو بڑے ادب سے' بڑے احترام سے لیکن اس کے بعد باپ کی کوئی بات نہ مانیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ باپ کہتا کیا ہے؟ اس کی ضرورت کیا ہے؟ اس کا مطالبہ کیا ہے؟ اس کا کوئی خیال نہ کریں تو باپ آپ سے کبھی راضی نہیں ہو گا۔

بڑی مثالیں ہیں۔ ہر آدمی سمجھتا ہے لیکن خدا کی قدرت سوچنا' فکر کرنا' صحیح نتیجہ نکالنا' دین کے معاملے میں فہم و فراست سے کام لینا یہ صرف مسلمان کا کام ہے۔ دیکھیے! آدمی اپنی طبیعت سے بہت حد تک واقف ہوتا ہے' اگر سمجھ والا ہو۔ آدمی جب بڑی عمر کا ہو جاتا ہے تو اسے خود پتہ ہوتا ہے کہ فلاں فلاں چیز مجھے نقصان دیتی ہے۔ میرا مزاج اس قسم کا ہے۔ یہ چیز میری طبیعت کے' میرے مزاج کے موافق ہے۔ مجھے کھا لینی چاہیے اور یہ مجھے موافق نہیں' مجھے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ آدمی خصوصاً جو بیمار رہا ہے آدھا حکیم وہ خود بن جاتا ہے۔ حکیم سے جا کر بات کرے گا' اس سے جا کر مشورہ کرے گا اس سے پوچھے گا۔ دو چار باتوں سے اندازہ کرے گا کہ حکیم سمجھ والا ہے کہ نہیں۔ کیوں؟ اسے خود پتہ ہے کہ میری طبیعت ایسی ہے' میرا مزاج ایسا ہے۔ گرم چیز مجھے موافق آتی ہے یا سرد چیز مجھے موافق آتی ہے اور یہ حکیم علاج کیسا کر رہا ہے؟

بالکل اسی طرح مسلمان جو ہے وہ بہت سمجھ والا ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے بہت سمجھ دی ہوتی ہے۔ وہ کتاب کو پڑھے تو اس کو سمجھے گا کہ یہ کیا کہتی ہے؟ اب آپ اندازہ کیجیے! آپ کو کسی کی طرف سے چٹھی آئے' کیا آپ یہ دیکھیں گے کہ کاغذ بڑا فرسٹ کلاس ہے' ایڈریس بڑا عمدہ لکھا ہوا ہے' اس میں بڑی خوبی ہے اور یہ نہ دیکھیں کہ کیا لکھا ہے؟ چٹھی کے اندر لکھا کیا ہے؟ پیغام کیا ہے؟ اس کی طرف وہ کیا توجہ نہیں کرے گا۔ باقی آپ اس کی سب چیزیں دیکھیں تعریفیں کریں۔ جو مرضی آپ کرتے رہیں لیکن اگر آپ نے اس چٹھی کو

پڑھ کر اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ اور جو اس میں ہے اس کو پورا نہیں کیا تو وہ چٹھی کیا ہے؟ بالکل یہی صورت قرآن مجید کی ہے۔

میرے بھائیو! یہ ٹھیک ہے' یہ پڑھنے والی کتاب ہے۔ آپ کو ترجمہ آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ یہ قرآن جو ہے پڑھنے والی کتاب ہے۔ یہ قرآن عزت و احترام والی کتاب ہے۔ لیکن اس کا اصل مقصد جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی راہنمائی کرے' آپ اس کے پیچھے لگ جائیں' جو یہ کہے اس کے مطابق سارے کام کریں۔ اب یہ لوگ۔۔۔ ہمارے آج کل کے لوگ۔۔۔ دیکھیے عمل کی کمی نہیں۔ اتنے نمازی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے۔ اتنے حافظ حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے' اتنے روزے رکھنے والے' تراویح پڑھنے والے' تہجد پڑھنے والے حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے لیکن آپ دیکھ لیں کوئی اثر نہیں' نہ ہماری نمازوں کا' نہ ہماری تہجدوں کا' نہ ہمارے روزوں کا' نہ ہمارے عمل کا کوئی اثر نہیں۔ کیوں؟ ہم قرآن مجید کی روشنی میں کام نہیں کرتے۔ بھیڑ چال اور ریس کہ لوگ ایسے کرتے ہیں جیسے لوگ کرتے ہیں ویسے ہم کرتے ہیں۔ تو یہ صورت جو ہے میرے بھائیو! ہمیں سوچ کر اسے بدلنا چاہیے۔

دیکھیے! ہم جمعہ میں کم از کم کچھ نہیں تو اندازہ کرتے ہیں کتنے سو آدمی جمع ہوتے ہیں۔ اگر ہم بھی توجہ کریں اور تھوڑی سی توجہ کر کے ذرا محنت کریں تو ہم اچھا خاصا انقلاب لا سکتے ہیں۔ میں اس لیے اس بات کو بار بار دہرا کر' بار بار دہرا کر آپ کے ذہن نشین کرتا ہوں تاکہ اس کی صداقت' اس کی حقانیت آپ کے ذہن نشین ہو جائے اور وہ آپ کا علم بن جائے اور اس کے بعد آپ اس کو آگے پھیلائیں تو اس سے ایک انقلاب آ سکتا ہے۔ لیکن حالت ہماری یہ ہے کہ ہم نے سن لیا' سمجھ لیا' دل ہمارا گواہی دیتا ہے' جب یہاں بات ہوتی ہے دل آپ کا گواہی دیتا ہے کہ ہاں بات تو ٹھیک ہے لیکن جب آپ باہر گئے ذہن پھر ویسے ہی' سوچ پھر وہی۔ جو یہاں سنا یہیں رکھ کر چلے گئے۔ اس بات کو آگے چلایا ہی نہیں۔

میرے بھائیو! جب آدمی کوئی کام کرنے لگے تو آدمی کو دیکھنا یہ چاہیے کہ میں یہ کام کروں اس کا کیا فائدہ ہو گا اور میں نے دو دفعہ کر کے دیکھا ہے۔ اس کا کیا فائدہ ہوا ہے؟

آپ دیکھیے! ہم روزے رکھتے ہیں اس کا کیا فائدہ؟ روزہ کیا ہے؟ بھوکا اور پیاسا مرنا؟ اس کے علاوہ روزہ کوئی چیز نہیں؟ بظاہر آپ دیکھتے ہیں کہ روزہ کیا ہے؟ ہم بھوکے مرتے ہیں' سارا دن پیاسے رہتے ہیں' گرمی میں بڑی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ یہ بظاہر روزے کی حقیقت ہے اور اگر یہی روزہ ہے تو اس مصیبت کا کیا فائدہ؟ یہ تکلیف اٹھانا' اس کا کیا فائدہ؟ آدمی سوچے کہ میں بھوکا رہوں' پیاسا رہوں' میرے پاس گھر میں کھانے پینے کو سب کچھ موجود ہے۔ تو میں کیوں خواہ مخواہ تنگ ہوں۔ اس کا کیا فائدہ؟ میرے بھائیو! اگر فائدہ نہیں اٹھاتا تو یہ کام عبث ہے۔ روزہ رکھنا' بھوکا پیاسا مرنا بالکل عبث ہے اور اگر فائدہ اٹھالیا جائے پھر ظاہر بات ہے کہ آدمی پرہیز کرتا ہے۔ اس کے کچھ دنوں بعد آدمی دیکھتا ہے کہ ماشاء اللہ میری صحت تو بہت اچھی ہو گئی ہے میں نے پرہیز کیا۔ تکلیف اٹھائی۔ پرہیز کیا لیکن میری صحت اچھی ہو گئی ہے تو وہ اس پرہیز کو غنیمت سمجھتا ہے۔ وہ خوش قسمت ہوتا ہے کہ میں نے پرہیز کیا اور مجھے یہ فائدہ ہو گیا۔

اب ہم کھانے کا پرہیز کریں' پینے کا پرہیز کریں' تکلیف اٹھائیں لیکن رمضان کے بعد بالکل ویسے کے ویسے جیسے پہلے تھے' بالکل صاف کے صاف تو کیا فائدہ بھوکے مرنے کا؟

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کَمْ مِنْ صَائِمٍ --- کَمْ مِنْ قَائِمٍ --- الخ کتنے روزے دار ہیں' جو بے کار بھوکے اور پیاسے مرتے ہیں۔ اور کتنے تراویح پڑھنے والے ہیں جو بے کار وقت ضائع کرتے ہیں اور تکلیف اٹھاتے ہیں اور ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ (رواه الدارمي' مشكوة ' كتاب الصوم باب تنزيه الصوم عن ابي هريرة ؓ) اور ہم قریب قریب سب ایسے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔۔۔! کوئی قسمت والا ہو تو ہو۔

میرے بھائیو! اس بات کو خوب یاد کر لو۔ جیسے دنیا میں ہم جو دوائی کھاتے ہیں اگر وہ جسم میں کوئی طاقت پیدا نہ کرے یا ہم کوئی خوراک کھاتے ہیں اور وہ جسم میں کوئی طاقت پیدا نہ کرے تو ہم اسے بے کار سمجھتے ہیں اس کو بدل دیتے ہیں۔ کوئی عمل' کوئی نیکی ایسی نہیں جو

انسان کے اندر جا کر تبدیلی (Chage) پیدا نہ کرے۔ اس کے اندر انقلاب نہ لائے۔ ہر نیکی کی یہ تاثیر ہے کہ نیکی آدمی کے اندر انقلاب پیدا کرتی ہے' اگر وہ نیکی انقلاب پیدا نہیں کرتی تو وہ سمجھ لے کہ یہ نیکی نہیں۔

اب انقلاب پیدا کرنا کیا ہے؟ کل آپ کی حالت کچھ ہو' آج آپ کی حالت کچھ ہو' پرسوں آپ کی حالت کچھ ہو' آپ کے اندر تبدیلی آتی چلی جائے۔ اسلام آپ کے عین آسان ہوتا چلا جائے۔ برائیاں آپ کو بری لگتی چلی جائیں۔ نیکی کی طرف آپ کی رغبت بڑھتی چلی جائے۔ اسلام کے بارے میں آپ کے دل میں یقین پیدا ہو جائے۔ حتی کہ آپ اسلام کے لیے پوری کوشش کرنے لگ جائیں۔ دنیا میں مثالیں تو بہت ہیں' انسان کے سمجھنے کے لیے' سبق حاصل کرنے کے لیے' لیکن ہم سمجھتے نہیں' سبق حاصل کرتے نہیں۔ اب دیکھیے! دنیا میں سیاسی پارٹیاں ہیں' پھر اس پارٹی کے ممبر ہوتے ہیں۔ اب بعض ممبر تو ایسے ہیں جو صرف حاضری دینے والے ہیں' کبھی اجلاس ہو گیا' چلے گئے۔ ہاں میں ہاں ملا دی۔ کوئی خاص حصہ اس میں وہ نہیں لیتے' سرگرم نہیں ہوتے۔ بس نام ہے کہ اجی! ہمارا آدمی ہے۔ بس یہ چلتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ پارٹی چلتی ہی ان کے سہارے ہے۔ وہ ایسے ارکان ہوتے ہیں کہ پارٹی (Base) ہی ان پر کرتی ہے۔ چلتی ہی ان کے سہارے ہے۔

بالکل میرے بھائیوں مسلمان کا حال ہے' جو مسلمان بس صرف یہ ہے کہ لوگ اسے مسلمان کہتے ہیں لیکن اس کے اندر جوش نہیں ہے' کوئی ولولہ نہیں ہے' بس رسمی طور پر مسلمان ہے اور ایک وہ ہے جس کے اندر جوش ہے' اس کے اندر غیرت ہے' اور ایک وہ ہے کہ اس نے اپنی زندگی لگا رکھی ہے کہ میں زندہ ہوں تو اسلام کے لیے ہوں۔ تو اب سوچیے یعنی عقل والا سوچتا ہے ناں۔ اچھا پھر جب ایک آدمی پارٹی میں ایسا ہوتا ہے کہ جو پارٹی اس پر ہی انحصار کرتی ہے۔ جب وہ پارٹی کامیاب ہو جاتی ہے تو پھر عہدوں کی بانٹ میں انھیں لوگوں کو عہدے ملیں گے۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں یہ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ چائنہ میں انقلاب آیا' ماؤزے تنگ نے کتنی لڑائیاں لڑیں' کس قدر اس نے کوشش کی۔ جب اس کی پارٹی کامیاب ہوئی وہی لوگ جو اس کے لفٹ اور رائیٹ مشیر تھے وہی فنانس منسٹر بن گئے۔ پرائم منسٹر بن

گئے۔ یہ ہو گیا' وہ ہو گیا۔ ان کو عہدے مل گئے۔ اب دیکھ لو! بھٹو صاحب کے ساتھ جو تھے۔۔۔ دائیں بائیں' آگے پیچھے پھرنے والے انھیں کو وزارتیں ملی' انھیں کو عہدے ملے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کی مثال لے لیں۔ رسول اللہ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق ہیں' حضرت عمر ہیں' حضرت علی ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ فلاں ہیں' فلاں ہیں۔ دیکھ لو جب پارٹی کامیاب ہوئی تو آگے کون آیا؟ وہی جو اس جماعت کو بنانے والے تھے' اٹھانے والے تھے۔ یعنی جو اس جماعت کے روح رواں تھے وہی آگے آ گئے۔ بالکل یقین جانیں مسلمان جب کامل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر وہ سو رہا ہے' اونگھ رہا ہے تو وہ بیدار ہو جاتا ہے۔ روزے آئے' وہ جاگ پڑا' اس کے اندر کرنٹ آ گیا۔ اس کے اندر جان آ گئی۔ حج کیا اس کے اندر انقلاب آ گیا۔ اس میں طاقت پیدا ہو گئی۔ اس میں ہمت آ گئی۔ اگر وہ پہلے سویا ہوا تھا' غافل سا رہتا تھا۔ ڈھیلا سا مسلمان تھا تو وہ پھر اچھا خاصا فعال (Active) ہو جاتا ہے۔ ہمت کرنے والا اور محنتی قسم کا ہو جاتا ہے۔ اور بعض تو خوش قسمت اس قسم کے ہو جاتے ہیں' اللہ اکبر۔۔۔! جن کا مشن ہی یہ ہے کہ کچھ نہ ہو میری زندگی اسلام کے لیے وقف ہو جائے اور قرآن یہی بیان کرتا ہے۔ ﴿ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ [6: الانعام:162] کہ تو یہ بتا لوگوں کو کہ لوگو! میرا نماز پڑھنا' اللہ کے لیے ہے' میری قربانی اللہ کے لیے ہے' میری زندگی اللہ کے لیے ہے' میری موت اللہ کے لیے ہے۔

اب آپ نے کبھی اپنے دل سے پوچھا۔ یہ سوال سادہ سا ہے۔ کتنے لوگ ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ ہم زندہ کیوں ہیں' اپنے دل سے پوچھیں اور اسکا جواب تلاش کریں۔۔۔ اپنے اندر سے کہ آپ زندہ کیوں ہیں؟ سوائے اس کے کہ ہم یہ کہیں کہ جی! شادی کی ہے' بیوی ہے' مزے کریں گے' اولاد پیدا کریں گے۔ دیکھو بھئی! ابھی تو مجھے کوٹھی بنانی ہے' مجھے مربع خریدنا ہے' مجھے فلاں کام کرنا ہے' فلاں کام کرنا ہے۔ میرے خیال میں تو نوے فیصد لوگ ایسے ہی نکلیں گے جن کا جواب ان کا دل یہ دے گا کہ

میں اس لیے زندہ ہوں کہ کھاؤں' مزے کروں' عیش کروں۔ جانور کی زندگی کا مقصد بھی تو یہی ہے۔ کیوں جی! جانور کس لیے زندہ ہیں؟ اس لیے ناں کہ کھائیں اور پئیں۔ اللہ اکبر! حضور ﷺ نے مثال بیان فرمائی کہ دیکھو جانور کھاتا رہتا ہے' کھاتا رہتا ہے اور جب ذرا پیٹ بھر گیا' تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گیا' جگالی کی' گوبر کیا اور پھر چل پڑا کھانے پینے کے لیے۔

اگر زندگی کا میرے بھائیو! یہی مقصد ہے کہ کھاؤ اور پیئو اور اولاد پیدا کرو' عیش کرو اور مزے کرو تو یہ جانوروں والی زندگی ہے۔ جو ایسی زندگی گزارتا ہے وہ انسان نہیں' جانور ہے' وہ احمق ہے' وہ بے وقوف ہے۔ خواہ وہ سائنس دان ہو' خواہ پروفیسر ہو' خواہ وہ ڈاکٹر ہو' خواہ وہ کتنا بھی بڑے سے بڑا عہدے دار ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بے وقوف ہے' وہ جانور ہے۔

اب آپ اس سے اندازہ کیجیے گا کہ دنیا میں انسان نما جانور کتنے ہیں؟ ﴿ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ ﴾ [الاعراف:7:79] یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں۔ ﴿ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ﴾ بلکہ یہ تو ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ وہ تو جانور ہو کر جانور ہیں اور یہ انسان ہو کر جانور ہیں۔

اپنے دل سے یہ سوال کریں کہ میں زندہ کیوں ہوں؟ دو چار بچے ہو گئے' دو چار بچے اور ہو جائیں گے۔ ایک شادی مجھے اور کرنا ہے۔ پھر مجھے فلاں کام کرنا ہے' پھر یہ پھر وہ۔۔۔ اس کے سوا اور ہمارا کوئی مقصد ہے؟ اور میرے بھائیو! یہ سوال ہمیں کرنا چاہیے۔

میرے بھائیو! زندگی کا ایک مقصد ہونا چاہیے ایک Aim ہونا چاہیے' ایک Goal ہونا چاہیے۔ اس کی حد یہ ہے کہ دیکھو جی! میں اللہ کی طرف سے ٹھیک کھاتا پیتا ہوں' بیوی ہے' بچے ہیں' یہ ہے' وہ ہے۔ یہ تو دھندہ ہے' یہ تو سبھی کرتے ہیں' پیغمبر بھی کرتے تھے لیکن ساتھ ساتھ اس کے دل میں یہ بھی ہو کہ دیکھیں اللہ کا شکر ہے کہ میری برادری والے ٹھیک ہو جائیں' دین دار ہو جائیں' ان کو دین کی سمجھ آ جائے۔ باقی موت تو جب آنی ہے آ ہی جائے گی۔ جو دو دن' چار دن' دس دن اس کو ملتے ہیں اس کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ دنیا کمانے کے ساتھ ساتھ جو آدمی دین کو بھی پیش نظر رکھتا ہے' وہ اچھا اور کامیاب

آدمی ہے۔

اس لیے کہتے ہیں کہ بے وقوف زندہ رہتا ہے اس لیے کھائے' بیوقوف دنیا میں کیوں زندہ رہتا ہے؟اس لیے کہ صرف کھائے۔اور عقل والا کیوں کھاتا ہے؟اس لیے کہ صرف زندگی باقی رہے۔زندگی کسی اور غرض کے لیے ہے۔کھنا پینا جو ہے وہ اس لیے ہے کہ میرے جسم میں جان رہے اور کام کر سکوں۔بے وقوف اس لیے زندہ رہتا ہے کہ میں کھاؤں اور پئیوں' مزے کروں' عیش کروں۔ عقل والا جو ہے وہ کھاتا صرف اس حد تک ہے' اس غرض سے ہے کہ میری زندگی برقرار رہے اور میں کام کر سکوں۔ میرے بھائیو! دنیا تو اللہ نے پہلے ہی سیٹ کر رکھی ہے۔ہر آدمی کے آنے سے پہلے ہی اللہ نے دنیا سیٹ کر رکھی ہے۔ آسمان سیٹ ہے' زمین سیٹ ہے' نہر' دریا' کھیتی اور یہ سب نظام جو چل رہا ہے سب کا سب سیٹ ہے۔

ایک مسلمان کو دنیا میں اس لیے زندہ رہنا چاہیے کہ میں دنیا میں خدا کی حکومت قائم کروں۔کہاں ؟انسانوں پر۔اس لیے کہ باقی تو ہر جگہ اللہ ہی کی حکومت ہے۔آسمان خدا کے حکم سے قائم ہیں' سورج' چاند بھی اسی کے حکم سے قائم ودائم ہیں اور وہ اس کے حکم سے ذرا بھی سر تابی نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ لَا الشَّمْسُ يَنۢبَغِي لَهَآ أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾[36:یٰسٓ:40] سورج بھی چلتا ہے' چاند بھی چلتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ سورج چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آجاتی ہے۔اللہ فرماتے ہیں کہ سورج' چاند زمین پر میرا ہی حکم چلتا ہے۔ پہاڑ کتنے ہیں' کس قدر دھماکے ہوتے ہیں--- یہ سب اللہ کا نظام ہے۔اللہ کی حکومت ہے۔ مسلمان دنیا میں اس لیے زندہ ہے کہ انسانوں پر اللہ کی حکومت قائم کرے۔ لیکن آج کل بڑے ستم کی بات ہے کہ آج ہمارے ذہن اس قابل نہیں ہیں اور ہم اس طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔

میرے بھائیو!اسلام کہتا ہی یہی ہے کہ خدا کے لیے ہم انسانیت کے درجے میں آئیں۔اور ہم حیوانیت کے درجے سے نکلیں۔یہ جو زندگی ہماری گزر رہی ہے کہ جسے دیکھ لو

اس کی دھن ہی یہی ہے۔ اس کا مقصد ہی یہی ہے۔ بالآخر یہی سوچتا ہے کہ یہ بن جائے' یہ بنا لوں' ایسا کرلوں' ایسا کرلوں۔ میرے بھائیو! مسلمان کا یہ نظریہ کبھی نہیں ہوتا۔ خدارا! یہ رمضان شریف ہے' میری اس بات پر توجہ دیں' مسلمان کا نظریہ کبھی یہ نہیں ہوتا کہ دنیا میں یہ کرلوں' یہ کرلوں' ایسا کرلوں۔ مسلمان دنیا میں کبھی اس لیے زندہ نہیں رہتا۔ آپ کو سوچنا یہ چاہیے باقی سب نظام چلتا رہے گا۔ فصلیں اگتی ہیں' مارکیٹ میں آتی ہیں۔ غلہ ملتا ہے' بارش ہوتی ہے' یہ کام چلتا ہے' وہ کام چلتا ہے۔ روزی کا سلسلہ ہے۔ میں بھی جتنی اللہ توفیق دیتا ہے محنت کرلیتا ہوں' کھانے پینے کا سلسلہ چلتا ہی رہے گا۔ اب جب تک اللہ نے زندہ رکھنا ہے خدا کھانے کو لازمی دے گا۔ اور جب اللہ نہیں دیتا اس کی نیت کیا ہے؟ مار دیتا ہے۔ اب جس کو زندہ رکھتا ہے اس کے لیے کھانے پینے کی زیادہ فکر کرتا ہے۔ ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ﴾ [29:العنکبوت:60]

اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ تم جانوروں کو دیکھو' دیکھو! ہم تو سال بھر کا غلہ خرید لیتے ہیں۔ اب فصل نکلی' لوگوں نے دھڑا دھڑ خرید کی۔ کوئی کہتا ہے کہ جی! ہمارا بیس من کا خرچ ہے۔ کسی نے کہا کہ ہمارا پچاس من کا خرچ ہے۔ کسی کا سو من کا خرچ۔۔۔ اکثر لوگوں نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق گندم خرید لی۔ اور کچھ لوگ تو چینی وغیرہ اور دوسری ضروریات کی چیزیں بھی جمع کرلیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ﴾ اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے ہوئے نہیں پھرتے۔ ﴿ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ﴾ بلکہ اللہ انھیں رزق دیتا ہے۔ جو جانور ہمارے گھروں میں ہیں تو جو دبلے پتلے ہیں اور جو جنگلوں میں پھرتے ہیں اور کوئی ان کو کھرلی باندھ کر کھلانے والا نہیں وہ تو ہمارے گھر کے جانوروں سے بھی زیادہ موٹے ہیں۔ فرمایا پرندہ اپنے گھونسلے سے نکلتا ہے' صبح کو خالی پیٹ اور شام کو جب لوٹتا ہے تو اپنا پوٹا بھر الے کر لوٹتا ہے۔ رات گزارتا ہے اور پھر صبح کو نکل جاتا ہے۔

میرے بھائیو! زیادہ کھانے پینے کی فکر کرنا یہ کوئی مسلمان کا کام نہیں۔ مسلمان کا کام کیا ہے ؟ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی فطرت کے ساتھ مطابقت ہو تو آپ کو یہ سوچنا چاہیے کہ میں نے دنیا کی زندگی میں کام کیا کیا ہے۔ اور زندگی میں کام ہے کیا؟ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان کتنے ہوئے ہیں؟

میرے بھائیو! آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم پاکستان میں رہتے ہیں اور پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے۔ سب یہاں مسلمان ہیں' ہندو کو مسلمان کرنا آسان ہے' عیسائی کو مسلمان کرنا آسان ہے' مگر بگڑے ہوئے مسلمان کو مسلمان کرنا بہت مشکل کام ہے۔ غیر کو سمجھانا آسان ہے' ہمارا مسئلہ تو یہ ہے کہ بگڑے ہوئے مسلمان کو جو حقیقت میں مسلمان نہیں' نام کا ہی مسلمان ہے' دعویٰ اسلام کا لیبل اسلام کا ہے اور اندر بالکل جہالت' غیر اسلامی چیزیں سب کی سب۔ ہمارا مشن ہے کہ ہم ان کو مسلمان کریں۔ میرا باپ مسلمان نہیں' میری والدہ مسلمان نہیں' آپ گھروں میں دیکھتے نہیں' ماں گیارھویں دینے پر پکی' لڑکا نماز پڑھنے لگ گیا۔ اسے پتہ ہے کہ گیارھویں تو شرک ہے۔ اب اس کی زندگی کا پہلا مشن یہ ہونا چاہیے کہ میری ماں مسلمان ہو جائے۔ یہ اس کفر اور شرک کی باتوں سے بچ جائے۔ میرا باپ جو ہے راسہ سنت پر آجائے۔ ان بدعات سے' ان شرک کے کاموں سے بچ جائے۔ میرے بھائیو! گنتی کرتے رہو۔ اس بات کی ہمیشہ سے گنتی کیا کرو کہ آپ کے ہاتھ سے کتنے بگڑے ہوئے مسلمان مسلمان ہوئے ہیں۔ یہی اصل کمائی ہے۔ یہ مقصد زندگی ہے۔ جو یہ کمائی کرتا ہے' سمجھو کہ وہ کمائی کرتا ہے۔ اور جو مربع بناتا ہے' جو کوٹھیاں بناتا ہے وہ سمجھو کہ پاگل ہے' وہ دیوانہ ہے' وہ زندگی برباد کر رہا ہے۔ کل کو ایٹم بم چل جائیں' آپ کی دس کوٹھیاں ہوں تو کتنا روئیں گے۔ آپ کہیں گے ہائے! میرا پیسہ گیا' ہائے میری کوٹھی گئی۔ خدا حساب لے گا اور آپ حساب دیتے ہوئے روئیں گے۔ اور اگر آپ نے یہ محنت کی ہو گی کہ آپ نے بگڑے ہوئے مسلمانوں کو مسلمان کیا ہو گا تو پھر خواہ ایٹم بم چل جائیں خواہ کچھ بھی ہو جائے مگر آپ کو پچھتاوا بالکل نہیں ہو گا۔ خوشی ہی خوشی ہے۔

میرے بھائیو! جنھوں نے مقصدِ زندگی کو نہیں سمجھا ان کی زندگی اچھی نہیں

گزری۔ پیسہ زندگی کا کوئی مقصد نہیں۔ پیسہ جو ہے زندگی کا مقصد نہیں۔ پیسہ آنے جانے والی چیز ہے۔ اور اس سے کھانے پینے کی چیزیں جمع کر لینا بھی کوئی کمال نہیں' یہ کام تو جانور بھی کر لیتے ہیں۔ اے انسان! اے مسلمان! تو بہت اونچا ہے۔ اس لیے کہ جانور کھانے پینے کے لیے زندہ رہتا ہے اور تو اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے زندہ ہے۔ دونوں میں یہی فرق ہے۔ مسلمان زندہ ہے اس لیے کہ میں وہ کام کروں جس سے اللہ راضی ہو جائے اور جس کو یہ خیال نہیں کہ اللہ مجھ سے راضی ہو جائے بلکہ یہ خیال ہے کہ درجن بچے ہوں' اتنی جائیداد ہو اور یہ حساب ہو اور یہ حساب ہو اور پھر ہمارے بدبخت تو اللہ معاف کرے! تو بہت جائیدادیں بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک معمولی ریڈر ہے۔۔۔ مجسٹریٹ کے ساتھ رہنے والا۔۔۔ یہ معمولی سپاہی یہ تھانیدار۔۔۔ دیکھو ان کی کیا حیثیت ہے؟ مگر کتنی کتنی جائیدادیں بناتے ہیں۔ ان کے محلے والے' ان کی برادری والے کہتے ہیں کہ جی! فلاں کا لڑکا بہت کماؤ نکلا۔ اس نے تھوڑا سا پڑھ لیا اور پولیس میں چلا گیا۔ بڑی جائیداد بنالی۔ اور میرے بھائیو! وہ ایسا بدبخت ہے کہ خود بھی حرام کھاتا ہے اور اپنی اولاد کو بھی حرام ہی کھلاتا ہے۔ ایسا آدمی خود بھی دوزخ میں جائے گا اور اس کی اولاد بھی دوزخ میں جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو گوشت حرام سے پیدا ہوا' جو گوشت حرام کھا کر بنے' جو گوشت حرام سے پلے وہ لائق ہے اس بات کے کہ وہ دوزخ میں جائے۔ (رواہ احمد والدارمی مشکوۃ کتاب البیوع عن جابرؓ) اور آج کل اس ماحول میں پیسہ تو پیدا ہی اس طرح ہوتا ہے۔ ہر طرف حرام ہی حرام ہے۔ حلال تو بڑی مشکل سے ملتا ہے' بڑی مشکل سے میسر آتا ہے اور یہ تعلیم کون دیتا ہے؟ قرآن یہ تعلیم دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں رمضان شریف کا ذکر کیا' وہاں یہ بھی فرمایا: ﴿ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾[2:البقرة:188] اے روزہ رکھنے والو! اپنے مالوں کو باطل طریقے سے نہ کھاؤ' ٹھگی سے نہ کماؤ' رشوت سے نہ کھاؤ' بہنوں کا حق' چھوٹے بھائیوں کا حق نہ مارو۔ باپ مر گیا' اب میں بڑا بھائی ہوں' دوسرے ابھی چھوٹے ہیں' ابھی ان کو ہوش نہیں' میں نے پہلے سب سمیٹ

سمٹ کر' ٹھیک ٹھاک کر کے اپنا گھر بنا لیا اور ان بے چاروں کو یتیم کا یتیم ہی رہنے دیا۔ فرمایا: ایسا آدمی اگر روزے رکھے' ایسا آدمی اگر حج کرے' ایسا آدمی اگر کوئی اور نیکی کا کام کرے تو کوئی فائدہ ہی نہیں۔

میرے بھائیو! روزے والے کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ میری کمائی کیسی ہے؟ اور اگر وہ نگاہ ڈالے اور اس کو نظر آئے کہ میری کمائی حرام کی ہے تو وہ سمجھ لے کہ میرا روزہ بے کار ہے۔ تاریخ ہمیں بتا رہی ہے۔ روزمرہ کے حالات بتا رہے ہیں کہ مسلمانوں کے روزے بے کار جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے حج بے کار جا رہے ہیں۔ میرے بھائیو! میں کیا عرض کروں بات سمجھنے کی ہے۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان پر آدمی خاص توجہ نہ دے تو سمجھ میں نہیں آتیں۔ دیکھیے ایک عمل دوسرے عمل پر Base کرتا ہے۔ جیسے دیوار سے مکان بنتا ہے' دیواریں بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہیں۔ اگر بنیاد نہ ہو تو دیوار نہ ہو۔ اینٹ پر اینٹ رکھی جاتی ہے تو تب دیوار بنتی ہے۔ اور اگر ایک اینٹ ادھر رکھ دی جائے اور ایک اینٹ ادھر رکھ دی جائے۔ کیا ایسے دیوار بن جائے گی؟ ایسے ہی اسلام کی جو بلڈنگ ہے' اسلام کا جو محل ہے' اسلام کا جو قصر ہے۔ اس کی دیواریں بھی ہیں' اس کے پلر بھی ہیں' اس کے ستون بھی ہیں۔ جیسے ہم سمجھتے ہیں کہ بنیاد کے بغیر دیوار کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ کسی وقت بھی وہ دیوار گر سکتی ہے۔ بالکل میرے بھائیو! اگر بنیاد نہیں تو روزے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ روزے رکھ لیتے ہیں' مگر نماز نہیں پڑھتے۔ بتائیے اگر ایک فرض کو چھوڑ کر دوسرے کو پورا کر دیا جائے تو اللہ معاف کر دے گا' اللہ ایسے روزوں کو قبول کرلے گا؟ عقیدہ بنیاد ہے۔ یہ بنیاد جتنی مضبوط ہو گی اتنی ہی دیواریں اس کی مضبوط ہوں گی۔ اگر آپ کو نماز پڑھنے میں لذت آتی ہے تو پھر ہی آپ کو روزہ رکھنے میں لذت آئے گی۔ آپ کو حج کرنے میں مزا آئے گا' یہی آپ کی کیفیت قربانی دینے میں اور نیکی کے دیگر کام کرنے میں ہو گی۔ آپ نیکی کرتے وقت خوشی محسوس کریں گے۔

اور اگر عقیدہ صحیح نہیں' بنیاد صحیح نہیں' نماز' روزہ' حج' زکوۃ سب بے کار ہی جائیں

گے۔ یہ تو بالکل ایسے ہی جیسے ریت کے اوپر دیوار کھڑی ہے۔ جو بھی کہے گا وہ بے وقوف ہی کہے گا۔ میرے بھائیو! ہمارا سب تانا بانا بگڑا ہوا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ آج مسلمان کا عقیدہ بالکل درست نہیں ہے۔ نمازیں پڑھتا ہے' روزے رکھتا ہے' حج کرتا ہے' زکوتیں دیتا ہے۔ سب بے کار۔۔۔ کوئی اس کا فائدہ نہیں۔ بنیاد صحیح ہو تو پھر عمارت جو ہے وہ بھی صحیح رہتی ہے اور پھر ایک اینٹ کے اوپر دوسری اینٹ رکھی جائے' پھر تیسری اینٹ رکھی جائے۔ اور سب ملا کا جوڑ کر رکھا جائے۔ تب جا کر دیوار بنے گی۔ اب عقیدہ وہ مفروضات ہیں' وہ چیزیں ہیں جن کا یقین دل کے اندر ہونا چاہیے۔ اللہ کا تصور ہے' نبوت کا تصور ہے' آخرت کا تصور ہے۔ اور پھر ان کا یقین دل کے اندر ہونا چاہیے۔ یہ عقیدہ ہے۔ اب اس کے بعد تعمیر شروع ہوتی ہے۔ زبان سے کلمہ نکلے' زبان سے کلمہ پڑھا جائے۔ جس کی بنیاد عین صحیح دل میں ہو۔ پھر اس کے بعد نماز ہو۔ نماز کلمے پر Base کرتی ہے۔ اگر کلمہ نہیں تو نماز کی کوئی حقیقت نہیں۔ کہیے! کیا خیال ہے؟ ایک آدمی کلمہ نہ پڑھے یا کلمہ اس کا صحیح نہ ہو۔ صحیح کے معنی کیا ہیں؟ اس کا صحیح مفہوم' صحیح تصور اس کے ذہن میں ہو۔ اب آپ اپنے دل سے پوچھیں۔ میں یہ بات سمجھا رہا ہوں کہ اگر کلمہ راسخ نہیں' کلمے پر ایمان درست نہیں' کلمے کی اگر بنیاد صحیح نہیں تو نماز کا کوئی فائدہ ہے؟ میرے خیال میں شاید آپ میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہو جو کہے کہ ہاں جی فائدہ ہے؟ بالکل اسی طرح سے نماز کلمے پر Base کرتی ہے۔ میرے بھائیو! روزہ نماز پر Base کرتا ہے۔ اگر نماز نہیں تو روزہ بھی نہیں۔ رکھے نہ رکھے بالکل ایک برابر ہے۔

نماز پہلے کیوں؟ اس لیے کہ اسلام کی ابتدا لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ سے ہوتی ہے۔ اس کے معانی کیا ہیں؟ یہ کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں' کوئی معبود نہیں۔ بندہ نماز پڑھ کر اس کی تصدیق کرتا ہے کہ میں زبان سے بھی کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دیکھو! میں نماز پڑھتا ہوں اور یہ خدا کی عبادت ہے۔ اور خدا معبود ہے۔ جو نماز نہ پڑھے اللہ اس کا معبود ہی نہ ہوا۔ جس نے نماز نہیں پڑھی اللہ اس کا معبود ہی نہیں۔ اور جب اللہ اس کا معبود ہی نہیں تو لا الہ الا اللہ صحیح نہیں۔ قصہ ختم۔۔۔ لا الہ الا اللہ کی تصدیق نماز سے ہے اور نماز کو آپ دیکھ لیں' روزے

سال میں ایک مرتبہ' زکوۃ سال میں ایک مرتبہ' حج سال میں ایک مرتبہ لیکن نماز دن میں پانچ مرتبہ۔ اب دیکھیں! پھل خون پیدا کرتا ہے۔ صالح خون پیدا کرتا ہے۔ لیکن نہ ملے تو نہ سہی۔ پھل جو ہے وہ کتنی مفید چیز ہے؟ کتنی اعلیٰ چیز ہے؟ لیکن ضروری نہیں۔ پھل انسان کے لیے بہت مفید ہے۔ لیکن ضروری چیز نہیں۔ نہ ملے تو نہ سہی۔ غریبوں کو کہاں ملتا ہے۔ لیکن روٹی ضروری ہے۔ بے شک وہ قبض بھی کرتی ہے۔ اور ثقیل بھی ہوتی ہے' وہ پھل کی طرح Light بھی نہیں ہوتی۔ لیکن روٹی ضروری ہے۔ اس لیے غریب کو اللہ روٹی ضرور دے دیتا ہے۔ پھل ملے نہ ملے روٹی ضرور دے دیتا ہے۔

میرے بھائیو! روزہ بڑی اعلیٰ چیز ہے۔ حج بڑی اعلیٰ چیز ہے لیکن زندگی میں ایک مرتبہ' زکوۃ بڑی اعلیٰ چیز ہے۔ لیکن سال میں ایک مرتبہ وہ بھی اگر کوئی صاحب نصاب ہو اس پر۔۔۔ نماز مگر دن میں پانچ مرتبہ۔ پھر کسی بھی حالت میں معاف نہیں۔ جب تک اسے ہوش ہے' جب تک اسے ہوش ہے۔ پیشاب میں لت پت ہو نماز پڑھے' پانی نہیں مل سکتا تو دھو نہیں سکتا' پلیدی میں نماز پڑھے' بیمار ہے' پانی استعمال نہیں کر سکتا تو اسی پلیدی میں نماز پڑھے کوئی حرج نہیں۔ خدا کہتا ہے یہ کہ میں قبول کرتا ہوں۔ تو پاخانے میں لت پت ہے' تو پیشاب میں لت پت ہے' تو بالکل پلید ہے' پانی نہیں مل رہا تو نماز پڑھ لے۔ تو بیمار ہے پانی استعمال نہیں کر سکتا تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

دیکھیے! ایک صحابہ کسی شاتم رسول کو قتل کرنے جارہا ہے۔ راستے میں نماز کا وقت ہو گیا اس نے سوچا کہ ضروری نہیں کہ میں ہی اسے قتل کروں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ نماز کا وقت آرہا ہے۔ اب وہ وقت بھی ایسا نازک ہے اور وہ رک کر نماز کا اہتمام کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے تو دیر ہو جائے گی اور دروازے بند کرنے والے ذروازہ بند کر کے سو جائیں گے۔ ان کی نیت تھی کہ میں سورج غروب ہونے کے قریب اسکے گھر میں پہنچ جاؤں۔ اب وہ چلے جارہے ہیں اور نماز پڑھتے جارہے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر سورہ البقرۃ آیت نمبر239) پتہ نہیں میں ہی مر جاؤں اور مجھے موقع ہی نہ ملے

اور میری نماز رہ جائے۔ اندازہ کریں صحابہ کس قدر نماز کا خیال کرتے تھے۔ ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ﴾[2:البقرة:239] قرآن کہتا ہے کہ اگر تمھیں ڈر ہو' اگر تمھیں خوف ہو تو چلتے چلتے نماز پڑھو۔ پیدل چل رہے ہو تو نماز پڑھ لو۔ اگر سواری پر جا رہے ہو تو اس پر ہی پڑھ لو۔ لیکن دیکھ لو آج کل کا مسلمان بے نماز ہے۔ مولوی کے لیے پکا مسلمان' کلمہ گو مسلمان۔ مولوی جنازہ پڑھا رہا ہے' میرے بھائیو! اسی لیے جو نماز نہیں پڑھتا ہمارا اور حنفیوں کا اختلاف ویسے تو ہر بات میں ہی ہے۔ ہم اہل حدیثوں کا مذہب یہ ہے کہ جو قرآن و حدیث سے ثابت بھی ہے کہ نماز ایمان ہے۔ اگر نماز نہیں تو ایمان نہیں۔ اس لیے بے نماز کافر ہے۔ اور اس کا جنازہ پڑھنا' پڑھانا بالکل جائز نہیں۔

قرآن پڑھ کر دیکھیے! ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ ﴾ [2: البقرة:142]

اللہ بیان فرماتا ہے۔ پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر اللہ نے قبلہ بدل دیا اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگ گئے۔ اب قریب قریب کئی مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ جب قبلے کے بدلنے کا حکم آ گیا تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ جو لوگ ادھر کو منہ کر کے نماز پڑھتے رہے تو کیا ان کی وہ نمازیں ضائع جائیں گی۔ ان کی نمازیں برباد ہو جائیں گی۔ اللہ نے قرآن کی یہ آیت اتاری ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ ﴾[2:البقرة:143] اللہ تمھارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ ان کی نمازیں قبول کرے گا۔ یعنی اللہ نے نماز کو قرآن میں ایمان کہا ہے۔ اب جس میں ایمان نہیں وہ کافر ہے۔ مسلمان نہیں ہے اور جنازہ تو مسلمان کا ہوتا ہے کافر کا تو نہی ہوتا۔ اس لیے بے نماز کا جنازہ بالکل جائز نہیں۔ سو میرے بھائیو! نماز کلمے پر Base کرتی ہے۔ سارے عمل ہی کلمے پر بس کرتے ہیں' اگر ایک فرض نہ کرے تو دوسرا بے کار ہے۔ کوئی آدمی نماز پڑھ لے' روزہ نہ رکھے تو نماز بے کار ہو گی۔ روزہ رکھ لیا' حج نہ کیا تو روزوں کا کچھ فائدہ نہیں۔ اللہ بندے کو حج کی استطاعت دیتا ہے اور اسکے ذہن میں شیطان یہ

وسوسہ ڈالتا ہے کہ تیری لڑکی جوان بیٹھی ہے پہلے اس کا کچھ کر لے۔ تیرا حج کیسے قبول ہوگا۔ یعنی بالکل جب مرنے کے قریب پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کو حج کا خیال آتا ہے۔ جب یہ نہ طواف صحیح کر سکتا ہے' نہ حج کے دیگر مناسک ہی صحیح طور پر ادا کر سکتا ہے۔ اب ایک فرض کے ساتھ دوسرا فرض اگر پورا کیا جائے تو پھر صحیح ہے ورنہ نہیں۔ جیسے میں نے دیوار کی مثال دی ہے کہ دیوار اس وقت ہی بنتی ہے جب ایک اینٹ پر دوسری اینٹ رکھی جائے گی۔ ایک اینٹ کے ساتھ دوسری اینٹیں ملا کر رکھی جائیں گی۔ اسلام کی تعمیر بھی یہی ہے۔ ایک فرض کے ساتھ دوسرا فرض بھی پورا کیا جائے پھر تیسرا۔۔۔ اس طرح سارے کے سارے ارکان اسلام پر عمل کیا جائے ورنہ اسلام کی عمارت مکمل نہ ہوگی۔

ظہر کی نماز کے چار فرض ہیں۔ ایک آدمی آتا ہے اور دو فرض پڑھ کر چل دیتا ہے۔ دوسرا آدمی اس سے کہتا ہے کہ اجی! ظہر کے چار فرض ہیں اور آپ دو پڑھ کر ہی فارغ ہو گئے ہیں۔ وہ اگر یہ کہے کہ مجھے اللہ دو ہی کا ثواب دے دے گا۔ تو بتائیے! اسے دو کا ثواب مل جائے گا؟ اس کو دو کے نمبر مل جائیں گے؟ آپ یہی کہیں گے کہ نہ دو کے نمبر ملیں گے اور نہ ایک کے۔ قصہ ختم۔۔۔ بالکل میرے بھائیو! یہی حساب ہے۔ جو فرض اللہ نے مقرر کر دیے ہیں ان میں سے ایک فرض ترک کر دو تو باقی بھی سب کے سب ضائع ہو جائیں گے۔ ان کی بھی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔ اللہ رعایت کرے تو اور بات ہے۔ اب سفر میں دیکھ لو ظہر کی نماز آپ چار کی بجائے دو رکعت پڑھتے ہیں۔ فرسٹ کلاس ثواب ملے گا۔ پورے نمبر ملیں گے۔ حالانکہ دو ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

میرے بھائیو! اسلام کسے کہتے ہیں؟ جو اللہ کہے وہ کرو۔ یہ اسلام ہے۔ جو اپنی مرضی کرے کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ مثلاً روزہ ہی ہے آپ جلدی افطار کر کے دیکھیں۔ سورج ڈوب رہا ہے اور ان کا دل روزہ افطار کرنے کو نہیں چاہتا۔ گولہ چھوٹ جائے' خواہ وہ بے وقت ہی چھوٹے اس وقت روزے کھولیں گے۔ یہ ہمارے ایمان کا حال ہے۔ دیکھ لو گولہ چھوڑنے والے بھی انسان ہیں۔ ریڈیو پر بولنے والے بھی انسان ہی ہیں' بلکہ بے دین انسان ہیں۔ ان

کا یقین ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات ہے اس کا یقین ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب سورج کی ٹکیا غروب ہو جائے تو روزہ کھول دو۔ یقین ہی نہیں آتا۔۔۔ کہتے ہیں کہ ناں جی۔۔۔ دو منٹ اور۔۔۔ دو منٹ اور ٹھہر جاؤ۔۔۔ جہاں اتنا صبر کیا ہے دو منٹ اور سہی۔۔۔ لیکن حدیث میں آتا ہے کہ لوگو! روزہ افطار کرنے میں جلدی کرو۔ دیر سے روزہ کھولنا یہودیوں کی خصلت ہے۔ (مشکوۃ کتاب الصوم عن ابی هریرة باب فی مسائل متفرقة) اور شاہ عبدالقادر جیلانی کے ماننے والے ویسے تو بریلوی ہیں جو انھیں پیر دستگیر گیارھویں والا پیر کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے سب فرقوں میں سے شیعہ یہودیوں کے زیادہ قریب ہے۔ بریلوی بالکل شیعہ کے ساتھ اور دیوبندی ان کے ساتھ۔ یہ سب دیر سے روزہ افطار کرتے ہیں۔ حالانکہ دیر سے روزہ افطار کرنا یہودیوں کی خصلت ہے جو کہ شیعہ کام کرتے ہیں اور دیوبندی بریلوی بھی ان کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

میرے بھائیو! اسلام کیا چیز ہے؟ میں ہر جمعے یہ بات دہراتا ہوں۔ اللہ کرے آپ کی سمجھ میں یہ بات آجائے اور یاد رکھے گا۔ نماز بندے کے اسلام کا ایک ثبوت ہے۔ اسلام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو ماننے کو کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم روزے سے تھے' عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ آگے پہنچے تو تو ایک جگہ پانی آگیا۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! روزہ بہت لگا ہوا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم روزہ افطار کر لیں۔ مسافر تو ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پانی لیا اور سب کو دکھا کر روزہ افطار کر لیا۔ عصر کی نماز کے بعد رمضان کا مہینہ ہے فرض روزے ہیں۔ آپ نے سب کے سامنے روزہ افطار کر لیا۔ بعض کہنے لگے کہ عصر تو پڑھ ہی چکے ہیں۔ سارا دن تو گزر ہی گیا۔ اب تو تھوڑا سا وقت باقی ہے۔ چلو کیا چھوڑنا ہے۔ ہم نبھا ہی لیتے ہیں۔ کسی نے اس بات کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ سے کیا کہ فلاں فلاں آدمی نے روزہ نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: أُولَئِكَ الْعُصَاةُ (رواه مسلم ' مشكوة باب صوم المسافر عن جابر) یہ نافرمان ہیں' یہ نافرمان ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ

محمد ﷺ روزہ افطار کر لے اور وہ کہیں ہم نہیں کرتے۔ اس سے اندازہ کریں کہ اسلام کسے کہتے ہیں؟ میرے بھائیو! اسلام نبی ﷺ کے پیچھے چلنے میں ہے۔ اگر نبی ﷺ روزہ چھوڑ دیں تو روزہ چھوڑ دو۔ یہی اسلام ہے۔ اگر نبی کہے کہ روزہ رکھو تو روزہ رکھو۔۔۔۔۔ یہ اسلام ہے۔ اسلام جو ہے وہ بھیڑ چال کا نام نہیں ہے۔ اسلام رسم زمانہ کا نام نہیں کہ لوگ یہ کر رہے ہیں' لوگ ادھر جا رہے ہیں' لوگ ادھر جا رہے ہیں۔

اب ہمارے ہاں ایک جہالت یہ ہے کہ ایک آدمی ایک سفر پر جانا چاہتا ہے اور اسے پتہ ہے کہ گاڑی چھ بجے چلتی ہے تو صبح سے روزہ نہیں رکھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ روزہ رکھ کر توڑنا برا ہے میں نے روزہ ہی نہیں رکھا اس لیے کہ مجھے سفر پر جانا ہے۔ یہ سب جہالت کے کرشمے ہیں۔ صحابہ کا کیا حال ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم روزہ رکھے ہوئے ہیں' حدیثیں بھری پڑی ہیں۔ مثالوں کے ساتھ کہ صحابہ کا یہی معمول تھا۔ صحابہ بالکل ان پڑھ تھے۔ کسی سکول' کسی مدرسے اور کسی کالج کے پڑھے ہوئے نہ تھے۔ لیکن دیکھ لو ان کو دین کی کتنی سمجھ تھی۔ اب دیکھیں اس میں کتنی گہرائی ہے۔

اب اگر میں لاہور جانا چاہتا ہوں میں روزہ نہ رکھوں کہ گاڑی چھ بجے چلے گی؟ فرض کرو کہ میں روزہ نہیں رکھتا اور چھ بجے کی گاڑی پر جانے کا عزم رکھتا ہوں اب ایسا ہوتا ہے کہ میرے گھر کا کوئی فرد مر جاتا ہے اور مجھے سفر کا ارادہ ترک کرنا پڑتا ہے۔ اب تو میں سفر میں بھی نہیں ہوں اور روزہ بھی میرا نہیں ہے۔ اب کہیے کہ اس بات کا کیا جواب ہے کہ میں گھر پر ہوتے ہوئے بھی روزے سے نہیں ہوں۔

ایسے ہی ایک عورت ہے جو روزہ رکھ لیتی ہے اور صبح کے نو دس بجے اس کو حیض ہو جاتا ہے' یا اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اب وہ روزہ چھوڑ دیتی ہے کیا اب وہ گنہگار ہے؟ بالکل نہیں۔ اور ایک دوسری عورت ہے جو اس وجہ سے روزہ نہیں رکھتی کہ صبح مجھے حیض ہو جائے گا' میری ماہواری کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ لہذا مجھے روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ اور اس دن اس کو حیض نہیں آتا تو بتائیے کہ وہ گنہگار ہے کہ نہیں؟ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔

میرے بھائیو! دین سیکھو! دین ان چیزوں میں نہیں ملتا جن کے پیچھے ہم لگے

ہوئے ہیں۔ صرف جاہلوں کو دیکھنا' لوگوں کو دیکھنا کہ لوگ کیا کرتے ہیں' لوگ کیا کہتے ہیں؟ دین میرے بھائیوں لوگوں کے ہاں نہیں ملے گا دین تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین میں ملے گا۔ آج کل تو لوگ مولوی سمیت جاہل ہیں' جاہل مطلق جنھیں کسی چیز کا پتہ ہی نہیں۔ سو میرے بھائیو! اس بات کو خوب سمجھ لو کہ اسلام ایک سیٹ ہے۔ جیسے بکھری ہوئی اینٹوں کو ہم عمارت نہیں کہہ سکتے اس طرح ہم ارکان اسلام کی انفرادیت کو اسلام نہیں کہتے۔

سو اسلام ایک سیٹ ہے۔ پورا ایک سیٹ ہے۔ توحید راسخ ہو' اس کے بعد نماز ہو روزہ ہو' حج ہو' زکوۃ ہو' پورا سیٹ ہے۔ اگر ان میں سے آپ ایک بات لے لیں' ختنے کروا لیے تو آیا آپ مسلمان ہو جائیں گے؟ آپ نے روزے رکھ لیے تو کیا آپ مسلمان ہو جائیں گے؟ نہیں۔ اسلام کے اندر پورے داخل ہو جاؤ۔ پھر آپ مسلمان ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ [البقرۃ:2:185] روزے رکھو۔ تمھیں تنگ نہیں کرنا چاہتا۔ میں تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہوں لیکن روزے کیوں رکھواتا ہے؟ اس لیے کہ تم کندن بن جاؤ۔ کام کے بن جاؤ۔ تمھارے اندر خوبیاں پیدا ہو جائیں۔ تمھیں یہ پریکٹس ہو جائے۔ تمھاری یہ عادت بن جائے کہ اللہ جو کہے وہی کام کرنا چاہیے۔ اب دیکھو بیوی کس کے حکم سے حلال ہوتی ہے۔ اللہ کی اجازت سے۔ کیسا اسلام ہے یہ۔۔۔ روزہ یہی سکھاتا ہے۔ دیکھو بیوی آپ کی ہے۔ کسی کا کوئی دخل نہیں۔ لیکن اللہ کا حق اتنا ہے کہ نہیں؟ تو بیوی کے پاس نہیں جا سکتا۔ یا اللہ! ٹھیک ہے۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔! جب تیرا حکم آجائے تو پھر میں اپنی مرضی کروں؟ اللہ خود پانی دے اور ساتھ ہی کہے' اس کو منہ نہیں لگانا۔۔۔ یہ کہے یا اللہ! بالکل ٹھیک۔ ﴿ اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا ﴾ جب تو نے روک دیا تو میں نہیں پیوں گا۔ اور پھر وقت آجاتا ہے۔ خدا کہتا ہے اب پانی پی۔۔۔ اب یہ پانی پیتا ہے۔ اللہ اکبر! دیکھیے! روزہ افطار کرنے کی دعا کیا ہے؟ اَللّٰهُمَّ

اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (رواہ ابوداوٗد مشکوۃ کتاب الصوم باب فی مسائل المتفرقة عن معاذؓ) اللہ میں بند ہوا تھا کھانے پینے سے اور بیوی کے پاس جانے سے' حالانکہ بیوی میرے پاس تھی' پانی میرے پاس تھا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں کھانے کی فریج میں رکھی ہوئی تھیں۔ لیکن میں تیرے حکم سے رک گیا۔ بالکل بند ہو گیا۔ وَ عَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ اب جب تو نے اجازت دے دی ہے تو میں روزہ کھول رہا ہوں اور پانی پی رہا ہوں۔ اور میں تجھے مانتا ہوں اور تیرا حق ہے بھی یہی۔

میرے بھائیو ! یاد رکھو شاید آپ نے بھی یہ لذت محسوس نہ کی ہو۔ جب آدمی مسلمان ہو جاتا ہے' قدرتی طور پر اس کے دل میں خدا سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک تو ہے رسمی سی محبت' نام کی محبت۔۔۔ لیکن جب سچی محبت اللہ سے ہو جاتی ہے تو پھر بندہ یہ کوشش کرتا ہے کہ کہیں مجھ سے ایسا کام نہ ہو جائے جس سے اللہ ناراض ہو جائے۔ جیسے دیکھو دنیا میں کچھ دوست ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی بات رد نہیں کی جاتی۔ مثلاً آپ کا دوست آتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے موٹر سائیکل چاہیے۔ آپ کہتے ہیں کہ اجی! میں کسی اور کو تو نہیں دے سکتا مگر آپ کو انکار نہیں کر سکتا بس فوراً موٹر سائیکل اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ میرے بھائیو! اللہ کا معاملہ بھی کچھ اس قسم کا ہے۔ اللہ جیسا دوست' اللہ جیسا وفادار' اللہ جیسا محبت کرنے والا کوئی نہیں۔۔۔ نہ باپ' نہ ماں' نہ بھائی' نہ بہن' نہ بیوی' نہ بچے کوئی نہیں۔ یہ ایسی دولت ہے' ایسی بڑی دولت ہے کہ آدمی جس قدر مصیبت میں ہوتا ہے یہ اسی قدر اس کا سہارا ہوتی ہے۔

جب انسان مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور مسلمان کا تصور ہی یہی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ جو کہیں وہی اسلام ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ اللہ! جو تیرے نبی نے سنت ہمارے سامنے پیش کر دی اس پر کٹ مرنا' اس پر جان دے دینا' اس کام کو پورا کرنا یہ اسلام ہے۔ پھر آدمی کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ خدا ایسے آدمی کو کبھی ذلیل نہیں کرتا۔ خدا ایسے بندے کا کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔ دیکھیے جنازے کی دعا میں آتا ہے اللہ کے رسول ﷺ کسی کا جنازہ

پڑھاتے تو دعا کرتے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا' یا اللہ! تو اس کا رب ہے۔ اَنْتَ خَلَقْتَھَا تو نے اسے پیدا کیا ہے۔ وَ اَنْتَ ھَدَیْتَھَا اِلَی الْاِسْلَامِ اللہ تو نے اس کو اسلام کی ہدایت دی ہے۔ تَعْلَمُ سِرَّھَا وَ اَعْلَانِیَتَھَا, اللہ! تو اس کے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور اس کے باطن کو بھی تو ہی جانتا ہے۔ جتنا تو جانتا ہے اتنا ہم نہیں جانتے۔ پھر کون سے الفاظ ہیں اِنَّہٗ' فِیْ ذِمَّتِكَ اب یہ تیرے سپرد ہے۔ پہلے تو یہ بیوی کے پاس تھا' یا بیوی اپنے خاوند کے پاس تھی۔ بیٹا اپنے باپ کے پاس تھا' باپ اپنے بیٹے کے پاس تھا۔ وہ اس کا طرفدار تھے۔ اس کے حامی تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ' فِیْ ذِمَّتِكَ اب یہ تیرے پاس آگیا ہے۔ وَ حَبْلِ جِوَارِكَ اب یہ تیرے پڑوس میں ہے۔ قبر میں جا رہا ہے۔ اللہ اب کسی اور کا دخل نہیں۔ اب یہ تیرے سپرد ہے۔ وَ اَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ۔ اے اللہ! تو ہی بڑا وفادار اور بڑا ساتھ دینے والا ہے۔ یہ دعائیں اللہ کے رسول ﷺ جب کسی کا جنازہ پڑھاتے تو کرتے۔ اس واسطے جو صحابہ زندہ تھے خواہش کرتے کاش ہم میت ہوتے اور یہ دعائیں اللہ کے رسول ﷺ ہمارے لیے فرماتے۔ (رواہ ابوداؤد' مشکوۃ کتاب الجنائز ' باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیھا عن واثلۃ بن الاسقع و عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

اب آپ میں بہت سے دیوبندی بیٹھے ہوں گے' حنفی بیٹھے ہوں گے۔ دیانت داری سے بتلایئے! یہ آپ کے جو مولوی جنازہ پڑھاتے ہیں کبھی ان کو دیکھ کر کبھی کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش میں میت ہوتا اور یہ مولوی صاحب میرا جنازہ پڑھاتے۔ اس کے برعکس دل تو یہ کہتا ہے کہ اس نے پڑھا ہی کچھ نہیں۔ لیکن حضور ﷺ جنازہ کیسے پڑھتے تھے؟ اس لیے میں کہتا ہوں کہ ارے اگر کسی نے حق کو جانا ہو' پہچانا ہو کہ حق کیا ہے۔ دیوبندی حق پر ہیں' شیعہ حق پر ہیں' بریلوی حق پر ہیں یا اہل حدیث حق پر ہیں تو آپ کسی ایک مسئلہ کو لے لیں سب کے ہاں اسے دیکھو کہ کون سنت رسول کے مطابق چل رہا ہے اور

کون نہیں۔ تو آپ کو فوراً پتہ چل جائے گا کہ اہل حدیث ہی برحق ہیں۔ اور حدیث کے معانی کیا ہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ کی بات کو حدیث کہتے ہیں۔ اب جنازہ دیکھ لو۔ اہل حدیث جب جنازہ پڑھاتے ہیں تو لوگ جو دیوبندی یا بریلوی ہیں کہتے ہیں یہ بات ہے کہ ہمارے مولوی تو ایسا جنازہ نہیں پڑھاتے۔ اور ہمارا جنازہ پڑھانے کا طریقہ کیسا ہے؟ جیسے رسول اللہ ﷺ پڑھاتے تھے۔ چلو نقل ہی سہی ہم ویسے ہی پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے حضور ﷺ کا طریقہ تھا۔ اب وہ یہ کہتے ہیں جنازہ تو یہ ہے اور جو ہمارے مولوی پڑھاتے ہیں وہ جنازہ نہیں ہے۔ اب انھیں سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے مولوی کا دین ہی کچھ نہیں' تیرے مولوی کا دین اماموں کا دین ہے۔ پیروں کا دین ہے۔ فقیروں کا دین ہے۔ جاہلوں کا دین ہے۔ اور اللہ اکبر! جو بات قرآن وحدیث کے مطابق ہے وہ ہمارا دین ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے کیا وہ ہمارا دین ہے۔ اور یہی خالص دین ہے۔ اللہ آپ کو توفیق دے کہ آپ اس پر پکے ہو جائیں اور آپ اس پر راسخ ہو جائیں۔

دیکھیے! یہ رمضان شریف ہے۔ اس میں آپ اپنی خوراک کے بارے میں بڑے محتاط رہیں۔ خدا کے لیے کم کھالیں' لیکن حلال کھائیں' رشوت سے بچیں' ایک طریقہ تو یہ ہے کہ حکومت قانون بنائے کہ جو رشوت لے گا اسے چوک میں شوٹ کر دیا جائے گا اور پھر آپ رشوت سے ہٹ جائیں۔ یہ اور طریقہ ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں خوف خدا پیدا ہو جائے کہ اگر میں رشوت سے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتا ہوں' اگر میں رشوت سے مرغے اڑاتا ہوں تو میری نماز برباد' میرا روزہ برباد' میرا حج گیا' میرا سب کچھ گیا۔ لعنت ایسی کمائی پر! میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ سو اگر آپ چاہتے ہیں وہ آپ کے روزے قبول ہو جائیں' اپنی کمائی کو حلال بنائیں۔ حرام کمائی کا روزہ بالکل قبول نہیں ہوتا' حرام کمائی والے کے روزہ بالکل قبول نہیں ہوتا۔ حدیث میں آتا ہے کہ دو عورتوں کے بارے میں کسی نے ذکر کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ عورتیں بری نیک' پارسا' رات کو تہجد پڑھتی ہیں' دن کو روزہ رکھتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں کو مسجد میں بلایا اور ایک کڑاھی منگوالی۔ ایک عورت سے کہا کہ قے کر۔ یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔ اس نے قے کی اور آدھی کڑاھی خون' لوتھڑے اور

جے ہوئے خون سے بھر گئی۔ دوسری سے کہا کہ قے کر اس نے بھی قے کی' باقی آدمی اس نے بھر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان عورتوں کی تعریف کرتے ہو۔ یہ حلال کھا کر: روٹی کھائی' پانی پیا' لسی پی' چائے پی۔ یہ حلال کھا کر روزہ رکھ لیتی ہیں' چغلی کر کے جو حرام ہے ور اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے یہ اس سے اپنا روزہ توڑ لیتی ہیں۔ یہ اندر دیکھ لو حرام پڑا ہوا ہے جو میں نے نکلوایا ہے۔ تو اس سے آپ اندازہ کر لیں جو واقعتاً حرام ہو' کسی کا پیسہ ہو' آپ اس کو دھوکے سے کھائیں' کسی کا حق ہو اور اس کا حق غصب کر کے اپنے مال میں شامل کر لیں اور روزے رکھیں' اولاد کو بھی حرام کھلاتے ہیں اور خود بھی حرام کھاتے ہیں۔

سو میرے بھائیو! جو یہاں جمعہ پڑھنے آئے ہیں اور جو چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں مسلمان بنادے اور ہمارے روزے قبول ہو جائیں وہ میرے اس سبق کو یاد رکھیں۔ دل سے توبہ کریں۔ یقین جانیں! میں آپ سے عرض کروں جو برکت حلال میں ہے وہ حرام میں کبھی نہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ حرام میں بھی لذت ہوتی ہے۔۔۔ لیکن جو لذت اور سکون اللہ نے حلال میں رکھا ہے وہ حرام میں قطعاً نہیں۔ آپ میں حلال کھانے سے جرأت پیدا ہو جائے گی۔

اور اب ہمارے ہاں دیکھیں' ہم وعظ کرتے ہیں' مجھے چونکہ عرصہ ہو گیا' میں غالباً بارہ تیرہ سال کا تھا جب سے میں نے جمعہ پڑھانا شروع کیا ہے اور زندگی گزر گئی۔ اس طرح سے ہی اور پھر اللہ کا فضل ہے۔ مجھے کالج میں پڑھاتے ہوئے تیس سال ہو گئے۔ یہ مجھے پورا اندازہ ہے کہ میں جو بات کہتا ہوں اس کا اثر ہو رہا ہے کہ نہیں وہ Impress کرتی جا رہی ہے کہ نہیں۔ اور مجھے یہ یقین ہے کہ اللہ کے فضل سے جو بات کہتا ہوں وہ بالکل ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ لیکن جونہی آپ باہر نکلے' آپ یہ تو کہیں گے کہ جی! بات ٹھیک تھی لیکن عمل نہیں ہوتا۔ کیوں؟ حرام کی وجہ سے۔ دل سخت ہو گیا ہے۔ دل کب سخت ہوتا ہے؟ حرام کھانے سے یا زیادہ گناہ کرنے سے۔ بندہ گناہ زیادہ کرے تو دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور پھر جب دل سخت ہو جائے' اچھی بات کو تو وہ کہے گا کہ ٹھیک ہے۔ لیکن قبول نہیں کر سکتا کیونکہ دل سخت ہو جاتا ہے۔ جیسے پتھر پر بارش پڑے' زمین تو جذب کر لے گی لیکن پتھر جذب

نہیں کرتا۔ چلتا کرے گا۔ پانی پڑا صاف ہو گیا۔ معمولی سی ہوا چلی خشک کا خشک ہو گیا۔ سو جس جس دل سخت ہو جاتا ہے وہ بات کو دل میں جذب نہیں کرتا۔ جو نہی اس کے دل پر جا کر ٹکراتی ہے' تھوڑی دیر کے لیے وہ تر معلوم ہوتا ہے مگر جب تھوڑی سی ہوا چلتی ہے تو یہ نمی ختم ہو جاتی ہے اور وہ پھر سخت کا سخت پتھر ہی رہتا ہے۔

میرے بھائیو! آدمی بات سن لے' سمجھ لے دل سے اس کو تسلیم کر لے اور پھر عمل نہ کرے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا دل سخت ہو گیا ہے۔ اور دل سخت ہونے کی وجہ یہی ہے کہ آدمی کثرت سے گناہ کرتا ہے۔ اللہ کا قاعدہ یہ کہ بندہ گناہ کے بعد بلا تاخیر توبہ کرے' اور اگر گناہ کر کے توبہ نہیں کرتا تو پھر خدا بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اب اگر وہ گناہ کرتے چلا جائے تو خدا اسے دھکا دے دیتا ہے۔ ﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾ [4: النساء:115] خدا کہتا ہے کہ جا دفع ہو جا۔ جدھر جانا چاہتا ہے چلا جا۔ خدا اسے دھکا دے دیتا ہے۔ اور جو بندہ خدا کی طرف رخ کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے ﴿وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ﴾ لوگو! میں غفار ہوں۔ دیکھیے! غافر کے معنی ہیں بخشنے والا' غفور اور غفار کہتے ہیں بہت ہی بخشنے والے کو۔ اللہ غفار ہے لیکن کن کے لیے؟ ہر ایک کے لیے؟ نہیں۔ توجہ سے سن لو۔ یہ قرآن ہے۔ ﴿وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ﴾ میں بہت بخشنے والا ہوں۔ کس کے لیے؟ جو میری طرف رخ کرتا ہے اور یہی بات ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو سکھائی ہے کہ اے میرے بندو! جو میرے نیک بندے ہو اگر لوگ تمھاری طرف توجہ کریں تو تم توجہ کرو۔ اور اگر لوگ تمھاری پرواہ نہ کریں تو تم بھی ان کی پرواہ نہ کرو۔ مستغنی رہو۔ ورنہ یہ مولوی بھی جس نے پیسہ بٹورنا ہے' پیسے بٹورے اور تمھاری خوشامد کرے گا۔ تمھارے آگے پیچھے ——— آدمی کو بالکل مستغنی رہنا چاہیے کہ کوئی توجہ کرے آپ کا خیال کرے' تو ٹھیک ہے آپ بھی ان کی طرف رخ کریں۔ پھر رخ نہ کرنا یہ تکبر ہے۔ اور اگر یہ پرواہ نہیں کرتا۔ مولوی کو غریب جانتا ہے' ہلکا جانتا ہے۔ تو بھی اس کی بالکل پرواہ نہ کر۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ ﴾ میں بخشنے والا ہوں' کس کو ﴿ لِمَنْ تَابَ ﴾ جو مڑ کر آئے' جو توبہ کرلے۔ ﴿ وَ اٰمَنَ ﴾ اور ایمان لے آئے' صحیح بات و تسلیم کرلے۔ ﴿ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾ اور نیک عمل کرنے لگ جائے۔ ﴿ ثُمَّ اهْتَدٰى ﴾ پھر ہدایت کی راہ پر چل پڑے۔ دیکھ لو کتنی باتیں کہیں۔ میں ان کے لیے غفور ہوں' رحیم ہوں لیکن ہمارے مولوی نے کیا پڑھایا۔ یہ کلمہ گو مسلمان ہے وہ نماز نہ پڑھے' جو مرضی کرتا رہے' تالے توڑے' پھر بھی وہ غفور ہے' رحیم ہے۔ قصہ ختم۔۔۔ اور قرآن اللہ اکبر۔۔۔! کہتا ہے کہ غفار وہ ان کے لیے ہے جو توبہ کرتے ہیں' ایمان لاتے ہیں' نیک عمل کرتے ہیں اور ہدایت کی راہ پر چلتے ہیں۔

میرے بھائیو! اللہ جیسا مہربان کوئی نہیں۔ جب بندہ اللہ کا بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر اس کو جانے نہیں دیتا۔ اللہ اس کو دھکا کبھی نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر بڑی مہربانی کرتا ہے اور یہ میں نے سینکڑوں دفعہ آزمایا ہے۔ اس لیے مشرک کو یہ چیز کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ گاڑی میں سفر کر رہے تھے ایک آدمی پکارنے لگا: "یارسول اللہ" میں نے اسے پوچھا کہ بھائی ! تو نے اللہ کے رسول کو کیا کہنا ہے ؟ کہنے لگا: "یہی کہ وہ نظر کرم کریں" میں نے اس سے کہا کیا اللہ کی نظر کرم تھک گئی ہے ؟ کہنے لگا "کہ اجی! تھکی تو نہیں۔" میں نے کہا تو کیا پھر اللہ کی نظر بڑی ہے یارسول اللہ ﷺ کی۔ اب وہ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ حضور ﷺ کی نظر بڑی ہے۔ لیکن عملاً یہی سمجھتے ہیں کہ اللہ تو ریٹائرڈ ہو گیا ہے' وہ تھک گیا ہے' وہ ہار گیا ہے' اس کے پلے کچھ نہیں رہا۔۔۔ میرے بھائیو! جب بندہ کسی اور کی طرف دیکھتا ہے تو خدا بندے سے پوچھتا ہے کہ یہ زیادہ قریب ہے کہ میں زیادہ قریب ہوں' وہ زیادہ مہربان ہے کہ میں زیادہ مہربان ہوں ؟ بندہ تو یہی کہے گا کہ یااللہ! تجھ سے زیادہ قریب تو کوئی نہیں' تجھ سے زیادہ مہربان بھی کوئی نہیں۔ تو پھر اللہ کہے گا بے غیرت' بے شرم' بے حیا! تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھے چھوڑ کر اوروں کو پکارتا ہے۔ اور ارے پیدا میں نے کیا' اب آدمی باپ سے تو

نہ مانگے' اور لوگوں کے گھروں میں جا کر مانگے تو باپ کو غیرت نہیں آتی۔ اس وجہ سے خدا کو شرک سے غیرت آتی ہے۔ سو میرے بھائیو! مسلمان ہو جاؤ۔ مسلمان کیسے؟ یہ نہ سمجھ کہ ہم جی پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ اسلام یہ ہے کہ اللہ کا حکم ماننا۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ ثانی

فطرانہ عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا چاہیے۔ بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنی بہن کو صدقہ فطر دوں یا اپنے بھائی کو دوں جو بے چارہ لاہور رہتا ہے۔ یا اس کی ہمشیرہ کہیں دور رہتی ہے۔ تو اس لیے صدقہ فطر جو ہے وہ یہ نہیں ہے کہ چاند دیکھ کر عید کی نماز سے پہلے ہی دے دیا جائے۔ اس مہینے کے دوران بھی دیا جا سکتا ہے۔ تو اس لیے صدقہ فطر اگر آپ اپنی ہمشیرہ کو' یا اپنے کسی بھائی کو' یا اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو بھیجنا چاہتے ہیں تو پہلے بھی بھیج سکتے ہیں۔

صدقہ فطر کی مقدار پونے تین سیر گندم کا حساب لگایا ہے۔ ممکن ہے کچھ فرق ہو۔ قیمتوں کا' اس کے پانچ روپے فی کس بنتے ہیں۔ آپ کے گھر کے جتنے افراد ہیں خواہ وہ بچہ ہو ایک دن کا' ایک گھنٹے کا' اس کا بھی صدقہ فطر ادا کیا جانا چاہیے۔ پانچ روپے فی کس کے حساب سے۔ جو بھی آپ کے ماتحت ہیں Dependent ہیں مثلاً آپ کی ہمشیرہ جو والد کی وفات کے بعد آپ کے ہاں رہتی ہے اس کا فطرانہ بھی آپ ہی کو ادا کرنا پڑے گا۔

یاد رکھیے! صدقہ فطر آپ ان کو دے سکتے ہیں جو نمازی ہوں' بے نماز کو' کسی بدعتی کو' کسی مشرک کو دینا قطعاً جائز نہیں۔ ہمارے لوگ مصیبت یہ ہے کہ گھر سے نکلتے ہیں جو فقیر راہ میں ملتا ہے اسے دے دیتے ہیں۔ یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ صدقہ فطر دیتے وقت یہ دیکھیں کہ جس کو صدقہ دیا جاتا ہے وہ بے نماز تو نہیں' بدعتی تو نہیں' مشرک تو نہیں۔ صدقہ فطر ہمیشہ دین دار کو دیں۔

باقی رہا افطاری کے بارے میں پچھلی دفعہ بھی میں عرض کیا تھا کہ آپ کو ہمیشہ یہ

کوشش کرنی چاہیے کہ آپ کی ہر حرکت سے دین کی تبلیغ ہو۔ آپ جہاں بھی ہوں، جس مجلس میں بھی ہوں، اور روزہ سے ہوں تو آپ یہ اطمینان کر لیں کہ سورج غروب ہو گیا ہے، اس کے بعد روزہ افطار کر لیں۔ خواہ کوئی بھی روزہ نہ چھوڑے اور لوگ آپ کی طرف انگشت نمائی کریں۔ دیکھو جی! یہ وہابی ہے۔ اس نے روزہ توڑ دیا ہے۔ جو مرضی وہ کہیں آپ ان کو یہ سمجھائیں کہ جب سورج غروب ہو گیا تو پھر روزہ افطار ہونا چاہیے۔ اس سے دین کی تبلیغ ہوتی ہے۔ لوگوں کو مسئلے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ ایک امتیازی چیز ہے۔ اسی طرح سحری کھانے میں جلدی کھا کر نہیں سونا چاہیے۔ سحری بہت دیر سے بالکل آخر وقت پر کھانا چاہیے۔ اور جو آہستہ آہستہ کھانے کا عادی ہو وہ ذرا پہلے شروع ہو جائے۔

اور یہ جو بے وقوف لوگ تین بجے اٹھ کر ہی سحری کھانے پر زور دینا شروع ہو جاتے ہیں ان کی نہ مانیں۔ کچھ لوگ ان کے پیچھے لگ کر سحری کھاتے ہیں اور کھا کر سو جاتے ہیں خواہ مخواہ اپنا روزہ لمبا کر لیتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے کھانے میں اور صبح کی نماز کھڑی ہونے میں پچاس آیتوں کا فرق ہوتا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور عن زیدؓ) میرے بھائیو! دیانت داری سے بتائیں کہ ہم محمد ﷺ کو مانتے ہیں یا یہ بریلوی لوگ مانتے ہیں؟ دیانت داری سے بتائیں کہ ہم مانتے ہیں یا اور لوگ۔۔۔ کوئی جماعت دنیا میں ایسی نہیں جو صحیح معنوں میں محمد ﷺ کو مانتی ہو سوائے اہل حدیث جماعت کے۔ ان لوگوں کا ایمان سائرن پر ہے اور ہمارا الحمد للہ محمد رسول اللہ پر۔۔۔

اس لیے امام ابن تیمیہؒ نے بڑی پیاری بات کہی۔ اللہ اکبر۔ اپڑھے لکھے لوگ خصوصاً نوٹ کریں وہ کہتے ہیں کہ جو نسبت اسلام کی دنیا کے دوسرے مذاہب: ہندو مت، بدھ مت، عیسائیت، یہودیت وغیرہ ہے۔۔۔ وہی نسبت اہل حدیث کی دوسرے مسلمان فرقوں سے ہے۔ کیا دیوبندی کیا حنفی کیا شافعی کیا فلاں کیا شیعہ، یا فلاں فلاں۔۔۔ وہ کہتے ہیں اہل حدیث کی نسبت ان سے بالکل ایسی ہے جیسے اسلام کی نسبت دوسرے مذہبوں سے ہے۔ اب اسلام اور دوسرے مذاہب کا زمین و آسمان کا فرق ہے۔

میرے بھائیو! کوئی نیا نیا اگر آیا ہو' یہ نہ سمجھے کہ اہل حدیث ایک فرقہ ہے۔ اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں ہے۔ اہل حدیث نبی ﷺ کی پارٹی ہے۔ کوئی ہمارا امام نہیں۔ ہمارے امام صرف محمد ﷺ ہیں۔ یہ امامت شیعہ کا مسئلہ ہے۔ یہ مسلمانوں کا مسئلہ بالکل نہیں۔ اہل حدیث کسے کہتے ہیں؟ اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں۔ اہل حدیث وہ جماعت ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بات پر چلتی ہے۔ آپ ﷺ کے حکم پر چلتی ہے۔ کہیے! یہ کوئی فرقہ ہے؟ سو آپ اس میں ذرا جھجک محسوس نہ کریں کہ آپ اہل حدیث ہیں۔ کھل کر دنیا کو بتائیں کہ ہم اہل حدیث ہیں' دنیا کو رفع الیدین کر کے دکھلائیں' کھل کر سورج غروب ہوتے ہی روزہ افطار کریں۔ قیامت کے دن آپ کو اس کا اجر معلوم ہو گا۔ میرے بھائیو! نبی ﷺ کی سنت پر چلنا اصل اسلام ہے۔ یہی وہ دین ہے جو حضور ﷺ نے سکھایا تھا' اور اسی پر صحابہ ؓ چلتے تھے۔

ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان۔۔۔

خطبہ نمبر 35

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَاتَعْبُدُوْنَ ○ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ○ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ○ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ○ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ○ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ اَنْتُمْ وَ اٰبَاؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ○ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ○ وَالَّذِيْ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَلِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾

[الشعراء:26:69-82]

آدمی اللہ کی جتنی معرفت حاصل کرلے اتنی ہی اچھی ہے۔اور ہم لوگوں کو تو بہت ہی کم اللہ کی معرفت ہے۔اللہ کا کیا حق ہے‘اس کا کیا مقام ہے؟ یہ بہت جاننا ضروری ہے۔اور یہ زیادہ تر آدمی جب قرآن مجید پڑھتا ہے قرآن پاک کی آیات پر غور کرتا ہے تو انسان کو شرح صدر حاصل ہوتا رہتا ہے۔یہ معرفت جو حاصل ہوتی ہے اور جتنی اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اللہ سے تعلق بڑھتا ہے۔آدمی کے اندر تقویٰ اور زہد زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے۔اور یہی آدمی کی کامیابی ہے۔ہم لوگ جو زندگی گزار رہے ہیں اس میں منافقت کا پہلو بہت غالب رہتا ہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم لوگ رسمی طور پر مسلمان ہیں۔اللہ کی معرفت ہمیں صحیح معنوں میں حاصل نہیں ہوتی۔ہم اللہ سے زیادہ سے زیادہ تعلقات پیدا نہیں کرتے

اور اصل میں آدمی کی معراج' آدمی کا کمال جو ہے وہ اسی میں ہے کہ آدمی اللہ سے زیادہ سے زیادہ قرب پیدا کرتا جائے۔ پھر انسان کے لیے نیک بننا' نیکی کرنا' دنیا سے بے رغبتی' پھر یہ چیزیں انسان کے لیے بہت ہی آسان ہو جاتی ہیں۔ آپ کبھی قرآن پاک پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں اللہ تعالیٰ جا بجا اپنی صفات بیان فرماتے ہیں۔ میں یہ کام کرتا ہوں' میں نے آسمانوں کو پیدا کیا' میں نے زمینوں کو پیدا کیا' میں آسمان سے بارش اتارتا ہوں' یہ جو کچھ تم کھاتے ہو' میں اگاتا ہوں' تمھارے آرام کا' تمھاری آسائش کا جو تمھیں میسر ہیں میں ہی بندو بست کرتا ہوں۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کے انتہائی انعامات اور احسانات ہیں اور اتنے بڑے بڑے کام ہیں جن کو قرآن مجید بار بار گنا تا ہے' دہرا دہرا کر' کون سی مکی سورت ایسی ہے جو اس مضمون سے خالی ہو اور بلکہ اتنی زیادہ ہے' اتنی زیادہ ہے کہ آدمی جہاں سے بھی مکی سورت کھلے آدمی دیکھے گا کہ یہی مضمون بار بار دہرایا گیا ہے۔ لیکن اگر انسان غور نہ کرے' اور اسی طرح سے قرآن مجید پڑھے جیسا کہ ہم لوگ پڑھتے ہیں تو پھر ظاہر کہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ ہمارا قرآن مجید پڑھنا تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہم نے سکھوں کو دیکھا ہے "گرنتھ" پڑھتے ہوئے یا ہندوؤں کو ہم نے "مالا" پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک رسمی سی چیز ہے۔ وہ بھی بڑا احترام کرتے ہیں۔ سکھ بھی اپنے گرنتھ کا بڑا احترام کرتے ہیں' سر کے اوپر رکھ کر چلتے ہیں' بغل میں نہیں اٹھاتے۔ سینے پر نہیں رکھتے۔ سر کے اوپر رکھ کر چلتے ہیں اور پھر ساتھ دوسرے لوگ پنکھا جھولتے ہیں۔ کہ کوئی مکھی نہ بیٹھے۔ اتنا وہ احترام کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد بڑے تقدس کے ساتھ صبح و شام اس کو پڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے خاص خاص پیرے جو ہیں ان کو رٹتے رہتے ہیں' لیکن یہ کہ اس کے اندر کیا بیان کیا گیا ہے؟ اس سے

کوئی سروکار نہیں۔ بس ایک رسمی طور پر وظیفے کے طور پر' جیسے ہم لوگ ہیں۔ اسی طرح سے ہے۔ اور یہ قرآن پڑھنا کوئی مفید نہیں ہے۔ قرآن مجید کو سمجھنا چاہیے۔ قرآن مجید کو آدمی پڑھے اور سمجھے تو پھر صحیح معنوں میں انسان کو علم حاصل ہوتا ہے اور اصل علم ہے ہی اللہ کی پہنچان۔ جتنا انسان کا اللہ کی طرف رجحان زیادہ ہو گا اتنا ہی اس کو علم زیادہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات بڑی نمایاں کر کے پیش کی ہے کہ جب کبھی ان سے بات پوچھو تو وہ یہی کہیں گے کہ میرا باپ ایسے کرتا تھا۔ میرا دادا ایسے کرتا تھا۔ ہمارے بزرگ ایسا کرتے تھے۔ کبھی کسی بات کو وہ دلیل کے ساتھ ذکر ہی نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا۔ ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ﴾

کہ اے نبی! ان کو ذرا ابراہیم علیہ السلام کا حال تو سنائیں کہ جب انھوں نے اپنے باپ سے اپنی قوم سے ٹکر لی۔ انھوں نے کیا بات کی۔ ﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَاتَعْبُدُوْنَ ﴾ وہ پوچھنے لگے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ کیا ہیں؟ کن کی عبادت کرتے ہو؟ ﴿ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ ﴾ انھوں نے کہا کہ یہ ہمارے بت ہیں ہم ان کے آگے بیٹھے رہتے ہیں۔ بڑی بڑی دیر۔ بڑی عقیدت کے ساتھ چلے کرتے ہیں۔ ان کے آگے بیٹھتے ہیں تو بڑے احترام سے۔ ابراہیم علیہ السلام ان سے پوچھتے ہیں ﴿هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ جب تم ان کو بلاتے ہو' ان کو آوازیں دیتے ہو' ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمھاری سنتے ہیں؟ ﴿ اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ ﴾ کیا وہ تم کو کوئی نفع نقصان پہنچاتے ہیں؟ انھوں نے یہ سوال کیا۔ اب وہ کیا کہتے ہیں؟ ﴿ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَ نَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴾ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتا پایا ہے۔ وہ ایسے ہی کرتے آئے ہیں اور ہم بھی کر رہے ہیں۔ یعنی اندازہ کریں ابراہیم علیہ السلام نے جب ان سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو کہنے لگے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسے ہی کرتے پایا۔ اندازہ کریں کہ جب انسان کسی کے سامنے جھک جاتا ہے تو کس قدر ذلیل ہو جاتا ہے۔

لوگ کسی کا احترام کرتے ہیں' کسی کی عزت کرتے ہیں تو ان کے پیش نظر کچھ مفادات یا پھر کچھ تحفظات ہوتے ہیں۔ کوئی کسی افسر کو سلام کرتا ہے' کسی کے آگے جھکاؤ پیدا کرتا ہے تو یہ سوچ کہ اجی! یہ اس محکمہ کا افسر ہے۔ اس کو سلام کرو' اس سے بنا کر رکھو' کبھی کام پڑ سکتا ہے۔ یا اس افسر سے نہ بگاڑو۔۔۔۔ یہ اس محکمہ میں ہمیں تنگ کرے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے پوچھا کہ تم جو ان کے سامنے بیٹھے رہتے ہوں' ان کی نذر و نیاز کرتے ہو تو کیا یہ تمھاری سنتے ہیں؟ ﴿هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمھاری سنتے ہیں؟ ﴿ اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ ﴾ کوئی نفع' کوئی نقصان' کوئی ان سے خطرہ' کوئی ان سے فائدہ تم کو ہے؟ انھوں نے کہا: ﴿ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَ نَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴾ بس ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے کرتے ہوئے پایا۔ تو ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے۔ ﴿ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ جاؤ سب میرے دشمن ہیں جو میرا ان لوگوں نے بگاڑنا ہے بگاڑ لیں۔ دیکھو لو کتنی عقل کی بات ہے۔ کہ جب یہ کر کچھ نہیں سکتے' جب یہ کر کچھ نہیں سکتے' تو جاؤ پھر

یہ میرے دشمن ہیں' مجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں۔ ﴿ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ہاں میں اللہ کو دشمن نہیں بنا سکتا۔ ﴿ اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴾ اب دیکھو! اللہ کا تعارف۔۔۔وہ رب کون ہے؟ جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ ﴿ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴾ پھر وہ مجھے ہر کام بتاتا ہے کہ یہ کام ایسے کرنا ہے۔ یہ کام ایسے کرنا ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴾ یہ جو کھانے پینے کا سلسلہ ہے۔ یہ دانت اللہ نے دیے ہیں' پینے کا نظام ہے' پھر کھانے اور پینے کی چیزیں اللہ ہی دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ ہی نے دیا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو پھر وہ مجھے صحت دیتا ہے۔ ﴿ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴾ میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا اس کے ہاتھ میں ہے اور پھر جب میں مروں گا تو وہی مارے گا۔ اور جب میں قیامت کو اٹھوں گا تو وہی مجھے اٹھائے گا۔ زندگی اور موت اسی کے قبضہ میں ہے۔ یہ اپنے رب کا ابراہیم علیہ السلام تعارف کروا رہے ہیں۔ اب آپ فرق کریں کہ اب ہم مسلمان ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہی سب کام کرتا ہے۔ سب کچھ اللہ کے قبضے میں ہے لیکن ہم اس کو جانتے ہی نہیں' اس کو پہچانتے ہی نہیں۔ نہ اس کا ڈر ہمارے دل میں ہے اور نہ ہم ان کو پہچانتے ہیں۔ اور نہ اس کی محبت ہمارے دل میں ہے۔ نہ اس کا سہارا ہمیں حاصل ہے۔ حالانکہ اصل ایمان اور جسے اسلام کہہ لیں۔۔۔ اللہ کے ہاں دونوں چیزیں برابر ہیں وہ یہی ہے کہ انسان اللہ کو پہنچانیں۔ اور یہ یقین رکھیں کہ سب کچھ اس کے قبضے میں ہے' زندگی اور موت سب کچھ اس کے اذن سے ہے۔ عزت اور ذلت صحت اور بیماری جو کچھ بھی ہے اس کے قبضے میں ہے۔ اس کے سوا مجھے کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ اس کے سوا مجھے کسی سے امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اگر میں مانگوں تو اس سے مانگوں۔ اگر میں بھروسہ کروں تو اس کی ذات پر بھروسہ کروں۔ کیونکہ سب کچھ اسی ذات کے قبضے میں ہے۔ اپنے رب کا یہ تعارف ابراہیم علیہ السلام کروا رہے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو اسی حوصلہ کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری قوم سے ٹکر لے لی۔ بادشاہ بھی دشمن ہو گیا' اس کی ساری رعایا بھی دشمن ہو گئی۔ اور اپنا باپ بھی دشمن ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھی۔ پوری قوم ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کے لیے تیار ہو گئی۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ذرہ برابر بھی ڈر نہیں اس لیے کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔ چنانچہ دیکھ لو نتیجہ بھی پھر یہی نکلا۔ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ تیار کی اور اس میں ان کو ڈال بھی دیا۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تھا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب سب کچھ ہے ہی اس کے قبضے میں ہے تو ڈر کیسا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم نے آگ سے کہا: ﴿ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴾[الانبیاء:21 :69]اے آگ! ابراہیم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ یہ سب کچھ اس نے میری خاطر کیا ہے۔ یہ اتنی تکلیفیں برداشت کر رہا ہے۔ میری خاطر کر رہا ہے۔ اب دیکھو ناں۔ قرآن پاک پڑھنے والا کم از کم بزدل تو نہ ہو۔ اس لیے کہ قرآن پڑھنے والا تو اللہ کو پہچانتا ہے' اس کے دل میں تو اللہ کی محبت ہے۔ اس کے دل میں تو اللہ پر بھروسہ ہے ۔ لیکن آج دیکھ لو وہی قرآن پڑھنے والے مشرک قرآن پڑھنے والے ہی ہر گندے سے گندہ کام کرتے ہیں۔ قرآن پڑھنے والے ہی آج بازاروں کی رونق بنتے ہیں۔ قرآن پڑھنے والے ہی غیر اللہ کو پکارتے ہیں تو یہی قرآن پڑھنے والے اور قران سننے والے۔۔۔ ہمارے ہاں تو ربیع الاول کا پورا مہینہ چلے گا۔ قرآن خوانی ہوتی ہے' شبینے ہوتے ہیں' دن رات ختم ہوتے ہیں' ساری ساری رات لگے رہتے ہیں۔ سارا قرآن ختم کر دیتے ہیں۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا ؟ جیسے قرآن پڑھنے سے پہلے تھے ویسے بعد میں ہیں۔ پتھر کے پتھر' کورے کے کورے۔ دیکھو نا! قرآن پڑھ کر تو آدمی کو کچھ سدھر جانا چاہیے۔ اس کے دل میں کوئی خدا کا خوف پیدا ہو۔ اس کے دل میں نیکی کی ترغیب ہو۔ اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے۔ لوروں کے سارے سہارے ختم ہو جائیں۔ تو قرآن کا کوئی فائدہ ہے۔ لیکن ہمارے ہاں تو قرآن مجید ایک رسم ہے۔ یعنی اگر یہ آپ کا کام نہیں ہوتا تو آپ قرآن کا ختم کروا دیں گے۔ اب دو چار قرآن پاک ختم کروا دیے تو میرا کام بن گیا۔ اللہ اللہ خیر سلا۔۔۔ لیکن قرآن آیا کس لیے ہے ؟ قران آیا ہے تجھے مسلمان بنانے کے لیے۔ اگر تو مسلمان نہ بنا تو قرآن کے آنے کا فائدہ ہی کچھ نہیں۔ اور واقعتاً قران مجید سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ قرآن مجید سے فائدہ اٹھایا جنھوں نے اٹھایا یا آج بھی کوئی بندہ اٹھاتا ہوگا تو اٹھاتا ہوگا ورنہ عام طور پر تو معاملہ بالکل صاف۔ قرآن نے یہ بات سکھا دی کہ ساری دنیا بھی اکٹھی ہو جائے' کچھ نہیں کر سکتی۔ اس لیے آدمی جو ہے اس کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اللہ پر ہی توکل کر کے جو کام کرنا ہے جائز اور صحیح طریق سے کرے۔

یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں کو رخصت کیا تو وہ تعداد میں گیارہ تھے۔ جب وہ چل پڑے تو دیکھا بڑے قدر آور جوان ہیں۔ سب ایک ہی شکل وصورت کے۔۔۔ دل میں خیال آیا کہ کہیں ان کو نظر نہ لگ جائے۔ جب یہ دوسرے ملک میں جائیں گے' شکلیں بھی ان کی ملتی جلتی ہیں۔ تھے بھی شام کے علاقے کے اور حسین بھی بہت تھے آخر یوسف علیہ

السلام کے بھائی تھے۔ تو باپ نے بیٹوں سے کہا: ﴿ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ ﴾
[12:یوسف:67] بیٹو! ایک دروازے سے نہ جانا۔ اکٹھے نہ گزرنا' جدا جدا ہو کر جانا۔
کوئی کسی طرف سے' کوئی کسی طرف سے۔ تمھیں لوگ اکٹھے جاتے دیکھیں گے تو کہیں گے
کہ بھئی یہ کس ماں نے جنے ہیں؟ کس باپ کے یہ بیٹے ہیں؟ نظر لگ جائے گی؟ اس لیے
بکھر کر جانا۔ ﴿ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ ﴾ شہر میں ایک دروازے سے داخل
نہ ہونا۔ لیکن اللہ کو جو منظور تھا ہو اوہی۔ ان کا ایک بیٹا۔۔۔ بنیامین۔۔۔ چوری کے الزام میں
دھر لیا گیا۔ جو احتیاط کی تھی وہ تو اس لیے کہ کسی نقصان سے بچا جا سکے۔ دیکھو یعقوب علیہ
السلام کتنی فراست والے تھے' کتنی سمجھ والے تھے۔

اور آج کل ہمارے ہاں الٹی ہی گنگا بہتی ہے۔ جو آدمی عقل سے بالکل عاری ہو
جاتا ہے۔۔۔ پاگل۔۔۔ جسے نہ غلاظت کا پتہ رہ جاتا ہے اور نہ اپنی ستر پوشی کا تو اسے لوگ
کہتے ہیں کہ "یہ پہنچا ہوا ولی ہے۔" دیکھو عقل جیسی نعمت سے وہ محروم ہے' اس کو ٹٹی کا پتہ
نہیں۔ اپنی ناک صاف کرنے کا اسے پتہ نہیں۔ پھر بھی یہ جاہل مسلمان کہتا ہے کہ یہ پہنچا ہوا
ہے۔ یعقوب علیہ السلام بڑے متوازن عقل کے مالک پیغمبر تھے۔ اللہ نے کتنی عقل دی
تھی' کتنی سمجھ دی تھی! اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی تعریفیں کی ہیں۔
﴿ وَاجۡعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ﴾ [19:مریم:50] ان کا نام جب بھی
کوئی دنیا میں لیتا ہے تو علیہ السلام ساتھ کہتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام' اسحاق علیہ السلام'
باپ' بیٹا' دادا سب بڑی شان والے تھے۔ اللہ نے ان کو اتنی شان دی' اتنی عزت دی۔ یعقوب
علیہ السلام اپنے بیٹوں سے کہتے ہیں میرے بیٹو! میں نے تمھیں ایک تدبیر بتائی ہے کہ اکٹھے
ہو کر شہر میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تمھیں نظر نہ لگ جائے۔ ﴿ مَا كَانَ يُغۡنِيۡ عَنۡهُمۡ
مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَيۡءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيۡ نَفۡسِ يَعۡقُوۡبَ قَضٰهَا ﴾ [12:
یوسف:68] کہ میں کچھ نہیں سکتا۔ میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے کہ میں کسی مصیبت
سے تمھیں بچالوں' کسی آفت سے بچالوں۔ بس میرے دل میں ایک خیال تھا وہ پورا کر لیا۔ باقی
جو کرنے والا ہے تو اللہ ہی ہے۔ جو تکلیف بھی آتی ہے وہ تو اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ وہ تو
آکر ہی رہتی ہے۔ یہ کون کہتا ہے کہ؟ یعقوب علیہ السلام یہ کہہ رہے ہیں۔ جو پیغمبر ہیں اور
اللہ نے جن کو بڑی عقلمندی سے نوازا تھا۔ کس درجہ ان کو اللہ نے وجاہت اور درجہ دیا تھا اور
کتنی سادگی کے ساتھ یہ کہتے ہیں۔ میرے بس کی کوئی بات نہیں۔ میں تمھیں کوئی فائدہ پہنچا

سکتا ہوں اور نہ نقصان۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ سب کچھ اللہ کے قبضے میں ہے۔ یہ تو میرے دل میں ایک تمنا تھی۔ میرے دل میں ایک خیال تھا جس کے تحت میں نے تمھیں یہ بات کہہ دی ہے۔ میں کر کچھ نہیں سکتا۔ ﴿ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ﴾ [12:یوسف:68] وہ بڑا علم والا تھا۔ دیکھو! انھوں نے کیا بات کہی کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ ﴿ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ ﴾وہ بڑا علم والا تھا۔ اللہ کو ایسا آدمی بڑا پیارا لگتا ہے۔ جو سچی بات کہے' جو کھری بات کہے اور یہاں ہمارے ہاں اللہ میرا معاف کرے! آج کل کے پیر' آج کل کے مولوی۔۔۔ جب کسی کا بچہ گم ہو جائے اور ان کے پاس آئے تو کہتے ہیں ہم دعا کرتے ہیں جا مل جائے گا۔۔۔ جا مل جائے گا۔ ایسے باتیں کرتے ہیں کہ جیسے یہ مسئلہ ان کا حل ہو ہی جائے گا۔ ﴿ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ ﴾ اللہ فرماتے ہیں ہمارا یعقوب بہت علم والا تھا۔ کیوں ؟اس نے اپنی بے بسی کا' اپنی عاجزی کا اظہار کیا کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ تدبیر بس اے میرے بیٹو! تمھیں بتادی ہے۔ باقی نفع و نقصان کا مالک تو اللہ ہی ہے۔

میرے بھائیو! اللہ کی معرفت ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ یہ اسی آدمی کا کام ہے جس کو اللہ توفیق دے اور ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ یہ جو ہم دورنگی زندگی گزار رہے ہیں یہ اللہ کو پسند نہیں۔ ہماری ہر بات میں دورنگی ہے' ہمارا معاملہ اندھیر والا ہے۔ ہمارے آگے وہ روشنی نہیں ہوتی۔ اس لیے منافقت ہی منافقت ہے۔ اور مومن جو ہوتا ہے وہ دورنگی کبھی نہیں ہوتا۔ وہ بالکل صاف ہوتا ہے۔ اس کا ایک ہی رنگ ہوتا ہے۔

میرے بھائیو! اپنے آپ کو پہچاننے کا' اسلام اور کفر کو جانچنے کا' اپنی نیکی اور بدی کا اور یہ دیکھنے کا کہ اللہ کے ہاں میرا کیا مقام ہے طریقہ ہی یہی ہے کہ آدمی اپنے آپ کو دیکھے کہ میری زندگی کیسی ہے۔ اگر آدمی کی زندگی اس قسم کی ہو کہ وہ دونوں طرف چلتا ہے۔ نیکوں میں نیک اور بدوں میں بد۔۔۔ نیکی بھی کر لیتا ہے اور برائی میں بھی ملوث ہو جاتا ہے تو ایسا آدمی سمجھے کہ میں صحیح مسلمان نہیں ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی کا اللہ پر ایمان ہوتا ہے تو پھر وہ یہ دیکھتا ہے کہ میرا کوئی کام ایسا نہ ہو جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو۔ اللہ کی مرضی کے خلاف ہو۔ میرا ہر کام عین نبی کی سنت کے مطابق ہو کیونکہ وہ اللہ کی مرضی ہے۔ نبی کی سنت عین اللہ کی مرضی ہے' اللہ کی رضا ہے۔ نبی کی سنت کے مطابق زندگی گزارنا تو عین اللہ کی مرضی ہے۔ یہ توفیق صرف اسی کو ہوتی ہے جس کا ایمان درست ہوتا ہے۔ جس کے

دل میں اللہ کا تصور صحیح ہوتا ہے۔ ہم نمازیں بھی پڑھتے ہیں' ہماری نمازیں بالکل اندھیرے کی نمازیں ہیں۔ آپ اپنے دل سے پوچھ کر دیکھیے۔ کہیے! آپ کو نماز میں کوئی لذت آتی ہے۔ آپ اپنے دل سے پوچھ کر دیکھیں۔ اگر تو آپ کو نماز میں لذت آتی ہے تو الحمد للہ اور اگر لذت نہیں آتی تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی اللہ سے لو نہیں لگی۔ آدمی سے چلو کسی وقت جلدی بھی ہو جاتی ہے' کسی وقت خیال نہ رہے لوربات ہے ورنہ نماز میں تو حضور قلب بہت ضروری ہے۔ نماز میں جس آدمی کا معاملہ صحیح ہوتا ہے' جس کی نماز مس نہیں ہوتی۔ وہ جلدی بھی پڑھی تو ٹھیک ہی پڑھتا ہے' اس کا دل حاضر ہی رہتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں' اللہ سے باتیں کر رہا ہوں۔ یقین جانیں جو آدمی دن میں پانچ مرتبہ اللہ سے مل لیتا ہے وہ منافق کبھی نہیں رہتا۔ آپ کا دل کیا کہتا ہے؟ کبھی ہو سکتا آدمی پانچ مرتبہ اللہ کی ملاقات بھی کرے اور پھر بھی منافق ہی رہے۔ ہم منافق ہیں' بلکہ 99 فیصد منافق ہیں یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اندھیرے میں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ جیسے بالکل تالے لگے ہوئے ہیں' دروازے بند ہیں' کوئی تو دروازہ کھلے۔ جدھر سے اللہ کی روشنی آتی ہے۔ جدھر سے انسان کو کچھ سرور آتا ہے۔ آگے کا معاملہ پیش نظر ہو۔ وہ تو بالکل بات ہی ختم ہے اور یہ اسی صورت میں ہے جب انسان پر اللہ کی ہیبت' اللہ کا جلال ہو اور اللہ کی ذات کی پہچان اور اس کا مقام پیش نظر ہو۔ اور سمجھے کہ وہ یہ کر سکتا ہے۔ اس لیے اللہ کے رسول ﷺ کہا کرتے تھے: "أَنَا اخشٰكم وَ أَتْقٰكُمْ مِنَ اللهِ" میں اللہ سے تم سب سے زیادہ ڈرتا ہوں (صحیح بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح عن انس و صحیح مسلم کتاب النکاح) اب آپ سوچیں کہ اللہ کے رسول' اللہ سے سب سے زیادہ کیوں ڈرتے تھے؟ کیا گناہ زیادہ کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ گناہوں سے پاک اور معصوم تھے۔ طبعاً ان کی طبیعت بھی سلجھی ہوئی تھی اور پھر نبی بھی تھے۔ اللہ حفاظت بھی کرتا تھا۔ اس کے باوجود آپ فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔ یہ کیا؟ اس لیے کہ اللہ کی پہچان تھی۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اللہ کا کیا مقام ہے؟ اللہ اگر کسی کو پھٹکار دے' اللہ کسی کو دھتکار دے تو کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔ دیکھو لو اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ مکے لوگ فرشتوں کو پوجتے تھے۔ اللہ نے فرمایا فرشتے جو ہیں وہ میرے بندے ہیں۔ ﴿ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ [21:الانبیاء 26] وہ تو میرے بندے ہیں' میرے سامنے دم نہیں مارتے لیکن اگر فرض کرلو ﴿ وَ

مَنۡ يَّقُلۡ مِنۡهُمۡ اِنِّىۡۤ اِلٰهٌ مِّنۡ دُوۡنِهٖ ﴾ [21:الانبیاء:29] اگر کوئی فرشتہ کچھ کہہ دے کہ میں بھی کچھ ہوں' میں بھی معبود ہوں ﴿ فَذٰلِكَ نَجۡزِيۡهِ جَهَنَّمَ﴾[21:الانبیاء :29] ہم اس فرشتے کو جہنم میں دھکیل دیں گے۔ یعنی اندازہ کر لیں۔ آپ کو اب فرشتوں سے کیا توقع ہے کہ کبھی خدائی کا دعویٰ کرتے۔ کبھی معبود ہونے کا دعویٰ کرتے لیکن دیکھ لو اللہ نے بات بتادی' میں فرشتوں کو اٹھا کر دوزخ میں ڈال دوں۔

اور اس میں جو بڑی مشہور حدیث ہے۔ایک تابعی کہنے لگا ایک صحابہ سے کہ کوئی مجھے حدیث سنائیں تاکہ میرا ایمان جو ہے وہ درست ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ اگر تو اپنا ایمان درست کرنا چاہتا ہے تو میں تمھیں حدیث سنا دیتا ہوں کہ اگر اللہ سارے آسمان والوں کو دوزخ میں ڈال دے تو اللہ ظالم کبھی نہیں ہوگا اور اسے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا۔(مسند احمد 185/5 سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی القدر سنن ابن ماجة کتاب الایمان باب فی القدر)سب نبیوں کو دوزخ میں ڈال دے تو کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں اس نے تو یہی کہہ دینا ہے کہ میں نے ان کو پیدا ہی دوزخ کے لیے کیا ہے۔ قصہ ختم ـــ یہ بتانے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ اس نے کیا گناہ کیا ہے۔ جو میں اس کو دوزخ میں ڈال رہا ہوں۔ اللہ کی مرضی ہے کہ میں نے پیدا ہی اس کو دوزخ کے لیے کیا ہے۔ آخر دوزخ کو جو اللہ نے گرمانا ہے۔ دوزخ میں جو آگ جلائی ہے تو آگ کس چیز سے پتھر سے جلتی ہے۔ ان پتھروں نے کیا گناہ کیا ہے۔ جو دوزخ میں جل رہا ہیں۔ ﴿ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ﴾[2:البقرة:24] قرآن مجید نے اس کا ذکر کیا ہے کہ پہلے بیٹھے ہیں پھر اس اک ایندھن انسان ہوں گے۔ تو اللہ کیا ظالم ہیں جو چاہے کریں۔ وہ اتنی قدرت رکھتے ہیں وہ اتنی طاقت والا ہے۔ ﴿ لَا يُسۡـَٔلُ عَمَّا يَفۡعَلُ وَهُمۡ يُسۡـَٔلُوۡنَ ﴾ [21:الانبیاء:23] وہ جو چاہے کرے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا۔ وہ کون ہے جو پوچھے کہ یہ کام کیوں کیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب پہلا نفخہ ہوگا' صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ مر جائیں گے۔ انسان مر جائیں گے' جن مر جائیں گے' فرشتوں کو خدا مار دے گا۔ کوئی زندہ نہیں ہوگا اور خداوند فرمائے گا۔ ﴿ لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ ﴾[40:الغافر:16] آسمان و زمین کو لپیٹ کر اپنی انگلی پر رکھے گا اور کہے گا کہ آج بادشاہی کس کی ہے؟ بادشاہ بھی اس کے اندر لپٹے ہوئے ہوں گے۔ نبی بھی اس کے اندر

ہوں گے' فرشتے بھی سارے اس کے اندر ہوں گے۔ کوئی زندہ ہو تو بولے۔ ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ﴾ کوئی ہے جو کہے کہ بادشاہت میری ہے۔ دنیا میں بادشاہ تھے' جو کہتے کہ ہماری بادشاہت ہے۔ دنیا میں سلیمان علیہ السلام بھی بادشاہ ہوئے ہیں۔ اللہ اکبر! کس قدر اللہ نے ان کو طاقت دی تھی کہ ہوا کو حکم دیتے تھے اور جہاں چاہتے پہنچ جاتے۔ ہمارے ہاں تو جہاز ہیں۔۔۔ جنگ لگ جائے تو جہاز سامان اور گولہ بارود کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتے ہیں۔ اور جب سلیمان علیہ السلام کو ضرورت ہوتی تو انہوں نے ایک لمبا سا تخت بنا رکھا تھا سب کچھ اس پر لادلیتے' فوج بھی بیٹھ جاتی' راشن بھی اس کے اوپر لاد دیتے اور ہوا کو حکم دیتے کہ چل۔ وہ چلتی اور تخت جو ہے وہ اڑتا چلا جاتا۔ بالکل جیسے ریگولیٹر لگایا ہو ہے۔ جہاں چاہتے تھے وہ تیز کر دیتے اور جہاں چاہتے آہستہ کر دیتے۔ ﴿ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴾ [38:ص:36]

اور دوسری جگہ فرمایا جہاں وہ تیز چلنا چاہتے ہوا تیز چلتی اور جہاں چاہتے کہ آہستہ چلے وہاں ہوا جو تھی وہ آہستہ چلتی۔ جہاں لوگ ایک مہینے میں پہنچتے تھے وہ لمحوں میں پہنچ جاتے۔ لیکن دیکھو اب خدا پوچھے گا ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ﴾ کوئی ہے بادشاہ؟ کوئی چوں نہیں کرے گا' کوئی دم نہیں مارے گا۔ سب اللہ کی مٹھی میں ہوں گے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہوں گے۔ کوئی بولنے والا نہیں ہوگا۔ کوئی دم مارنے والا نہیں ہوگا۔ میرے بھائیو! ایک دن آئے گا کہ ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴾ قرآن مجید میں ہے کہ ہر ایک کو خدا دوزخ پر سے گزارے گا۔ نبیوں کو بھی تاکہ یہ نہ سمجھیں کہ صرف نام ہی ہے' دوزخ ہے۔ عملی طور پر وہ دیکھ بھی لیں کہ دوزخ ہے۔ سورہ مریم میں ہے ﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴾[19:مریم:71] تیرے رب کا قطعی فیصلہ ہے کہ کوئی ایسا نہیں ہے جو ایک دفعہ دوزخ نہ گزرے۔ سب کو خدا دوزخ پر سے گزارے گا۔ کیا اللہ کے رسول ﷺ کیا موسیٰ علیہ السلام کیا ابراہیم علیہ السلام سب کو خدا دوزخ پر سے گزارے گا۔ ﴿ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَ نَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴾ [19:مریم:72] جس کو خدا بچانا چاہے گا پار کر دے گا اور جس کو خدا رکھنا چاہے گا وہیں نیچے گرا دے گا۔ یہ اس رب کا کام ہے۔ یہ اس مالک کا کام ہے۔ یہ اللہ ہے' یہ رب ہے اس کو ہم نے کتنا سمجھا ہے۔ اس سے ہماری کیا محبت ہے۔

میرے بھائیو! یہ جائزہ لیتے رہا کرو اپنے اس رب کے بارے میں کہ میری اس سے کتنی بنتی ہوئی اور یہ بہت بڑا سبق ہے۔ یہ سبق کبھی نہیں بھولنا چاہیے اپنے ایمان کو جانچنے کے لیے' اپنے اسلام کو جانچنے کے لیے' اپنی نیکی کو جانچنے کے لیے کہ میں کتنے پانی میں ہوں۔ اپنے دل سے پوچھا کریں' اپنی حالت کو دیکھا کریں' کہ تیرا رب کے ساتھ کتنا تعلق ہے۔ اور اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے رب کی خاطر کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ کیا کچھ چھوڑ سکتے ہیں؟ اور جو وہ کہے وہ کرنے کے لیے تیار ہیں تو آپ بڑے ہی خوش قسمت ہیں۔ آپ کا ایمان بہت اعلیٰ ہے بہت معیاری ہے۔ اور اگر آپ کسی کام کے لیے کہیں توبہ توبہ بہت مشکل ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو سمجھ لیں کہ آپ کی اللہ سے یاری ٹھیک نہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ باپ کہتا ہے کہ گھر سے نکل جا۔ وہ گھر سے نکل جاتے ہیں۔ بات کیا تھی' معاذ اللہ وہ کوئی بگڑے ہوئے تھے۔ بس باپ سے یہی الجھاؤ کہ ابا جی! شیطان کے پیچھے نہ لگو۔ اللہ کی مان' جو اللہ کہتا ہے اس کے پیچھے چل۔ باپ کو سمجھاتے رہے۔ باپ نے کہا کہ گھر چھوڑ دے ورنہ پتھر مار مار کر مار دوں گا۔ تو اس جرم کی پاداش میں وہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے کہیں ضرور لے جائے گا۔ نکل گئے۔ یعنی گھر بار چھوڑ دیا' برادری کو چھوڑ دیا۔ باپ کو چھوڑ دیا۔ اللہ کی خاطر چلو یہ بات بھی ہو گئی۔ پھر اس کے بعد دیکھو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دکھایا شاذ و نادر ہی اس کی مثال ملتی ہے۔ اللہ نے کہا اپنے بیٹے کو ذبح کر دے حالانکہ کہ کوئی مقصد تو تھا نہیں صرف یہ دیکھنا تھا کہ ابراہیم میرا کتنا سچا دوست ہے۔ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے۔ جس بیٹے کو بہت دعائیں مانگ کر اللہ سے بڑھاپے میں لیا تھا۔ جب اولاد کے قابل نہیں رہا۔ عمر بہت گزر گئی اس وقت وہ بیٹا ملا۔ لیکن دیکھو دیر نہیں لگائی۔ چھری چلا دی۔ ﴿ وَتَلَّهُۥ لِلۡجَبِينِ ﴾[37:الصّٰفّٰت:103] لٹا دیا' ان پر چھری چلا دی۔ جب دیکھا کہ بیٹا تو بچ گیا ہے۔ دنبہ ذبح ہو گیا ہے تو وہ دوبارہ ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ورنہ آدمی تو یہ سمجھتا ہے کہ میں نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی اب تو اس کا فضل ہے کہ یہ ذبح نہیں ہوا۔ دوبارہ تیار ہو گئے۔ اللہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تو نے اپنا کام مکمل کر دیا۔ ہمیں بھی صرف دیکھنا ہی تھا کہ تجھے مجھ سے کتنی محبت ہے۔ کیا میری خاطر باپ کو چھوڑ سکتا ہے' میری خاطر اولاد کو چھوڑ سکتا ہے۔ میری خاطر اولاد کو ذبح کر سکتا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے اس میدان میں بھی کامیابی حاصل کی۔

پھر جہاں اللہ نے کھڑا کر دیا کھڑے ہو گئے۔ مقابلے میں پوری قوم بھی آئی۔ حکومت دشمن ہے' گھر والے دشمن ہیں۔ آگ میں کودنے کے لیے تیار ہو گئے۔ میرے بھائیو! قرآن مجید کوئی قصے کہانیوں کی کتاب نہیں ہے۔ قرآن مجید تو ہدایت کی کتاب ہے۔ ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ قرآن تو ایک ہدایت کی کتاب ہے بلکہ آپ دیکھیں گے کہ کوئی واقعہ ہو' کوئی قصہ ہو' آپ قرآن پڑھ کر دیکھ لیں۔ جہاں تک حکایات کا' واقعات کے بیان کرنے کا اصول ہے وہ کہیں بھی قرآن میں ملحوظ نہیں۔ قرآن کوئی قصے کہانیوں کی کتاب نہیں ہے۔ یہ صرف ہدایت کی کتاب ہے۔ لیکن جب اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی یہ ساری باتیں بیان کی کہ باپ نے گھر سے نکال دیا وہ نکل گئے۔ ہم نے ان کو خواب میں کہا کہ بیٹے کو ذبح کر دے تو بیٹے کو اپنی طرف سے ذبح کر دیا۔ قوم نے کہا کہ ہم تجھے آگ میں ڈالتے ہیں تو آگ میں پڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اللہ نے جو ایسا ابراہیم ہمیں قرآن میں دکھایا ہے تو اس کا مقصد کیا ہے؟

میرے بھائیو! صرف یہی دکھانے کے لیے کہ اصل میں تمھیں یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ کی محبت بہت ضروری ہے۔ اور محبت کا پتہ اس وقت لگتا ہے کہ تم خدا کی خاطر کیا کر سکتے ہو اور کیا نہیں کر سکتے ہو۔ اور میں اس لیے بار بار ہر جمعے میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب ایک عمل کو آپ مان لیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور آپ پھر نہ کریں تو آخر یہ جسارت اور یہ جرأت اچھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے آدمی کو محبت اسی وقت ہوتی ہے جب وہ اس کے کہے کو مانے' اس کے احکامات کو اپنے اوپر لاگو کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے تذکرے کیے ہیں اور ساتھ ہی کافروں سے یہ بھی کہا ہے کہ میرے ان نیک بندوں کا مقابلہ کرتے ہو؟ جنھوں نے میرے نیک بندوں کا مقابلہ کیا دیکھ لو ان کا حشر کیا ہوا!؟ اور دیکھ لو میرے نیک بندوں کو عزت اور شان کتنی ملی ہے؟

جب ابراہیم پیغمبر کا نام آتا ہے تو ساتھ علیہ السلام' موسیٰ کا نام آتا ہے تو ساتھ علیہ السلام اور جب فرعون کا ذکر ہوتا ہے تو لوگ اس کو لعنتی کہتے ہیں۔ میرے ہی بندے بالآخر کامیاب ہوئے ہیں۔ میں نے انھیں ہی عزت دی ہے۔ ان کے مقابلے میں جو کافر تھے ان پر لعنتیں ہی پڑی ہیں۔

ان واقعات میں روئے سخن کافروں کی طرف ہے کہ دیکھ لو پیغمبروں کی نافرمانی کی

سزا کیا ہے ؟ دوسری طرف مسلمانوں سے اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سب (یعنی انبیاء علیھم السلام) تمھارے ہیرو ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیا ۔ ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمَاعِيلَ ﴾[19: مریم:54] اے نبی! لوگوں کے سامنے اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرو۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ وہ وعدے کے بڑے ہی سچے تھے۔

اب دیکھو نا۔۔۔ اسماعیل علیہ السلام کو پتہ ہی نہیں' ہزاروں سال گزر گئے اور اللہ نے ان کا تذکرہ قرآن مجید میں فرمایا ہے اور سب مسلمان ان کے نام کے بعد علیہ السلام کہتے ہیں۔﴿ وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ﴾[19:مریم:55] وہ اپنے گھر والوں کو ہمیشہ نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ ﴿ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴾ اور اپنے رب کے ہاں بڑے ہی پسندیدہ تھے۔ تو پھر اب بات کیا نکلی ؟بات یہ نکلی کہ جو اپنے گھر میں' اپنے بیوی بچوں میں نماز کو عام کرے' ان سے لڑے جھگڑے کا نماز پڑھو وہ اللہ کا پسندیدہ ہے۔ اور جو ہنڈیا میں نمک مرچ کی کمی بیشی پر لڑے' روٹی کے بروقت نہ پکنے پر لڑے تو وہ اللہ کا پیارا نہیں ہے۔ لیکن کبھی نہیں دیکھتے کہ کیا کبھی ہم بیوی سے اس بات پر لڑتے ہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھتی ؟ کبھی لڑکوں اور لڑکیوں سے اس بات پر ناراض ہوتے ہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھتے ؟ نہیں ہم ایسا نہیں کرتے۔ تو سمجھ لیں کہ ہمارا اللہ سے پیار نہیں ہے۔

اللہ فرماتے ہیں:﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمَاعِيلَ ﴾ یہ کتاب ہم نے بھیجی ہے اس میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر بھی لوگوں کو سنایئے۔ ہم تجھے بتاتے ہیں : ﴿ اِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا﴾ کہ وہ اللہ کے ہاں پسندیدہ تھے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اپنی اولاد سے' اپنی بیوی سے کہتے کہ نماز پڑھو۔

میرے بھائیو! اپنے گھر میں نگرانی کریں اور دیکھیں کہ آپ کی بیوی نماز پڑھتی ہے کہ نہیں' آپ کی بچیاں نماز پڑھتی ہیں کہ نہیں۔ آپ کے بیٹے نماز پڑھتے ہیں کہ نہیں۔ جو اپنے گھر میں اس قسم کی پابندی کرواتا ہے وہ تو رب کا پسندیدہ ہے۔

مجھے تو یہی بات ہے کہ یہ دیکھ کر بڑی نفرت ہوتی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو سکولوں میں' کالجوں میں باقاعدگی سے ساتھ لے کر جاتے ہیں لڑکیوں کو میں نے دیکھا ہے کہ مزدور طبقہ لوگ بھی سائیکلوں پر بٹھا کر اپنی لڑکیوں کو سکول چھوڑ کر آتے ہیں۔ کہ کہیں

میری لڑکی میٹرک ہو جائے' ایف اے ہو جائے' بی اے ہو جائے۔ کوئی اچھی نسل مل جائے گی۔ کوئی پیوند اچھی ہو جائے گی۔ نسل بدل جائے گی۔ یہی تو تصور ہے اور کیا ہے۔ یہ اتنا گندہ تصور ہے کہ جسے ہم نے سمجھا ہی نہیں۔

مکے کے رؤسا آپ ﷺ سے کہتے' جو بڑے بڑے امیر لوگ تھے وہ حضور ﷺ سے کہتے کہ ہم تیری مجلس میں آجائیں لیکن ہم آتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں کہ آپ کے پاس جو غریب غریب لوگ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں جو ٹاٹ پہنتے ہیں' جن کے جسموں سے بدبو آتی ہے وہ تو تیری مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے ہم کیسے آپ کی مجلس میں آ جائیں؟ وہ کہتے کہ جب ہم آئیں تو ہماری مجلس الگ ہونی چاہیے۔ اب ظاہر بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اگر ایسا کرتے بھی تو ان کی نیت یہ نہ ہوتی کہ میں ان امیروں سے پیسے لوں گا۔ اگر آپ ایسا کرتے بھی تو اسلام کی خاطر ہی کرتے' اسلام کی ترقی سوچ کر کرتے۔ یعنی اگر امیر لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو اسلام کے ماننے والے لوگ کچھ نہ کچھ خوشحال ہو جائیں گے۔ لیکن دیکھ لو اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اللہ نے اپنے نبی سے فرمایا: تیری نگاہ ان غرباء سے نہ پھرے۔ یہ کبھی نہ سوچیں کہ امیر آئیں گے تو اسلام کی عزت ہو گی۔ جب امیر آئیں گے تو فساد ہی ہو گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا: ﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ [20:طه:132] تو بھی نماز پڑھ اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم کر۔ ﴿ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ﴾ ہم آپ سے رزق کے بارے سوال نہیں کریں گے۔ ہم نے تجھے کمانے کے لیے نہیں بھیجا۔ ﴿نَحْنُ نَرْزُقُكَ ﴾ ہم تجھے رزق دیتے ہیں۔

اللہ فرماتے ہیں کہ روٹی میں تم سب کو دیتا ہوں۔ اس واسطے ہمیں اپنی نمازوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیے' اس کی خاطر دین کو برباد نہیں کرنا چاہیے۔ جو آدمی سودی کاروبار کرتا ہے تو سمجھو کہ اس کا دین تو سراسر برباد ہو گیا۔ ﴿ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ﴾ ہم نے تمھیں روٹی کمانے کے لیے نہیں بھیجا۔ ﴿نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ ﴾ ہم تمھیں رزق دیتے ہیں ﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴾ [20:طه:132] سن لو! اچھا انجام تو متقی لوگوں کا ہی ہے۔

میرے بھائیو! یہ قرآن کس لیے ہے؟ اب تو بالکل ایسا ہو گیا کہ یہ قرآن عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔ یہ تو کوئی نیا مسلمان' کوئی عیسائی ہندو سکھ' کوئی قرآن پڑھ کر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے یہ مسلمان تو قرآن بالکل نہیں پڑھتے۔ آپ اپنی زندگی کو دیکھا

کریں ہماری زندگی کیسے گزر رہی ہے۔ میں نے تو دیکھا ہے کہ فلاں دیہاتی بے چارہ غریب تھا شہر میں آ کے لگ گیا' اس کو ہوا لگ گئی۔ دیکھ لو وہ بھی امیر' اس کا بیٹا بھی امیر۔ بڑے خوش حال مزے کرنے لگے۔ جب تک دیسی تھا' دیہاتی تھا' نمازی تھا' دین دار تھا۔ اور جب شہری بن گیا۔ برباد ہی ہو گیا۔ اور یہ بات میں نے آپ کو کئی دفعہ سنائی ہے۔ آپ کے خانے میں آتی ہی نہیں۔

میرے بھائیو! اس بات کو نظر انداز نہ کریں نہیں تو قبر میں بھی پچھتائیں گے اور اٹھ کر بھی پچھتائیں گے۔ دنیا جس میں ہم مارے مارے پھر رہے ہیں یہ اس وقت تک آتی ہی نہیں کہ جب تک دین کا نقصان نہ ہو۔ دین کو برباد کر کے ہی یہ دنیا آتی ہے۔ آج اگر آپ اپنی کامیابی اور بھلائی چاہتے ہیں تو اپنے دین کی فکر کریں اور دنیا کے پیچھے اتنے مارے مارے نہ پھریں۔

حضرت عمرؓ کو دیکھو اللہ رسول ﷺ مدینے میں آئے' غریب تھے' پیٹ پر فاقے کی وجہ سے پتھر باندھتے تھے۔ فتح پر فتح ہوتی گئی۔ شام فتح ہو گیا' روم فتح ہو گیا۔ ایران فتح ہو گیا۔ حضرت عمرؓ جب خلیفہ بن گئے۔ اس قدر فتوحات ہوئیں کہ جن کی انتہا نہیں۔ ان تمام مفتوح علاقوں کا پانچواں حصہ بیت المال میں آتا۔ باقی سارا فوج میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ بڑے بڑے قالین' بڑے بڑے قیمتی موتی۔ اعلیٰ ہیرے جن کے لیے دنیا ماری ماری پھرتی ہے۔ جب ان کا خمس آتا تو حضرت عمرؓ کے پاس جا پہنچتا تو دیکھ کر رونے لگ جاتے۔ یہ مال آ رہا ہے اب مسلمانوں کی خیر نہیں۔ اس مال کا یہ اثر ہو گا کہ مسلمانوں میں آپس میں تلواریں چلیں گی اور مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو ماریں گے۔ (اخرجه البیهقی ج 6 ص 358) چنانچہ دیکھ لو دیر بھی کیا لگی۔ حضرت عمرؓ بھی شہید ہوئے' حضرت عثمانؓ بھی شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ بھی شہید ہوئے۔ اور اس کے بعد یہی سلسلہ چلتا رہا۔ مار دھاڑ یہی کچھ ہوتا رہا۔ یعنی میں آپ کو حضرت عمرؓ کی بات بتا رہا ہوں کہ وہ فرماتے کہ اب مسلمانوں کی خیر نہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ مسلمانوں کی خیر رہی یا نہیں۔

اپنے باپ دادا کو دیکھ لیں۔ اپنے پردادا کو دیکھ لیں۔ میں دیکھتا ہوں میرے سامنے کئی خاندان ایسے ہیں کہ کسی پوتے کا دادا اگر نیک تھا بیٹا اس سے کم نیکی کی راہ پر چلا اور پوتے پر آ کر بالکل کام صاف ہی ہو گیا۔ یہ دنیا کی حالت ہے۔ دادا غریب' باپ اس سے امیر اور پوتا بادشاہ۔۔۔۔

میرے بھائیو! جب خدا کسی پر انعامات کرتا ہے تو ان کو دین دیتا ہے۔ ان کو علم دیتا ہے۔ وہ غریب ہوتے ہیں اور جب خدا کی طرف سے ان پر زوال آتا ہے تو خدا ان کو مال دے دیتا ہے۔ دین کم ہو جاتا ہے مال اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اس لیے دنیا کی طلب کم کرو اور آخرت کی طلب زیادہ کرو۔ اپنی اولاد کو دین دار بنانے کی کوشش کرو۔ خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم میٹرک تک رکھو۔ ایف اے' بی اے کروانا میڈیکل کالج میں پڑھے گی پھر لیڈی ڈاکٹر بن جائے گی وہ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ہی کرے گی۔ پھر وہ کیا بنے گی۔ پھر آپ کو بھی پتہ ہے کہ وہ کیا بنے گی۔ پھر دین داری نہیں رہے گی۔ یہ باتیں آپ کو اچھی لگیں یا نہ لگیں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ سدھر جائیں۔ میں کلاس میں بھی لڑکوں سے کہا کرتا ہوں اور آپ سے بھی بہت دفعہ یہ بات کہی ہے کہ ملک میں اسلام نہیں آئے گا اور نہ ہی جمہوریت آئے گی۔ یہ توقع ہی نہ کریں۔ جو لوگ اسلام پسند ہیں اور جمہوریت کو کفر سمجھتے ہیں ان کی اس عقیدے پر نجات تو ان شاء اللہ ہو جائے گی۔ اور جو لوگ جمہوریت کو اسلامی کہتے ہیں وہ کفر پر ہی مریں گے۔ یہ ان کی بربادی نہیں تو اور کیا ہے؟ میرے بھائیو! سوچو تو سہی' اپنے معیار کو کبھی نہ گراؤ۔ آج کے ماحول میں ہماری یہ تقریریں بہت پرانی ہیں۔ یہ آج کل کے حالات میں بالکل موزوں نہیں لگتیں۔ لیکن چونکہ دین پرانا ہے' اور وہی اصلی ہے اس لیے ہمیں یہ پسند ہے۔ میں تو دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! ہم میں کوئی عملی کوتاہی ہو تو ہو لیکن ہمارا عقیدہ اور معیار وہی ہے جو محمد ﷺ کے ذریعے سے تو نے مقرر کیا ہے۔ میرے بھائیو! دنیا کی طلب کو کم کرو اور آخرت کی فکر کرو۔ اس کی طرف توجہ کرو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ ثانی

بھئی! یہاں ایک دفعہ ہم نے گفتگو ہوئی تو ہم نے بیس احادیث ایسی تلاش کیں تھیں جن سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خود بھی ننگے سر نماز ادا فرمائی ہے۔ ہم چونکہ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں اس لیے ہم میں وہی تمدن راسخ ہے ورنہ یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

میرے بھائیو! اگر ننگے سر نماز پڑھنا کوئی عیب ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے گھر بیت اللہ میں نماز کے لیے سر کو ڈھانپنا ضروری قرار دے دے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ وہاں تو لاکھوں

افراد جو حج کرتے ہیں ننگے سر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اگر یہ بے ادبی ہے تو کیا خدا اپنے گھر میں لاکھوں افراد کو بلا کر خود یہ بے ادبی کرواتا ہے؟

سر ستر میں شامل نہیں ہے' نماز کے لیے جو ستر ضروری ہے وہ یہی ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک اور کوئی کپڑے ایسا ہو جو کندھوں پر ڈال لیا جائے۔ سر کا کپڑا نماز کے لیے قطعاً ضروری نہیں ہے۔ اگر مرد کے لیے یہ ضروری ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ ضرور بیان فرما دیتے۔ عورت کے لیے جو بالغ ہے رسول اللہ ﷺ نے سر کا کپڑا لازمی کیا ہے۔ لیکن مرد کے لیے یہ ضروری نہیں ہے۔

س: رفع الیدین ابتدائی زندگی کا عمل ہے یا آخری کا؟

ج: یہ مسئلہ بھی ایک فتنہ بنا ہوا ہے اور ایک بڑی عجیب صورت ہے۔ دیکھیے اصل میں ہمارے ملک میں حنفیوں کو زور ہے کیونکہ وہ رفع الیدین نہیں کرتے اس لیے ان کی طرف سے کبھی کوئی بات کبھی کوئی بات نکلتی رہتی ہے۔ اللہ آپ کو سمجھنے کی توفیق دے۔ دیکھیے! آپ کو پتہ ہے کہ حضور ﷺ 9 ہجری کو فوت ہوئے۔ مالک بن حویرث مسلمان ہوتے ہیں مسلم شریف میں حدیث ہے' بخاری شریف میں بھی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ رفع الیدین کرتے تھے۔ حدیث کی ہر کتاب میں یہ حدیث موجود ہے۔ نویں سال میں ہی سردی کے موسم میں حضرت وائل بن حجرؓ یمن کے شہزادے تھے یہ ایمان لائے۔ ان کے آنے سے پہلے ہی نبی ﷺ نے خوشخبری سنائی کہ عنقریب یمن کا شہزادہ آکر مسلمان ہوگا۔ وہ آئے تو آپ نے ان کو بڑی عزت دی اور ان کے نیچے آپ نے اپنی چادر بھی بچھائی' ایک جاگیر بھی ان کے نام کر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی نماز کو دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ (رواہ ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب رفع الیدین عن وائل بن حجرؓ) اگلے سال پھر وہ سردی کے موسم میں آئے تو صحابہ کرام کو نماز میں رفع الیدین کرتے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رفع الیدین ایسے کرتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان کے ہاتھ پنکھے ہوں۔ (جزء رفع الیدین للبخاری ص :48) یہ دس ہجری کی سردی کی بات ہے۔ اسکے پانچ اور چھ مہینے کے بعد وہ فوت ہو جاتے ہیں۔ اس سے سمجھ لیجیے کہ یہ آپ کی زندگی کا آخری عمل ہے یا

پہلا عمل ہے۔ میرے بھائیو! یہ ایسی سنت ہے جس کو عشرہ مبشرہ صحابہ نے بیان فرمایا جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جنتی ہیں۔ ہمارے ملک میں حنفیوں کی فقہ چلتی ہے اور ان کا یہ سلسلہ ہے اور وہ بے چارے اس معاملے میں کبھی کوئی حدیث گھڑ لیتے ہیں اور کبھی کوئی۔

س: کیا غسل کرتے وقت کلمہ پڑھنا ضروری ہے؟

ج: بھئی! غسل پانی سے ہوتا ہے یا کلمہ سے؟ غسل سے کلمے کا کیا تعلق ہے؟ آدمی چپ کرکے غسل کر لے۔ نہ کلمہ پڑھے نہ بسم اللہ پڑھے اور نہ الحمد للہ۔ وضو کے لیے بسم اللہ پڑھنے کا حکم لیکن غسل کے لیے تو کسی کلمہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان۔۔۔۔

